لواعج الاحزان المعروف بہ مظہر المصائب

یہ نایاب کتاب عالم جلیل مصنف حجت بالغہ و سواء السبیل امام الجمعہ والجماعت فخر المحار مولانا مولوی السید محمد مہدی صاحب قبلہ کی تصنیف سے ہے۔ اور حسب ایمائے عالیجناب مولانا مولوی السید مقبول احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی طبع ہو کر پہلے بھی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ملک کے ہر گوشہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اور اس کی روز افزوں مقبولیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اب یہ تیسری بار نہایت اعلےٰ درجہ کے دبیز چکنے کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔

یہ وہ نادر زمانہ تصنیف ہے جس میں ذکر مصائب جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا و دیگر شہدائے کربلا نیز چہاردہ معصومین علیہم السلام کی ولادت وفات کی مجالس سلسلہ وار موجود ہیں۔ اور جس میں عام واقفیت بڑھانے کی خاطر ہر معصوم کے احوال ضروری ایک جدول میں دکھائے گئے ہیں۔ نیز ایک شجرۂ مبارکہ جس میں معصومینؑ کے آبا و اجداد و اولاد کا تفصیلی ذکر ہے تیار کیا گیا ہے۔ الغرض بحیثیت مجموعی یہ کتاب نہایت خوش اسلوبی سے مرتب ہوئی ہے۔ اور اپنے گرانبہا مضامین کی وجہ سے بفضلہ تعالیٰ بار سوم چھاپی گئی ہے۔ اس تیسرے ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ صدر المحققین ناصر الملۃ والدین سرکار شریعتمدار مولوی السید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر ادام اللہ برکاتہ کی نظر فیض اثر سے بھی گزر چکا ہے۔ اور موصوف نے اس کتاب کو نہایت شوق سے ملاحظہ فرما کر توثیق بھی مرحمت کی ہے۔ ذکر مصائب خاصکر سچی روایات پڑھنے کے لئے مصنف ممدوح نے مومنین کے لئے ایسا گرانبہا تحفہ پیش کر دیا ہے کہ عزاداران مظلوم کربلا اس کے ذریعہ سے خود بھی مثاب ہو سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی داخل ثواب کر سکتے ہیں۔ کاغذ اعلےٰ درجہ کا سفید چکنا دبیز مضبوط و پائدار۔ ضخامت ۵۶۰ صفحہ۔ ہدیہ ان سب خوبیوں کے باوجود فی جلد علاوہ محصول ڈاک ... عہ/ ۱۸

منیجر جوہر اینڈ کمپنی۔ مقبول پریس۔ چتلی قبر۔ دہلی

سے طلب فرمائیے۔

مضامین ذبح عظیم یعنی سوانح عمری جناب امام حسین علیہ السلام

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ اخیہ و وصیّہ و وزیرہ امیر المومنین وعلیٰ اٰلہ الطّیّبین الطّاہرین الیٰ یوم الدّین

ذبحِ عظیم ... ہمین دربیان حالات جناب امام حسن علیہ السلام تمام کرکے کچھ دن میں ادھر اُدھر کے ... م کرتا رہا۔ اگرچہ وہ بھی تالیف ہی کے متعلق تھے۔ مگر اُن میں سوائے چند ترمیمی اور ترتیبی اضافات ... ایسا دشوار کام نہ تھا جسکا ذکر مذکور میرے لئے ضرور ہو۔

چھ مہینے میں ان ضرورتوں سے فراغت پاکر میں نے اس مقدس کتاب کی ترتیب و تالیف کا کام شروع ... پانچویں شوال المکرم سنہ ۱۳۴۴ ہجری سے لیکر ۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ تک پورے سات مہینے ... یف میں صرف ہوئے حقیقت امر تو یہ ہے کہ جناب خامس آل عبا شہید کربلا علیہ التحیۃ والثنا روحی ... العالمین لہ الفدا کے حالات اس کثرت سے اہل اسلام میں شایع و ذائع ہیں کہ کسی جدید ترتیب کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ علمائے فریقین کی کتب مقاتل کے علاوہ مصائب کی ہزاروں کتابیں عام طور سے اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔

علمائے اثنا عشریہ رضوان اللہ علیہم کی تصانیف سے قطع نظر کرکے علمائے اہلسنّت میں کتاب روضۃ الشہدا ملا حسین واعظ کاشفی کی متاخرین میں سب سے پہلی کتاب اور بڑی جامع ومانع ہے۔ جو واقعات کربلا کا تفصیلی دفتر کہے جانے کے قابل ہے۔ اسکی روایتوں کی نسبت کوئی رائے زنی کرنا ہمارا کام نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی موجودہ کتاب کی تمہید لکھنے بیٹھے ہیں نہ کتاب روضۃ الشہدا کی تنقید۔

روضۃ الشہدا کے بعد شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کی سر الشہادتین کا نمبر ہے۔ جو شاہ صاحب کے ایسے فاضل کامل کی تحقیق انیق کا نمونہ ہے۔ یہ کتاب ہے جس کو آج تک تمام اہلسنت نے صحت روایات اور صداقت واقعات کے سبب اپنے سر آنکھوں پر چڑھایا۔ اسکے اعتبار اور قبولیت کا اس سے بڑھکر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہی اس کے لکھے جانے کے بعد ہی اسکی قبولیت کا یا واقعات کربلا کی حقانیت کا جو کچھ کہا جائے اثر سواد اعظم اہلسنت ... اعت پر ایسا پڑا کہ چاردانگ ہندوستان میں واقعات کربلا کی تفصیل وتشریح کے دفتر کے دفتر لکھے گئے اور ... ے ہی دنوں میں تحریر الشہادتین۔ ذکر الشہادتین۔ اسرار الشہادتین۔ عناصر الشہادتین ... رہ کی ایسی کثیر التعداد کتابیں ملک میں شایع ہوگئیں جن میں ہر شخص نے اپنے اپنے حتی الامکان

جناب امام حسین علیہ السلام کے ناقابل برداشت مصائب اور قریب قریب اور تمام واقعات کو کافی تفصیل کے ساتھ جمع کر دیا۔ ان کتابوں کے ساتھ اگر شیعہ تصانیف و تالیف کا شمار کیا جاوے تو ہم کو یقین ہے کہ ان کتابوں کا احصار دشوار ہو جائیگا۔

بہرحال۔ اتنے کثیر ذخیرہ کی موجودگی میں کسی جدید ترتیب اور تازہ تالیف کی طرف توجہ کرنا ضرور ضرورت سے زائد خیال کیا جائیگا۔ مگر جن حضرات نے مصائب اور سیرت دونوں کے مطالب۔ مقاصد۔ طرز اور ضرورت کو پورے طور سے سمجھا ہے وہ میری اُن ضرورتوں کو جنہوں نے مجھے اس مقدس کتاب کے لکھنے کے لئے مجبور کر دیا بخوبی سمجھ سکینگے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو جناب امام حسین علیہ السلام کے حالات ہی پر کیا موقوف ہے۔ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کے واقعات کی بھی تو یہی کیفیت ہے کہ اسلامی کتابوں میں آپ کے متعلق تصنیف و تالیف کی تعداد یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اُس کا اندازہ دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے ذخیرہ کے مقابلہ میں جس ضرورت نے مجھ سے دو ہزار صفحوں میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق دو کامل جلدیں لکھوائیں۔ اُسی ضرورت نے جناب خامس آل عبا روحی وارواح العالمین لہ الفدا کے حالات بھی چھ سو صفحوں میں لکھوائے۔

یہ امر تو ہماری کتاب کے ناظرین کو پہلے سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہم نے سیرت نگاری کے ایسا دشوار کام اپنے ذمہ لیا ہے اور سیرت بھی کس کی سیرت۔ اہلبیت کرام علیہم السلام کی۔ جن کے اقوال برکت اشتمال عموماً سلاطین جبابرہ اور نامساعدت روزگار کے باعث جہاں تک ہو سکا مٹائے گئے۔ اور چھپائے گئے ہیں۔ جن کے فضائل و مناقب دوسروں کے ساتھ تبدیل کئے گئے اور یہ کوشش کی گئی کہ اُن کے وجود ذیجود کی طرح اُن کے اخبار و آثار سے بھی دنیا خالی ہو جائے۔ مگر ظهر الحق واكثرهم للحق كارهون حق ظاہر ہو کر رہا۔ اگرچہ حق سے کراہت کرنے والے بہت سے ہیں۔ الحمدللہ کہ اُس مقدس سلسلہ کی یہ تیسری کتاب ہے جو اپنے جملہ مقاصد و مطالب کے ساتھ تمام ہو کر ناظرین کے پیش نظر ہے۔

ہماری کتاب کے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اس کتاب میں مصائب کے حالات سے زیادہ واقعات کی تفصیل کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں مصائب کی اس قدر کتابیں موجود ہیں کہ ان کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ بخلاف اس کے تفصیل مصائب میں واقعات کی کمی اور فروگذاشت محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی کتاب میں ہم نے بہت سے ضروری واقعات کی تفصیل خاص طور پر مندرج کر دی ہے۔

آغاز کتاب میں آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اہلبیت۔ آل عبا۔ آل کسا۔ ذوی القربےٰ وغیرہ متحد المعنی

الفاظ کی تفسیر احادیث و تفاسیر کی اسناد سے بہ تفصیل بتلائی ہے کہ ان ذوات مقدسہ سے صرف اہلبیت طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین مقصود ہیں نہ کہ کوئی اور۔

ہماری اس بحث کا ماخذ تمام و کمال اہلسنت والجماعت کے معتبر اور مستند علما کی تالیفات ہیں واقعات کی تشریح میں سفر مدینہ سے کربلائے معلےٰ تک ہر ہر منزل کے علیحدہ علیحدہ حالات بیان کئے گئے ہیں اور ان میں اتنا اضافہ اور کیا گیا ہے کہ اُن تمام منزلوں کے متعلق جغرافی اطلاعیں اور اُن کا طول و عرض بلد اور صحیح صحیح نشانات بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔

واقعات کربلا کی جنگی تفاصیل کی نسبت جناب امام حسین علیہ السلام کے تمام اعوان و انصار سلام اللہ علیہم میں سے ہر ایک کی ایک مختصر سی لائف بھی درج کر دی ہے جس میں ان حضرات کے ذاتی محاسن و مدارج بھی بتلا دیئے گئے ہیں ان تمام بزرگواروں میں سے حضرت علی اکبر علیہ السلام و جناب عباس علیہ السلام کے حالات کافی تفصیل سے قلمبند کئے گئے ہیں۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تھوڑے سے حالات اہلبیت علیہم السلام کی اسیری کے متعلق بھی سلسلہ بیان قائم رکھنے کی غرض سے مندرج کر دیئے گئے ہیں۔ واقعات کربلا کو تمام کر کے جناب خامس آل عبا علیہم السلام کے مکارم اخلاق کے حالات و واقعات بھی کافی تفصیل و تشریح سے جمع کر دیئے گئے ہیں اور انہی مضامین پر ہم نے اپنی کتاب کو ختم کر دیا ہے۔

خاتمہ کتاب میں ضمیمہ کے طور پر یزید علیہ اللعن والعذاب الشدید من رب المجید کی مختصر سی لائف مع اسکی ناہنجار و ناہموار رفتار و کردار خاصکر سواد اعظم اہلسنت کی علمائے کبار کے اقوال سے لکھی گئی ہے اور اس شقی ترین ازلی کی نسبت سلف سے اس وقت تک دنیا میں جو جو رائیں علمائے اسلام نے قائم کی ہیں وہ بھی قلمبند کر دی ہیں۔ اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے ساتھ یزید کی زبوں افعالی کا ذکر کسی قدر نازیبا ضرور معلوم ہوتا ہے مگر نظام قدرت کی ترتیب کو کیا کیجئے جس نے سعید و شقی ساخت در رونگار۔ کا معمول ہمیشہ سے جاری رکھا ہے۔ ممکن نہیں کہ حضرت آدم علےٰ نبینا و علیہ السلام کا ذکر کیا جائے اور ابلیس کا نام نہ آنے پائے۔ یا حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ السلام کے واقعات بیان کرتے ہوئے نمرود کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ یا حضرت موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ السلام کے حال لکھے جائیں اور فرعون کے مظالم نہ دکھلائے جائیں یا جناب عیسیٰ مریم علےٰ نبینا و علیہ السلام کی سرگزشت تحریر ہو اور ظالم ہیرودس کی سختیاں نشر نہ کی جائیں۔ یا حضرت ختمی مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سوانحات قلمبند ہوں اور ابوجہل اور ابوسفیان بے ایمان کی زیادتیاں نہ مسطور ہوں۔

ان ناگزیر صورتوں کے علاوہ ہمارے زمانے کے چند ہواخواہان یزید کے اس بے دھڑک کہہ دینے نے کہ یزید کے

حالات پر بالکل پردہ پڑا ہے۔ نہ وہ کسی کو معلوم ہیں اور نہ انہیں کوئی معلوم کرسکتا ہے۔ ہمیں اس بحث کو زیادہ وسعت کے ساتھ لکھنے پر مجبور کردیا۔

الحمد للّٰہ ٹھکانے لگی محنت میری۔ میں نے اپنی اس کتاب کا اپنی طرف سے کوئی نام رکھنا اس وجہ سے پسند نہ کیا کہ خداوند عالم نے اپنے مقدس اور پاک کلام کے درمیان جن دو الفاظ میں اس واقعہ کو ہمیں بتلایا ہے بس وہی دو مقدس الفاظ ہماری کتاب کے لئے ہر طرح سے موزوں۔ مناسب اور مبارک ہونگے وہ کون سے الفاظ ہیں؟ ذبح عظیم۔

اب ہم اپنے دیباچہ کے مضامین کو تمام کرتے ہوئے سب سے پہلے عالیجناب تقدس مآب مولانا مولوی مرزا عابد علی صاحب پیش نماز بنارسی کے تہہ دل سے ممنون ہیں جنہوں نے مجھکو اپنی خاص مہربانی اور قدردانی سے مقتل ابی اسحاق اسفرائنی کی دونوں جلدیں عنایت فرماکر ہمارے موجودہ کاموں میں بہت بڑی مدد پہنچائی۔ انہی بزرگ کے ساتھ ہمکو عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب خان بہادر آنریری مجسٹریٹ و رئیس پریاواں ضلع پرتاب گڈھ کی عنایتوں کا بھی ضرور اعتراف ہے جنہوں نے اپنی بیش بہا تالیف "رسالہ البلاء المبین" بھیجکر راقم کو اپنے حسن الطاف کا ممنون بنایا۔

آخر میں ہم اپنے معزز ہمعصر عالیجناب صاحبزادہ حسن میاں صاحب پھلواری کا بھی تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کی مفید تالیفات نے ہماری موجودہ ضرورتوں میں کافی اعانت فرمائی۔

بہرحال۔ اپنے دیباچہ کے مضامین کو تمام کرتے ہوئے ہم یہ بیان کرنے پر ضرور مجبور ہیں کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت اکثر اوقات میں متردد اور متفکر رہا ہوں۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید جا بجا خدشات رہ گئے ہوں۔ تو ہمکو ناظرین باتمکین سے قوی امید ہے کہ وہ حضرات بلا رو رعایت مطالعہ کے وقت چشم پوشی سے ہرگز کام نہ لیں گے۔ بلکہ اپنی اصلاح کے موٹے قلموں سے ان کو درست فرمائیں گے۔ یا ہم کو اطلاع دیکر ممنون کرینگے۔ سب سے آخر میں ہم ارحم الراحمین کی درگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ میرے اس کام میں پوری حمایت فرمائے۔ اور میری ہمت کو وسیع اور میری ان ناچیز خدمات کو قبولیت کا خلعت عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ واٰلہ الطاہرین

المولف

سید اولاد حیدر بلگرامی عفی عنہ
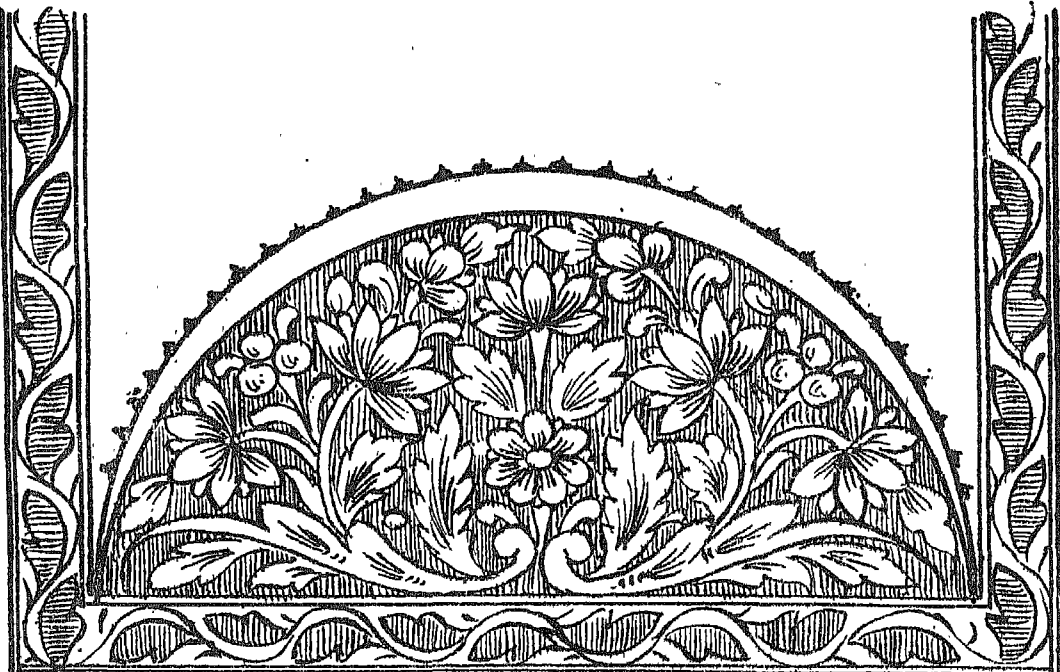
کو آتھ صانہا اللہ عن الآفات
یکم ذیقعدہ ۱۳۲۵ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی وَصِیِّہٖ وَابْنِ عَمِّہٖ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَعَلٰی اَبْنَائِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط

آنجناب کا اسم مبارک حسینؑ کنیت ابا عبداللہ اور مشہور ترین القاب الشہیدؑ ہے علامہ بدخشی علیہ الرحمۃ نزول الابرار میں لکھتے ہیں وسماہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم وحسینا کان یکنی ابا عبد اللہ ویلقب السیّد والطیب والرشید والوافی والمبارک والتابع لمرضات اللہ والدلیل علی ذات اللہ والشہید الاکبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن کا نام حسینؑ رکھا تھا اور کنیت آپکی ابوعبداللہ ہے اور لقب آپکے سیّد اور طیب اور زکی اور سبط اور رشید اور وافی اور مبارک اور تابع لمرضات اللہ اور الدلیل علے ذات اللہ اور الشہید الاکبر ہیں۔

آپکی ولادت باسعادت روز پنجشنبہ تیسری ماہ شعبان ۳ سنہ ہجری میں واقع ہوئی۔ ملا مجلسی نے بحار الانوار جلاء العیون اور زاد المعاد میں اور صاحب ناسخ التواریخ نے بروایت سلیمان ابن العلاء ہمدانی توقیعات جناب صاحب الامر عجّل اللہ ظہورہ سے اسی تاریخ کو آپ کا یوم ولادت قرار دیا ہے۔ یہی تاریخ علماء اثنا عشری میں بقاعدۂ جمہور مشہور ہے۔ مگر اہل سنت کے تمام علما دولادت

کی تاریخ پانچویں شعبان بتاتے ہیں۔ مقاتل الطالبین۔ طبقات ابن سعد۔ مطالب السئول۔ فصول المہمہ۔ صواعق محرقہ وغیرہ وغیرہ میں یہی تاریخ لکھی ہے۔ کتاب اعلام الوریٰ میں تیسری اور پانچویں دونوں تاریخیں منقح ہیں حقیقت امر یہ ہے کہ ان حضرات کو تیسری اور پانچویں تاریخ میں اس وجہ سے شبہہ ہوا ہے کہ پانچویں تاریخ کو باتفاق فریقین جناب علی ابن الحسین علیہما السلام کی ولادت ہوئی ہے۔ حسین ابن علیؑ اور علیؑ ابن حسینؑ کی تجنیس خطی اور قریب العبارت ہونے سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے۔

یہ امر بھی ثابت ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی ولادت چھ مہینہ میں ہوئی ہے اور سوائے جناب یحییٰ اور جناب عیسےٰ علی نبینا و علیہ السلام کے اور کسی خاصۂ خدا کو مبدء الہٰی سے یہ شرف عنایت نہیں ہوا۔ علامۂ بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں انه ولد بستة اشهر یہ چھ ماہ کے پیدا ہوئے شیخ مفید عطر اللہ مرقدہ کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں۔ لم یکن بینه و بین اخیه الا الحمل والحمل ستة اشهر ان میں اور ان کے بھائی کے درمیان میں صرف چھ مہینہ حمل کی مدت گذری لم یولد لستة اشهر الا عیسیٰ و حسین ابن علی علیهم السلام کوئی بچہ۔ سوائے جناب عیسےٰ اور حضرت امام حسینؑ کے شش ماہہ نہیں پیدا ہوا۔ بہرحال یہ خصوصیت حضرت عیسےٰ کے بعد مبدء قدرت نے اس ریحان نبوت اور اس شمع شبستان امامت کے لئے مخصوص کر رکھی تھی اور یہ ایسا نمایاں شرف تھا کہ آپ کی ذات جامع الحسنات پر ختم ہو گیا۔

آپ کی ولادت باسعادت کے احوال میں حضرت ام الفضل بنت حارث حضرت عباس کی زوجۂ محترمہ کا بجنسہ ویسا ہی خواب فریقین کی کتابوں میں درج ہے جیسا ہم امام حسن علیہ السلام کے احوال ولادت میں لکھ چکے ہیں۔ مشکوٰۃ میں یہ عبارت تحریر ہے۔ ام الفضل بنت الحارث امرأة العباس انها دخلت علی رسول الله فقالت یا رسول الله انی رایت حلما منکرا اللیلة قال ما هو قالت رایت کان قطعة من جسدك المبارك قطعت و وضعت فی حجری فقال علیه السلام رایت خیرا تلد فاطمه ان شاء الله غلاما یکون فی حجرك قالت فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری فارضعته بلبن قثم۔ ام الفضل بنت الحارث زوجۂ جناب عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کی کہ میں نے شب کو ایک خواب دیکھا ہے کہ جس کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آئی آپ نے ارشاد فرمایا وہ کیا خواب ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مطہر کا ایک جزو علیحدہ ہو کر میری گود میں آگرا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

یہ خواب تمہارا صحیح ہے اور نیک ہے۔ جناب فاطمہؑ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونیوالا ہے جسے تم اپنی گود میں پرورش کروگی۔ ام الفضل کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ جناب امام حسینؑ پیدا ہوئے اور میں اُن کو آغوش میں لیکر اپنے بیٹے قثم ابن عباسؓ کا دودھ پلاتی رہی۔

صاحب ناسخ التواریخ نے ام ایمن کا خواب ام الفضل کے خواب کی جگہ نقل کیا ہے اور اپنے اسناد کو امالی جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ تک پہنچایا ہے۔ انکی اصل عبارت یہ ہے۔

درکتاب امالی شیخ صدوق سند بابی عبداللہ علیہ السلام منتہی می شود۔ میفرماید ہمسائگان ام ایمن بحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض آوردند کہ ام ایمن دوش تا بامداد ہمی گریست وہیچ از گریستن باز نہ ایستاد۔ رسول خدا کس را فرستاد و ام ایمن را حاضر ساخت فقال لھا یا ام ایمن لا ابکی اللہ عینیک ان جیرانک اتونی واخبرونی انک لم تزل اللیلۃ تبکین اجمع فلا ابکی اللہ عینک ما الذی ابکاک اے ام ایمن خداوند گریاند چشم ترا۔ ہمسائیگان تو نیز دمن آمدند وآگہی دادند کہ تو دوش ہمہ شب گریستی۔ آں چیست کہ ترا ہمی گریاند عرض کرد یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خوابے ہولناک دیدم وہمہ شب خوابم نیامد وگریستم۔ فرمود خواب را بر من قصہ کن۔ چہ خدا ورسولؐ بر تعبیر آں داناتر است۔ گفت بر من ثقیل می آید کہ از آں چہ دیدم سخن کنم پیغمبر فرمود تعبیر خواب نہ چناں است کہ تو دانستہ۔ شرح کن۔ عرض کرد چناں دیدم کہ بعضے از اعضائے مبارک تو در خانۂ من افتادہ است۔ رسولخدا فرمود۔ آسودہ باش اے ام ایمن۔ ہمانا از حضرت فاطمہ می شود حسین علیہ السلام وتو پرستار او خواہی بود وحسینؑ پارہ از اعضائے من است ایں بود تا حسین علیہ السلام متولد گشت۔ آنگاہ ام ایمن حسین علیہ السلام را در بردیمانی رسولخدا پیچیدہ نیز د آنحضرت آورد فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحبا بالحامل والمحمول یا ام ایمن ھذا تاویل رؤیاک فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ مرحبا تمکو اے ام ایمن یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔

ان روایتوں کے سلسلہ میں اسماء بنت عمیس کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔ مگر یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ ہم اس واقعہ کی نسبت اس سلسلہ کی جلد دوم میں نوٹ دے چکے ہیں۔ اسماء بنت عمیس کی خدمت اور اُن کی موجودگی کی نسبت ہمکو صاحب ناسخ التواریخ کی تحریر سے اتفاق ہے۔ یہ تو تمام تاریخوں سے ثابت ہے کہ اسماء بنت عمیس قبل از ہجرت اپنے شوہر گرامی قدر جعفر ابن ابی طالب کے ہمراہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرما چکی تھیں اور پھر اس امر پر بھی تمام تاریخیں متفق ہیں کہ واقعۂ خیبر میں پہلے

شوہر گرامی منزلت کے ساتھ سفر سے حاضر ہو کر زیارت نبوی سے شرفیاب ہوئیں اور جناب امام حسین کی ولادت غزوۂ خیبر سے کئی سال پہلے واقع ہوئی ہے۔ تو پھر ان واقعات میں انکی شرکت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ فریقین کے مورخین کو جو اس میں شبہہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سلمیٰ بنت عمیس کی جگہ اُنہوں نے اسماء بنت عمیس کا نام لکھدیا ہے اور وہی متقدمین سے متاخرین نے لیکر آج تک نقل کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

جناب ابن بابویہ اعلی اللہ مقامہ نے۔ آپکی ولادت کے وقت حضرت صفیہؓ کی موجودگی بھی نہایت خصوصیت کے ساتھ لکھی ہے۔ اُن کی اصل عبارت یہ ہے جسکو ہم عیون المعجزات سے نقل کرتے ہیں۔ وہوا ہذا قالت صفیہ لما سقط الحسین علیہ السلام من فاطمہ کنت بین یدیہا فقال لی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلمی الی یا بنی فقلت یارسول اللہ انا لم انظفہ بعد فقال النبی انت تنظفینہ ان اللہ قد نظفہ وطہرہ وروی ان رسول اللہ قام الیہ واخذہ فکان یسبح ویہلل ویمجد۔

صفیہ کا بیان ہے کہ جونہی جناب امام حسینؑ جناب فاطمہ کے بطن سے متولد ہوئے میں اُسوقت حضرت سیدہ کی خدمت میں حاضر تھی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے فرزند کو مجھکو دو۔ میں نے کہا کہ میں نے ابھی تک اُس کو پاک نہیں کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اسے کیا پاک کروگی اس کو تو خدا نے پاک و پاکیزہ فرما کر بھیجا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی وجہ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نورانی پر۔ فرحت تازہ اور مسرت بے اندازہ کا جیسا کچھ اثر محسوس ہوا ہو گا۔ اس کا بیان ہمارے تحریری اندازہ سے باہر ہے۔ جناب صفیہ کی چشم دید کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے۔ ولادت کا مژدہ پاتے ہی جناب رسالت مآب دولت سرا میں تشریف لائے۔ اپنی محبت اور الفت کے غیر متحمل جذبات کو ایک دم کے لئے بھی نہ روک سکے۔ گھر میں آتے ہی اپنے پارۂ جگر کو طلب فرمایا اور آغوش میں لیکر دیر تک اُس معصوم بچہ کو اپنی زبان مبارک چوساتے رہے۔

مجلسی رحمہ اللہ علیہ ذکر ولادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ مژدۂ ولادت باسعادت سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے پارۂ جگر کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ جناب امام حسین علیہ السلام کو ایک پارچۂ سفید میں لپیٹ کر آپ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اپنے آغوش مبارک میں لیکر اُن کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اور

پھر سات روز بعد آپ نے رسم عقیقہ و ختنہ ادا فرمائی اور ایک گوسفند سیاہ اور ایک سپید قربانی
فرما کر ایک ران ذبیحہ کی دایہ کو دی اور سر کے بال اُتار کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق
فرمائی اور خلوق کہ ایک قسم کی خوشبو ہے۔ سر پر مل دی۔ (جلاء جلد دوم)
علامہ بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں۔ فلما ولد اذن النبی صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم
فی اذنہ الیمنی و اقام فی اذنہ الیسری و ختنہ فی یوم السابع من ولادتہ و عق عنہ
کبشا او کبشین و قال لفاطمۃ علیہا السلام زنی شعرہ و تصدقی بوزنہ
فضۃ و اعطی القابلۃ رجل العقیقۃ یعنی جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ
نے اُن کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ساتویں روز ختنہ کیا اور
ایک مینڈھا یا دو مینڈھے قربانی کئے۔ اور عقیقہ کیا۔ اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اس کے بالوں
کو وزن کر کے اس کے برابر چاندی خیرات کر دو اور دائی کو عقیقہ کی ایک ران دیدو۔
جس طرح ہم ان واقعات کو مسلسل لکھتے آئے ہیں اُسی طرح ہم آپ کے نام رکھے جانے کے واقعات
کو بھی مفصل لکھتے ہیں۔ امام احمد ابن حنبل مناقب میں اور امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں
عن علی علیہ السلام قال فلما ولد الحسنؑ سمیتہ باسم عمی حمزۃ فلما ولد الحسینؑ
سمیتہ باسم عمہ جعفر فدعانی رسول اللہ و قال انی امرت ان اغیر اسم ابنی
ھذین فقلت اللہ و رسولہ اعلم فسمھما حسنا و حسینا امیر المومنین علی علیہ السلام
فرماتے ہیں کہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو میں نے اُنکا نام اپنے چچا حمزہ کے نام پر حمزہ رکھا
اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو میں نے اُنکا نام اُن کے چچا کے نام پر جعفر رکھا۔ پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے مجھکو بلا کر فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے دونوں بچوں کے
نام بدل دوں۔ میں نے عرض کی کہ خدا و رسول سب سے بہتر جاننے والے ہیں۔ پس آنحضرت
نے اُن کا نام حسنؑ اور حسینؑ رکھا۔
اس روایت کو انہیں الفاظ میں علامہ شیخ ابن کلب الشاشی نے بھی لکھا ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ
علامہ حنابذی کے اسناد سے لکھتے ہیں۔ علی علیہ السلام نخستین حسن علیہ السلام را حمزہ نام نہاد و
حسین علیہ السلام را جعفر نامید پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم امیر المومنین را طلب فرمود
وقال لہ قد امرت ان اغیر اسم ابنی ھذین فقال فما شاء اللہ و رسولہ قال ھما
الحسن و الحسین۔ ملا نے اسی واقعہ کو کافی کے اسناد سے لکھا ہے۔ ناسخ التواریخ نے

اس واقعہ کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے۔
آنحضرتؐ با علی فرمود فرزند مرا چہ نام خواندی۔ عرض کرد کہ من در اختیار نام او بر تو سبقت نکنم لیکن دوست میداشتم کہ او را بحرب نام نہادم آنحضرتؐ فرمود من در نام او بر خداوند پیشی نکنم آن وقت جبرئیل علیہ السلام فرود شد فقال یا محمد العلی الاعلی یقرء السلام علیک و یقول لک علی علیہ السلام منک کہارون من موسیٰ فسم ابنک باسم ابن ہارون قال النبی وما اسم ابن ہارون قال شبیر قال لسانی عربی قال جبرئیل سمہ الحسین فسماہ الحسین گفت اے محمد خداوند اعلی ترا سلام میرساند و میفرماید علی علیہ السلام ترا چناں است کہ ہارون موسیٰ را لاجرم پسر خویش را نام میر دار کن بنام پسر ہارون فرمود نام او چیست گفت شبیر فرمود زبان من عربی است گفت او را حسین علیہ السلام بخوان پس او را حسین خواندند۔
امام احمد ابن حنبل نے مناقب میں اور طبرانی نے معجم ثلاثہ میں اور علامہ دارقطنی نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اور امام بیہقی نے سنن میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسی مضمون کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے۔ قال علی علیہ السلام لما ولد الحسن سمیتہ حربا فجاء رسول اللہ فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قال حربا قال ھو حسن فلما ولد الحسین سمیتہ حربا فجاء رسول اللہ فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلنا حربا فقال ھو حسین وقال انما سمیتھم بولد ہارون شبر و شبیر۔
امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے انکا نام حرب رکھا پس آنحضرتؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ۔ تم نے میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا حرب۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کا نام حسنؑ ہے۔ پھر جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم نے ان کا نام بھی حرب رکھا پھر آنحضرت تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے میں نے عرض کی حرب۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کا نام حسین ہے۔ میں نے ان دونوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں۔
ہماری ان متعدد اور متواتر روایتوں سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اس ذوات مطہرہ کے مدارج جناب احدیت کے نزدیک ایسے ہی رفیع تھے کہ انکے نام رکھنے کی ایسی معمولی مراسم کی ادائیگیوں

میں بھی۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بغیر نزول وحی کے۔ اپنی طرف سے کوئی تحریک نہیں فرما سکتے۔ اِس امر کی ابتدا جناب سیّدہ کی تزویج ہی کے وقت سے شروع ہوئی تھی۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے جو خطبہ اِس محفل نکاح میں پڑھا تھا اس میں لکھکر فرما دیا تھا۔ قبل امرہا اللہ تعالیٰ الخ۔ بہرحال۔ وحی آسمانی کے ذریعہ سے ان حضرات کے نام رکھے جانے پورے طور سے ثابت ہو گئے۔ علامہ وصابی نے کتاب فضائل خلفاء الاربعہ میں اِس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اور باختلاف الفاظ صحیح ترمذی اور سنن ابی داؤد میں بھی درج ہے اور امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربےٰ میں ذخائر عقبےٰ کے اسناد سے مندرج کیا ہے (ینابیع ص ۱۶۳ مطبوعہ بمبئی)
یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام سے قبل جسطرح تمام عرب میں محمدؐ کسی کا نام نہیں تھا۔ اسی طرح علیؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ بھی کسی کا نام نہیں تھا۔ اگر یہ اسماء مقدسہ محفوظ و مخصوص ایزدی نہ ہوتے تو اتنی مدت مدید اور عرصہ بعید تک کسی نہ کسی انسان کے ذہن غور اور فکر میں آہی جاتے اور وہ اپنے قوم و قبیلہ میں سے کسی کو اِن کے ساتھ مشہور کرتا۔ مگر ایسا تو نہ ہوا۔ یہ ہماری ہی لئے یہ نہیں ہے بلکہ علامہ ابن سعد کی طبقات کبریٰ میں بھی یہی عبارت درج ہے۔ عن عمران ابن ال سلیمان قال قال رسول اللہ ص الحسنؑ والحسینؑ علیہما السلام اسمان من اسماء اھل الجنۃ ما سمیت العرب بھما فی الجاھلیۃ عمران ابن سلیمان لکھتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام یہ دونوں نام اسماء اہل جنت سے ہیں۔ عرب نے کبھی یہ نام جاہلیت میں نہیں رکھے۔ اسد الغابہ میں بھی قریب قریب یہی مضمون مندرج ہے۔

نام رکھے جانے کے متعلق تمام واقعات کو لکھکر ہم اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں صاحب ناسخ التواریخ ختنہ و عقیقہ کے مراسم میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ از برائے ایشان دو گیسو بود و در جانب چپ دور شحمہ گوش راست سوراخے و در فراز گوش چپ سوراخے بود پس گوش راست بہ قرطہ و گوش چپ را بہ شنفت علاقہ فرمود۔
اب قرطہ اور شنفت کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ قرطہ گوشوارہ ایست کہ مخصوص شحمہ گوش راست است و شنفت مخصوص است بآخر از گوش چپ۔ (ناسخ التواریخ مطبوعہ بمبئی جلد ۶ صفحہ ۱۵)
علماء اہل بیت علیہم السلام نے جناب امام حسینؑ علیہ السلام کی خصوصیات میں اِس امر پر پورے طور سے اتفاق کیا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے صرف جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے شیر

اور جناب رسالتمآب ؐ کی انگشت مبارک کو چوسکر پرورش پائی ہے۔ اور سوائے جناب سیدہ علیہا السلام کے اور کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیا۔ جلاء العیون میں علامہ ابن ضحاک ابو ہریرہ سے اسناد سے لکھتے ہیں عن ابی ھریرہ قال رایت رسول اللہ ؐ یمتص لعاب الحسین کما یمتص الرجل تمرۃ ابو ہریرہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے تھے۔ جس طرح سے کہ آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

بہرحال ان تمام ابتدائی مراسم کے تمام ہو جانے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی پرورش جناب ام المومنین حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے سپرد ہوئی اور وہ حضرت علیا مکرمت بکمال خلوص و محبت اس تحصیل سعادت کیطرف متوجہ ہوئیں شہادت امام حسین علیہ السلام کے متعلق جتنی حدیثیں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں وہ سب حضرت ام سلمہؓ کی زبانی پائی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسطرح جناب احدیت نے آنحضرت کو اپنے پیارے نواسہ کا والہ و شیدا دیکھکر واقعہ شہادت سے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا۔ اسی طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کی محبت و الفت ملاحظہ فرماکر انکو ان کی شہادت سے آگاہ کردیا تھا۔ اور جسطرح جناب سیدہ کو خبر دی تھی اسی طرح انکو بھی اطلاع کردی تھی۔ جناب امام حسینؑ نے غرض انکی آغوش مبارک میں پرورش پائی جیسا کہ بالاتفاق سیر و تاریخ کی کتابوں میں درج ہے فکفلتہ ام سلمہؓ۔

آپ کے بچپن کے حالات تمام کتابوں میں مندرج ہیں۔ علماء اہل بیت کے علاوہ علمائے اہلسنت کی تالیفات و تصنیفات بھی کتب صحاح و مسانید سے لیکر سیر و تاریخ تک بھری پڑی ہیں۔ ہمکو یقین ہے کہ اگر ہم ان میں سے صرف ایک ایک واقعہ کو چنیں تو ہماری تالیف کی ضخامت اتنی بڑھ جائیگی کہ ہم مشکل سے اسکو ایک جلد میں جمع کرسکیں گے۔ اسلئے ہم صرف انہی واقعات کو لکھینگے جن پر علمائے فریقین نے اتفاق کرکے اُن کو مشہور و متواتر ثابت کیا ہے۔

یہ تو معلوم ہو چکا کہ ان کی پرورش و کفالت حضرت ام سلمہؓ کے متعلق ہوئی۔ جناب سیدہ ضرورت کے وقت اپنے اس پارۂ جگر کو اپنی مادر مہربان کی خدمت سے لے آتی تھیں۔ اور جب تک جی چاہا اپنے پاس رکھکر پھر ان کے حضور میں پہنچا آتی تھیں۔ امام حسینؑ کے بچپن کے حالات میں بہت سی روایات اسلامی کتابوں میں عام طور سے پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے

جناب اُمّ المومنین حضرت ام سلمہؓ کے وہ اشعار جو وہ ممدوحہ امام حسینؑ کے سلانے یا خوش کرنے کی
غرض سے ارشاد فرماتی تھیں۔ لکھتے ہیں۔ وہو ہذا بابی ابن علیؑ انت بالخیر ملی۔ جناب سیدہ
کے یہ اشعار ہیں انت شبیہ بابی لست شبیہاً بعلی تو علیؑ (اپنے باپ) سے مشابہ نہیں
ہے مگر میرے باپ سے مشابہ ہے۔ جناب اُمّ الفضل زوجہ حضرت عباسؓ کے یہ اشعار لکھے
ہیں یا ابن رسول اللہ یا ابن کثیر الجاہ فرد بلا اشباہ اعاذہ الٰہی من امم
الدّواھی اے فرزند رسولخدا اے فرزند صاحب اعزاز تو فرد لاثانی ہے حق سبحانہ تعالےٰ
تجھکو آسیب زمانہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۴۴ باسنا و مناقب احمد ابن حنبل
وجامع ترمذی وغیرہ۔

یہ تو اہل بیتؑ کی محبت کے واقعات تھے اب ہم خاص آنحضرتؐ کے کھلانے اور اپنے پیارے
نواسے کے خوش کرنے کا ایک واقعہ ذیل میں لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ اپنے اس
پارہ جگر کو اس طرح پیار کرتے تھے اور اسکو خوش کرتے تھے کہ اس کے دونوں ہاتھ
تھام کر اپنے قدم مبارک پر کھڑا کرتے تھے اور اُن سے فرماتے تھے کہ اے میری آنکھوں
کی روشنی آگے بڑھ۔ پس وہ بچہ آپ کے روئے مبارک سے قریب ہو جاتا تھا تو آپ اُن کو
اپنی چھاتی سے لگا لیتے تھے۔ اور اُنکی آنکھوں کو اور منہ کو چوم لیتے تھے۔ اور انکی فرط محبت
میں اپنے پروردگار سے عرض فرماتے تھے کہ پروردگارا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی
اسے دوست رکھ اور اُسے بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ اب اس واقعہ کو ہم فریقین
کی معتبر کتابوں سے نکالکر ذیل میں لکھتے ہیں۔ ملا مجلسیؒ و صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با ہر دو دست کتف امام حسین علیہ السلام را بگرفت وقدمہا
او بر قدم رسولؐ میماند۔ پس آنحضرت میفرمود حزقہ حزقہ ترق عین بقہ اللھم انی احبہ
فاحبہ واحب من یحبہ ای کوچک اندک خطوہ۔ اے کوچک چون چشم پشہ۔ بالا بیا۔ آنگاہ
میفرمود الٰہی او را دوست میدارم تو ہم او را دوست دار و دوست دار تو او را کہ این را دوست
دارد۔ امام طبرانی نے معجم میں اور امام ابو عمر نے اسی مضمون کو ابو ہریرہ کے اسناد سے لکھا ہے
انکی اصل عبارت یہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال ابصرت عینای و سمعت اذنای رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم وھو آخذ بکفی حسینؑ وقدماہ علی قدمی رسول اللہ وھو یقول

حزقہ حزقہ ترق عین بقہ قال فوق الغلام حتیٰ وضع قدمیہ علی صدر رسول اللہ
افتح فاک وقبلہ ثم قال اللھم انی احبہ فاحببہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی
دونوں آنکھوں سے دیکھا اور اپنے دونوں کانوں سے سنا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دونوں ہاتھ امام حسین کے پکڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ کے دونوں قدم سینہ مبارک پر تھے اور
آپ فرما رہے تھے کہ اے میرے بچے۔ مچھر کی آنکھ کی طرح ننھے اور اوپر کو اچھل۔ لڑکے
(امام حسینؑ) نے چھلانگ ماری اور دونوں قدم حضور کے سینۂ مطہر پر رکھے پھر آپ نے
فرمایا اپنا منہ کھول۔ آپ نے انکے منہ کو چوما پھر فرمایا اے پروردگار میں اس کو محبوب رکھتا
ہوں تو بھی اسکو محبوب رکھ۔
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلمہ حزقہ حزقہ ترق عین بقہ ایسا مشہور
ہوگیا کہ آجتک بچے عرب میں یہی کہہ کہکر کھلائے جاتے ہیں اور ہر خوش اعتقاد بی بی میاں
رسول اللہؐ کے اس کلام صداقت التیام سے اپنے بچوں کو خوش کرتے اور کھلاتے ہیں۔ ہمارے
ذی قدر اور لائق ہمعصر خواجہ عبید اللہ امرتسری اس حدیث کو درج کر کے ان کلمات کی نسبت
تحریر فرماتے ہیں۔ عرب میں بچوں کو گدگداتے ہوئے یہی لوریاں دیتے ہیں۔ سوانح عمری صفحہ ۲۵۶
ان واقعات کے بعد اب ہم محبت رسولؐ کے متعلق چند واقعات اسی طرح لکھتے ہیں جس طرح جیسے
اس سلسلہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان تمام واقعات کی نقل ہماری کتاب
کی ضخامت کو اتنا بڑھا دے گی جو ضرور ناظرین کی ناگواری کا باعث ہو گی۔ مگر پھر ان واقعات
کے لکھنے کی جو ضرورت ہمکو اس مقام پر واقع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم محبت رسولؐ کے مخصوص
واقعات لکھکر ان مسلمانوں کے حقیقت ایمان کو دکھلا دیں۔ جنہوں نے ان واقعات کو آنکھوں
سے دیکھکر اور کانوں سے سنکر بھی یزید ابن معاویہ کی خوشنودی کے لئے۔ خون حسینؑ سے
اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔
جناب امام حسنؑ علیہ السلام کی کتاب میں ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے زمانۂ حیات کی کوئی صحبت۔ خلوت مجالس الہی نہیں تھی جو انکے ذکر سے خالی ہو۔ اور آپ کی
حیات قدسی برکات کا کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے جو انکی یاد سے خالی رہا ہو۔ آپ کے کوئی
مشاغل عام اس سے کہ وہ عبادت الہی کے متعلق ہوں یا ہدایت خلق سے ایسے نہیں پائے
جاتے جنمیں ان کا تذکرہ نہ کیا جاتا ہو ہم جہانتک ان واقعات کی تلاش حیات رسولؐ میں کرتے ہیں ہمکو

یہ امر پورے طور سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عبادت کے مخصوص اوقات میں بھی انکی محبت والفت
کی یاد موجود رہتی تھی۔ ہدایت عامہ اور وعظ وارشاد کے خاص مشاغل میں بھی جہاں احکام فرائض
وسُنن کی تاکید کیجاتی تھی وہاں انکی عقیدت۔ ان کی محبت اور انکی مودت کی بھی سخت ہدایت فرمائی جاتی
تھی۔ اب اس سے زیادہ انکے ساتھ محبت رسول صؐ کے ثبوت اور کیا ہو سکتے ہیں کہ انکی عقیدت اور
محبت ارکان ایمان میں داخل اور عبادت الٰہی میں شامل بتائی گئی۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ان ذوات
مقدسہ کے فضائل ومناقب درگاہ رب العزت میں ایسے ہی رفیع تھے کہ انکے ساتھ محبت وعقیدت
رکھنا قرب الٰہی کا ذریعہ اور نجات اُخروی کا مستحکم وسیلہ بتایا گیا ہے۔ انکی اطاعت عین طاعت اور
انکی محبت ارکان شریعت اور جزو عبادت سے تعبیر کی گئی ہے۔ ایسی بے نظیر شان اور ایسے عدیم المثال
مدارج سوائے مخصوص اور منصوص ذریعہ کے اور کسی دوسرے وسیلوں سے نہیں حاصل ہو سکتے
جناب رسالتمآبؐ اپنے پارہائے جگر کے ان فضائل ومناقب کو خیال کر کے۔ جو درگاہ رب العزت
سے انکو عطا فرمائے گئے تھے۔ اور ان خدمات عظیمہ پر غور فرما کر جو آپ کے بعد دنیا میں انکے
متعلق ہونیوالے تھے اور حفاظت احکام الٰہی اور ہدایت خلائق صبر ورضا۔ تسلیم وتوکل۔ نصرت
دین رسالت پناہی۔ تقویٰ۔ پرہیزگاری۔ زہد وورع۔ عبادت اور اطاعت الٰہی کی مشغولیت
غرض ان تمام دینی فرائض پر غور فرما کر۔ جو رسالت کے ختم ہو جانے کے بعد منصب امامت
کے متعلق ہونے والے تھے۔ اور وہ نصوص الٰہیہ کے مطابق انہی کے سپرد ہونے والے
تھے۔ ان سے ایسی محبت اور الفت اور ان سے ایسا اخلاص اور اتحاد دکھلا کر اہل اسلام
کو ان کے ساتھ عقیدت اور ہمیشہ ایسے ہی اخلاص قائم رکھنے کی تعلیم فرماتے تھے۔ معمولی فہم
والے تو یہ سمجھ کر اپنا اطمینان کر لیتے تھے کہ رسول اللہ جب ان سے ایسی محبت کرتے ہیں تو
حضرتؐ کی متابعت میں ہمکو ان سے محبت کرنا اور عقیدت رکھنا ضروری اور لازمی ہے۔
ان کے علاوہ۔ جنکی عقول سلیم اور شعور کامل تھے۔ وہ ایسے واقعات کے مشاہدات سے اس امر
کا پورا اعتقاد کر لیتے تھے کہ رسول اللہ کا ان کے ساتھ ایسی فرط محبت رکھنا اس بات کی قوی
دلیل ہے کہ جن کے ساتھ اس طرح محبت والفت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اُن کے فضائل ومراتب
خدا کی طرف سے ایسے رفیع ہیں جن کے اظہار کو خدا کا سچا رسولؐ عبادت اور ہدایات کے
اوقات میں اس خصوصیت کے ساتھ داخل کرتا ہے۔ عبادت وہدایت کے مخصوص اوقات
کے علاوہ۔ معمولی حالتوں میں بھی ان کے ساتھ محبت اور الفت کا وہی عالم دکھائی دیتا ہے۔ اتفاق

کسی بچہ کی طبیعت ناساز ہوئی اور آپ کے قلب نورانی پر ایسا سخت صدمہ پہنچا کہ پھر تاشفاء و صحت کسی طرح آپ کے دل مضطر کو چین نہ آیا۔ کسی بچے کے رونے کی آواز آئی۔ پھر جبتک کہ علما سے اُسکے چپ ہو جانیکی خبر نہ آئے ممکن نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسکین ہو۔ اکثر واقعات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے رونے کی آواز کو سنکر حاضرین کو خبر لانے کا حکم ہوا ہے اور اکثر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ان کی آواز گریہ کو سماعت فرما کر ایسے بیتاب اور مضطرب الاحوال ہو گئے۔ کہ بالنفس نفیس تفتیش احوال کے لئے تشریف لے گئے۔ ان امور کے علاوہ اپنے پیارے نواسوں کی صحت کا ہر دم و ہر لحظہ خیال کرنا۔ انکی دلجوئی اور خوشنودی کا ہمیشہ لحاظ رکھنا۔ انکی تمام خواہشوں کا پورا کرنا۔ انکی فرمائشوں کا مہیا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ضروریات سے تھا۔

ہمنے ان مضامین کو پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھدیا ہے اسلئے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ اب ہم ان واقعات کو مندرج کرتے ہیں مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہ پہلے عبادت اور فرایض خدا کے متعلق یہ واقعات لکھیں گے اور اس کے بعد وعظ و ہدایت کے حالات درج کرینگے۔ امام ابو حاتم۔ امام نسائی اور حافظ دمشقی و علامہ دیلمی اور ابن السمری عبداللہ ابن مسعود سے لکھتے ہیں۔

عن عبد اللہ ابن مسعود قال کان النبی یصلی والحسن والحسین علیہما السلام یتوثبان علی ظھرہ فیباعدھما الناس فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوھما بابی ھما وامی من احبنی فلیحب ھذین عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور جناب حسنین آپ کی پشت مبارک پر کود کر چڑھ جاتے تھے لوگوں نے انکو ہٹا دیا۔ آنحضرت نے فرمایا انکو چھوڑ دو۔ میرے باپ ماں انپر تصدق ہوں جو کوئی مجھے پیار کرتا ہے چاہئے کہ ان کو پیار کرے۔

امام احمد ابن حنبل تحریر کرتے ہیں۔ عن ابو ھریرہ قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم العشاء فاذا سجد واثب الحسن والحسین علیہما السلام علی ظھرہ فاذا رفع رسہ اخذھما بیدہ من خلفہ اخذا رفیقا فیضعھما علی الارض فاذا عاد عادا حتی قضی صلوتہ فاقعدھما علی فخذیہ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت کے ساتھ نماز عشا میں شریک تھے۔ جب سرور دین پناہ سجدے

سجدہ کیا تو جناب حسنین علیہما السلام حضور کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب جناب نے سر اٹھایا تو ان دونوں صاحبزادوں کو دست مبارک سے آہستہ اپنے پیچھے ہٹا کر نیچے بٹھا دیا۔ اور جب آپ پھر سجدہ کو گئے۔ تو وہ دونوں صاحبزادے پھر آپ کی پشت اقدس پر سوار ہو گئے یہانتک کہ حضور نے نماز کو ادا کیا اور اُن دونوں کو اپنے زانو پر بٹھا لیا۔

امام نسائی اور ابن ابی الفراتی تحریر کرتے ہیں۔ عن انس ابن مالک قال کنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لرجل عہدا فدخل الرجل لیسلم علی النبیؐ وھو یصلی فرایٰ الحسنؑ والحسینؑ علیہما السلام یرکبان علی عنقہ مرۃ ویرکبان علی ظہرہ مرۃ ویمران بین یدیہ وخلفہ فلما فرغ وقال لہ الرجل ما یقطعان الصلوٰۃ فغضب النبیؐ وقال ناولنی عہدک فاخذہ فمزقہ ثم قال من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرا فلیس منا ولا انا منہ انس ابن مالک لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کے واسطے پروانہ لکھا تھا وہ حضور میں سلام کے لئے حاضر ہوا حضورؐ اُسوقت نماز میں تھے اس نے دیکھا کہ حسنینؑ کبھی آپ کی گردن پر اور کبھی آپ کی پشت اقدس پر سوار ہوتے ہیں اور آگے پیچھے سے ہو کر گذر جاتے ہیں۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ ان صاحبزادوں نے آپکی نماز کو کیا خراب کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضب میں آکر اُس شخص سے کہا اپنا پروانہ ہمیں دیدے اور اُس سے وہ پروانہ لیکر پھاڑ ڈالا اور فرمایا جو کوئی ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہمارا نہیں ہے۔ اور ہم اُسکے نہیں ہیں۔

صاحب جمع الفوائد تحریر فرماتے ہیں۔ عن عبد اللہ ابن شداد عن ابیہ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی احدی الصلوتی العشاء فھو حامل حسنا وحسینا فتقدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوٰۃ فصلی فسجد بین ظہرانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوٰۃ سجدۃ اطالھا فرفعت راسی فاذا الصبی علی ظہر النبیؐ وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی الصلوٰۃ قال الناس یارسول اللہ انک سجدت بین ظہرانی صلاتک سجدۃ اطلتھا حتی ظننا انہ قد احدث امر وانہ یوحی الیک قال کل ذالک لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان عجلہ حتی یقضی حاجتہ صاحب جمع الفوائد نسائی فی باب سجدہ للصوات کے اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ابن شداد اپنے باپ سے ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ

جناب رسالت مآبؐ نماز عشا پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ اور آپ کے دوش مبارک پر امام حسنؑ
اور امام حسینؑ (دونوں حضرات میں سے کوئی ہوں) جلوہ افزا تھے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تشریف لائے اور انکو بٹھلا دیا اور اذان کہی۔ اور آپ نماز پر کھڑے ہوگئے۔ جب سجدہ میں گئے
تو آپ نے سجدہ کو طول دیا۔ یہانتک کہ طوالت سجدہ کے باعث میں نے سجدہ سے اپنا سر
اُٹھایا تو دیکھا کہ وہ صاحبزادہ آپکی پشت اقدس پر بیٹھا ہے۔ یہ دیکھکر میں نے اپنا سر سجدہ میں جھکا لیا
پس جب آنحضرتؐ اپنی نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے جناب سرور موجوداتؐ کی خدمت میں
عرض کی کہ حضور نے سجدہ کو یہانتک طول دیا کہ ہم کو یقین ہوا کہ شاید کوئی امر حادث ہوا
ہے یا نزول وحی ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا ان میں سے کوئی شئے واقع نہیں ہوئی مگر بات
یہ تھی کہ میرا یہ بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا۔ اور میں اس امر سے کراہت کرتا تھا کہ تا وقتیکہ اسکی
خواہش پوری نہ ہولے اسکو اپنی پشت سے اُتار دوں۔ امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں۔
عن ام سلمہ کان یصلی والحسنؑ والحسینؑ یلعبان ویقعدان علی ظہرہ جناب
ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نماز پڑھا کرتے تھے اور حسنینؑ آپکی پشت پر سوار ہو کر کھیلا کرتے
تھے۔ امام سیوطی جامع صغیر میں تحریر کرتے ہیں کہ جناب اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نماز پڑھتے
تھے اور حسنینؑ آپ پشت پر سوار تھے۔ میں نے کہا کہ سب سے بہتر تمہاری سواری کا اونٹ ہے۔
جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یہ سوار بھی تو سب سے بہتر ہیں۔
اس روایت کو میں نے اس سلسلہ کی جلد دوم میں متعدد طریقوں سے لکھا ہے۔ تو ذخائر العقبیٰ میں
بھی یہی عبارت درج ہے۔
ہم اتنے ہی واقعات کے اندراج کو اپنے موجودہ مدعائے تالیف کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اب ہم
اپنی ترتیب کے مطابق ارشاد و ہدایت کی بین مشغولیت میں بھی ان واقعات کی کیفیت کو ذیل کی
عبارتیں دکھاتے ہیں۔
امام ترمذی صحیح میں ابن ماجہ اپنی سنن میں ابو داؤد اپنی سنن میں امام حاکم مستدرک میں اور امام ابن
حبان تحریر فرماتے ہیں عن بریدۃ قال کان النبی یخطب اذا جاء الحسنؑ والحسینؑ
علیہما قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم من المنبر فحملہما ووضعہما بین یدیہ ثم قال صدق
اللہ ورسولہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان

وبعیٔوان فلم اصبر حتی قطعت حدیثی رفعتھما بریدہ سے منقول ہے کہ
ایک دفعہ جناب پیغمبرؐ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ گرتے پڑتے تشریف
لائے اور وہ دونوں صاحبزادے سرخ قمیصیں پہنے ہوئے تھے۔ حضور انکو دیکھکر منبر سے
نیچے اتر آئے اور انکو اٹھالیا۔ اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ
نے سچ کہا ہے کہ سوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے
ان لڑکوں کو چلتے اور گرتے پڑتے دیکھا اور مجھ میں صبر نہ رہا یہانتک کہ میں نے اپنی بات کو
کاٹ کر اٹھالیا۔

فتنہ۔ اصطلاح عرب میں جوش محبت کو کہتے ہیں۔ جس سے مفتون متعلق ہے۔ اور یہ ہماری
زبان عرب میں تو اپنے اصلی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر فتنہ ہمارے روزمرہ
میں عموماً فساد کی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ کلام الٰہی میں یہاں فتنہ کا لفظ محبت کے معنوں میں مستعمل
ہوا ہے۔ نہ ہمارے اردو کے غلط محاورہ میں۔ معاذ اللہ۔

المؤلف
اولاد حیدر عفی عنہ۔

امام ابو حاتم ایک دوسرا اسی کے ایسا واقعہ لکھتے ہیں عن یعلی ابن مرہ العامری قال
خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی طعام دعوا لہ فاذ الحسینؑ
مع الصبیان یلعب فمشی امام القوم ثم بسط یدیہ فطفق الصبی یفر ھھنا
مرۃ وھھنا مرۃ والنبیؐ یضاحکہ حتی اخذہ فجعل احدی یدیہ تحت ذقنہ
والاخری تحت قفاہ ثم قنع راسہ فوضع فاہ علی فیہ وقال حسینؑ منی وانا
من الحسینؑ احب اللہ من احب حسینا وحسینؑ سبط من الاسباط
یعلی ابن مرہ ناقل ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں دعوت میں
جاتے تھے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ ناگاہ دیکھا میں نے کہ امام حسینؑ علیہ السلام بعض اطفال مدینہ
کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آنحضرتؐ اس لڑکے کی طرف بڑھے۔ وہ بچہ اپنے سن کے تقاضہ
سے کبھی ادھر کبھی ادھر چلا جاتا تھا۔ اور آپ اس کی حالتوں کو دیکھکر ہنستے جاتے تھے یہانتک
کہ آنحضرتؐ نے اس کو تھام لیا اور اپنا ہاتھ اسکے زیر ذقن رکھکر دوسرا اسکی گردن پر رکھدیا اور
اپنا فرق مبارک بڑھاکر اسکے منہ پر اپنا منہ رکھدیا اور فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

خدایا تو اُسکو دوست رکھ جو حسینؑ کو دوست رکھے۔ حسینؑ اسباط سے ایک سبط ہے۔
اِن واقعات کو اپنی موجودہ ضرورت کے لئے کافی سمجھکر اب ہم ان حالات کو قلم بند کرتے ہیں جو معمولی اوقات میں اِن کی محبت والفت کا اظہار کرتے ہیں۔ علامہ ابی خثیمہ لکھتے ہیں۔
عن ابی هریره فان النبیؐ جالس فی فناء الحسینؑ حتے سقط فی حجرہ فجعل اصابعه فی لحیة رسول اللهؐ ففتح رسول اللهؐ فمه ای حسینؑ فادخل فاه فیه ثم قال اللهم انی احبه فاحبه واحب من یحبه ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور آپکی آغوش مبارک میں لپٹ گئے۔ اور اپنی انگلیاں آپکی ریش مبارک میں ڈالنے لگے آنحضرتؐ نے آپ کے منہ کو کھولا اور اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا پھر فرمایا اے پروردگار میں اسکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ اور اسکو بھی محبوب رکھ جو کوئی اسکو محبوب رکھے۔
اسی ایک واقعہ سے مقدس نانا اور اسکے معصوم نواسے کے قلبی جذبات اور روحانی تعلقات کے پورے حالات بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے پیارے نواسے کے لئے جو دعا مانگی وہ آپکی انتہا درجہ کی محبت و اخلاص کا پورا ثبوت دیتی ہے۔ جس کو ہر صاحب اولاد اپنے دل ان کے موجود تعلقات سے خود اندازہ کر سکتا ہے۔
شیخ الاسلام امام قندوزی علامہ سیّد علی ہمدانی کی کتاب مودۃ القربیٰ کے اسناد سے اور وہ رسالہ ایراد۔ جاحظ عثمانی کی اسناد سے۔ جو خلیفہ متوکل عباسی کے لڑکوں کا مشہور معلم اور اتالیق تھا لکھتے ہیں کہ عن سلیم ابن قیس الھلالی عن سلمان ابن الفارسیؓ قال دخلت علی النبیؐ صلے الله علیه واله وسلم فان الحسینؑ علیه السلام فخذیه وهو یقبل خدیه ویلثم فاه ویقول انت سیّد ابن سید واخو سید وانت امام ابن امام واخو امام وانت حجة ابن حجة وانت ابو حجج تسعة تاسعهم قائمهم جعل الله ظهوره سلیم ابن قیس الهلالی جناب سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ میں ایک دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں جناب امام حسینؑ علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو اٹھا لیا اور انکے دہن و رخسار کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا تو سیّد ابن سید ہے اور سید کا بھائی۔ تو امام ہے امام کا بھائی ہے اور امام کا بیٹا ہے۔ تو حجت خدا ہے۔ حجت خدا کا بیٹا ہے حجت خدا کا بھائی ہے۔

اور نو حجت ہائے خدا کا باپ ہے۔ جنکا نواں قائم آل محمد عجل اللہ ظہورہ ہے۔
ذخائر العقبیٰ میں ابو حاتم کے اسناد سے لکھا ہے۔ کان النبی یدلع لسانہ للحسین علیہ السلام فیری الصبی حمرۃ لسانہ فیهش الیہ فقال عیینۃ بن بدر الا اراہ یصنع ھذا بھذا فواللہ ان لی الولد وما قبلتہ قط فقال من لا یرحم ولا یرحم
جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے آنحضرت اپنی زبان مبارک دہن اقدس سے نکال دیتے تھے اور وہ معصوم بچہ جب آپکی زبان کی سرخی کو دیکھتا تھا تو اسکی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ عیینہ ابن بدر حاضر خدمت تھا۔ یہ دیکھکر عرض کرنے لگا۔ کہ یا حضرت میرے بچے ہیں مگر میں تو کبھی انہیں نہیں چومتا اور نہ ان کے بوسے لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا معترض سے کوئی زمانہ اور کوئی وقت خالی نہیں رہتا۔ آخر آنحضرتؐ کے اظہار محبت پر اعتراض ہو ہی گیا۔ مگر اس حکیم الٰہی نے ایسا پر معنی اور مسکت جواب دیا کہ عیینہ کو پھر عذر کی گنجائش اور جرأت نہ رہی۔ اسی واقعہ کو امام قندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں عبدالرحمن ابی سلمہ کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے۔
صواعق محرقہ میں تحریر ہے عن ابی لیلیٰ ان الحسینؑ وثب علی ظھر النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی صدرہ فبال فی حجرہ فقمنا الیہ فقال دوہ ثم دعا بماء فصبہ علی بولہ ابی لیلیٰ ناقل ہیں کہ میں نے جناب امام حسینؑ کو آنحضرت کی پشت مبارک اور سینۂ اقدس پر چڑھے ہوئے دیکھا۔ اتفاقاً اس بچہ نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ پس ہم لوگوں نے اسکو آپ سے لے لینا چاہا۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو۔ پھر پانی منگاکر آپ نے اس کا پیشاب دھو ڈالا امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسی کے ایسا ایک واقعہ امام حسنؑ کے متعلق بھی لکھا ہے۔ جس کو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ چکے ہیں۔ مشکوٰۃ میں تحریر ہے۔ عن یعلی قال ان حسنا وحسینا استبقا الی رسول اللہ فضمھما الیہ وقال ان الولد مبخلۃ مجبنۃ یعلی سے مروی ہے کہ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ علیہما السلام آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپنے ان دونوں صاحبزادوں کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا کہ بچوں کی محبت ایک امر غیر متحمل ہے۔
امام ترمذی اپنی صحیح میں تحریر فرماتے ہیں۔ عن اسامۃ ابن زید قال طرقت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات لیلۃ فی الحاجۃ فخرج وھو مشتمل علی شیء لا ادری ما ھو

فلما فرغت من حاجتی قلت ما هذا الذی انت مشتمل علیہ فکشف فاذا حسنؑ وحسینؑ علیہما السلام علی ورکیہ فقال ھذان ابنای وابنا ابنتی اللہم انی احبہما فاحبہما واحب من یحبہما اسامہ ابن زید سے روایت ہے کہ ایک شب کو میں بعض ضرورت کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ کسی شے پر چادر لپیٹے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کیا شے چادر میں لپیٹے ہوئے تھے۔ پس آنحضرتؐ نے اسکو کھولا تو معلوم ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ حضرت کے دونوں پہلوؤں میں ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ دونو میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ بار الٰہا میں ان کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو دونوں کو دوست رکھ اور جو دوست رکھے ان کو تو انکو بھی دوست رکھ۔

پھر امام موصوف فرماتے ہیں عن انس ابن مالک یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای اہل بیتک قال الحسنؑ والحسینؑ وکان یقول لفاطمۃ علیہا السلام ادعی لی ابنی فیشمہما ویضمہما الیہ انس ابن مالک سے مروی ہے کہ بعض لوگوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ آپکے اہل بیت کون ہیں جو آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام۔ حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں کو بلاؤ جب وہ صاحبزادے تشریف لاتے تھے تو آپ ان دونوں کی خوشبو سونگھتے تھے اور انکو اپنے سینۂ اقدس سے چمٹا لیتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں بذکر فضائل حسنینؑ علیہما السلام تحریر کرتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ حسنؑ وحسینؑ علیہما السلام ھذا علی عاتقہ وھذا علی عاتقہ وھو یلثم ھذا مرۃ وھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال من احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایکبار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس طرح کہ آپکے ایک کاندھے پر جناب امام حسنؑ اور ایک پر امام حسینؑ۔ آنحضرت کبھی اس صاحبزادے کے بوسے لیتے تھے اور کبھی اس صاحبزادے کے۔ یہانتک کہ آپ ہم لوگوں کے قریب آئے تو فرمایا کہ جو شخص دوست رکھے ان دونوں کو وہ میرا دوست ہے اور جو شخص ان دونوں کو دشمن رکھے وہ میرا دشمن ہے۔

ذخائر العقبیٰ میں باسناد امام نسائی لکھا ہے کہ عن سعید ابن جبیر ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یعوذ حسناً و حسیناً اعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان ھامۃ و من کل عین لامۃ و کان یقول کان ابو کما یعوذ اسمعیل و اسحٰق سعید ابن جبیر عبد اللہ ابن عباس کے اسناد سے ناقل ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ کلمات لکھکر حسنین علیہما السلام کے تعویذ فرمایا تھا کہ میں تمہاری حفاظت چاہتا ہوں۔ شیطان ہامہ اور چشم زخم سے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ اور اسحاق علی نبینا و علیہ السلام کے تعویذ میں بھی یہی کلمات لکھے تھے۔ اور درج فرمائے تھے۔

یہ تو عام طور سے ہر شخص پر ظاہر ہے کہ بچوں کی محبت و الفت کے متعلق اُن کی صحت اور تندرستی کی تمنائیں والدین کے دل سے کیسی لگی رہتی ہیں کہ شاید دن بھر میں اُنکا کوئی لحظہ ایسا نہیں گزرتا ہو گا کہ وہ کسی نہ کسی وقت میں۔ اپنے نونہالانِ چمنِ آرزو کی صحت و سلامتی کی دعائیں اپنے پروردگارِ عالم سے نہ مانگتے ہوں۔ آنحضرتؐ نے اپنے پیارے نواسوں کے اظہار محبت کے ساتھ اپنے اِس شائبہ محبت کو بھی ظاہر کر دیا۔ حقیقت میں جبتک کہ بنی نوع انسان میں کسی کو کسی کے ساتھ ایسے قلبی معاملات اور دلی تعلقات نہیں حاصل ہوتے وہ کسی دوسرے شخص کے ان معاملات کا ہرگز اندازہ نہیں کر سکتا۔

اِن معصوم بچوں کی وہ کونسی خواہش تھی جو مقدس نانا نے نہ پوری کی۔ اِن سعادتمند ہونہاروں کی وہ کونسی تمنائیں تھیں۔ جو ظاہر کرتے ہی نہ فراہم کی گئیں۔ اِن کی پیاری پیاری زبانوں سے خواہش دلی کا صرف معلوم ہونا تھا کہ پوری کر دی گئیں۔ کسی شے کے لئے بچوں نے ضد شروع کی پھر کیا تھا تا وقتیکہ آنحضرتؐ اُس شے کو فراہم نہ کرلیں۔ چین کہاں اور اطمینان کیسا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا پر برابر تاکید پر تاکید اور فہمائش پر فہمائش رہتی تھی کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جو کسی آزردگی اور ناراضی کا باعث ہو۔ علامہ بدخشی نزل الابرار میں تحریر فرماتے ہیں۔

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم من بیت ام المومنین عائشہ فمر علی باب فاطمہ سلام اللہ علیہا فسمع حسیناً یبکی فقال الم تعلمی ان بکاء یوذنی زید ابن زیاد ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک بار ام المومنین عائشہ کے گھر سے نکلکر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ سے گذرے اور جناب امام حسینؑ کو

روتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ فاطمہؑ تم جانتی ہو کہ اسکے رونے سے میرا دل دکھتا ہے۔
اس روایت کو علامہ احمد ابن عبد اللہ الشافعی نے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ اپنی مستند اور معتبر تالیف ذخائر العقبیٰ میں بھی لکھا ہے اور شیخ الاسلام قسطنطنیہ نے ذخائر العقبیٰ کے اسناد سے اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ صفحہ ۱۸۴ میں درج فرمایا ہے۔
اس سے زیادہ پر اثر واقعہ ناسخ التواریخ میں درج ہے۔ جسکی عبارت ذیل میں بلفظہ درج ہوتی ہے۔
از سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ مرویست کہ وقتے در نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در غیر وقت انگور۔ خوشہ انگور دیدم۔ فقال لی یا سلمانؓ ائتنی بولدی الحسنؑ والحسینؑ علیہما السلام لیا کلا معی من ھذ الغیب جناب رسولخدا فرمود اے سلمانؓ فرزندان من حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام را حاضر کن تا با من ازاین انگور بخورند۔ من شتابیدم و بسرائے فاطمہ علیہا السلام رفتم ایشاں را نہ یافتم۔ بخانہ ام کلثوم شتافتم۔ ایشاں را ندیدم۔ لاجرم بحضرت رسولؐ آمدم و خبر باز دادم۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مضطرب شد و برخاست و گفت۔ واولداہ وا قرۃ عیناہ من یرشدنی علیھما فلہ علی اللہ الجنہ پس پیغمبر در یغ خورد بر فرزندان خود و فرمود کسے را کہ دلالت کن مرا بر ایشاں بر خواست کہ اورا جا در بہشت بدہد۔
اس واقعہ کو امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں بہ تغیر الفاظ درج فرمایا ہے۔ اپنے پیارے نواسوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرط محبت کی تصدیق اور کثرت الفت کی توثیق میں یہی دو واقعے جو ابھی ابھی اوپر لکھے گئے کافی ہیں۔ بچے اکثر روتے ہیں مگر آنحضرتؐ کا جناب سیدہؑ سے بتاکید یہ فرمانا کہ ان کو نہ رولایا کرو۔ انکے رونے سے مجھکو ایذا پہنچتی ہے۔ ایسا پر اثر ارشاد ہے جو آپ کے انتہا درجہ کی قلبی تعلقات کی پوری خبر دیتا ہے۔ آنکھ سے تھوڑی ہی دیر تک بچوں کا اوجھل ہو جانا بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے بچے اکثر اپنے طفولیت کے مشاغل میں وقت پر گھر نہیں آتے والدین اسکی ایسی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ مگر آنحضرتؐ کے لئے ان پارہائے جگر کا ایک لحظہ نظروں سے غائب رہنا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر ایسا شاق گذرا اور انکے نہ ملنے سے آپ کے قلب نورانی پر ایسی تشویش اور انتشار کا عالم ہوا کہ آپ فوراً بے چین ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت حسرت اور افسوس کے لہجہ میں دردناک آواز سے ادھر ادھر بچوں کو خود پکارنے لگے اور جب اس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو دوسروں کو اپنے موجودہ اضطراب کی حالتوں میں امداد کے لئے طلب فرمانے لگے۔

اور ایسے مدد کرنے والوں کے لئے نعمائے بہشت کی سچی بشارت دینے لگے۔
ہمارے صاحب اولاد ناظرین اپنے کلیجوں پر ہاتھ رکھکر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان واقعات سے آپ کے دلی تعلقات اور قلبی جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اب ہم ایک اور واقعہ اسی کے ایسا لکھتے ہیں۔ ملاء مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ آپ کے کان میں کسی بچہ کے رونیکی آواز آئی اتفاق سے اسکی آواز امام حسینؑ کی آواز سے مشابہ تھی۔ آواز کا آنا تھا کہ قلب ہمایوں پر انتشار و اضطراب کا سخت عالم طاری ہوا۔ وعظ کو موقوف فرمایا۔ صحابہ کو تفتیش احوال کے لئے بھیجا۔ اور یہانتک تاکید کر دی کہ اگر تم جلد نہ آؤ گے تو پھر میں خود چلا آؤنگا۔ صحابہ نے فوراً تعمیل حکم فرمائی۔ اور خدمت بابرکت میں واپس آکر عرض کی کہ یہ صاحبزادے کی آواز نہیں ہے بلکہ مسجد سے قریب ایک مدرسہ ہے۔ جس میں لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ ایک لڑکے نے اپنا سبق یاد نہیں کیا ہے۔ معلم نے اسکی تادیب کی ہے۔ وہی روتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام کا رونا تو پوری طور سے معلوم ہو گیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبت و اخلاق نے معلم کو مع اُس بچہ کے بلوایا اور حقیقت حال دریافت فرماکر اُس معلم سے ارشاد کیا کہ چونکہ یہ بچہ میرے بچہ سے آواز میں مشابہ ہے۔ اِس لئے میں تجھ سے اِس کی سفارش کرتا ہوں کہ اب اِس لڑکے کو تم نہ مارنا۔
یہ ہیں محبت رسول کے سچے واقعات اور یہ ہیں آپ کے اشفاق و اخلاق کے اصلی حالات۔ کیا دلی تعلقات اور قلبی جذبات کا اِس سے زیادہ اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔
علامہ دارقطنی عبداللہ ابن عمر کے اسناد سے اور علامہ ابن حشیش التیمی اعمش کی زبانی یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا عمران ابن حصین ان لکل شئی موقعاً من القلب وما وقع موقع ھذین الغلامین من قلبی شئ قط فقلت کل ھذا یا رسول اللہ قال یا عمران وما خفی علیک اکثر مما امرنی اللہ بحبھما
جناب رسالتمآبؐ نے عمران ابن حصین سے فرمایا کہ ہر چیز کے واسطے انسان کے دل میں ایک جگہ ہوتی ہے لیکن کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ حسنین علیہما السلام کی جگہ میرے دل میں جگہ کر سکے عمران نے عرض کی کہ حضور کے دل میں کیا کوئی ایسا مقام نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمران جو کچھ تیرے دل میں ہے اُس سے کہیں زیادہ ہے۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ نے مجھے اِن کے ساتھ محبت رکھنے کے لئے خاصکر حکم فرمایا ہے۔

اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جناب مخبرِ صادق علیہ السلام اِن خاصان جناب باری کے ساتھ محبت والفت رکھنے کے لئے من جانب اللہ مامور تھے اور یہی وجہ خاص تھی کہ آپ اِن ذوات مقدسہ علیہ التحیۃ و الثنا کی محبت الفت۔ آرام و آسائش۔ دلجوئی اور خاطرداری میں اسدرجہ اہتمام بلیغ فرماتے تھے۔ عمران سے جو ارشاد ہوا وہ آپ کے مقصود دلی اور مطلوب اصلی کو صاف صاف لفظوں میں بتا رہا ہے۔ اِس ایک واقعہ سے حسنین علیہما السلام کے ساتھ آپکی انتہا درجہ کی محبت والفت تو ظاہر ہوئی مگر ساتھ ہی اسکے مدارج منصوصہ اور مناقب مخصوصہ بھی مخبر صادقؐ کی زبانی پورے طور سے معلوم ہوگئے۔ اب ہم امام حسین علیہ السلام کے بچپن کے حالات لکھتے ہیں اور اُنکے ذیل میں مخصوص ایسے واقعات درج کرسکتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح اپنے پیارے نواسوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ۔ اُنکے بچپنے کی ضد ہٹ اور اُن کی طفولیت کی خواہشیں پوری کی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی زبانی ایک واقعہ کو ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

علی علیہ السلام فرمود کہ دیدیم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راکہ پائے مبارک در لحاف ہا در جامہ داشت ناگاہ حسن علیہ السلام آب طلبید۔ رسول خدا بسرعت تمام برجست و از انجا کہ دعاے آب بود۔ مقدار آب گرفتہ بدست حسنؑ نہاد حسینؑ جنبش میکرد تا آن آب را فراگیرد۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانع بود۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا عرض کرد یا رسول اللہ چناں می نماید کہ حسن نزد تو محبوب تر است۔ قال ما ھو باحبھما الیّ ولکنہ استسقی اول مرۃ وانی وایاک و ھذین المجدین یوم القیمۃ فی مکان واحد فرمود حسن را فزوں دوست ندارم لکن نخست آب خواست و تحقیق کہ من و تو و ہر دو این فرزندان من در روز قیامت در یک مکان خواہیم بود۔ جلد ۶ صفحہ ۳۰۔

اس واقعہ سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لحظہ کے لئے اپنے پارہ جگر امام حسنؑ کی خواہش کو نہ روک سکے اور بلا لحاظ اِس امر کے کہ فرش استراحت پر تھے۔ جناب سیدہؑ موجود تھیں۔ ممکن تھا کہ اُنھیں کو تعمیل ارشاد کے لئے کہا گیا ہوتا مگر نہیں قلب مبارک میں اپنے پیارے نواسوں کی الفت و محبت کے لئے ایسی ہی گنجائش تھی۔ جو ہرگز اِس امر کی متقاضی نہیں ہوئی کہ سوائے ہمارے کوئی دوسرا اُنکی خواہش پورا کرے۔

اِسی کے ایسا ذیل کا واقعہ ہے جسکو عموماً اہل صحاح اور مسانید نے لکھا ہے۔ گرہم اسکو ذخائر العقبیٰ

اور نیز ابن شہتی سے نقل کرتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال کان الحسنؑ والحسینؑ یصطرعان بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ھن حسنؑ فقالت فاطمہ سلام اللہ علیھا یا رسول اللہ ھن حسنؑ فقال ان جبرئیل یقول ھن حسینؑ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب حسنین علیہما السلام آنحضرت کی خدمت میں کشتی کھیل رہے تھے اور آنحضرت فرماتے جاتے تھے۔ شاد باش اے حسن۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت فاطمۂ زہراء نے عرض کی کہ آپ حسنؑ کو شاد باش دیتے ہیں (اور حسینؑ کو نہیں) ارشاد فرمایا کہ حسین کو جبرئیل شاد باش دیتا ہے۔

صواعق محرقہ میں بھی یہی الفاظ درج ہیں اور ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی یہی مضمون اپنی تالیفات میں تحریر کیا ہے۔ علمائے فریقین باختلاف الفاظ اسی واقعہ کے ایسا اور ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک بار پیارے نواسوں نے اپنے مقدس نانا سے مسجد میں اونٹ بننے کی خواہش ظاہر فرمائی آپ نے قبول کیا۔ اور اللہ اللہ۔ دست و پائے مطہر کو ٹیک کر اپنے پیارے بچوں کو اپنی پشت مبارک پر سوار کر لیا۔ اور گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل فرش مسجد پر چلنے لگے۔ معصوم بچے خوش ہو ہو کر فرمانے لگے حل حل۔ یہ عرب کا خاص محاورہ ہے جو اونٹوں کے چلانے کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض علما نے اتنا اور اضافہ کیا ہے۔ کہ پیارے نواسوں نے اپنے مقدس نانا کی خدمت میں عرض کی کہ اونٹوں کے مہار ہوتی ہے۔ ہماری مہار کہاں ہے۔ آپ نے فوراً اپنے دونوں گیسو ان کے ننھے ننھے ہاتھوں میں پکڑا دئے پھر ان بچوں نے بمصداق۔ کہ ہمارے تو مار کرو گستاخ۔ عرض کی نانا۔ مدینہ کے تمامی اونٹ بولتے ہیں۔ ہمارا اونٹ تو بولتا ہی نہیں۔ آنحضرت نے محض انکی دلجوئیوں کے باعث اسکو بھی منظور کر لیا اور زبان مقدس سے دو بار عف عف فرمایا جو آواز شتر سے مشابہ ہے۔

ناسخ التواریخ میں امام حسین علیہ السلام کے بچپن کا ایک واقعہ اس طرح سے درج ہے ان کی اصل عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

از ابو رافع روایت میکند کہ گفت با امام حسینؑ با مداحی لعب می کردم۔ مداحی (گولی) سنگ مدور خرد است و اطفال حفیرہ در زمیں می کنند و کو دک سنگ بداں حفیرہ رہا می کنند و آں دیگر سنگے از دنبال ان میسازد۔ اگر با سنگ نخستین مصادیہ کرد غالب است و برد وش خصم سوار می شود و اگر نہ مغلوب و مرکوب و در اینمعنی است حدیث ابو رافع قال کنت

الاعب الحسینؑ وھو صبی بالمداجی فاذ اصابت مد احی حاته قلت احملنی فیقول اترکب ظھرا حمله رسول اللہ علیه واله وسلم فاترکه فاذا اصاب مد حاته مد حاتی قلت لا احملك کما لا تحملنی فیقول اما ترضی ان تحمل بدنا حمله رسول اللہ فاحمله میگوید کہ من با حسین علیه السلام لعب میکردم ہرگاہ سنگ مدحاۃ من سنگ او را می زد عرض میکردم بردوش خود سوارکن۔ میفرمود تو میخواہی بر دوشے سوار شوی کہ رسولخدا صلی اللہ علیه وآله وسلم آنرا بر پشت خود حمل میدہد ناچار من دست بر میداشتم و چوں مدحاۃ او مرحاۃ مرا میزد عرض میکردم تراسوار نمی کنم چنانچہ تو سوار نکردی می فرمود آیا راضی نیستی کہ حمل کنی بدنے راکہ رسول مقبول حمل میکند ناچار او را بر پشت خود سوار میکردم۔ ناسخ صفحہ ۱۹ بمبئی

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں تحریر ہے۔ عن ابی حوراء قال قلت للحسینؑ ما تذکر عن جدك صلی اللہ علیه واله وسلم قال اخذت تمرۃ الصدقه فادخلتها فی فمی فنزعها جدی بلعابها وقال ما شعرت انا ال محمد لا ناکل الصدقه وھذا اقصد اخرجھا اصحاب الصحاح

ابو حورا جناب امام حسینؑ علیه السلام سے ناقل ہیں کہ میں نے ایک بار آپ سے عرض کی کہ آپ اپنے جدّ بزرگوار کا کچھ تذکرہ فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک مرتبہ جناب رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اُس وقت کچھ خرمے آپ کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے اُن میں سے صرف ایک دانہ اُٹھا کر اپنے مُنہ میں رکھ لیا۔ پس آپ نے وہ دانہ بجنسہ میرے مُنہ سے نکال لیا اور فرمایا کہ نہیں جانتے ہو کہ ہم آل محمد پر صدقہ حرام ہے اور یہ چھوارہ صدقہ کے ہیں۔ اس قصّہ کو اصحاب صحاح نے بھی لکھا ہے۔

اسی کی مؤید ایک حدیث امام حرمی نے براء ابن عازب کے اسناد سے تحریر فرمائی ہے جسکو ہم امام الحرمین احمد ابن عبداللہ الشافعی کی کتاب ذخائر العقبےٰ سے لکھتے ہیں۔ عن براء ابن عازب قال رسول اللہ صلے اللہ علیه واله وسلم واشار الی الحسینؑ حسینؑ منی وانا من الحسینؑ وھذا الحرم علیه ما یحرم علیؑ براء ابن عازب ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیه وآلہ وسلم امام حسین علیه السلام کی طرف اشارہ فرماکر ارشاد فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور جو کچھ مجھ پر حرام ہوا ہے وہ اسپر بھی حرام کیا گیا ہے۔

ملّا مجلسی علیه الرحمہ نے تکبیرات صلوٰۃ کے تذکرہ میں امام حسینؑ کے ایام طفولیت کا ایک واقعہ لکھا ہے جسکو ہم ناسخ التواریخ کی عبارت میں قلم بند کرتے ہیں۔

در بحار الانوار و کتاب تہذیب مسطور است کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تکبیر گفت و بہ نماز ایستاد و حسین علیہ السلام در پہلوے آں حضرت بود۔ چون پیغمبر تکبیر گفت۔ بہ زبان حسین علیہ السلام کہ کودک خورد سال بود۔ نیکو جاری نمی گشت۔ ہفت کرت رسولخدا علیہ التحیۃ والثنا تکرار تکبیر فرمود و در کرت ہفتم زبان جناب امام حسین علیہ السلام نیز و یافت و نیکو جاری فرمود و ایں خصلت از ہمہ وقت در شریعت سنتی گشت۔ ناسخ صفحہ ۲۰۔

ہم ایسے واقعات اشفاق رسول اور امام حسینؑ کے ایام طفولیت کے متعلق لکھ چکے۔ زیادہ تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں رہی مگر ایک واقعہ اور ہم فریقین کے معتبر اسناد سے لکھے دیتے ہیں جو اشفاق رسولؐ۔ اور طفولیت کے حالات کے علاوہ۔ آپ کے فضائل و مناقب کی پوری توضیح کرتا ہے۔

علامہ سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں تحریر فرماتے ہیں ہو ہذا

عن ربیعۃ السعدی قال اتیت حذیفہؓ فسئلتہ من اشیاءٍ فقال اسمع منی وعہ وبلغ الناس اذ رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وسمعتہ باذنی و قد جاء الحسینؑ علی المنبر فحملہ علی منکبیہ ثم قال ایہا الناس ھذا الحسینؑ خیر الناس جدا وجدۃ جدہ رسول اللہؐ سید ولد آدمؑ جدتہ خدیجہ سابق الایمان من کل الامۃ وھذا الحسینؑ خیر الناس خالا وخالۃ خالہ القاسم وعبد اللہ وابراھیمؑ وخالتہ زینب ورقیہ وام کلثوم وھذا الحسینؑ خیر الناس عما وعمہ عمہ جعفر وعقیل وعمتہ ام ھانی وھذا الحسینؑ خیر الناس ابا واما واخا ولفتا ابوہ علیؑ وامہ فاطمہؑ واخوہ الحسنؑ واختہ زینب وام کلثوم ثم وضعہ عن منکبیہ فاجلسہ فی جنبہ فقال ایہا الناس ھذا الحسینؑ جدہ فی الجنۃ وجدتہ فی الجنۃ واخوالہ فی الجنۃ وخالاتہ فی الجنۃ واعمامہ فی الجنۃ وعماتہ فی الجنۃ وابوہ فی الجنۃ وامہ فی الجنۃ واخوہ فی الجنۃ واختاہ فی الجنۃ وھو فی الجنۃ ثم قال یا ایہا الناس انہ لم یعط احد من ذریۃ الانبیاءؑ الماضین ما اعطی الحسینؑ ابن علیؑ علیہما السلام خلا یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ ابن ابراھیمؑ یا ایہا الناس ان الفضل والشرف والمنزلۃ والولایۃ لرسول اللہؐ وذریتہ فلا تذھبن بکم الاباطیل اخرجہ ابو الشیخ ابن حبان فی کتابہ التنبیہ الکبیر کذا اخرجہ جمال الدین الزرندی

علامہ سید علی ہمدانیؒ ابو الشیخ ابن حبان کی کتاب تنبیہ الکبیر اور حافظ جمال الدین زرندی کے

اسناد سے لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رازدار حضرت حذیفہ رض کے پاس ربیعہ السعدی گئے اور حذیفہ سے چند مسائل دریافت کئے ربیعہ کا بیان ہے کہ مجھسے وہ فرمانے لگے کہ جو میں کہتا ہوں اُسکو سنو۔ یاد رکھو اور تمام لوگوں کو سنا دو میں نے اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ اُس وقت خاص میں کہ جناب امام حسینؑ علیہ السلام آپکی خدمت میں حاضر ہوے اور آپ منبر پر تشریف لائے اور امام عالی مقام آپکے کاندھے پر سوار ہو گئے۔ پس آنحضرت نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس۔ یہ حسینؑ وہ ہے جو باعتبار اپنے نانا اور اپنی نانی کے۔ سب لوگوں سے افضل ہے۔ اِس کا نانا تو رسولؐ خدا اور نانی جناب خدیجہؓ ہے جو تمام امت اسلامیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں اور یہ وہ حسینؑ ہے جو اپنی خالہ اور اپنے ماموں کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے ماموں تو قاسمؑ۔ عبد اللہ اور ابراہیم ہیں اور خالہ زینبؑ۔ رقیہؑ اور ام کلثومؑ ہیں اور یہ حسینؑ وہ ہے جو اپنی اماں اور چچا کی طرف سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے چچا تو جعفرؑ اور عقیل ہیں اور عمہ حضرت ام ہانی اور یہ حسین وہ ہے جو اپنے باپ ماں بھائی اور بہن کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے باپ تو علی علیہ السلام ماں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور بھائی حسن مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور بہنیں زینبؑ اور ام کلثومؑ علیہا الصلوٰۃ ہیں۔ اتنا فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے کاندھے سے اُتار کر پہلو میں بٹھا لیا اور پھر ارشاد فرمایا۔ یا ایہا الناس یہ حسینؑ وہ ہے جس کا نانا بھی جنت میں ہے اور نانی بھی۔ باپ بھی جنت میں ہے ماں بھی۔ جسکی خالہ بھی جنت میں ہے اور ماموں بھی۔ جسکے چچا بھی جنت میں ہیں اور پھوپیاں بھی۔ جس کے بھائی جنت میں ہیں اور بہنیں بھی اور یہ خود بھی جنت میں ہے۔ یا ایہا الناس یہ وہ حسینؑ ہے جس کو پروردگار عالم نے وہ تمام فضائل عطا فرمائے ہیں جو انبیائے سابقین کی ذریت میں سے سوائے یوسفؑ ابن یعقوبؑ ابن اسحاقؑ ابن ابراہیمؑ علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے اور کسی کو عنایت نہیں فرمائے۔ یا ایہا الناس۔ شرف۔ منزلت اور ولایت۔ رسول خدا اور اُسکی ذریت طاہرہ کے لئے مخصوص ہے۔ جنھیں سے تم کسی کو بھی راہ باطل پر نہ پاؤ گے۔

ابو السعید السمان نے بھی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی اسناد سے یہی مضمون قریب قریب بذیلِ ذکرِ خلافتِ ثانی اپنی کتاب تذکرۂ ما بقی الصحابہ فی ایام العمرین میں لکھا ہے۔ اور امام

قندوزی نے ذخائر العقبیٰ کے حوالہ سے اپنی ینابیع المودۃ میں تحریر کیا ہے۔
اب ہم اس سے زائد تفصیل اس بحث میں کسی طرح ضروری نہیں سمجھتے۔ امام حسین علیہ السلام کے بچپن کے متعلق ابھی ہمارے پاس ایک معقول ذخیرہ ہے جس کو ہم طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں اور اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں ہمارے ناظرین کو غور کرنا چاہیئے کہ آپ کی پرورش اور تربیت کے متعلق جسطرح اشفاق رسالت پناہی کے ثبوت پائے جاتے ہیں اسی طرح نعمات الٰہی کے نزول بھی پایہ ثبوت تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں بذیل تذکرہ جناب امام حسن علیہ السلام ابھی لکھ چکے ہیں کہ ان حضرات کی صغیر سنی اور بچپن کے وقت ہی سے عنایات ربانی کا نزول ان پر ہونے لگا اور ان کے فضائل و مناقب مخصوصہ کے اظہار و اعلان میں نصوص الٰہی وحی مقدس کے ذریعہ سے اترنے لگے۔ جنکو ہم سلسلہ وار اس کتاب میں باعتبار تنزیل کے لکھ چکے ہیں۔ اور آیات مباہلہ۔ آیات تطہیر۔ آیۂ مودّت اور آیۂ نذر وغیرہا کی پوری تفصیل اور انکی تنزیل کی کافی تشریح کر چکے ہیں۔ اس لئے اب اُن کے بارِ دیگر بیان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ ان آیات وافی ہدایات کی شان نزول میں جناب امام حسین علیہ السلام بھی پورے طور سے شریک تھے اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ آپ کی تعلیم تربیت کے متعلق بھی ہم پورے طور سے اس کتاب میں لکھ آئے ہیں۔ اور بالاختصار اس مقام پر بھی لکھ دیتے ہیں کہ یہ حضرات علم لدنیہ میں پورے حصّے لینے والے تھے۔ اس لئے معمولی طور پر یہ کسی ظاہری تعلیم و تربیت کے ہرگز محتاج نہیں تھے۔ بچپن ہی سے قدرت نے تمام جامعیت سے آراستہ اور ہر قسم کی استعداد قابلیت سے پیراستہ کر رکھا تھا۔ آپ کی عقول سلیم۔ شعور درست۔ فہم صحیح۔ ذہن متین۔ نظریں غائر۔ طبیعت حاضر۔ تحقیق کامل۔ اخلاق وسیع اور ہمتیں رفیع تھیں۔ وہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء ہم کو اسلام کی تاریخ و سیر کی ایک کتاب میں بھی انکی تعلیم و تربیت ظاہری کے متعلق کوئی واقعہ آجتک نہیں ملا۔ اور یہ نہیں معلوم ہوا کہ آخران حضرات کا معلم اور اطفال کے پڑھانے لکھانے والا۔ ادب۔ تہذیب اور اخلاق کے آئین بتلانیوالا کون تھا۔ ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا۔ علمائے متقدمین سے لیکر متاخرین تک۔ سب کے سب خاموش ہیں۔ کسی کی تالیف میں اس کی نسبت کوئی واقعہ نہیں پایا جاتا۔ اور کہیں سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ ان ذوات مقدسہ نے معمول کے اصول پر کسی شخص سے درس و تدریس کی تعلیم پائی ہو جب اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا تو پھر سوائے تعلیم و تائید الٰہی کے جسکو عام لدنیہ کا عین نظام سمجھنا

چاہیئے۔ اور کوئی دوسرا ذریعہ اِن کی تعلیم کا نہیں ہوسکتا اور اسی پر فریقین کا اتفاق ہے۔ اسلامی تالیفات میں جہاں کہیں اس مضمون کی نسبت لکھا ہے تو صرف اسیقدر کہ ان حضرات نے جملہ علوم کی تحصیل اول جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور بعد آپ کی وفات کے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاصل کی۔ سوائے اِس کے کہیں کسی کتاب میں نہ کسی معلم کی تعلیم دینے کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور نہ کسی ادیب کے ادب سکھلانے کے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتاہے کہ اِن حضرات کی تحصیل کا وہی روحانی ذریعہ تھا جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جناب باری عزّ اسمہ نے تفویض فرمایا تھا۔ چونکہ اِن کی تعلیم کا باطنی ذریعہ علم لدنیہ سے بالکل تعلق رکھتا تھا اسی وجہ سے انکی تعلیم و تربیت کے متعلق کوئی واقعہ کتابوں میں نہیں ملتا۔ بڑی تلاش کے بعد ایک واقعہ ملا بھی وہ بھی بالکل خدا ورسول سے متعلق ہے۔ نزہتہ المجالس میں امام نسفی کے اسناد سے یہ واقعہ درج ہے:

قال النسفیؒ کتب الحسن والحسین علیہما السلام فی لوحین وقال کل واحد منہما خطی احسن فتحاکما الی ابیہما فرفع الحکم الی فاطمۃ فرفعت الحکم الی جدہما فقال لا احکم بینہما الا جبرئیلؑ فقال جبرئیل لا احکم بینہما الا رب العزۃ فقال اللہ تعالی یا جبرئیل خذ تفاحۃ من الجنۃ واطرحہا علی اللوحین فمن وقعت علی خطہ فہو احسن فلما القاہا قال اللہ تعالی کونی نصفین فوقع نصفہا علی خط الحسنؑ والنصف الاخر علی خط الحسینؑ ونزل جبرئیل بتفاحۃ من الجنۃ والقاہا الی النبیؐ وعقد الحسنؑ والحسینؑ فطلبہا کل واحد منہما فقال جبرئیلؑ دعہما یتصارعان فمن غلب اخذہا فکان جبرئیلؑ مع الحسینؑ والنبی مع الحسینؑ فلم یغلب احدہما الاخر فنزل علیہما تفاحۃ اخری۔ امام نسفی لکھتے ہیں کہ ایکبار حضرت امام حسنؑ وحضرت امام حسینؑ نے دو تختیوں پر کچھ لکھا ہر ایک نے کہا کہ میرا خط اچھا ہے پس محاکمہ کیا دونوں صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار جناب حیدر کرارؑ سے انہوں نے جناب سیدہؑ کی جناب میں بھیجا اور جناب سیدہؑ نے اُن کو اُن کے جدّ امجد جناب رسالتمآب کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اِن دونوں کے درمیان سوائے جبرئیلؑ کے اور کوئی فیصلہ نہیں کریگا۔ جناب جبرئیلؑ نے عرض کی کہ اِن کے درمیان سوائے رب العزت کے اور کوئی محاکمہ نہیں کرسکتا۔ پس جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ بہشت سے ایک دانہ سیب لیجاؤ اور دونوں تختیوں پر

ڈالدو جس کے خط پر وہ سیب پڑ جائے وہی خط بہتر ہے۔ وہ سیب ڈالا گیا۔ حکم خدا سے اُس سیب کے دو ٹکڑے ہوگئے اور ایک ایک ٹکڑا اُن دونوں صاحبزادوں کے خط پر علیحدہ علیحدہ واقع ہوا اُس کے بعد حضرت جبرئیل نازل ہوے اور ایک دوسرا سیب لاکر آنحضرت کو دیا درانحالیکہ حضرات حسنین ابھی آنحضرت کے پاس تھے۔ چنانچہ ہر ایک نے اُس سیب کو مانگا پس حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اِن دونوں کو چھوڑ دیجئے تاکہ آپس میں کشتی لڑیں اور جو غالب ہو وہ یہ سیب لے لے پس حضرت امام حسینؑ کے ساتھ جبرئیل تھے اور امام حسنؑ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مگر ایک دوسرے پر غالب نہ ہوا اور بحکم خدا پھر دوسرا سیب نازل ہوا۔

اس واقعہ کو دیکھکر اب تو ہماری کتاب کے تمام ناظرین پر ہمارا یہ دعوےٰ کہ اِن کی تعلیم و تربیت بھی باطنی اور روحانی ذریعوں سے ہوئی پورے طور سے ثابت ہوگیا۔ ہر شخص بخوبی سمجھ چکا کہ ان حضرات کے صرف حُسنِ خط کا تصفیہ جب سوائے خدا کے کوئی اور نہ کرسکا تو پھر انکی تعلیم و تربیت کی تکمیل لیاقت انسانی کی تعمیل سے ضرور ناممکن سمجھی جائیگی۔ بہرحال ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ امام حسین علیہ السلام کے جملہ علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم اور امور امامت کی تلقین اور دیگر رواحز و غوامض محفوظہ و مخصوصہ کی تحصیل و تکمیل۔ یہ تمام ضروریات تائید الٰہی کے ذریعہ اور صحبت رسالت پناہی کے وسیلہ سے ہوتی رہی۔ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے یہ دونوں نونہال برابر مستفیض ہوتے رہے۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ نے جہانِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اُس وقت سے اِن کی تعلیم جناب امیر المومنین علیہ السلام سے متعلق ہوئی جب جناب رسالت مآب سا۔ دار الحکمۃ۔ مدینۃ العلم اور افصح العرب والعجم اِن کی تعلیم و تربیت کا منجانب اللہ ذمہ دار ہو۔ پھر اُس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام سا عالم یکتا۔ دانائے بے ہمتا۔ جو اُس مدینۃ العلم کا مخصوص باب بتلایا جاوے۔ اور اقضی کم علیا اس کی جامعیت اور کاملیت کا تمغہ ہو۔ انکی تعمیل و تکمیل کو اپنے تعلق کرلے۔ اِن کے علاوہ۔ خاص تائید ربانی اور توفیق یزدانی اُنکی تعلیم و تربیت کی طرف اپنی مخصوص توجہ سے کام لے تو پھر انکے ایسے سعادتمندوں کے مآیہ علوم اور اعلےٰ استعداد کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

ہماری موجودہ بحث یہی جس کو ہم بہت جلد تمام کرنا چاہتے ہیں۔ جناب رسالت مآب کے روحانی تعلقات اور اِن کے ساتھ محبت والفت کے تمام حالات معلوم ہوے۔ سمجھ لینے کے

لئے کافی ہو کہ جیسی جیسی امام حسینؑ علیہ السلام کے سن میں ترقی ہوئی ویسی ویسی اُنکی قدرافزائی اور شفقت فرمائی میں جناب رسالتؐ نے اضافہ فرمایا۔ غرضکہ اسی طرح امام حسین علیہ السلام پانچ چھ برس تک آنحضرتؐ کے سایہ عاطفت اور دامن شفقت میں پرورش پاتے رہے جب تک یہ چھوٹے رہے آغوش رسالت کی زینت رہے اور جب فضل خدا سے انکے سن میں ترقی ہوئی تو پہلوئے نبوت میں بیٹھنے کی عزت پاتے رہے۔ آیہ مباہلہ کے نزول کے بعد تو دربار رسالت سے ان کی شفقت و عنایت میں ایسی نمایاں افزائش فرمائی گئی کہ ہر روز ادائے نماز صبح سے قبل جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے السلام علیکم یا اہل بیت اپنے پدر بزرگوار کی آواز سنکر حضرت فاطمہؑ زہرا اور دیگر اہل بیت سلام علیکم یا رسولؐ اللہ فرماتے ہوئے فوراً دروازہ پر حاضر ہوتے تھے۔ اور جمال نبوی کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ جب آنحضرت اپنے نونہالانِ چمنِ آرزو کو بخیریت دیکھ لیتے تھے تو مسجد میں واپس آکر فریضہ سحری کی ادائیگیوں میں مصروف ہوجاتے تھے۔

ہم اپنے اس بیان کی تصدیق میں سب سے پہلے صحیح ترمذی کی عبارت ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔ عن انس ابن مالک کان یمر بباب فاطمه ستة اشهر اذا خرج الی صلوٰة الفجر یقول الصلوات یا اهل البیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چھ مہینے تک حضرت فاطمہ علیہا السلام کے دروازہ سے گذرتے تھے جب نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے۔ الصلوات علیکم یا اهل البیت ویطهرکم تطهیراً۔ امام احمد ابن حنبل ابوحمراء کے اسناد سے لکھتے ہیں۔ اُن کی عبارت یہ ہے عن ابی حمراء قال صحبت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تسعة اشهر فکان اذا اصبح اتی علی باب فاطمه وهو یقول یا اهل البیت یرحمکم الله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا ابوحمراء سے منقول ہے کہ میں نو مہینوں تک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا جب صبح ہوتی تو جناب فاطمہؑ کے دروازہ پر تشریف لاتے اور فرماتے کہ اے اہل بیت تم پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اور پھر آیہ تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔

ان دونوں شہادتوں سے۔ جناب رسالتمآبؐ کی نہایت شفقت و محبت کے علاوہ

اِن حضرات کی توقیر۔ عظمت اور جلالت بھی کامل طور سے ثابت ہوتی ہے ہر شخص جو رسول اللہ
سے دلی ارادت اور روحانی عقیدت رکھتا ہوگا آسانی سے سمجھ لیگا کہ بمصداق آیہ کریمہ اِنْ
هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آنحضرتؐ کا کوئی فعل بغیر حکم خدا کے نہیں تھا۔ تو اسی دلیل پر آپکا یہ
روزانہ دستور بھی۔ ضرور عبادت خدا کے برابر تھا۔ جناب رسالت پناہ کا یہ دستور بعد آیۂ
مباہلہ کے شروع ہوا۔ اِس سے قبل بھی آنحضرت صلعم کا ایک اور دوسرا قدیم دستور بھی کتب
فریقین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جسکو ہم مدارج النبوۃ کے ترجمہ سے ذیل میں تحریر کرتے
ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ جب آپ کہیں مدینہ سے
سفر کرتے تھے تو سب سے پہلے جناب سیدہؑ کے گھر میں تشریف لاتے تھے اور سب سے رخصت
ہو کر تب سفر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اور اِسی طرح جب سفر سے واپس ہوتے تھے تو
قطع نظر اِس سے کہ مسجد میں تشریف لائیں یا اپنی ازواج مطہرات میں کسی معظمہ کے گھر جائیں۔
یا کسی صحابہ کے مکان کی عزت افزائی فرمائیں۔ سب سے پہلے جناب سیدہؑ سلام اللہ علیہا کے پاس
آتے تھے اور جب اپنی مشتاق آنکھوں سے اُنکو اور اُنکے بچوں کو بخیریت دیکھ لیتے تھے اور
اُنکو اپنی چھاتی سے لگا لیتے تھے تب اور کہیں جاتے تھے۔ مناہج النبوۃ ترجمۂ مدارج النبوۃ ذکر
فضائل جناب سیدہؑ۔ نولکشور پریس لکھنؤ۔
جناب رسول کریم کی محبت و الفت کی نسبت ہم متعدد واقعات اتنے مستند اور معتبر اسناد سے
لکھ آئے۔ ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ فیمابین ایسے اتحاد۔ اخلاص۔ محبت اور الفت کے تعلقات
قائم تھے۔ جو مشہور ہونے کے علاوہ متواتر بین الجمہور ہیں تو اب اِس امر مسلمہ اور اِس مسئلہ
طے شدہ کو زیادہ معرض بحث میں لانا نہیں چاہیئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت کے زمانۂ حیات
میں آپ کا سن مبارک اِس قابل نہیں ہوا تھا کہ کسی غزوہ وغیرہ کی تکلیف آپکو دیجاتی۔ یا جسکے
بیان کی ضرورت اِس مقام پر ہمارے لئے ضرور ہوتی۔ ہاں جس عدیم المثال جدال و
قتال کی خدمت۔ آپ کے خاص ایام امامت میں۔ خدا و رسول کی طرف سے آپ کے
سپرد کی گئی۔ اُس کے حالات ہم نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔ اور ہمارے
ناظرین دیکھینگے کہ اِس غزوہ یا معرکہ کی خدمات حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایسی احتیاط
اور ایسی کوشش کے ساتھ ادا کی ہیں جن کی مثال (مہاجر و انصار کا کیا ذکر) نہ فرقۂ انبیاء میں پائی
جاتی ہے اور نہ گروہ اولیاء میں۔ اور ابتدائے خلقت سے لیکر اسوقت تک کوئی بھی

خاصان خدا کے مبارک سلسلہ میں اِس امر عظیم کا متحمل اور ذمہ دار نہو سکا۔
بہرحال۔ شفقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے حالات تو ہم تمام کر چکے۔ مگر حقیقت میں اتنے ہی واقعات کو تمام و کمال نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو ہم نے نہیں لکھا۔ مثلاً۔ طعام بہشت کا نازل ہونا۔ اُحد کا بحکم خدا مع بچوں کے آنا۔ رضوان بہشت کا پوشاک عید لانا۔ امام حسینؑ کا پہلے پہل روزہ رکھنا۔ اور اس تقریب میں نعمائے جنت کا نازل ہونا۔ ساعۂ جنت کا متکلم ہونا اور اہل بیت طاہرین کے ہر فرد دو احد پر صلوات بھیجنا وغیرہ وغیرہ۔ بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو فریقین نے اپنی اپنی تالیفات میں درج کیا ہے۔ مگر ہمنے اپنے سلسلۂ بیان کی طوالت اور اپنی کتاب کی ضخامت کے خوف سے قلم انداز کر دیا ہے۔ اب ہم اِس بحث کو تمام کرتے ہوئے آنحضرتؐ کی اُن آخر وصیتوں کو بھی درج کئے دیتے ہیں جو آپ نے اپنی وفات سے کچھ دن پیشتر اِن حضرات کی سفارش اور اِن کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنے کی تاکیدوں میں تمام اہل اسلام کو فرمائی تھیں۔ اِن میں ہم سب سے پہلے آپکا وہ خطبہ درج کرتے ہیں۔ جو حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت تمام اہل اسلام کے مجمع عام میں ارشاد فرمایا۔ امام مسلم اور امام ترمذی اپنی اپنی صحیح میں اور امام حاکم مستدرک میں اور امام احمد حنبل مسند میں متفق اللفظ ہو کر تحریر کرتے ہیں عن زید ابن ارقم قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوما خطیبا بماء یدعی خما بین مکّہ والمدینہ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایہا الناس فانما انا بشر یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب انی تارك فیکم الثقلین اوّلھم کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنّور فخذو بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھلبیتی اذکرکم اللہ فی اھلبیتی
زید ابن ارقم رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دن پانی کے کنارے جسے خم کہا جاتا تھا اور جو مابین مکہ و مدینہ زاد اللہ شرفہما کے واقع ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے پس خدا کی ثنا و صفت بیان کی اور وعظ و پند کرنے کے بعد بیان فرمایا اے لوگو میں بھی آدمی ہوں گمان کیا جاتا ہے کہ میرے پاس خدا کا پیغام پہنچانے والا آئے گا۔ اور میں اُس کی اجابت کرنے والا ہوں (یعنی مجھے پیام مرگ آئے اور میں اُسے قبول کروں) پس میں تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ اُن میں اول خدا کی کتاب

(قرآن) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم خدا کی کتاب کو لے لو۔ اور اس سے تمسک اختیار کرو۔ پس آنحضرت نے خدا کی کتاب پر لوگوں کو برانگیختہ کیا اور رغبت دلائی پھر فرمایا میرے اہل بیت کے لئے۔ میں تمہیں اپنے اہلبیتؑ کے لئے خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ میں اپنے اہلبیتؑ کے لئے تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں (دو بار)

امام ترمذی نے اسکو جابر ابن عبداللہ الانصاری کے اسناد سے۔ غدیر خم سے پہلے بھی ایک بار عرفہ کے روز جب آپ کا قیام ہنوز مکہ میں تھا۔ ارشاد فرمایا تھا۔ اُنکی بجنسہ عبارت یہ ہے عن جابر ابن عبد اللہ الانصاری قال رائیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم العرفہ وھو علی ناقۃ القضباء یخطب فسمعتہ یقول ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ان اخذ تم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی

جابر ابن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ میں نے عرفہ کے دن جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناقہ عضبا پر سوار دیکھا کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور میں نے سنا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنے بعد تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم نے اُنکو پکڑا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میرے خویش اہلبیتؑ ہیں۔

علامہ بزار اور امام دولابی نے اس عبارت میں اس واقعہ کو لکھا ہے عن علے علیہ السلام ان رسول اللہ قال انی مخلف فیکم ما ان تمسکم بہ لن تضلوا کتاب اللہ عزوجل طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم و عترتی اھلبیتی ولن یتفرقا حتے یردا علے الحوض جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تمنے اسکو پکڑا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے کہ اس کا ایک طرف تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا طرف تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسری چیز۔ میرے خویش اور اہلبیت ہیں اور ہرگز یہ دونوں جدا نہوں گے۔ جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچیں گے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر اور ابن عقدہ اور ابو موسی المدائنی نے اس کو زید ابن ارقم۔ ابو لیلی اور حذیفہ ابن اسید کی اسناد سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ نقل فرمایا ہے اُن کی عبارت یہ ہے۔

عن عامر ابن لیلی ابن حمزہ وحذیفہ ابن اسید وزید ابن ارقم قالوا لما صدر

رسول اللہ ص من حجۃ الوداع ولم یحج غیرھا حتی کان بالجحفہ نھی اصحابہ عن سمرات
عن البطحاء متقاربات لاتنزلوا تحتھن حتی اذا نزل القوم واخذ وامنازلھم
سواھن ارسل الیھن فقم ما تحتھن من اشوک وعمد الیھن تصلی تحتھن ثم
قام فقال ایھا الناس انی قد نبانی اللطیف الخبیر انہ لن یعمر نبی الا نصف
عمر الذی یلیہ من قبلہ وانی لاظن ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم
مسئولون ھل بلغت فما انتم قائلون قالوا نقول قد بلغت وجاھدت و
نصحت فجزاک اللہ خیرا قال الستم تشھدون ان لا الہ الا اللہ وان محمداً
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدہ ورسولہ وان جنتہ حق وان نار
حق والبعث بعد الموت حق قالوا بلی نشھد قال ایھا الناس الا تسمعون الا
فان اللہ مولای وانا اولی بکم من انفسکم الا ومن کنت مولاہ فھذا مولاہ
واخذ بید علیؑ فرفعھا حتی عرفہ القوم اجمعون وقال اللھم وال من والاہ
وعاد من عاداہ ثم قال ایھا الناس انا فرطکم وانکم واردون علی الارض عرضہ
ما بین بصری وصنعاء فیہ عدد نجوم السماء قدحان الا وانی اسئالکم
حین تردون علی الثقلین فانظروا کیف تخلفون فیھما حتی تلقونی قالوا وما
الثقلان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الثقل الاکبر کتاب اللہ
طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فاستمسکوا بہ لا تضلوا ولا تبدلوا والثقل
الاصغر عترتی قال قد نبانی اللطیف الخبیر ان لا یتفرقا حتی یلقیانی وسالت اللہ
ربی لھم ذالک فاعطانی فلا تسبقوا ھم فتھلکوا ولا تعلموا ھم فھم اعلم منکم

زید ابن ارقم ناقل ہیں کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے تشریف لائے
اُس حج کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا اور جحفہ میں فروکش ہوئے اپنے صحابیوں کو کنکری زمین
میں خار اور درختوں کے جھنڈ کے تلے اترنے سے بند کیا جب لوگ اپنی اپنی فرودگاہ پر فروکش
ہوئے تو ان درختوں کو برابر کیا اور ان کے نیچے کانٹوں پر جھاڑ دلوائی اور انکے نیچے نماز ادا کی
پھر فرمایا اے لوگو مجھے میرے خدائے مہربان خبر دینے والے نے خبر دی ہے کہ کسی نبی نے
عمر نہیں پائی مگر اپنی گذشتہ نبی کی عمر سے آدھی اور میں گمان کرتا ہوں کہ میں پکارا جاؤنگا میں حق
کی دعوت کو قبول کرلوں گا۔ اور میں پوچھا جاؤنگا۔ اور تم بھی پوچھے جاؤ گے کہ ہم نے خدائے

پیغام تم تک پہنچائے پس تم کیا کہنے والے ہو؟ سب نے عرض کی کہ ہم کہینگے کہ آپ نے تبلیغ رسالت فرمائی اور اس میں کوشش کی اور پند و نصیحت بیان فرمائی اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آیا تم نہیں گواہی دیتے ہو۔ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے خدا کے اور بیشک محمدؐ اس کا رسول ہے اور بتحقیق کہ جنت اور دوزخ حق ہے اور موت کے بعد جی اٹھنا حق ہے۔ لوگوں نے عرض کی جی ہاں ہم گواہی دیتے ہیں پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ کیا نہیں جانتے کہ پروردگار میرا مولا ہے اور میں تمہاری جانوں سے بہتر ہوں میں جسکا میں مولا ہوں اُس کا یہ مولا ہے۔ حضرتؐ نے علیؑ علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر یہانتک بلند کیا کہ ساری قوم نے اُن کو دیکھ لیا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے میرے پروردگار تو دوست رکھ اُس کو جو اس کو دوست رکھے اور تو دشمن رکھ اسکو جو اسکو دشمن رکھے۔ اے لوگو میں تمہارے آگے جانے والا ہوں اور بتحقیق تم حوض پر وارد ہونے والے ہو۔ جس کا کہ عرض میری آنکھوں کے سامنے سے صنعا تک ہے اور اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے مطابق پیالے ہیں۔ بیشک کہ جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم سے دو بھاری چیزوں کی نسبت پوچھنے والا ہوں پس دیکھو کہ تم اُن سے میرے بعد کیا کرتے ہو۔ یہانتک کہ تم مجھ سے ملو۔ لوگوں نے عرض کی کہ وہ دو بھاری چیزیں کیا ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ جو بڑی بھاری چیز ہے خدا کی کتاب ہے۔ اس کا ایک طرف تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کا دوسرا طرف تمہارے ہاتھ میں۔ پس تم ان سے تمسک اختیار کرو تو گمراہ نہیں ہو گے اور اس کو مت بدلو اور وہ چھوٹی بڑی چیز میری عترت ہے۔ پس میرے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا کبھی نہیں ہونگی جب تک کہ مجھ سے نہ ملیں گی۔ اور یہ بات میں نے خدا سے طلب کی ہے۔ پس اُس نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ پس تم میری عترت پر سبقت نہ کرو کہ تم ہلاک ہو گے اور ان کو تم مت سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

اتنے طویل اور بسیط شہادت درج کرنے کے بعد ہمکو اس حدیث کے مشہور متواتر اور متفق علیہ ہونے کے لئے دوسری تصدیق پہنچانے کی مطلق ضرورت باقی نہیں۔ مگر چونکہ جناب امیر المومنین نے قریب قریب اپنے زمانہ خلافت کے باقی ماندہ صحابہ سے اس حدیث کے سننے کی صحت تمام اہل اسلام کو سنوا دی ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ہم اس اعلان اور استشہاد کے تفصیلی حالات بھی اس ضمن میں مندرج کر دیں۔ علامہ ابن عقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

قال ابو الطفیل رضی اللہ عنہ ان علیاً قام فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال انشد اللہ من شہد یوم غدیر خم الا قام ولم یقم رجل یقول انبئت او بلغنی الا رجل سمعت اذناہ ووعاہ قلبہ فقام سبع عشرۃ رجل منھم خزیمہ بن ثابت وسہل بن سعد وعدی ابن حاتم وعقبہ ابن عامر وابو ایوب انصاری وابو لیلا وابو الھیثم وابو سعید خدری وشریح الخزاعی وابو قدامۃ الانصاری ورجال من قریش فقال علیؑ ھاتوا ما سمعتم فقالو انشھد انا اقبلنا مع رسول اللہ من حجۃ الوداع حتیٰ اذا کان الظھر خرج رسول اللہ فامر بشجرات فشذبن فالقا علیھن ثوبۃ ثم نادی الصلوٰۃ فخرجنا فصلینا ثم قام فحمد اللہ واثنیٰ علیہ قال ایھا الناس ما انتم قائلون قالوا قد بلغت قال اللھم اشھد ثلاث مرات فقال انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون ثم قال الا ان دماءکم واموالکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا وحرمۃ شھرکم ھذا اوصیکم بالنساء واوصیکم بالممالیک واوصیکم بالعدل والاحسان ثم قال ایھا الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی و اھل بیتی فانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض بنانی بذالک اللطیف الخبیر ثم اخذ بید علی علیہ السلام فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال صدقتم وانا علی ذالک من الشاھدین۔

ابو طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خطبہ بیان فرمایا اور خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ میں اوس شخص کو خدا کی قسم دیتا ہوں جو غدیر خم کے روز موجود تھا وہ کھڑا ہو جائے۔ اور وہ شخص نہ کھڑا ہو جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے یا یہ بات کہے کہ یہ بات مجھ تک پہنچی ہے اور میرے دل نے اُسے یاد رکھا ہے۔ مگر وہ شخص جسکے کانوں نے سنا ہو اور اُس کے دل نے یاد رکھا ہو پس سترہ آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں خذیمہ ابن ثابت۔ سہل بن سعد۔ عدی ابن حاتم الطائی۔ عقبہ ابن عامر۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو لیلی۔ ابو الہیثم۔ ابو سعد حذری۔ شریح الخزاعی۔ اور ابو القدامہ الانصاری اور قریش سے چند نفر اور بھی تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ بیان کرو تم لوگوں نے کیا دیکھا؟ اُن لوگوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جب حج الوداع سے لوٹے تو ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ تو آنحضرتؐ اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور درختوں کے نیچے جھاڑو دینے کا

حکم دیا اور اُنپر اپنے کپڑے ڈالدئے پھر نماز کے لئے لوگوں کو پکارا ہم اپنے خیموں سے باہر نکلے اور
نماز ادا کی۔ پھر آنحضرت کھڑے ہوئے اور خدائے تعالےٰ کی صفت ثنا ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا
کہ اے لوگو تم (ہماری نسبت) کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے عرض کی۔ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا
آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ اے میرے خدا گواہ رہیو۔ پھر فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ میں بلایا جاؤں
گا اور میں خدا کی دعوت کو قبول کروں گا۔ میں بھی پوچھا جانیوالا ہوں اور تم بھی پوچھے جانے والے
ہو۔ تمہارا خون اور تمہارا مال حرام ہوگیا ہے۔ مثال تمہارے حج کے دن کی حرمت کے۔ اور
مثل تمہارے اس مہینہ کی حرمت کے۔ میں تمہیں عورتوں کے لئے اور ہمسایوں کے لئے اور
غلاموں کے لئے عدل اور احسان کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا۔ اے لوگو میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور میرے خویش
اہلبیتؑ پس وہ دو تو جب تک حوض کوثر پر وارد نہوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہوں گی
مجھکو میرے خدائے مہربان خبر دینے والے نے یہ خبر دی ہے۔ پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر
فرمایا جس کا میں مولا ہوں۔ اس کا علیؑ مولا ہے۔ جناب علی علیہ السلام فرمانے لگے۔ تم لوگوں نے
سچ کہا ہے اور میں بھی اسپر گواہ ہوں۔

اتنی مستند اور متعدد لکھکر۔ ہم اپنے ناظرین کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اس حدیث ثقلین کے طریق
اتنے کثیر ہیں۔ جن کو ہم اگر اس مقام پر جمع کرنے کی کوشش کریں تو ہم کو اپنے تاریخی مضامین سے
دست بردار ہو کر مناقب یا علم الحدیث کے متعلق ایک خاص بحث کی تدوین کرنی ہوگی۔ جو ہمارے
مدعائے تالیف سے بالکل جداگانہ ہے۔ اس لئے ہم نے صرف اپنی ضرورت کے مطابق اتنی
حدیثیں لکھدی ہیں اور اپنے موجودہ سلسلہ کے بیان کو کامل کر دیا ہے۔

ان واقعات سے صرف ہم کو اتنا ثابت کرنا منظور تھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو اپنے اہلبیتؑ علیہم السلام کے حفظ مراتب اور حقوق کے کیسے خیال دل سے لگے تھے اس واقعہ
پر اپنی وفات کا یقین فرماکر۔ جہاں اپنی امت کو تمام محاسن کی ہدایت فرمائی وہاں ان حضرات کے
ساتھ تمسک کرنے اور ان کی عقیدت۔ اخلاص اور ارادت قایم رکھنے کی بھی سخت تاکید
فرمائی اور ان کے فضائل مخصوصہ اور مناقب منصوصہ کے اعتبار سے ان کو قرآن مجید کا شریک اور
ردیف بنایا۔ اور وہ بھی ایسی کامل ردیف اور ایسے غالب شریک جو باہم واصل اور شامل
رہکر دنیا سے عقبےٰ تک ایک دوسرے کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ اب وہ خدا کا سچا

اور برحق رسول۔ اپنی امت کو اپنے مقدس اہلبیت کی قدر و منزلت کی نسبت اس سے بڑھکر
اور کیا فہمائش کرتا اور ان سے ساتھ محاسن سلوک قایم رکھنے اور محبت و الفت کرنیکی فہمائش
اس سے زیادہ کیا ہوسکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جیسا کہ ستّرہ[17] اصحابیوں کی چشم دید
شہادتوں سے لکھا گیا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے زمانہ خلافت میں اس واقعہ کے
مشتہر کرنے اور اہل اسلام کو اس کے یاد دلانے کی کوششوں میں کسقدر حزم و احتیاط سے کام
لیا ہے۔ چنانچہ ابتدائے واقعہ میں جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حاضرین
صحابہ پر سخت تاکید کردی تھی کہ اس واقعہ کی شہادت کے لئے مجمع میں وہی شخص کھڑا ہو جو یہ
کہہ سکے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور وہ شخص نہ کھڑا ہو
جو یہ بیان کرے کہ میں نے اس واقعہ کو فلاں سے سنا ہے ایسی سخت تاکید پر بھی۔ چالیس[40] یا
چھتیس[36] برس گزر جانے کے بعد بھی ستّرہ[17] جلیل القدر صحابی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے
متفق اللفظ ہو کر ابتدا سے انتہا تک۔ واقعہ خم غدیر اور حدیث من کنت مولا و انی تارک فیکم
الثقلین کی پوری کیفیت عرض کردی۔ جس کو سنکر جناب امیر نے ان الفاظ میں ان کی تصدیق
فرمائی۔ وانا علی ذلک من الشاہدین۔

حج الوداع کے موقعہ تک تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ خیال وہ لحاظ جو
آپ کو اپنے اہل بیت طاہرینؑ کے متعلق تھا ظاہر ہو چکا۔ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ حجۃ الوداع
میں جہاں آپ نے تبلیغ رسالت کے تمام کاموں کو ختم کر دیا وہاں آپ کے یہ خیال بھی تمام ہوگئے
نہیں ہرگز نہیں۔ جہانتک ہم نے آپ کے ان خیالات کی نسبت تلاش کی ہے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
آنحضرتؐ کے انتقال فرمانے کے عین وقت تک یہ خیال آپ کے دامنگیر تھے۔ اور وہ
آخر کلمہ۔ جس کے بعد پھر کوئی کلمہ آپ کی زبان سے نہیں نکلا وہ انہی خیالات پر مبنی تھا۔ ہم
اپنے اس سلسلہ بیان میں یہ دکھلاتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج الوداع
غدیر خم کے واقعات کے بعد بھی مدینہ کے قیام میں کئی بار اس امر کی تاکید فرمائی اور تمام اہل
اسلام کو علی الاعلان یاد دلوایا ہے اور پھر انہیں تاکیدوں کے ساتھ محبت اہل بیت علیہم
السلام اور ان کی متابعت اور اطاعت کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ علمائے فریقین
نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حجۃ الوداع سے لوٹ کر بہتر[72] روز آنحضرتؐ اور زندہ رہے
اس قلیل عرصہ کے زمانہ میں بھی۔ آپ نے انہیں وصایا کا پھر اعادہ فرمایا۔ اور تمام اہل اسلام

سو پھر اسکی نسبت ویسی ہی تاکید فرمائی۔ چنانچہ امام الحرمین سید ابو الحسن بن یحییٰ ابن الحسن اپنی معتبر و مستند کتاب اخبار المدینہ میں لکھتے ہیں۔

عن محمد ابن عبد الرحمان بن خلاد وکان من رهط جابر بن عبد الله حيث اخذ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بيد علي عليه السلام والفضل بن عباس في مرض وفاته قال فخرج يعتمد عليهما حتى جلس على المنبر وعليه عصابة فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد ايها الناس فماذا تستنكرون من موت نبيكم الم تنع اليه انفسكم ام هل خلد احد من بعث قبلي بعثوا اليه فاخلد فيهم فاني لاحق بربي وقد تركت فيكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا بعدي كتاب الله بين ايديكم تقرؤ واصباحا ومساء افيه ما تلقون وما تذرون الا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا وكونوا اخوانا كما امركم الله الا ثم اوصيكم بعترتي اهل بيتي محمد ابن عبد الرحمن ابن خلاد جو جابر ابن عبد اللہ الانصاری کے قبیلہ سے تھے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جناب امیر علیہ السلام اور فضل ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مرض کے زمانہ میں اپنے حجرہ سے تشریف لائے اور آپ ان دونوں صاحبوں پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ منبر پر رونق افروز ہوئے تو اس وقت حضور کے فرق مبارک پر دستار بندھی تھی۔ پس خدا کی حمد و ثنا کی اور فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے رسول کے مرنے کو کیوں برا جانتے ہو؟ آیا تمہاری جانوں جیسی اُن کی جان نہیں ہے اور تمہاری جانیں اُس کی جان جیسی نہیں ہیں آیا جو مجھ سے پہلے آئے ہیں اور وہ لوگ جو رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ہمیشہ رہا ہے کہ میں تم لوگوں میں ہمیشہ رہوں پس میں اپنے رب کے ساتھ ملنے والا ہوں۔ پس میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے انکے ساتھ تمسک کیا تو تم میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ خدا کی کتاب ہے کہ تم صبح شام پڑھا کرتے ہو اُس میں وہ امور ہیں جو تمہیں پیش آئیں گے اور جن کا تمسے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس تم آپس میں مت جھگڑو۔ اور نہ حسد کرو اور نہ دشمنی کرو۔ جیسا کہ خدا نے تمہیں حکم دیا ہے۔ پس تم آپس میں بھائی بن جاؤ پھر میں تم لوگوں کو اپنی عترت اور اہلبیت کی نسبت وصیت کرتا ہوں۔

یہ تو اس وقت کی حالت تھی۔ جس وقت مرض کی شدت میں بھی آنحضرتؐ کو اتنی قوت تھی کہ اگر اپنے سہارے نہیں تو دو سروں کے سہارے مسجد تک تشریف لاسکتے تھے۔

اب ہم علالت کے اس شدید زمانہ میں بھی جب آپ پر ایسا ضعف اور اضمحلال طاری ہوگیا تھا کہ بستر علالت سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے ان خیالوں کو ویسا ہی پاتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن عقدہ کتاب موالات میں۔ آپکی رحلت سے قریب زمانہ کا یہ واقعہ لکھتے ہیں۔

عن ام سلمۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی مرضہ الذی قبض فیہ وقد امتلات الحجرۃ من الصحابۃ ایھا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعا فینطلق وقد قدمت الیکم القول المعذرۃ الیکم الی مخلف فیکم الثقلین کتاب ربی عزوجل وعترتی واھلبیتی ثم اخذ بید علی علیہ السلام فقال ھذا مع القران والقران مع علیؑ لا یتفرقان حتی یرد علی الحوض فاسالھما ما خلفتم فیھما جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں کہ جس میں آپ کا انتقال واقع ہوا۔ اس وقت ارشاد کیا کہ تمام حجرہ صحابہ سے بھرا ہوا تھا کہ اے لوگو کہا جاتا ہے کہ میں بہت جلد انتقال کرنے والا ہوں اور میں نے اپنے عذر کے ساتھ تم کو یہ بات سنادی ہے۔ پس میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں اپنے رب بزرگ و برتر کی کتاب اور اپنے خویش اہلبیت علیہم السلام۔ پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن اس کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں چیزیں تاوقتیکہ حوض کوثر پر نہ پہنچ لیں۔ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی۔

اب ہم اپنے موجودہ سلسلہ میں مرض رسولؐ کے چند واقعات لکھتے ہیں۔ یہ تو ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ جب آپکی صحت کے زمانہ میں کوئی صحبت خلوت اور جلوت ان حضرات کی شرکت سے خالی نہیں رہی اور آپ کی مقدس حیات کا کوئی وقت ایسا نہیں پایا گیا جس میں آپ کی یاد نہ فرمائی گئی ہو۔ تو پھر ایسے پیارے پارہائے جگر کے دیدار فرحت آثار سے اپنے شفیق اور مہربان نانا کا اخیر وقت کیسے خالی رہ سکتا ہے۔ ابتدائے مرض سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے بچوں سمیت اپنے پدر عالیمقدار کی خدمت میں حاضر تھیں۔ اپنے پیارے نواسوں کا وہ دل سے چاہنے والا نانا۔ جب شدت مرض سے ذرا بھی فرصت پاتا اور موجودہ شدائد و مصائب سے ایک دم کے لئے بھی آنکھیں کھولتا تو فوراً اپنے پیارے بچوں کو سینہ سے لگا لیتا اور اپنے لئے ان کو روتا ہوا دیکھکر ایسا بے چین ہو جاتا کہ خود بھی رونے لگتا۔ اور جناب سیدہ

ان کے چپ کرانے اور تسکین و تشفی دلانے کے لئے تاکیدیں کرتا۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اشفاق و عنایات کے ایسے ہی ایک نہیں متعدد واقعات ملتے ہیں
معصوم نواسے آپ کو شدّت مرض کی وجہ سے بیہوش پاکر پہلے اُن کے کلام کرنے کی کوشش کرتے
تھے۔ جب وہ مجبور ہو جاتے تھے یا جناب سیّدہ اپنے پدر بزرگوار کے آرام میں خلل ہونے کی وجہ
سے اِن کو آپ کے سرہانے پکارنے اور جگانے سے روکتی تھیں تو یہ نادان بچے اپنی مادر گرامی قدر
کا حیرت سے منہ دیکھنے لگتے تھے۔ اور بکمال حسرت پوچھتے تھے کہ کیا وجہ ہے جو ہمارے جد بزرگوار
پکارنے سے بھی بولتے نہیں۔ معصوم بچّوں کے اس پوچھنے پر غریب ماں کا کلیجہ پھٹنے لگتا تھا۔
اور وہ معصومہ اپنے اِس اضطراب کی حالت میں نہیں جانتی تھیں کہ اپنے ان معصوم بچّوں کے
ایسے جگر خراش سوال کا کیا جواب دیں۔ وہ بچّے اپنی ماں کو روتا ہوا دیکھکر خود بھی پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگتے تھے۔ ان کے رونے سے آپ کی آنکھ اکثر کھل جاتی تھی۔ بے اختیار ہوکر دونوں نواسوں
کو چھاتی سے لگا لیتے تھے۔ اور اُن کو چُپ کراتے تھے۔ جن لوگوں نے مدارج النبوۃ معارج النبوۃ
تحریر شہادتین۔ روضۃ الشہدا وغیرہ وغیرہ کتب معتبرہ میں وفات رسولؐ کے واقعات پڑھے
ہیں وہ میرے بیان کی پوری تصدیق کر سکتے ہیں۔ علامہ ابوسعید کتاب شرف النبوۃ میں تحریر فرماتے
ہیں۔ عن علی ابن ھلال عن ابیہ قال دخلت علی النبی صلّی اللّٰہ علیہ والہ وسلم
فی مرضہ فبکت فاطمۃ علیہا السلام فقال ما یبکیک یا ابنتی فقالت اخشی الضیعۃ
من بعدک فقال یا حبیبتی انّ اللّٰہ اطّلع علی الارض اطّلاعہ فاختار منہم ایّاک
فبعثہ برسالتہ ثمّ اطلع اطلاعۃ فاختار منہم بعلک واوحی الی انکحک ایّاہ یا فاطمۃ
نحن اھلبیت قد اعطانا اللّٰہ تبارک وتعالیٰ سبع خصال لم تعطھا احد اقبلنا
ولا یعطیھا احد بعدنا انا خاتم النبیّین واکرمھم علی اللّٰہ عزّ وجلّ ابوک ووصی
خیر الاوصیاء واحبّھم الی اللّٰہ عزّ وجلّ بعلک وشھیدنا خیر الشھداء واحبّھم
الی اللّٰہ حمزۃ عم ابیک وعم بعلک ومنا سبطا ھذہ الامّۃ وھما الحسن والحسین
علیہما السلام سیّدا شباب اھل الجنّۃ علی ابن ہلال اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں
کہ میں جناب رسالتمآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حالت مرض میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو
جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا رو رہی تھیں۔ آنحضرتؐ اُنکی رونے کی آواز سُنکر فرمایا کہ اے میری پارۂ جگر
تم کس لئے روتی ہو۔ جناب سیّدہ نے جواب دیا کہ میرے اور آپکے بعد کیا ہونے والی ہے

میں تو یہی سوچ کر رو رہی ہوں۔ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اے میری پیاری۔ خدائے تبارک و تعالے نے تمام آسمان و زمین کی چیزوں سے مجھ کو اطلاع فرمائی ہے۔ اور ہم کو تمام لوگوں میں نبوت اور رسالت کے واسطے مبعوث فرمایا ہے۔ پس اُسی طرح مجھ کو تیرے شوہر کے اختیار کرنے میں مختار فرمایا ہے اور مجھپر وحی بھیجی کہ میں تیرا نکاح اُسکے ساتھ کردوں۔ اے فاطمہ خدائے تبارک و تعالے نے ہم اہلبیت کو سات شرافتیں ایسی عنایت فرمائی ہیں۔ جو کسی کو بھی ہم سے قبل نہیں عنایت فرمائی تھیں اور نہ اب کسی اور کو عنایت کی جائینگی کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں اور اسی وجہ سے تمام لوگوں پر تیرے باپ کو ممتاز فرمایا۔ اور ہمیں لوگوں میں سے وصی خیرالاوصیا کو اختیار کیا جو تیرا شوہر ہے۔ اور خدائے تبارک و تعالے اُسکو دوست رکھتا ہے۔ اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے بہتر ہے جس کا نام حمزہؑ ہے۔ جو تیرے باپ اور تیرے شوہر کا چچا ہے خدا اُس کو دوست رکھتا ہے۔ اور ہمیں لوگوں میں سے اس امت کے سبط ہیں وہ حسن اور حسین علیہما السلام ہیں جو جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں۔

بہرحال۔ آنحضرتؐ کی محبت و الفت اور اخلاق و اشفاق کا مرتے دم تک یہ حال تھا۔ جو اوپر متعدد واقعات سے ثابت کیا گیا۔ ہم کو ان مضامین کے متعلق معتبر احادیث سے یہ ثابت ہوا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ بھی آئے ہیں کہ آپ کی زبان مبارک سے جو آخر کلمہ نکلا جس کے بعد پھر کوئی بات زبان مبارک سے نہیں نکلی وہ اہلبیت ہی کی سفارش تھی۔ جیسا کہ صاحب عمدۃ المطالب ابن عمر کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ عن ابن عمر قال اخر ما تکلم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اخلفونی فی اھلبیتی ابن عمر سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا کہ تم میرے اہلبیت سے میرے بعد حسن سلوک سے پیش آؤ۔

بہرحال۔ جناب رسالت مآب کی حیات کے متعلق ہم امام حسین علیہ السلام کے تمام واقعات لکھ چکے قبل اس کے کہ ہم اپنے موضوع سلسلۂ بیان کو آگے بڑھائیں ہم کو ضرور ہے کہ ہم لفظ اہلبیت۔ آل عبا۔ آل محمد۔ آل کسا۔ ذوی القربیٰ۔ عترت اور ذریت کی نسبت پوری تحقیق کریں اور ان قریب المعنی الفاظ سے جو حضرات مخصوص مراد ہوں اُن کو ظاہر کردیں۔ اور علمائے کرام کے معتبر اور مستند اقوال سے ثابت کردیں کہ سوائے ان حضرات کے اور دوسرے لوگ مراد نہیں ہیں۔ اس لئے ہم سب سے پہلے لفظ آل محمد اور اہلبیت کی نسبت پوری تحقیق ذیل میں درج کرتے ہیں۔ کیونکہ کتب احادیث و تفاسیر میں۔ اور الفاظ سے زیادہ یہی دو لفظ مستعمل

پائے جاتے ہیں۔

آل محمدؐ اور اہلبیتؑ کی تحقیق

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق ہے کہ آل محمدؐ اور اہلبیتؑ جناب امیر علیہ السلام اور جناب سیدہ اور حضرات حسنین علیہم السلام کے لئے مخصوص ہیں۔ اور ان ذوات مقدسہ یا انکی آیندہ ذریات معصومین کے علاوہ اور کسی غیر پر ان الفاظ کا اطلاق قطعی ناجائز ہے۔ علمائے اہل سنت کا بھی قریب قریب یہی مسلک ہے۔ مگر اُن میں بعض کو شبہہ ہوا ہے۔ اور اُنہوں نے اپنے قیاس کے اعتبار پر اس میں بیجا تاویلیں کی ہیں۔ اور ان چار بزرگواروں کے سوا غیر لوگوں کو بھی ان کے ساتھ شامل کیا ہے۔ اس امر میں اُن کے مختلف اقوال ہیں جن کو ہم بالتفصیل لکھتے ہیں۔ (۱) آل محمدؐ سے محض بنی فاطمہؑ مراد ہیں۔ (۲) آل محمدؐ میں بنی فاطمہؑ۔ بنی عباسؓ بھی داخل ہیں۔ (۳) آل محمدؐ میں بنی فاطمہؑ۔ بنی عباسؓ۔ بنی عبد المطلب۔ جن پر زکوٰۃ حرام ہے شامل ہیں (۴) آل محمدؐ سے سائر امت اسلامیہ مراد ہے۔

امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب مفردات میں ان تمام اقوال کی تردید کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے وہ بلفظہٖ ذیل میں مندرج ہوتا ہے۔

ویستعمل فیمن یختص بالانسان اختصاص ذاتہ او بقرابتہ قریبۃ او بموالاۃ قال آل ابراھیم وآل عمران وقال ادخلوا آل فرعون اشد العذاب وقیل آل النبیؐ اقاربہ وقیل المختص بہ من حیث العلم وذالک اھل الدین ضربان مختص بالعلم الیقین والعمل المحکم فیقال لھم آل النبیؐ وامتہ وضرب یختصون بالعلم علی سبیل التقلید ویقال لھم امۃ محمدؐ ولا یقال لھم آل محمدؐ وکل آل النبیؐ امۃ ولیس کل امۃ آلہ یعنی اس لفظ آل کا استعمال اُس کے ساتھ کیا جاتا ہے جو انسان کی خصوصیت یا قرابت قریبہ رکھتا ہو یا دوستی کی وجہ سے نزدیک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم اور آل عمران کا لفظ قرآن شریف میں وارد کیا ہے اور کہا ہے اے آل فرعون تم عذاب سخت میں داخل ہو۔ آل نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور کے قریبی رشتہ دار مراد ہیں اور بعض لوگ اُنکو بھی مراد لیتے ہیں جو علم کی حیثیت سے آنحضرتؐ کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور ان سے دیندار لوگ مراد ہیں جن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ جو علم الیقین اور عمل مستحکم

کے ساتھ مخصوص ہیں۔ پس یہی لوگ آل نبی صلعم ہیں اور اُن کی امّت۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بطریق تقلید علم آنحضرت کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور وہ مخصوص اُمّت کہلائے جاتے ہیں۔ اِن پر آل کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ آنحضرتؐ کی کُل آل آپ کی اُمّت ہے اور کُل اُمّت آپ کی آل نہیں ہے۔

امام راغب نے اگرچہ ہمارے مدعا کے مطابق فیصلہ کیا لیکن آل محمدؐ اور آل فرعون کے ایک معنی لینے والوں کے اطمینان کے لیئے کوئی تصفیہ نہیں فرمایا۔ ایسی حالت میں ضرور ہے کہ ہم اپنی اس بحث کے تصفیہ میں اپنی تلاش اور تحقیق سے کام لیں۔ چنانچہ سب سے پہلے لفظ آل کے لغوی معنیوں کے متعلق امام ابو عبیدہ کا یہ قول درج کرتے ہیں جس کو ہم کتاب عمدۃ المطالب سے نقل کرتے ہیں۔

سمعت اعرابی یقول اهل مکّۃ آل الله فقلنا ما نعنی بذالك قال الیسو مسلمین ومسلمون آل الله وانما یقال آل فلان للرئیس متبع و فی شبه مکّۃ لانها ام القریٰ ومثل فرعون فی الضلال واتباع قومه له فقلنا اله یقال لقبیلة الرّجل آل قال لا الّا اهلبیته خاصّة میں نے ایک مرد عرب کو سُنا کہ کہہ رہا تھا کہ اہل مکہ خدا کی آل ہیں۔ ہم نے اُس سے پوچھا کہ اس سے تیری کیا مراد ہے۔ وہ کہنے لگا کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں اور مسلمان خدا کی آل ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آل فلاں تو اُس سے اُسکے متبعین مراد ہوتے ہیں۔ مکّہ بھی اُسی کا شبیہ ہے۔ کیونکہ وہ ام القرےٰ ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ فرعون کے تبعین کو گمراہی میں اُسکی آل کہا جاتا ہے۔ ہم نے کہا کیا کسی آدمی کے قبیلہ والوں کو اُسکی آل کہا جاتا ہے۔ وہ بولا نہیں۔ بلکہ اُسکے گھر والوں کو خاصکر آل کہا جاتا ہے۔

اس سے زیادہ تصریح اور توضیح کے لیئے ہم امام بغوی کی عبارت صحیح بخاری کی سند سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ عن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلی لقینی کعب ابن عجزه قال الا اهدی لك هدیة سمعتها من رسول اللهؐ فقلت بلی اهدها الیّ فقال سألنا رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم کیف الصلوٰة علیکم اهل البیت قال قالوا اللّٰهمّ صلّ علی محمّد وآل محمّد کما صلّیت علیٰ ابراهیم وآل ابراهیم وبارك علی محمّد کما بارکت علیٰ ابراهیم وآل ابراهیم انك حمید مجید (اخرجه البخاری) عبد الرحمٰن ابن لیلی سے مروی ہے کہ مجھے کعب ابن عجزہ ملے اور کہنے لگے کہ میں تجھے ایک تحفہ دوں جو میں نے آنحضرتؐ سے سُنا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے ضرور دیں۔ کعب کہنے لگے

کہ میں نے آنحضرت سے پوچھا کہ ہم لوگ آپ کے اہلبیتؑ پر کیسے درود بھیجیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح درود پڑھا کرو کہ اے پروردگار اپنی رحمت بھیج محمدؐ و آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر اور برکت دے محمدؐ و آل محمدؐ کو جس طرح برکت دی تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کو اور تو ہے ستودہ صفات بزرگ۔ اس حدیث کی شرح میں امام محمد کمال الدین محمد ابن طلحۃ الشافعی اپنی کتاب مطالب السؤل میں تحریر فرماتے ہیں
فالنبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فسّر احدھما بالاخر والمفسر والمفسر بہ سوآء فی المعنی فیکون لہ اھل بیتہ واھلبیتہ آلہ فیتحدان فی المعنی ویکشف حقیقۃ ذٰلک ان اصل اٰل اھل یعنی جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کی دوسرے کے ساتھ تفسیر بیان فرمادی ہے۔ اور مفسر اور مفسر بہ معنی میں برابر ہیں۔ پس آنحضرت کی آل اہلبیتؑ ہیں اور آنحضرتؐ کے اہلبیت آل ہیں۔ پس یہ دونوں لفظ متحد المعنی ہیں اور انکی حقیقت کا انکشاف اس سے ہوتا ہے کہ آل اصل میں اہل ہے۔
اس تحریر سے تو ثابت ہو گیا کہ آل سے مراد اہلبیتؑ ہیں۔ اب باقی رہا اس امر کا تصفیہ کہ اہلبیتؑ کون بزرگوار ہیں۔ ہم انکے مخصوص تعین میں امام بیہقی کی تحریر نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ عن شہر ابن جوشب عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا قالت ان رسولؐ قال لفاطمۃ ائتنی بزوجک وابنیک فجاءت بھم فالقی علیھم رسول اللہ ثم قال اللّٰھمّ ھؤلآء اٰل محمّد فاجعل صلواتک وبرکاتک علیٰ ابراھیم واٰل ابراھیم انک حمید مجید شہر ابن جوشب جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لاؤ۔ جب وہ حضرات انکے ہمراہ حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے اُن پر اپنی چادر اُڑھا دی اور فرمایا اے پروردگار یہی آل محمدؐ ہیں اور ان پر اپنی رحمت اور برکت نازل فرما۔ جیسی تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائی۔
اب تو ہر شخص اس حدیث کو دیکھکر نام بنام سمجھ گیا کہ آل محمدؐ سے کون کون حضرات مخصوص مراد ہیں اور سوائے ان بزرگواروں کے جنکو مخبر صادق نے اپنی ردائے مبارک میں لے لیا۔ اور کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا نہایت تعجب ہے کہ ایسی معتبر اور متواتر شہادتوں پر بھی اعتماد نہیں کیا جاتا اور صرف اپنے غلط قیاس کی بنا پر کلام الٰہی میں جھوٹی اور غیر مناسب تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور کچھ اتنے ہی پر بس نہیں کی جاتی ہے عام اہل اسلام کو بھی اس غلط فہمی اور سوء اعتقادی کی علے العموم دعوت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم بہت جلد اپنے

ایک ہمعصر کی تحریر ذیل میں قلمبند کرینگے۔ چونکہ ہم کو ان عام شورشوں اور ابلہ فریبیوں کی تردید ضروری ہے اس لئے ہم اس مضمون کے سلسلہ میں تحقیق بین اور وسعت سے کام لیں گے۔
یہ تو معلوم ہو گیا کہ آل محمدؐ سے جناب علیؑ مرتضےٰ۔ جناب سیدہؑ اور جناب حسنینؑ مراد ہیں۔ مگر اہلسنت میں بعض حضرات کو کبھی کبھی شبہہ ہو ہی جاتا ہے۔ بعض حضرات تو تحریم صدقہ کی بنا پر ان حضرات معصومین کے ساتھ آل عباس اور آل جعفر وغیرہم کو آل محمد میں شامل کرتے ہیں اور بعض حضرات سائر امت کو لفظ آل میں داخل سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کے اطمینان کے لئے اوّل تو وہی حدیث کافی ہے جو ابھی ابھی اوپر ہم امام بیہقی کی اسناد سے لکھ آئے ہیں۔ اگر اس سے انکی تشفی نہ ہو سکے تو ہم انکی خدمت میں کتاب مطالب السئول کی عبارت پیش کرتے ہیں جس سے انکی کافی تسکین ہو جائیگی۔
فالمعانی کلھا مجتمعۃ فیھم اھلبیتہ ویحرم علیھم الصدقۃ وھم دائنون بدینہ والمتبعون منھاجہ وسبیلہ فاطلاق اسم الآل علیھم حقیقۃ وعلی غیرھم مجازا بالاتفاق۔
یعنی آل کے تمام معانی ان میں (علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ) مجتمع ہیں۔ کیونکہ یہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیتؑ ہیں۔ اور انہی پر صدقہ حرام ہے۔ اور حضور کے دین کے یہی پورے پیرو ہیں۔ اور یہی آنحضرت کے طریقہ پر ٹھیک چلنے والے ہیں۔ پس آل کے نام کا انہی پر حقیقت میں اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور آپ کے غیر پر مجازاً بولا جاتا ہے۔ اور اسی قول پر علماء کا اتفاق ہے۔
اس تحریر سے تو یہ ذرا سا شبہہ بھی جاتا رہا جو تحریم صدقہ کی بنا پر آل عباسؓ وغیرہ کو آل محمدؐ میں خواہ مخواہ ملائے دیتا تھا۔ امام محمد ابن طلحہ الشافعی نے کھل کھل کر صاف صاف لفظوں میں لکھدیا کہ تمام محاسن اور اور فضائل کے اعتبار سے صرف یہی چار بزرگوار آل محمدؐ مراد لئے جائیں گے۔ اور اس مراتب اعلیٰ پر حقیقت میں یہی فائز کئے جائینگے۔ انکے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ اور اگر کسی دوسرے کو کہیں گے بھی تو صرف مجازاً جو کسی عقل اور تمیز والے کے آگے کبھی قابل توجہ اور لائق اعتبار نہیں ہو سکتا۔ منصور دوانقی نے بھی ایک بار اپنی سلطنت کے عروج اور اقتدار پر نازاں ہو کر اپنے اہلبیت ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ مگر اسکے ہمعصر رئیس اہلبیتؑ نے اسکو ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر اسکو سوائے خموشی کے کچھ بن نہیں پڑا۔ محاضرات راغب اصفہانی میں لکھا ہے قال المنصور لجعفر ابن باقر علیھما السلام نحن وانتم فی رسول اللہ سواء منّا فضلکم قال لو خطب الیکم وتزوّج منکم یجازلہ ولا یجوز لہ ان یتزوّج منھا منصور دوانقی نے جناب امام جعفر ابن امام محمد باقر علیہما السلام سے کہا کہ ہم اور تم جناب رسول خدا سے

قرابت میں برابر ہیں۔ پس تمہیں ہم پر کیا فضیلت ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر جناب رسول خدا تم سے نکاح کی خواستگاری کرتے تو جائز ہوتا۔ اور بخلاف تمہارے ہم سے آنحضرت نکاح کی خواستگاری نہیں فرما سکتے تھے۔

منصور دوانقی کے علاوہ۔ خلفائے عباسیہ کے سلسلہ میں اکثروں پر اپنی ثروت و اقتدار کے اعتبار سے ایسے ہی توہمات کا جن سوار ہوا ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے بھی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایسے ہی سوالات کئے تھے۔ جن کو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں بالتفصیل لکھ آئے ہیں۔ مامون الرشید کو بھی ایک بار ایسا ہی خیال آیا تھا اور اُس نے ایک علوی سید سے پوچھا کہ تم کو ہم پر عرب ہونے کی حیثیت سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرابت کے لئے کیا فضیلت ہے۔ اُس سید نے جواب دیا کہ ہماری عورتوں کو آنحضرتؐ سے پردہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور تمہاری عورتوں کو پردہ کی ضرورت ہے۔

اس زمانہ پر منحصر نہیں۔ اگر تحقیق کامل سے کام لیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ ہر زمانہ میں ان خیالات باطل نے انسان کے مختلف قلوب میں طرح طرح کی صورت میں ہو کر برابر ظہور کیا ہے۔ مگر الحمد للہ اُسی زمانہ میں ان کے بیجا توہمات کی پوری اصلاح اور کامل تردید بھی کردی گئی ہے۔ ہمارے موجودہ سلسلہ میں یہاں تک تو خاصکر اُن لوگوں کے شبہات کا جواب تھا جو آل محمدؐ کے مقدس طبقہ میں آل عباسؓ وغیرہم کو شامل کئے دیتے ہیں اور اب ہم اُن حضرات سے مخاطب ہوتے ہیں جو صرف آل عباس ہی کی شرکت پر اکتفا نہیں کرتے اور کچھ ایسی قیامت کی ترقی فرماتے ہیں کہ سائرا امت اسلامیہ کو بھی اُنکا شریک بتلاتے ہیں۔ اللّٰھم احفظنا من ذٰلك العقائد الفاسدہ چنانچہ ہمارے ہمعصر ایڈیٹر اخبار الوطن اپنے ایک سرحدی بزرگ کے استفسار کے جواب میں آل محمدؐ کی تحقیق فرماتے ہوئے امت اسلام کی شرکت پر پورا فتوےٰ دیتے ہیں۔ اخبار الوطن مطبوعہ لکھنؤ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۷۔

اگرچہ آپ کے ساکت کرنے کے لئے بھی ہمارے وہی جواب کافی ہیں جو ہم مختلف طریقوں پر علمائے معتبرین کے اقوال سے اوپر لکھ آئے ہیں۔ مگر حقیقت امر یہ ہے کہ ان حضرات کو اگر اہل بیت علیہم السلام کی عظمت و جلالت اور قدر و منزلت کی کچھ بھی معرفت حاصل ہوتی تو وہ بغیر کسی کے سمجھائے آپ سمجھ لیتے کہ باوجود اتنی قرابت قریبہ کے جب آل عباس وغیرہم کو علمائے معتبرین نے گروہ آل محمدؐ میں شامل نہیں کیا اور انکے ان توہمات کو کاٹکر اس فضیلت کو مخصوص چاہی

بزرگوں تک محدود رکھا تو پھر ان کے مقابلہ میں بیچاری امت کا کیا مُنہ کہ وہ ان کی شرکت یا مساوات کا دعوے کر سکے۔ ہمارے ہمعصر ایڈیٹر نے آل فرعون کی مثال دیکر اپنے زعم باطل میں قرآن سے (معاذ اللہ) سائر امت اسلامیہ کو آل محمدؐ میں داخل ہونے کا کامل ثبوت پہنچایا ہے۔ مگر اُن کو یہ نہیں معلوم کہ اُن سے سینکڑوں برس پہلے اس وہم کی دھجیاں اُڑ چکی ہیں۔ اور علمائے معتبرین نے ایسے مشکوکین کی پورے طور سے خبر لے لی ہے۔ چنانچہ ہم امام ابو عبیدہ کے اقوال سے اُنکے ان گمراہانہ اور جاہلانہ تاویلات کی قطع و برید کر چکے ہیں جس کے مقابلہ میں ہم کو پھر کسی دوسرے قول لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں تھی۔ مگر چونکہ ہمعصر ایڈیٹر نے اپنے اظہار لیاقت کے خیال سے قرآن کی عبارت سے استدلال کیا ہے جسکے باعث عوام کالانعام کی بد اعتقادی اور گمراہی کا شبہہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہم کو ضرور ہے کہ ہم بھی ان کے جواب میں کلام الٰہی سے جواب دیں۔ ہم کو نہایت تعجب ہے کہ ہمارے ہمعصر ایڈیٹر کو قرآن مجید میں صرف آل فرعون دکھلائی دیا۔ اور آل عمران اور آل داؤد وغیرہ پر نظر نہیں کی گئی اُنہوں نے آل فرعون کے مقصود کو تو سمجھ لیا اور آل داؤد۔ آل عمران وغیرہ کے مفہوم کو ذرا بھی نہ سمجھے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے ہمعصر کی نظر کلام الٰہی کی نسبت کتنی وسیع ہے۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب الفاظ کے پہچاننے اور اسکے موقع استعمال کی ضرورتوں کو جاننے کی استعداد بھی اُن کو حاصل نہیں ہے تو وہ عبارت قرآنی کے صحیح مفہوم کے سمجھنے کی کہاں تک لیاقت رکھتے ہونگے۔ اب ہم اُنکی تردید میں ذیل کی آیات قرآنی لکھکر اُن سے پوچھتے ہیں کہ وہ اِن آیات میں لفظ آل سے کیا مطلب سمجھتے ہیں۔

قال لهم نبيهم ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك آل موسى وآل هارون تحمله الملئكة ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مومنين بقر جزو ۲ رکوع ۲

(۲) ان الله اصطفى ادم ونوحا وآل ابراهيم وآل عمران على العالمين ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم آل عمران رکوع ۱۲ (۳) ام يحسدون الناس على ما اتاهم الله من فضله فقد اتينا آل ابراهيم الكتاب والحكمة واتيناهم ملكا عظيما سورہ نساء رکوع ۵

(۴) وكذلك يجتبيك ربك ويعلمك من تاويل الاحاديث ويتم نعمته عليك وعلى آل يعقوب كما اتمها على ابويك من قبل ابراهيم واسحق ان ربك عليم حكيم

(۵) يرثني ويرث من آل يعقوب واجعله رب رضيا (۶) اعملوا آل داؤد شكرا وقليل من عبادي الشكور جزو ۲۲

ان آیات قرآنی کو لکھکر ہم اس بحث کے اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آل فرعون کے معنیوں میں آل محمدؐ کے مستعمل ہونیکا جو شبہ ان کو ہوا ہے۔ اسکی وجہ تو وہ خود ہی یہ لکھکر کہ فرعون بالکل لاولد تھا بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم کو تکرار کی ضرورت نہیں۔ مگر ان کی بے بصیرتی اور شدت تعصبی خاصکر انہیں کے بیان سے ظاہر ہو گئی کہ باوجود اس کے آل فرعون کے استعمال کرنے کی ضرورتوں کو وہ خوب جانتے ہیں اور خود اقرار کرتے ہیں مگر تاہم آل محمدؐ کے عام فہم استعمال کو بھی اسی کے مثل بتلاتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے۔ نہایت حسرت کا مقام ہے کہ ہمارے ہمعصر کو نہ قرآن کے غلط معنی لگانے میں کوئی شرم آئی اور نہ اپنی کتب احادیث کے جھٹلانے میں کوئی غیرت۔ ہم کو اسی حسرت کے ساتھ عبرت سی بھی ضرور ہوتی ہے کہ ایسے خاصان خدا کو۔ جن کی عظمت۔ طہارت۔ مدارج اور مناقب پر۔ خدا کی کتاب اور رسولؐ کی حدیث یک زبان ہو کر علی الاعلان پکار رہی ہے۔ دشمنان خدا اور کافران مطلق سے مثال دیجاتی ہے اور ایسی بیہودہ مثال دینے والے۔ ایسی صریح ضلالت اور جہالت کے عقائد رکھکر بھی۔ ابھی تک اپنے آپکو مسلمان کہلانے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اہل اسلام کے سر کچھ ایسی شامت آئی ہے اور اُن کے اعمال و افعال کی خرابیوں سے اُنکے قلوب میں ایسے ایسے خبطے اور مغالطے پڑے ہیں۔ جس سے بہت جلد وہ ارتداد کی انتہائے حدود تک پہنچ جائیں گے۔ اور اپنے جاہلانہ قیاسات کے باعث۔ خاصکر ان کے معتقدات میں ایسے طوفان اُٹھ رہے ہیں کہ نہ اُن کو کسی عقلی دلیل سے کوئی واسطہ ہے اور نہ کسی نقلی ثبوت سے کوئی تعلق۔ انچہ من گویم ہماں محاورہ است۔ پر عمل در آمد ہے۔ معاذ اللہ من ذالک۔ قرآن جھوٹا حدیثیں وضعی۔ سچے ہیں تو یہ اور معتبر ہیں تو ان کے قیاسات۔ انکی جہالت کی تو یہ حالت۔ تعصب کی شدت کی یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ ہم ہی نشانہ ہونگے ہمیں تیر جس کماں سے چلے۔ مخالفین اسلام یہاں نہ عیسائیوں سے مناظرہ ہے۔ نہ آریہ سماج اور ہندوؤں سے کوئی مناقشہ جو کچھ بغض ہے وہ آل محمدؐ اور اہلبیت طاہرین سے۔ ان غریبوں کے استیصال حقوق کی کوششوں میں پوری کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی جبکو ساڑھے تیرہ سو برس ہوتے ہیں۔ اب بھی ان حضرات کی طرف سے بس نہیں کیجاتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دولت و ثروت دنیادی سے اُن کے پاس کیا رہا تھا۔ ہاں جو کچھ ان کے پاس رہ گیا تھا وہ اُن کے فضائل و مناقب کے چند مقررہ الفاظ تھے۔ جو اسلام کی کتب احادیث و سیر میں اُن کے لئے آج تک مخصوص اور محفوظ تھے۔ اب اُنکے جھٹلانے

اور صفحہ روزگار سے مٹانے پر بھی جی توڑ کر کوشش ہونے لگی۔ اب اس سے بڑھکر اسلام کی
شناعت اور نکبت کیا ہوگی۔

اگرچہ ہمارے اس بیان میں ضرورت سے زائد طول ہو گیا ہے مگر ہم اتنے اضافہ کو اسکے متعلق
اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ دکھلاتے ہیں کہ یہ قیاسات اور توہمات ہمارے ہمعصر ایڈیٹر کی خاص
طبعزاد نہیں ہیں۔ بلکہ ان خیالات کی ابتدا بھی اُس زمانہ سے شروع ہوئی ہے جس زمانہ سے اہلبیت
کے فضائل و مناقب کے چھپانے اور انکے مدارج و مراتب کے گھٹانے کی کوششوں میں سلطنت
کی طرف سے خاص طور پر اہتمام کیا جاتا تھا جسکے اول موجد معاویہ ابن ابوسفیان سلاطین امویہ
کے مورث اعلیٰ ثابت ہوتے ہیں۔ دیکھو ثبوت کے لئے اس سلسلہ کی جلد دوم۔ ہمارے ہمعصر ایڈیٹر
نے ان معتقدات میں۔ اگر سچ پوچھو تو اپنے اسلاف کی تقلید کی ہے اور انہیں کے مردہ خیالات
کو پھر زمین سے کھود نکالا ہے جنہیں ایک بار نہیں ہزار بار دندان شکن جواب مل چکا ہے۔

آل محمدؐ کی بحث کو تمام کر کے ہم اہل بیت کے خاص لفظ کی تحقیق بھی اسی التزام اور ترتیب سے
کرتے ہیں۔ جسطرح ہم ابھی ابھی آل محمدؐ کی نسبت اپنی مفصل تحقیق درج کر چکے ہیں۔ اہلبیت سے بھی
وہی پنجتن بزرگوار مراد ہیں جو آل محمدؐ سے اور یہی فریقین کا اعتقاد ہے۔ مگر بعض علمائے اہلسنت ان لوگوں
میں آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کو بھی داخل کرتے ہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ آیہ مباہلہ کے نزول کے بعد ہی آیۂ تطہیر نازل ہوئی اسکی تعمیل اس طرح
کی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان چاروں بزرگواروں (علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ حسینؑ)
کو اپنی عبا میں لیکر دعائے اللھم ہؤلاء اہل بیتی تلاوت فرمائی۔ اور اسی روز سے یہ حضرات اہلبیت کے
خطاب سے مشرف ہوئے۔ یہ تمام واقعات ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں آیۂ تطہیر کے ذکر میں با تفصیل لکھ
چکے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس مقدس گروہ میں ازواج کا
داخل ہونا ثابت ہے یا نہیں جہانتک ہمنے اس امر پر غور کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قیاس
بھی مثل اور قیاسات کے بالکل غلط ہے۔ ہم اپنے دعوے کی تائید اور اس غلط خیال کی
تردید میں صرف صحیح مسلم اور صحیح ترمذی کی حدیث لکھکر اس بحث کو تمام کرتے ہیں اور طوالت کو غیر
ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر مسلمہ اور مسئلہ طے شدہ ہے جسکے لئے تشریح و تصریح کی کوئی
ضرورت نہیں۔ صحیح مسلم صحیح ترمذی اور امام دولابی باتفاق الفاظ یہ عبارت درج کرتے ہیں۔

عن ام سلمۃ قالت ان ھذہ الآیۃ نزلت فی بیتی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم

تطہیرا وانا جالسۃ عند الباب فی البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وفاطمہ
وحسن وحسین فجللہم بکساء وقال اللہم ہولاء اہلبیتی وحامتی اذہب عنہم الرجس
وطہرہم تطہیرا قالت ام سلمۃ وانا معہم یا رسول اللہ قال انت علی الخیر جناب
ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جسکا ترجمہ یہ ہے۔ سوا اسکے نہیں کہ ارادہ کرتا
ہے اللہ کہ دور کردے تم سے نجاست کو اے اہلبیت اور پاک کرے تمکو جو پاک کرنے کا حق ہے۔ میں دروازہ
کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور گھر کے اندر جناب رسول خدا اور علی مرتضی و جناب سیدہ و حضرات حسنین
علیہم السلام تشریف رکھتے تھے۔ پس آنحضرت نے ان لوگوں پر اپنا کپڑا اوڑھا دیا اور فرمایا اے میرے
پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے مددگار ہیں۔ ان سے نجاست کو دور کردے اور انکو پاک
کردے جو پاک کرنے کا حق ہے۔ جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی
انہیں میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو خیر پر ہے۔
امام مسلم امام ترمذی اور علامہ دولابی کی عبارت میں تو علی الخیر کا لفظ درج ہے۔ مگر امام احمد حنبل نے
مسند میں۔ امام حاکم نے مستدرک میں اور امام طبرانی نے معجم ثلاثہ میں اور امام بیہقی نے سنن میں
علی الخیر کی جگہ علی مکانک کا لفظ مندرج کیا ہے۔ وہ یہ ہے
عن ام سلمۃ قالت بینما رسول اللہ فی بیتی یوما اذ قالت الخادمۃ ان علیا وفاطمۃ بالسدۃ
قالت فقال لی قومی فتنحی عن اہلبیتی قالت فقمت فتنحیت من البیت قریبا فدخل علی وفاطمۃ
والحسن والحسین علیہما السلام وہما صبیان صغیران فاخذ الصبیین فضمہما و
اجلسہما فی حجرہ فقبلہما واعتنق علیا باحدی یدیہ وفاطمۃ بید الاخری فقبل فاطمۃ
وعلیا فاغدق علیہم خمیصۃ سوداء فقال اللہم الیک لا الی النار انا واہلبیتی قالت
قلت وانا یا رسول اللہ فقال وانت علی مکانک۔ ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب
آپ میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ خادمہ نے عرض کی کہ جناب علی مرتضی علیہ السلام و جناب
سیدہ دروازہ پر کھڑے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور
میرے اہلبیت سے ایک طرف ہو جاؤ۔ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ کا حکم سنکر میں اٹھی اور ایک طرف بیٹھ گئی۔
اتنے میں جناب علی مرتضی۔ جناب فاطمہ الزہرا اور حضرات حسنین علیہم السلام گھر میں داخل ہوئے اور
حسنین ابھی چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے۔ آنحضرت نے دونوں لڑکوں کے بازو پکڑ کر ان کو اپنی گود میں
بٹھا لیا اور انکا بوسہ لیا اور جناب علی مرتضی کی گردن میں ایک ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے جناب

سیّدہ کو بٹھایا اور ان دونوں کو بھی بوسہ دیا اور اُن پر سیاہ کمّل اُڑھایا اور فرمایا اے میری پروردگار
ان کو میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ نہ دوزخ کے۔ جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ
اور میں تو آپ نے فرمایا تو اپنی جگہ پر ہے۔
اب تو ہمارے دعوے کی پوری تصدیق ہو گئی۔ اگر چاروں بزرگواروں کے ساتھ ازواج کا شمار بھی
ہوتا تو حضرت ام سلمہؓ کی استدعا کیوں واپس دی جاتی اور انتِ علی الخیر یا علیٰ مکانک کا حکم نہ دیا جاتا
اور نزول آیہ کے وقت انکو وہاں سے اُٹھکر علیحدہ ہو جانے کے لئے ایسی تاکیدوں میں نہ کہا جاتا۔
ان دونوں روایتوں سے ہمارے بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اور ان کے غلط قیاسات کی
کامل تکذیب۔ جو خواہ مخواہ رسول اللہ کے حکم کے خلاف ازواج کو بھی اہلبیت میں داخل کرنیکی
بیکار کوشش کرتے ہیں۔ اہل اسلام کی عقیدت سے نہایت تعجب ہے کہ جب آنحضرتؐ نے اپنی قدیم
الخدمت اور صاحب عصمت زوجۂ محترمہ کی استدعا پر جو اُس خاص موقعہ پر موجود تھیں صاف صاف فرما دیا
کہ اہلبیتؑ کے گروہ میں تمہارا شمول نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی جگہ پر ہو۔ تو پھر کسی کو آنحضرتؐ کے خلاف اپنی
رائے قائم کرنے کا کیا حق ہے۔
ہمارے ناظرین کو اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تبع تابعین کیا خاص صحابہ کے زمانہ میں شمول ازواج
کا مسئلہ پورے طور سے فیصل ہو چکا ہے جس کے ثبوت میں صحیح مسلم کی یہ عبارت ملاحظہ ہو عن زید ابن
حبان قال انطلقت انا وحصین ابن سبرة وعمران ابن حصین الی زید ابن ارقم فلما جلست
قال لہ حصین لقد لقیت یازید خیرا کثیرا رایت رسول اللہ وسمعت منہ وغزوت معہ
وصلیت خلفہ حدثنا یازید ما سمعت من رسول اللہ ص قال یا ابن اخی لقد کبرت سنی
وقدم عہدی ونسیت بعض الذی سمعی من رسول اللہ فما احدثکم فاقبلوہ وما لا ولا تکلفوہ
فیہ ثم قال فینا رسول اللہ یوما خطیبا بماء یدعی خما بین مکة والمدینة فحمد اللہ و
اثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایھا الناس فانما انا بشر یوشک یاتینی رسول ربی
فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذ وا بکتاب اللہ
واستمسکوا بہ فحث ورغب فیہ ثم قال واھلبیتی اذکرکم اللہ فی اھلبیتی فقال
حصین با زید الیس نساء اھلبیتہ فقال لا وایم اللہ ان المرءة تکون مع الرجل العصر
من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا اھلبیتہ اصلہ وعصبہ الذین حرموا
الصدقة بعدہ زید ابن حبان کہتے ہیں کہ میں اور حصین ابن سبرہ اور عمران ابن حصین زید ابن ارقم

رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب ہم اُن کے پاس بیٹھے تو حصین نے کہا کہ اے زید آپ نے بہت سی نیکیاں حاصل کی ہیں کہ آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ ان سے احادیث کو سنا ہے اور اُن کے ہمراہ غزوات کی خدمات ادا کی ہیں اور انکے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ جو کچھ تم نے آنحضرتؐ سے سنا ہو بیان کرو۔ زید ابن ارقم بیان کرنے لگے۔ اے میرے بھتیجے۔ میری عمر بہت ہو گئی۔ اور زمانہ میرا قدیم ہو گیا۔ بعض باتیں جن کو میں نے آنحضرتؐ سے سنا تھا مجھے یاد نہیں ہیں اُن کو میں بھول گیا ہوں۔ پس جو کچھ میں بتاؤں تم اسے قبول کرو اور جو کچھ کہ میں نہ کہوں اُس میں کلام نہ کرو۔ پھر کہنے لگے کہ ہم لوگوں میں ایک روز جناب رسالتمآب ایک چشمہ کے کنارے۔ جسے خم بولتے ہیں اور وہ درمیان مکہ و مدینہ کے واقع ہے خطبہ فرمانے کی غرض سے کھڑے ہوئے پس خداوند تعالیٰ کی حمد کی اور وعظ و نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے لوگو۔ میں تم لوگوں میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کیونکہ میں بھی آدمی ہوں۔ مجھ پر خدا کی طرف سے پیام (مرگ) آئیگا ہے۔ جسے میں قبول کرونگا۔ اُن دو بڑی بھاری چیزوں میں ایک تو خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم خدا کی کتاب کو لے لو اور اس سے متمسک ہو۔ پس آنحضرتؐ نے لوگوں کو برانگیختہ فرمایا اور اس کی رغبت دلائی پھر فرمایا کہ دوسری چیز ہمارے اہلبیتؑ ہیں۔ میں تمکو اپنے اہلبیتؑ کے ذکر کی نسبت خدا سبحانہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ پس حصین نے کہا یا زید آیا آنحضرتؐ کی ازواج اہلبیت نہیں ہیں۔ زید ابن ارقم نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ بہت تھوڑے زمانہ تک رہتی ہے۔ پھر اسکو وہ طلاق دے دیتا ہے اور وہ اپنی قوم کی طرف رجوع کرتی ہے۔ آپ کے اہلبیتؑ آپ کے اصل اور خویش ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام فرمایا گیا ہے۔

ایسی قوی شہادت سے ناظرین کو شمول ازواج کی پوری تحقیق معلوم ہو گئی۔ اور وہ آفتاب کی طرح ثابت ہو گیا جسکی وجہ سے ازواج کا اہلبیتؑ میں شمار نہیں ہو سکتا ان امور کے ساتھ ہمارے اس دعوے کی پوری تصدیق ہو گئی کہ یہ مسئلہ اولین صحابہ کے عہد میں جو خیر القرون کہا جاتا ہے۔ پورے طور سے فیصل ہو کر اس امر کا تصفیہ کر دیا گیا ہے کہ اہلبیت علیہ السلام میں سوائے ان چار بزرگوں کے اور کوئی دوسرا شامل نہیں اسی وجہ سے امام نووی۔ شارح صحیح مسلم۔ اس حدیث کی شرح میں زید ابن ارقم کے اس فیصلہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنا یہ قطعی تصفیہ درج فرماتے ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے اما من اهل بيته نساء قال لا هذا دليل لابطال قول من قال هم قريش كلها فقد كان في نسائه قريشات وهن عائشه وحفصه وام سلمةؓ وام حبيبه یعنی حصین ابن سبرہ کے اس سوال پر

کہ آیا آنحضرتؐ کی ازواج اُن کے اہلبیتؑ ہیں۔ زید ابن ارقم کا یہ کہنا کہ نہیں دلیل ہے اُس قوم
کے باطل کرنیکی جو لوگ کہتے ہیں کہ تمام قریش آپ کے اہلبیت میں داخل ہیں کیونکہ آپکی بیبیاں ہیں
قریشی عورتیں تھیں جیسے عائشہ۔ حفصہ۔ حضرت اُم سلمہؓ اور ام حبیبہ۔

اب تو ان اقوال معتبرہ اور متداولہ سے یہ امر کما حقہ ثابت ہو گیا کہ اہلبیتؑ سے نہ ازواج مراد ہیں نہ
قریش۔ نہ سائر امت ان سے جو ذوات مقدسہ مراد ہیں وہ صرف جناب علی مرتضیٰ۔ جناب فاطمہ الزہرا
اور حضرات حسنینؑ علیہم السلام ہیں اور کوئی بھی نہیں۔

آل عبا اور آل کسا سے بھی یہی حضرات مراد ہیں۔ عبا تو ایک لباس خاص کا نام ہے۔ جس سے
ہر شخص واقف ہے۔ اور کسا زبان عربی میں کمل کو کہتے ہیں۔ آل عبا اور آل کسا کی وجہ تسمیہ یہ ہی جیسا
کہ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ نزول آیہ تطہیر کے وقت بنا بر بعضے روایات
آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بزرگواروں کو اپنی عبا میں داخل فرماکر آیہ تطہیر کی تلاوت فرمائی
تھی اور مطابق بعضے روایات آپؐ نے ان کو اپنے اُس منقش سیاہ کملی میں لے لیا تھا جو اسوقت آپ کے
زیب تن تھا۔ انہی وجہوں سے ان حضرات کو آل عبا اور آل کسا کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں۔

عترت اور ذریت۔ یہ الفاظ بھی قریب قریب ایک ہی معنی میں مفہوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ کتاب
مطالب السئول ابن طلحہ الشافعی میں لکھا ہے کہ بعض آئمہ لغت کے نزدیک لفظ عترت مرادف عشیرہ
کے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ذریت ہے۔ باپ دادا کی اولاد کو عشیرہ اور اپنی نسل کو ذریت کہتے ہیں
امام کلبی جو آئمہ لغت کے راس الرئیس ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ عترت سے قریبی اہلبیت اور کبھی دور
کے رشتہ دار لوگ بھی مراد ہوتے ہیں۔ مگر ان کے اس اخیر قول کو کہ عترت سے کبھی دور کے لوگ بھی
مراد لئے جاتے ہیں۔ آئمہ لغت صحیح نہیں مانتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے اس قول کی تنقید اور تردید میں
ثعلب ابن اعرابی کا یہ قول لکھتے ہیں کہ عترت سے صرف ذریت مراد ہے۔ یعنی وہ اولاد جو اس سے
پیدا ہوا اور وہ نسل جو اس کی پشت سے ہے۔ اہل عرب اس کے سوا اور کسی کو عترت نہیں کہتے۔ امام ازہری
جو عرب کے لٹریچر کے سرمایہ ناز اور شعرا اور ادبا کے نزدیک بہت بڑا اعزاز رکھتے تھے۔ اسی قول
کی تائید فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مصباح المنیر شرح لفظ عترت۔

اس تحقیق کے بعد ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ
کی ذریت جناب علی مرتضیٰ کی اولاد تھی۔ جو جناب سیدہ کے بطن سے پیدا ہوئی تھی وہی آنحضرتؐ
کی عترت بھی کہلائی۔ چنانچہ امام نووی شرح مہذب میں تحریر فرماتے ہیں عترتہ الذین ینسبون الیہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھم اولاد فاطمہ علیہا السلام یعنی آنحضرتؐ کی عترت وہی لوگ ہیں جنکی نسبت آنحضرتؐ سے کیجاتی ہے اور وہ جناب فاطمہؑ کی اولاد ہیں۔ اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ ذریت سے بھی سوائے ان چار بزرگواروں کے اور کوئی دوسرا مراد نہیں ہے۔ اب ہم اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کے لئے اسی ذیل میں چند حدیثیں بھی لکھے دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ اولین بھی ان الفاظ سے انہیں حضرات کو مراد لیتے تھے اور یہ حضرات بھی انہیں الفاظ سے تمام اہل اسلام کے مقابلہ میں۔ اپنے فضائل اور مناقب پر استدلال فرماتے تھے۔ امام دارقطنی اپنی سنن میں تحریر فرماتے ہیں عن معقل ابن یسار قال سمعت ابابکر یقول علی ابن ابی طالب عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر صدیق کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی مرتضی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں۔ وہ کون ایسا احمق ہوگا جو صدیق الاکبر کے قول کی تکذیب کرکے سوائے علیؑ کے کسی اور کو آنحضرتؐ کی ذریت اور عترت بتلائے گا۔

امام مسعودی مروج الذہب میں تحریر فرماتے ہیں ومن خطب الحسن علیہ السلام فی ایامہ فی بعض مقاماتہ انہ قال نحن حزب اللہ المفلحون وعترۃ رسول اللہ الاقربون واھل بیتہ الطاھرون الطیبون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والثانی کتاب اللہ امام حسن علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہم خدا کے گروہ رستگار ہونے والے ہیں اور ہمیں جناب رسول خداؐ کے قریب رشتہ دار اور انکے پاک و طیب اہلبیت اور ان دو چیزوں میں سے ایک چیز ہیں کو رسول خداؐ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور کتاب خدا کے ثانی ہیں۔ ہم جہانتک خیال کرتے ہیں ہم کو یقین ہوتا ہے کہ اب ہمارے دعوی کی تصدیق ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ صحابہ اولین کیا خود جناب صدیق اکبر لفظ عترت سے جناب امیر علیہ السلام کو مراد لیتے تھے۔ اور حضرات اہلبیت علیہم السلام بھی اسی لفظ سے اپنے مناقب مخصوصہ پر استدلال فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ امام دارقطنی اور مسعودی کے اقوال سے ظاہر ہوا۔ اب اسی شہادت کے سلسلہ میں ہم آنحضرتؐ کی بے شمار حدیثوں میں سے صرف ایک حدیث کو اس ضمن میں درج کرتے ہیں جس میں خود آنحضرتؐ نے عترت کے لفظ کا مقصود اپنے اہلبیت کو بتلایا ہے چنانچہ امام دیلمی تحریر فرماتے ہیں۔ عن ابی لیلی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یومن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ ویکون اھلی احب الیہ ویکون

انی احب الیہ من ذاتہ ابولیلی سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ نہیں ایمان لائے گا کوئی بندہ جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ محبت نہ کرے اور میری عترت کو اپنی عترت سے سوا پیار نہ کرے اور میرے اہل کو اپنے اہل سے زیادہ محبوب نہ رکھے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ نہ چاہے۔

بہرحال اپنی موجودہ بحث کے سلسلہ میں۔ آل محمدؐ۔ آل عبا۔ اہلبیتؑ اور آل کسا۔ ذریت اور عترت ان تمام الفاظ کی پوری ماہیت نہایت تفصیل اور تشریح سے ہم درج کر چکے۔ ثابت ہو چکا کہ ان الفاظ مخصوص ہے سوائے جناب علی مرتضیٰؑ جناب سیدہؑ اور حضرات حسنینؑ علیہم السلام کے کوئی دوسرا مراد نہیں ہے۔ اور ان کے سوا کسی دوسرے پر ان الفاظ کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے۔

ذوالقربیٰ یہ لفظ بھی ان بیان شدہ الفاظ کے ایسا انہیں حضرات کے ذات تک مخصوص محدود ہے۔ اس کی پوری تفصیل ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں۔ زیر آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا المودۃ فی القربیٰ لکھ چکے ہیں۔ یہاں بار دیگر صرف ایک ہی تصدیق پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔ امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ عن ابن عباسؓ قال نزلت ھذہ الایۃ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قالوا من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علیؑ و فاطمۃؑ وابناھما اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم والدیلمی والثعلبی امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب یہ آیہ وافی ہدایہ قل لا اسئلکم نازل ہوا تو لوگوں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ آپکی قرابت والے کون ہیں جن کی مودت ہمارے لئے واجب کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ جناب علی مرتضیٰؑ ہیں اور جناب فاطمہؑ اور ان کے دونوں صاحبزادے۔

اس شہادت سے ذوالقربیٰ کی بھی تحقیق اور تخصیص انہی حضرات کے ساتھ ثابت ہوئی جن کے نام جناب رسالتمآب نے تمام اہل اسلام کو صاف صاف بتلا دیئے۔ اب بھی ہمارے ابنائے زمانہ کی آنکھیں انکی معرفت اور امتیاز میں خیرگی کریں اور اپنی بے بصیرتی کے باعث اب بھی دوسرے لوگوں کو ان کا مقابل اور مماثل ٹھہرائیں تو وہ ایسی صورت میں شیخ سعدی کے اس شعر کے مصداق بتلائے جائینگے۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہماری موجودہ بحث تمام ہو گئی۔ ہم اس بحث کے خاتمہ پر اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں ظاہر کرینگے۔ بلکہ اس عالمانہ اور منصفانہ رائے کو نقل کرینگے جو ہمارے فاضل معتبر اور محقق مستند لائق ہمعصر جناب

عبداللہ صاحب امرتسری نے ان الفاظ کی تحقیق میں اپنی کتاب سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام مطبوعہ انارکلی پریس لاہور صفحہ ۳۹۸ میں درج فرمائی ہے۔ وہو ہذا۔
حقیقت یہ ہے کہ فضائل اہلبیتؑ میں جسقدر کہ احادیث وارد ہوئی ہیں اُن میں کسی جگہ لفظ آل کا اور کسی جگہ لفظ ذریّت کا اور کسی جگہ لفظ عترت کا مستعمل ہوا ہے۔ پس ان تمام الفاظ کا مفہوم خاص اہلبیتؑ ہی ہو سکتے ہیں۔ تمام مومنین پر آل کا حمل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کے ماسوا بالاتفاق اہل سنت والجماعت حضرت ابو بکر سے زیادہ کوئی شخص متبع سنت نبوی نہیں گذرا۔ پس اگر آل کا لفظ عام ہوتا اور اُس سے متبعین مراد ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر سے سورۂ برات واپس لیکر جناب علی مرتضیٰ کو نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ اس کو میرے اہلبیتؑ میں سے ایک آدمی لیجائیگا۔

فضائل اہلبیتؑ میں چند معتبر اور مستند حدیثیں

اب ہم اپنی اس ضروری بحث کو تمام کرکے ان ذوات مقدسہ کے فضائل و مناقب کا ایک مختصر سا جداگانہ باب قائم کرتے ہیں۔ جو ہماری کتاب کے آئندہ مطالب کی توضیح تشریح کے لئے بہت ہی ضروری اور مفید ثابت ہوگا۔ ہم اپنی اس بحث کے متعلق سب سے پہلے امام فخرالدین رازی کی اُس طولانی رائے کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں جسکو اُنھوں نے فضائل اہلبیتؑ کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ انکی بلفظہ عبارت یہ ہے۔ قد جعله الله اهل بيت النبي صلى الله عليه واله وسلم مساوين له في خمسة اشياء یعنی اللہ عزوجل نے پانچ باتوں میں اہلبیتؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مساوی ٹھہرایا ہے احدها في السلام السلام عليك يا ايها النبي ورحمة الله وبركاته وقال لاهل بيته سلام على ال يسين (۱) پہلا امر یہ ہے کہ جس میں ان کو آنحضرت ص کا مساوی ٹھہرایا ہے سلام ہے۔ خدا نے پیغمبر کے لئے فرمایا۔ سلام ہو تجھپر اے نبی رحمت اور برکت ہو اللہ کی تجھپر اور انکے لئے فرمایا سلام ہو اوپر آل یٰسین کے چنانچہ امام نورالدین سمہودی جواہر العقدین میں فرماتے ہیں نقل جماعة من المفسرين عن ابن عباسؓ انه قال في قوله تعالیٰ سلام على ال محمد ونقله النقاش عن الكلبي فقال على ال يسين على ال محمد سماه الله ياسين مثل يعقوب واسرائيل و احمد ومحمد مفسرین کی ایک جماعت نے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ وہ سلام علی آل یٰسین کی تفسیر کہتے ہیں کہ مراد اس سے آل محمدؐ ہیں۔ کلبی علیہ الرحمۃ نقاش سے نقل کرتے ہیں کہ آل یٰسین سے آل محمدؐ مراد ہیں جسطرح سے کہ حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے اور احمدؐ و محمدؐ بھی آپ ہی کے نام ہیں۔

(۲) **والثانیة فی الطهارة** قال اللہ تعالےٰ طٰہٰ ای طاهر ما انزلنا الیك القرآن لتشقی وقال لاهل بیته ویطهرکم تطهیرا یعنی دوسرا امر جس میں خدا نے اہلبیتؑ کو آپ کا مساوی بنایا ہے وہ طہارت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے (نبی کو) اے طٰہٰ یعنی اے طاہر ہم نے اس لئے قرآن کو نازل نہیں کیا ہے کہ تو تھک جاوے اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کے واسطے فرمایا ہے کہ طاہر کیا تمکو جو حق طاہر کرنیکا ہے

(۳) **والثالثة فی الصلوٰة** علی النبیؐ وعلی آله کما فی التشهد یعنی تیسرا امر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے اہلبیتؑ کو مساوات ہے وہ درود مبارک ہے جیسا تشہد نماز میں۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے عن کعب ابن عجزه قال لما نزلت ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی صلی اللہ علیه واله وسلم یا ایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما قلنا یا رسول اللہ قد علمنا کیف نسلم علیك وکیف نصلی علیك قال قولوا اللهم صل علی محمد وال محمد کما بارکت علی ابراهیم وال ابراهیم انك حمید مجید کعب ابن عجزہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین الخ ہم سب نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں آپ تعلیم فرمائیے کہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں اور بھیجا کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں کہا کرو۔ اے پروردگار درود بھیج اور رحمت نازل کر اپنے محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسے کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو ہی ستودہ بزرگ۔ صحیح مسلم میں اس روایت کو ایک دوسرے طریقے سے بھی لکھا ہے وہ یہ ہے۔ عن ابی مسعود البدری قال اتٰنا رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم ونحن فی مجلس سعد بن عبادة فقال له بشیر ابن سعد امرنا اللہ ان نصلی علیك یا رسول اللہ فکیف نصلی علیك فسکت رسول اللہؐ حتی تمنینا انه لم یساله ثم قال رسول اللہ قولوا اللهم صل علی محمد وال محمد کما صلیت علی ابراهیم وال ابراهیم انك حمید مجید اللهم صل علی محمد وال محمد کما بارکت علی ابراهیم وال ابراهیم انك حمید مجید وعند الطبرانی فسکت حتی جاء الوحی فقال تقولون اللهم صل علی محمد وال محمد الخ مسعود بدری سے مروی ہے ہمارے پاس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہم سعد ابن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے بشیر ابن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمکو اللہ تعالی نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے پس ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں۔ آنحضرتؐ خاموش ہو رہے یہانتک کہ ہم کو خیال ہوا کہ کاش بشیر ابن سعد آپ سے یہ سوال نہ کرتے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں درود پڑھا کرو جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ اے ہمارے پروردگار رحمت

نازل کر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر۔ جیسی کہ تو نے رحمت نازل کی تھی ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر۔ بیشک تو ہی ستودہ
صفات اور بزرگ ہے اور اے پروردگار برکت دے محمدؐ اور آلِ محمدؐ کو جیسے کہ تو نے برکت دی ابراہیمؑ
اور آلِ ابراہیمؑ کو تو ہی ستودہ صفات اور بزرگ۔ یہ تو مسلم کی روایت ہے اور امام طبرانی نے اس حدیث کو
اسطرح لکھا ہے کہ آنحضرتؐ بشر ابن عبادہ کے پوچھنے پر ساکت ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضور پر خدا کی طرف سے
وحی نازل ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں درود پڑھا کرو جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔

اِن دونوں حدیثوں کے ایک جا لکھ دینے سے ہمارا یہ مقصود تھا کہ ہم اہلِ اسلام کو بتلا دیں کہ صلواۃ
اہلبیت کی نسبت جو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ وہ عین حق سبحانہ تعالیٰ کا حکم تھا۔ جیسا کہ امام طبرانی نے
صاف صاف لفظوں میں لکھا یا اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ صلوات اہلبیت کی تاکید کوئی معمولی تاکید
نہیں تھی۔ بلکہ ارکان اسلام میں داخل اور جزو ایمان میں شامل ہے۔ خصوصاً ارکان نماز کے جزو فرائض
سے ہے۔ اگر نماز کے تمام ارکان واجبہ ادا کیئے گئے اور اس کی تعمیل نہیں کی گئی تو نماز قطعی
بیکار ہو گئی۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر کتاب عمل الیوم واللیلہ کے حوالہ سے حضرت
عمر فاروق کا یہ فتوے درج فرماتے ہیں۔ قال عمر رضی اللہ عنہ قال انہ لا یکون الصلوۃ الا
بقراءۃ و تشہد و صلوۃ علی النبیؐ و آلہ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی مگر ساتھ
قراءت کے اور ساتھ تشہد کے اُن حضرت اور اُن کی آل پر درود کے۔

اب اس سے زیادہ اور معتبر کس کا قول ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اُس شخص کا حکم ہے جسکی رائے کے
مطابق۔ وحی الٰہی اُترنے پر تمام اہل سنت ایمان لا چکے ہیں۔ مگر اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کو
ہم عبد البر کی کی کتاب استیعاب سے ایک اور جلیل القدر صحابی کا قول نقل کرتے ہیں عن ابن مسعود
رضی اللہ عنہ قال لا صلوۃ لمن لم یصل فیہا علی النبیؐ و آلہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کی آل پر نماز میں صلوات نہ بھیجی جائے
نماز تمام نہیں ہوتی۔ امام عبد البر کے علاوہ امام بیہقی اپنی سنن میں امام شعبی کا یہ قول تحریر فرماتے
ہیں۔ عن الشعبی قال من لا یصل علی النبیؐ و آلہ فی التشہد فلیعد صلوۃ شعبی کہتے ہیں کہ
جس نے تشہد میں آنحضرت اور اُن کی آل پر درود نہیں بھیجا اسکو چاہیئے کہ وہ پھر اپنی نماز کا
اعادہ کرے۔

صلوات آل کی تاکید میں۔ علامہ قندوزی امام سمہودی مصری کی کتاب جواہر العقدین کی اسناد
سے تحریر فرماتے ہیں۔ روی عن النبی قال لا تصلوا علی الصلوۃ البتراء قالوا وما الصلوۃ ا

البتر یا رسول اللہ ﷺ فقال تقولون اللھم صل علی محمدؐ وتمسکتون بل قولوا اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ یعنی جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ مجھپر درود ناقص نہ بھیجا کرو صحابہ نے عرض کی درود ناقص کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کہا کرتے ہو کہ اے ہمارے پروردگار رحمت اپنی نازل کر محمدؐ پر پھر خاموش ہو جاتے ہو۔ یہی صلوات بتر ہے بلکہ یوں کہا کرو کہ اے پروردگار ہمارے رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر۔ یہی مطلب امام شافعی نے بھی اپنی ایک رباعی کے مضمون میں نظم فرمائے ہیں۔ وھو ہذا۔ رباعی

یا اھل البیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم لا صلواۃ لہ

امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ تمہاری محبت کو خدا نے فرض کیا ہے۔ اور قرآن شریف کا نزول اس پر شاہد ہے۔ اے اہلبیتؑ تمہارے مرتبہ کی بڑی بڑائی کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اسکی نماز نہیں ہوتی۔

الرابعۃ تحریم الصدقۃ قال رسول اللہ ﷺ لا تحل الصدقۃ لمحمدؐ ولا ل محمدؐ یعنی چوتھا امر جس میں آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کے اہلبیتؑ مساوی ہیں وہ تحریم صدقہ ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ صدقہ محمدؐ و آل محمدؐ پر حرام ہے۔ اس حدیث کی تائید میں ہم ایک حدیث اور امام مسلم اور امام طحاوی کی اسناد سے لکھے دیتے ہیں عن ابی ہریرہ قال اخذ الحسنؑ ابن علیؑ علیہما السلام تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم کخ کخ لیطرحھا ثم قال لا شعرت ان لا تحل لنا الصدقۃ ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ جناب امام حسینؑ علیہ السلام نے ایک پھل صدقہ کے پھلوں میں سے اپنے منہ میں ڈال لیا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کخ کخ تاکہ وہ منہ سے نکالدیں پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہم لوگوں کے لیے حلال نہیں ہے۔

الخامسۃ فی المحبۃ قال اللہ تعالی فاتبعونی یحببکم اللہ و قال لاھل بیتہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی یعنی پانچواں امر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ آپ کے اہل بیتؑ کو مساوات کا درجہ حاصل ہے وہ محبت ہے۔ چنانچہ خدا سبحانہ تعالی اپنے نبی کی شان میں فرماتا ہے کہ کہدو اے رسولؐ اتباع کرو میرا تو اللہ تم کو اپنا دوست رکھیگا۔ اور اہل بیت علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے کہ یا محمدؐ کہدو امت سے کہ نہیں ہے

اس پر اجر مگر دوستی میرے قریبوں کی۔
امام فخرالدین رازی کے یہ قول لکھکر اب ہم علامہ قندوزی کی کتاب ینابیع المودۃ سے اُن آیات کی شان نزول ذیل میں قلم بند کرتے ہیں جو مخصوص اہلبیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب کو کھلے کھلے لفظوں میں ظاہر کرتی ہیں۔

آیۃ الاولیٰ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول مفصل اور مشرح اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں **آیۃ الثانی** ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اس کی شان نزول بھی اوپر تحریر ہو چکی **الثالثہ** سلام علی آل یٰسین اس آیۂ وافی ہدایہ کی شان نزول بھی مندرج ہو چکی ہے **الرابعہ** وقفوھم انھم مسئولون اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علی علیہ السلام وکان ھذا مراد الواحدی بقولہ انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ واھل البیت لان اللہ افترض المودۃ فی القربیٰ فتکون علیھم المطالبۃ و احادیث الواردۃ فی ذالک کثیرا صواعق محرقہ میں ہے کہ امام دیلمی ابوسعید خدری سے ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ نے اس آیہ کا مفہوم بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انھم مسئولون کی مراد یہ ہے کہ جس چیز سے تم سوال کیے جاؤ گے وہ ولایت جناب امیر علیہ السلام ہے اور یہی مراد امام واحدی کے اس قول کی ہے جسکو انہوں نے اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انھم مسئولون سے یہ مراد ہے کہ جس چیز سے تم سوال کیے جاؤ گے وہ ولایت جناب علی ابن ابیطالب اور اہلبیت علیہم السلام ہے کیونکہ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے مودۃ فی القربیٰ کو واجب گردانا ہے پھر کیونکر لوگوں سے اس کا مطالبہ اور اسکی پرسش نہ کیجائے۔ امام واحدی کا اتنا قول لکھکر ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس کی توثیق و تصدیق میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔

الخامسہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اخرج الثعلبی فی تفسیر ھذہ الآیہ عن جعفر صادق علیہ السلام قال نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا امام ثعلبی اس آیۂ وافی ہدایہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حبل اللہ ہم ہیں جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا کی رسیوں کو تھام لو اور ان میں فرق نہ کرو **السادسہ** ام یحسدون

الناس علی ما آتاهم اللہ من فضلہ دنیا کے لوگ اُن لوگوں سے اس چیز کے بارے میں حسد
کرتے ہیں جو خدا نے اُن کو اپنے فضل سے عنایت کی ہے۔ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔
اخرج ابو الحسن ابن المغازلی عن الباقر علیہ السلام قال فی تفسیر ھذہ الآیۃ نحن الناس
محسودون واللہ ابو الحسن ابن المغازلی کہتے ہیں کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیہ
وافی ہدایہ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ ہمیں لوگ ہیں قسم خدا کی جن سے دنیا کے لوگ حسد کرتے ہیں

السابعہ قولہ تعالےٰ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم جن میں تو ہے اللہ تعالیٰ
ان کو سختی میں گرفتار نہیں کرتا۔ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس آیہ کی تفسیر میں طولانی بحث لکھی ہے
جس کی اصلی عبارت ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اشار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی وجود ذالک المعنی فی اھلبیتہ وانھم امان اھل
الارض کما کان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امانا لھم وفی ذالک احادیث کثیرۃ
منھا النجوم امان لاھل السماء واھلبیتی امان لامتی وفی روایۃ واھلبیتی فاذا ھلک
اھل الارض جاء الآیات ما کانوا یوعدون وفی اخری لاھل النجوم ذھب اھل السماء
واھلبیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتھم قبیلۃ من العرب اختلفوا فصاروا و
حزب ابلیس وجاء من طرق عدیدۃ یقوی بعضھا بعضا انما مثل اھلبیتی فیکم کمثل
سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا ھلک وفی روایۃ مسلم ومن تخلف عنھا
غرق وفی روایۃ وانما مثل اھلبیتی فیکم مثل باب حطۃ بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ
وان اللہ تبارک وتعالی لما خلق الدنیا باسرھا من اجل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جعل دوامھا بدوامہ ودوام اھل بیتہ لانھم یساوونہ فی خمسۃ اشیاء مرت ولانہ
قال فی حقھم اللھم انھم منی وانا منھم ولانھم بضعۃ منہ بواسطۃ ان فاطمہ سلام اللہ
علیھا امھم بضعتہ فاقیموا مقامہ فی الامان ووجہ تشبیھم بالسفینۃ ان من احبھم وعظمھم
واخذ بھدی علمائھم نجا من ظلمۃ المخالفات ومن تخلف عن ذالک غرق فی بحر کفران النعم
وھلک فی مفاوز الطغیان ووجہ تشبیھم بباب حطۃ ان اللہ تبارک وتعالی جعل
دخول ذالک الباب اریحا او باب بیت المقدس مع التواضع والاستغفار
سببا للمغفرۃ وجعل لھذہ الامۃ مودۃ اھل بیت سببا للمغفرۃ۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ اس آیہ کرامت ہدایہ کی تفسیر میں آنحضرت نے اپنے

اہلبیت طاہرین کے وجود ذیجود کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اُن کو امان اہل الارض قرار دیا ہے
اور اپنی ذات بابرکات کو ان کی امان کا موجب بتلایا ہے۔ انتہا لکھکر علامہ موصوف لکھتے ہیں۔
کہ اس میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے امان اہل آسمان ہیں اور
ہمارے اہلبیتؑ امان اہل زمین پس جب ہمارے اہلبیتؑ ہلاک ہو جائینگے تو اہل زمین میں وہ
علامات آلہی مشاہدہ ہونگی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور ان روایتوں کی اخیر روایت وہ
ہے جسکو امام احمد ابن حنبل نے لکھا ہے کہ ستارے آسمان ہیں اور ہمارے اہل بیت اہل دنیا
کی امان ہیں پس جب اُٹھ جائینگے ستارے تو اُٹھ جائینگے اہل آسمان۔ اسی طرح جب اُٹھ جائینگے
ہمارے اہلبیتؑ تو اٹھ جائینگے اہل زمین۔ اور ایک روایت میں جسکو امام حاکم نے مسلم اور بخاری
کی شرط پر صحیح لکھا ہے۔ یہ مندرج ہے کہ ستارے اہل آسمان کی امان ہیں اور ہمارے اہلبیتؑ
اہل دنیا کے لئے امان ہیں غرق سے اور اس حدیث میں کہ ہمارے اہلبیتؑ ہماری امت کی امان
ہیں یہ امان مراد ہے اختلاف سے۔ پس جو شخص قبیلہ عرب سے ان سے مخالف ہو اُسنے اختلاف کیا
اور مل گیا وہ گروہ شیطان سے۔ اور اسی طور سے اس حدیث کے بہت سے طریق ہیں جو ایک
دوسرے کو قوی کرتے ہیں چنانچہ ہمارے اہلبیتؑ کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوحؑ کی کشتی جو
اسپر سوار ہوا وہ بچ گیا اور جو اُس سے علیحدہ ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اور صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں۔ جس نے
ان سے اختلاف کیا وہ ڈوب گیا اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اہلبیتؑ کی مثال بنی اسرائیل
کے باب حطہ کی ہے جو اُس میں داخل ہوا وہ بخشدیا گیا۔ اور جناب اقدس الٰہی نے بقائے خلق کو
آنحضرت صلعم کی بقا اور آپ کے اہلبیتؑ کی بقا کے ساتھ لازم کیا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات پانچ چیزوں
میں آنحضرت صہ کے ساتھ برابر ہیں۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت صہ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ پروردگا
میں ان سے ہوں اور یہ مجھسے ہیں اور یہی حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بضاعت ہیں۔ کیونکہ
جناب سیدہ سلام اللہ علیہا جو ان حضرات کی والدہ ہیں۔ وہ آنحضرتؐ کی بضاعت ہیں۔ پس یہ حضرات بھی
مقام امان میں آنحضرت کے منصب پر ہیں۔ اور ان حضرات کی تشبیہ سفینہ نوحؑ ہونے کی
یہ وجہ ہے کہ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے اور ان کی تعظیم کرتا ہے اور اُنکے علما سے ہدایت پاتا ہے
وہ مخالفت کی تاریکیوں سے محفوظ ہے اور جس نے ان سے اختلاف اختیار کیا وہ بحر کفر و عصیان
میں ڈوب گیا اور موجہ طغیان میں ہلاک ہو گیا۔ اور باب حطہ بنی اسرائیل سے ان حضرات کی
تشبیہ دئے جانیکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دروازہ میں داخل ہونیکا حکم کیا ہے وہ باب

اربع یا باب بیت المقدس ہے کہ جو شخص تواضع انکسار اور استغفار کے ساتھ اس میں داخل ہوا
وہ مغفرت یافتہ ہوا۔ اس کا داخل ہونا اس کی مغفرت کا باعث ہوگا۔ اسی طرح خدا ے تبارک و
تعالی نے اہلبیت کرام کے ساتھ محبت و مودت رکھنے کو اس امت کے لئے۔ مغفرت کا ذریعہ
قرار دیا ہے۔ **الثامنہ** وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدی
قال ثابت البنانی عن انس اھتدی الی ولایۃ اہلبیتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس آیہ وانی ہدایہ کی تفسیر میں ثابت البنانی انس ابن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت
میں لفظ اہتدی سے ولایت اہلبیت علیہم السلام مقصود ہے **التاسعہ** فمن حاجک
فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا
وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین اس آیہ وانی ہدایہ کی پوری تفسیر درج
ہو چکی ہے **العاشر** ولسوف یعطیک ربک فترضی نقل القرطبی عن ابن عباسؓ
قال رضا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا یدخل احد من اہل بیتہ النار امام
قرطبی جناب ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیہ میں جس رضا کا ذکر ہے
وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے اہلبیت کبھی دوزخ میں نہ جائینگے۔ وہ رضا ہے جسکے بھی مشتاق تھے
آنحضرتؐ کے اس عہد کو۔ اس سے مختلف الفاظ ہیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں اور ملا نے
سیرت میں اور امام احمد نے مناقب میں اور امام طبرانی نے معجم میں لکھا ہے۔ **الحادیہ عشر**
ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ
بھی بجا لائے وہ بہترین خلق ہیں اخرج الحافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی المدنی
عن ابن عباسؓ قال ان ھذہ الآیہ لما نزلت قال رسول اللہ لعلیؑ یا علی انت و
شیعتک خیر البریۃ تاتی یوم القیمۃ انت وشیعتک راضیین ومرضیین وتاتی
عدوک غضبانا مقمحین فقال من عدوی قال من تبرء منک حافظ جمال الدین الزرندی ابن
عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس آیہ وانی ہدایہ کی شان نزول میں فرماتے ہیں کہ جس وقت
یہ آیہ نازل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ۔ بہترین خلق ہیں۔ تو اپنے شیعوں کو
روز قیامت راضی اور مرضی پائیگا اور تم اپنے دشمنوں کو غضبناک سر بالا پاؤ گے
پس جناب علی مرتضی نے پوچھا کہ میرے دشمن کون ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا تیرے دشمن وہ

لوگ ہیں جو تجھسے بیزاری اختیار کریں **الثانیہ عشر** و انّہ یعلم الساعۃ اور اُسکے پاس علم الساعت ہے قال مقاتل بن سلیمان و من تبعہ من المفسرین ان ھذہ الایۃ نزلت فی المھدی ع قائم اھلبیت مقاتل ابن سلیمان اور اسکے تابعین مفسرین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ آیہ وافی ہدایہ جناب امام مہدیؑ قائم اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے **الثالثہ عشرہ** قال لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا۔ اس آیہ وافی ہدایہ کی تفصیل اور تفسیر بھی سابق میں مندرج ہو چکی ہے۔ دیکھو اس سلسلہ کی جلد دوم۔ مگر ہم اسکے متعلق اتنا ضرور اضافہ کرینگے کہ اس آیت میں نزد لہ فیھا حسناً۔ لفظ حسناً سے خاص ولایت اہلبیت علیہم السلام مراد ہے۔ چنانچہ تفسیر ثعلبی کی عبارت ملاحظہ ہو۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی تفسیرہ و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا قال الحسنۃ المودۃ لآل محمدؐ و نقل البغوی عن ابن عباس انہ لما رایت قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی قال القوم ما یرید الا ان یحثنا علی ود قرابتہ من بعدہ فاخبر جبرئیل النبی انھم اتھموا النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فانزل ام یقولون افتری علی اللہ الخ فقال القوم یا رسول اللہ انک صادق فنزل وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ امام ثعلبی حضرت ابن عباس کی زبانی اس آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عبارت مَنْ یَقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا میں حسناً سے مراد مودت آل محمد علیہم السلام ہے۔ اور امام بغوی نے ابن عباسؓ سے یہ بھی لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک قوم نے آپس میں یہ سرگوشی کی کہ اس بیان سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہم لوگوں کو اپنے بعد اپنے اہلبیتؑ سے محبت رکھنے پر برانگیختہ کیا ہے اور یہ امر اُن کے اہل بیتؑ کے ساتھ فرط محبت کی وجہ سے ہے۔ پس جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کو ان اتہام کرنے والوں کی خبر دی اور آیہ اَمْ یَقُوْلُوْنَ الخ ان کی شان میں نازل ہوا تب اس قوم نے پھر آنحضرتؐ کی تصدیق کی تو اُن کے توبہ کرنے پر آیہ ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ نازل ہوا

اتنی آیات تو وہ ہیں جن کو علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں فضائل اہل بیتؑ کے متعلق لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ ابھی اور اکثر آیات ہیں جو علامہ ممدوح کے ایسے دوسرے معتبر اور مستند علماء نے تحریر فرمائی ہیں۔ ہم اُنکو بھی ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

الرابعہ عشرہ یطعمون الطعام علی حبہ اس آیہ کی تفسیر بتفصیل کے ساتھ ہو چکی ہے دیکھو اس سلسلہ کی جلد دوم۔ **الخامس عشرہ** مرج البحرین یلتقیان ۔ الخ

مالک فی قولہ تعالیٰ مرج البحرین یلتقیان قال ھو علیؑ و فاطمہ علیہما السلام واللؤلؤ و المرجان قال الحسن والحسین علیہما السلام ۔ انس ابن مالک اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مرج البحرین یلتقیان سے مراد جناب علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام ہیں اور لولو و مرجان سے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں۔ **السادس عشرہ** فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال۔ ان گھروں میں کہ اللہ نے ان کے بلند کئے جانے اور ان میں اپنے نام کے ذکر کئے جانے کا حکم فرمایا ہے صبح و شام ان میں اسکے لئے تسبیح کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اور ابن مردویہ اس کی شان نزول میں تحریر کرتے ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے عن انس و بریدہ رضی اللہ عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیوت اذن اللہ الخ فقال رجل ای بیوت ھذہ یا رسول اللہ م فقال بیوت الانبیاء فقال ابوبکر ھذا البیت منہا واشار الی بیت علیؑ و فاطمہ علیہما السلام قال نعم من افاضلہا۔ انس ابن مالک اور بریدہ سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو ایک شخص نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون گھر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان گھروں سے انبیا کے گھر مراد ہیں۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ گھر بھی انہیں گھروں میں ہے اور اشارہ جناب علیؑ مرتضیٰ و جناب سیدہ کے گھر کی طرف کیا۔ آنحضرت نے اُن کے استفسار کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ہاں بلکہ انکے بہترین میں سے۔ **السابعہ عشرہ** فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون پوچھو صاحبان ذکر سے جو تم نہیں جانتے ہو۔ اسکی شان نزول میں امام ثعلبی لکھتے ہیں عن جابر ابن عبداللہ الانصاری قال قال علیؑ ابن ابیطالب نحن اھل الذکر جابر ابن عبداللہ الانصاری کہتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ وہ اہل ذکر ہم ہیں **الثامنہ عشرہ** اھدنا الصراط المستقیم صاحب معالم التنزیل اور تفسیر ثعلبی یہ عبارت اسکی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ عن مسلم ابن حیان قال سمعت ابابریدہ یقول صراط مستقیم صراط ال محمدؐ ابن حیان کہتے ہیں کہ میں نے ابا بریدہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ صراط مستقیم صراط آل محمدؐ ہے۔ **التاسعہ عشرہ** ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔ اورثہ میں ہم نے کتاب انکو دی۔ جنکو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔ ابن مردویہ اس آیت کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کی اسناد سے لکھتے ہیں قال علیؑ علیہ السلام نحن اولئک

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ ہم لوگ ہیں۔ **العشرین** حتی تاتیھم البینہ
ابن منذر اور امام سیوطی اس تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عن ابن جریج فی قولہ تعالیٰ حتی تاتیھم البینہ
قال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی قولہ تعالیٰ من بعد ما جاءتھم البینہ آل محمد
علیھم السلام۔ ابن جریج تاتیھم البینہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کھلی بات سے مراد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہیں اور من بعد ما جاءتھم البینہ سے مراد آل محمدؐ ہیں **الاحد عشرین** ان
اللہ اصطفیٰ آدمؑ و نوحاً وآل ابراھیم وآل عمران علی العلمین اللہ تعالیٰ نے آدمؑ۔ نوحؑ
آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ علی نبینا وعلیہم السلام کو تمام دنیا سے پسند کیا اسکی تفسیر میں امام ثعلبی اعمش
ابن وائل کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں عن الاعمش عن ابی وائل قال قرأت فی مصحف عبد اللہ
ابن مسعودؓ ان اللہ اصطفیٰ آدمؑ و نوحاً وآل ابراھیم وآل عمرانؑ وآل محمد صلی اللہ علیہ
وعلیھم اجمعین فی العلمین عمش ابن ابی وائل سے ناقل ہیں کہ میں نے قرآن شریف میں اس
آیت کو اسطرح پڑھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا آدمؑ کو۔ نوحؑ کو آل ابراہیمؑ کو۔ آل عمران کو۔
اور آل محمدؐ کو سارے جہان سے **الثانیہ عشرین** الا بذکر اللہ تطمئن القلوب
اللہ ہی کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔ امام سیوطی در المنثور میں اور ابن مردویہ مناقب میں تحریر
فرماتے ہیں کہ عن علی علیہ السلام ان رسول اللہ لما نزلت ھذہ الآیۃ الا بذکر اللہ تطمئن
القلوب قال ذالک من احب اللہ ورسولہ واحب اھلبیتی صادقاً غیر کاذب جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالبؑ سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا یہ وہ دل ہیں جو اللہ۔ اسکے رسولؐ اور میرے اہلبیتؑ سے سچی محبت رکھتے ہیں بغیر کسی جھوٹ
کے **الثالثہ عشرین** والشفع والوتر قسم ہے جفت کی اور طاق کی علامہ
نطیری اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں عن الحسین ابن علی علیھما السلام فی قولہ تعالیٰ والشفع
والوتر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الشفع الحسن والحسین علیھما السلام
والوتر علیؑ ابن ابیطالب علیھم السلام۔ جناب امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ شفع (جفت) سے مراد حضرت
امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام ہیں اور وتر (طاق) سے جناب امیرؑ مقصود ہیں **الرابعہ
عشرین** ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ ہم تم سے نعیم کی نسبت پوچھیں گے
علامہ موصوف اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں عن جعفر ابن محمد علیھما السلام قال نحن النعیم

امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ نعیم ہم ہیں۔
آیات قرآنی کی تفصیل کو ختم کرکے اب ہم احادیث نبوی کو بھی اسی سلسلہ میں نہایت اختصار کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ حضرات مقدسہ اور ذوات طاہرہ کی عظمت و جلالت درگاہ الٰہی میں پورے طور سے ظاہر ہونیکے بعد۔ بارگاہ رسالت پناہی میں کیا مرتبہ رکھتی ہے۔

(۱) امام احمد مسند میں لکھتے ہیں عن حمید ابن عبد اللہ بن یزید المدنی قال ذکر عند النبی عن قضاء قضا بہ علی علیہ السلام فاعجب النبی فقال الحمد للہ الذی جعلنا فینا الحکمۃ اهل البیت حمید ابن عبد اللہ ابن یزید المدنی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پاس جناب علی مرتضیٰ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو حضرت نے تعجب فرماکر ارشاد کیا کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیتؑ کو حکمت عطا فرمائی۔

(۲) امام دیلمی فرماتے ہیں عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ نحن اهل البیتؑ مفاتیح الرحمۃ وموضع الرسالۃ ومعدن العلم ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہل بیتؑ رحمت کی کنجیاں رسالت کے مقام مخصوص اور علم کی کان ہیں۔

(۳) ابن ابی شیبہ۔ ابویعلی۔ ابو عمر الغفاری اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسلمہ ابن اکوع کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے۔ عن اسلمہ ابن الاکوع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم النجوم امان لاهل السموات واهل بیتی امان لامتی سلمہ ابن اکوع کہتے ہیں کہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کے لئے وجہ امان ہیں اور اہلبیتؑ ہمارے ہماری امت کے امان ہیں۔

(۴) امام دیلمی لکھتے ہیں عن ابن عباسؓ و ابوذرؓ قال رسول اللہ مثل اهلبیتی فیکم کمثل باب حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ جناب ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے کہ میرے اہلبیتؑ تم لوگوں میں ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں توبہ کا دروازہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخشا گیا۔ واضح ہو کہ یہ دونوں حدیثیں مفصل اور مشرح طور سے اوپر تحریر ہو چکی ہیں۔

(۵) امام حاکم اور قریب قریب تمام محدثین تحریر فرماتے ہیں عن حبیش ابن المعتمر قال رأیت اباذر آخذا بعضادتی باب الکعبۃ وهو یقول من عرفنی فقد عرفنی ومن لم

یعرفنی فانا اباذر الغفاری سمعت رسول اللہ یقول مثل اہلبیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح فی قومہ من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق حنش ابن معتمر سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے دیکھا میں نے اباذرؓ کو کہ خانۂ کعبہ کے دروازے کی چوکھٹ پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس نے مجھے پہچانا ہو وہ پہچانے اور جس نے نہ پہچانا ہو وہ پہچان لے میں ابوذر غفاری ہوں میں نے جناب رسالت مآبؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینۂ نوحؑ کی ہے۔ جو اُسپر سوار ہوا بچ گیا اور جس نے اُس سے کنارہ کیا غرق ہوا۔

(۶) فردوس الاخبار میں امام دیلمی اور سیرت میں ملا تحریر فرماتے ہیں عن انس ابن مالک قال رسول اللہ نحن اہلبیت لا یقاس بنا احد انس ابن مالک کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخداؐ نے کہ ہم اہل بیتؑ ہیں۔ ہمارے ساتھ کسی غیر کا قیاس نہیں ہو سکتا۔

(۷) امام بیہقی اور طبرانی لکھتے ہیں عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا ان مسجدی حرام علی کل حائض من النساء وجنب من الرجال الا علی محمد واہلبیتہ امام بیہقی اور طبرانی لکھتے ہیں کہ فرمایا جناب ام المومنین حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے کہ ارشاد کیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری مسجد حرام ہے ہر حیض والی عورت اور جنب والے مرد پر۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اُن کے اہل بیتؑ پر۔

(۸) امام دیلمی اور طبرانی تحریر فرماتے ہیں عن ابو رافع ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی علیہ السلام اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسنؑ والحسینؑ ذریتنا خلف ظہورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا ابو رافع کا بیان ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ چار شخص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے وہ میں ہوں تم ہو اور حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام اور ہماری اولاد ہمارے پس پشت ہو گی اور اُنکے پیچھے ہماری بی بیاں اور ہمارے شیعہ ہمارے داہنے اور بائیں ہونگے اس روایت کو امام احمد نے مناقب میں امام ثعلبی نے تفسیر میں۔ ملا نے سیرت میں اور علامہ ابوسعید عبد الملک نے شرف النبوۃ میں بھی تحریر کیا ہے۔

(۹) امام احمد نے مناقب میں اور علامۂ دیلمی نے فردوس الاخبار میں لکھا ہے عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفاطمہ انی وایاک وھذین یعنی حسنا وحسینا وھذا الراقد یعنی علیا فی مکان واحد یوما لقیمہ جناب امیرؑ

علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلعم نے کہ میں اور تو اور یہ دونوں حسنینؑ اور یہ سونے والا یعنی علیؑ۔ قیامت کے دن ایک مقام میں ہونگے۔

(۱۰) پھر وہی حضرات رقمطراز ہیں عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلعم حب اھلبیتی نافع فی سبع مواطن اھوالھن عظیمۃ عند الوفاۃ و عند القبر و عند النشور و عند الکتاب و عند الحساب و عند المیزان و عند الصراط عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ میرے اہلبیتؑ کی محبت سات مقامات میں نفع رساں ہے جن کے وقت بھاری خوف ہیں۔ وقت وفات۔ قبر میں جانے کے وقت۔ قبر سے اُٹھائے جانے کے وقت حساب اور کتاب کے وقت۔ میزان کے وقت۔ اور پل صراط سے عبور کے وقت۔

(۱۱) عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلعم احبوا اللہ بما نغذوکم من نعمتہ فاحبونی بحب اللہ و احبوا اھل بیتی بحبی امام ترمذی اور امام حاکم ابن عباسؓ کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا خدا سے محبت کرو اسلئے کہ تمکو اس نے نعمتیں عطا فرمائیں اور خدا کے واسطے سے مجھسے محبت کرو اور میری خاطر سے میرے اہلبیتؑ سے محبت کرو

(۱۲) احمد ابن حنبل مناقب میں تحریر کرتے ہیں عن ابو سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم من ابغض اھل البیت فھو منافق ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اہلبیتؑ سے بغض رکھیگا وہ منافق ہے۔

(۱۳) امام ترمذی اور امام احمد تحریر فرماتے ہیں عن عبدالمطلب ابن ربیعہ قال قال رسول اللہ صلعم لا یدخل قلب امرء ایمان الا بحب قرابتی عبدالمطلب ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ کسی کے دل میں ایمان نہیں داخل ہوتا۔ مگر میرے قرابتمندوں کی محبت کی وجہ سے۔

(۱۴) علامہ ابو سعید اور ملا لکھتے ہیں عن ابوبکر الصدیق ان النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم قال من حفظنی فی اھل بیتی فقد اتخذ عند اللہ عہدا ابو بکر صدیق سے مروی ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے اہلبیتؑ کی حفاظت کرے گا میں نے اسکے لئے خدا سے عہد لیا ہے۔

(۱۵) امام طبرانی اور امام سیوطی لکھتے ہیں عن جابرؓ قال خطبنا رسول اللہ صلعم فسمعتہ یقول ایھا الناس من ابغضنا اھل البیت حشرہ اللہ یوم القیمۃ یھودیا جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم

نے ہم کو خطبہ میں سنایا ہے اے لوگو جس نے ناراض کیا میرے اہلبیتؑ کو اللہ تعالے اسکو حشر میں یہودیوں کے ساتھ اٹھائیگا۔

(۱۶) بخاری نے تاریخ میں اور سیوطی نے احیاء المیت میں لکھا ہے۔ عن الحسن ابن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لکل شئی اساس و اساس الاسلام حب رسول اللہ و آلہ امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ ہر شئے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد حب رسولؐ اور انکی آلؑ کی محبت ہے۔

ہم نے اتنی حدیثیں علمائے متقدمین کی اسناد سے اپنے سلسلہ بیان میں لکھدیں اگرچہ ان کا قلمبند کرنا ہمارے تاریخی مدعا سے زائد معلوم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ان کا اندراج ہمارے آئندہ مضامین کی تشریح میں بہت مدد دیگا۔ اسلئے ہم نے اسکی نقل کو اپنے لئے ضروری سمجھا مگر تاہم نہایت اختصار کے ساتھ چند حدیثیں علمائے متقدمین کی اسناد سے انتخاب کر کے قلمبند کر دیں۔ اب ہم اس سلسلہ میں چند ایسی حدیثیں بھی لکھینگے جو مخصوص امام حسین علیہ السلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں اور انہیں حدیثوں کی تحریر پر ہم اپنے اس تمہیدی باب فضائل کو تمام کر کے اپنی سیرت کے تاریخی واقعات کو پھر آغاز کرینگے۔

(۱۷) امام احمد امام حاکم اور طبرانی تحریر کرتے ہیں عن ابو ھریرہ قال نظر رسول اللہ الی فاطمۃؑ و علیؑ والحسنؑ والحسینؑ فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب علی مرتضیٰ و جناب سیدہ اور حضرات حسنینؑ علیہم السلام کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ میں لڑنے والا ہوں اس شخص سے جو ان لوگوں سے لڑے اور صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے صلح کرے۔

(۱۸) محب طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے۔ عن ابی بکر الصدیق قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیم خیمۃ وھو متکی علی قوس عربیۃ و فی الخیمۃ علیؑ و فاطمۃؑ والحسن والحسین علیہما السلام فقال یا معشر المسلمین انا سلم لمن سالم اھل ھذہ الخیمۃ وحرب لمن حاربھم وولی لمن والاھم لایحبھم الا سعید الجد طیب الولادۃ ولا یبغضھم الا شقی الجد ردی الولادۃ ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ دیکھا ہم نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک خیمہ برپا کئے ہوئے اور آپ اسوقت ایک عربی کمان پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور اس خیمہ میں جناب سیدہ جناب علی مرتضیٰ اور حضرات حسنینؑ

علیہم السلام تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے مسلمانو۔ میں اس خیمہ والوں کے ساتھ صلح
قایم رکھنے والوں سے صلح کرنے والا اور ان کے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنیوالا ہوں۔ اور
اُسے دوست رکھتا ہوں جو انہیں دوست رکھتا ہے جو نیک بخت پاکیزہ ولادت والا ہوگا وہ
انہیں دوست رکھیگا۔ اور جو بدبخت ناپاک ولادت والا ہوگا وہ انہیں نہیں دوست رکھیگا۔

(۱۹) صحیح نسائی صحیح ترمذی ابن عدی ابن عساکر وغیرہم نے باختلاف اسناد لکھا ہے۔ عن
ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال الحسنؑ و الحسینؑ ھما ریحاناتای فی الدنیا
عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ امام حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام یہ دونوں
دنیا میں میرے دو پھولوں کے پودے ہیں۔

(۲۰) امام نسائی۔ رویانی۔ ضیا۔ ابویعلی۔ احمد حنبل۔ ترمذی۔ ابن حبان۔ ابن ماجہ۔ ابن عدی
امام حاکم۔ حافظ ابونعیم۔ طبرانی۔ دیلمی۔ ابن عساکر۔ ابن ابی راشی۔ ابن النجار نے تحریر کیا ہے
قال رسول اللہ ص الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اھل الجنۃ فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ
حضرات امام حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام جوانان بہشت کے سردار ہیں۔

(۲۱) صحیح بخاری صحیح مسلم سنن ابن ماجہ اور مسند ابویعلی میں تحریر ہے قال رسول اللہ ص اللھم
انی احبہ فاحبہ واحبب من یحبہ فرمایا آنحضرت ص نے کہ اے پروردگار میں اسے دوست
رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ۔

(۲۲) امام بخاری۔ ترمذی۔ احمد۔ حاکم۔ ابن ماجہ۔ ابونعیم اور ابن اثیر بیک الفاظ تحریر فرماتے ہیں
قال رسول اللہ ص حسینؑ منی و انا من حسینؑ احب اللہ من یحب الحسینؑ حسینؑ سبط
من الاسباط فرمایا جناب رسالت مآبؐ نے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں حسینؑ سبط
ہے گروہ اسباط سے۔

اتنی حدیثیں اُن کی معتبر اور مستند اسناد سے لکھ کر اپنی کتاب کے ناظرین کو دکھلائے دیتے ہیں کہ یہ حضرات
مقدسہ اور یہ ذوات طاہرہ اس عظمت و جلالت کے اعلیٰ مراتب و مدارج پر فائز تھے جن کی ثبوت میں
ہم نے اتنی آیات قرآنی اور متعدد حدیثیں درج کر دیں وہ یہی بزرگوار عالیمقدار ہیں جن کے ساتھ
محبت و الفت قائم رکھنے اور جن کی اطاعت اختیار کرنے کی سعادتوں کو امام شافعی نے ذیل
کے اشعار میں منظوم فرمایا ہے

آل نبی ذریعتی	وھم الیہ وسیلتی	ارجو بھم اعطی غدا	بید الیمنی صحیفتی

اہلبیت علیہم السلام ہمارے ذریعہ (نجات) ہیں اور انہیں کی طرف ہمارے وسیلے ہیں۔ بروز قیامت وہی حضرات ہمارے واہنے ہاتھوں میں ہمارا صحیفہ (نامہ اعمال) عنایت فرمائینگے۔

امام سمہودی جو مصر و حجاز کے اعلم علما میں مشہور ہیں اپنی معتبر کتاب جواہر العقدین میں لکھتے ہیں کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ربیع ابن سلیمان امام شافعی کے اصحاب خاص میں تھے۔ ربیع نے ایک دن آپکی خدمت میں عرض کی کہ اکثر لوگ محبت اہل بیت کی وجہ سے آپکو رافضی کہتے ہیں۔ یہ سنکر امام شافعی نے یہ اشعار منظوم فرمائے۔

اذا فی مجلس ذکروا علیا	وسبطیہ و فاطمۃ الزکیہ	فاجری بعضہم ذکرا سواہ
فایقن انہ سلقلقیہ	اذا ذکروا علیا او بنیہ	بتشاغل بالروایات العلیہ
وقال تجاوزوا یا ھذا	فھذا من حدیث الرافضیہ	برأت الی المھیمن من اناس
یرون الرفض حب الفاطمیہ	علی آل الرسول صلوۃ ربی	ولعنتہ لتلک الجاہلیہ

ہم جب کسی مجلس میں جناب علی مرتضیٰ حضرت فاطمۃ الزہرا اور سبطین رسول امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کا ذکر کرتے ہیں تو بعض لوگ ان بزرگواروں کے سوا اور لوگوں کا ذکر کرنے لگتے ہیں یقین جان لو کہ یہ لوگ قوم سلقلقیہ ہیں ہم جب ذکر جناب علی مرتضیٰ اور آپکے صاحبزادوں کا کرتے ہیں تو ہمیشہ روایات عالیہ ہمارے پیش نظر رہتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ اے قوم ان باتوں کو جانے دو اور ان کو نہ سنو کہ حدیثیں رافضیوں کی ہیں۔ پس ہم ایسے لوگوں کی بیزاری خدا سے چاہتے ہیں جو محبت فاطمہؑ کو رفض جانتے ہیں اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور اس فرقہ جاہل پر لعنت ہو۔

حافظ جمال الدین الزرندی امام شافعی کے یہ اشعار تحریر فرماتے ہیں۔

قالوا ترفضت قلت کلا	ما الرفض دینی ولا اعتقادی	لکن تولیت غیر شک
خیر امام و خیر ھاد	ان کان رفضا حب الٰ محمد	فانی رفض العباد

لوگ پوچھتے ہیں کہ شافعی رافضی ہو گیا۔ ہم ان سے کہتے ہیں کبھی نہیں۔ نہ رفض ہمارا دین ہے نہ ہمارا اعتقاد لیکن اس میں شک نہیں ہم تمام ہادیوں سے بہتر ہادی اور تمام اماموں سے بہتر امام کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اگر حب آل محمد کا نام رفض ہے تو ہم تمام خلق سے زیادہ رافضی ہیں۔

امام بیہقی نے اس شعر کو بھی امام شافعی کی تصنیفات سے بتلایا ہے۔

ان کان رفضا حب آل محمد	فلیشھد الثقلان انی رافضی

اگر حبِ آلِ محمدؐ ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ ہم رافضی ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب ینابیع المودۃ امام قندوزی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۹۶۔

وفاتِ رسولؐ سے لیکر وفاتِ امام حسن علیہ السلام تک کے حالات

اس تمہیدی فضائل و مناقب کے باب سے پہلے ہم جناب امام حسین علیہ السلام کی سیرت کے مخصوص واقعات آپ کے روزِ ولادت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزِ وفات تک لکھ چکے ہیں۔ اب ہم اپنے اسی قدیم سلسلہ کو پھر آغاز کرتے ہیں۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے اہلِ اسلام کو ان بزرگواروں سے کوئی زندہ تعلق باقی نہیں رہا۔ شوریٰ کے انتظام نے سلطنت کے تمام اختیارات کو آلِ محمدؐ کے مقدس سلسلہ سے منتزع کر کے مجلسِ شوریٰ کے بنائے ہوئے امیر کے سپرد کر دیئے اسی وقت سے ان حضرات کو اسلامی سلطنت کے تعلقات سے قطعی جدائی اور بے سروکاری ہو گئی اہلِ اسلام کی طرف سے اب بھی یہ امید کیجاتی تھی کہ معاملاتِ ملکی ہی کے متعلق انکی جانب سے ناتوجہی اور نارسائی ظاہر کر کے بس کیجائیگی اور روحانی اور دینی ضرورتوں میں ان کی متابعت۔ اطاعت اور اقتدا ضرور کیجائیگی ہدایات وارشادات۔ واجبات اور سنن کی کلی ضرورتوں میں ان کے حکم و احکام سے پورا استفادہ حاصل کیا جائیگا۔ اور پولیٹکل اقتدارات کے منتزع کر لینے کے بعد۔ انتظام شوریٰ کے پیرو ملکی اور اسپریچوئل اختیارات ضرور قائم رکھینگے۔ جو منجانب اللہ ومنجانب الرسولؐ ان کے لیئے تفویض فرمائے گئے ہیں۔

مگر افسوس۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ دنیاوی اختیارات مل جانے کے بعد دینی ضروریات پر کوئی توجہ نہیں کی گئی اور صحبتِ رسولؐ کے حصولِ سعادت کو تمام دینی اور دنیاوی فضیلتوں کا مجموعہ سمجھ کر اسی طریقہ کے لوگوں کو دینی ضروریات کا مرکز انتہائی سمجھا گیا۔ اور انہیں کو پولیٹکل و اسپریچوئل اختیارات تسلیم کر دیئے گئے۔ اور آلِ محمدؐ کے مقدس سلسلہ سے بالکل قطع تعلق اختیار کیا گیا۔ اور عام مسلمانوں کی طرح سلطنت کا دست نگر بنا کر حسرت و ناکامی اور محض گمنامی کی حالتوں میں بسر کرنے کے لیئے چھوڑ دیئے گئے۔ یہ حقیقی کریم النفس اور مستغنی المزاج بزرگوار بھی تقاضائے اسلام کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھکر اپنے کمالِ استغنا اور عالی ہمتی سے۔ اہلِ اسلام کی ان تغیر پذیر حالتوں کو دیکھا کئے اور رنجیدہ ہوئے اور اس زمانہ کے موجودہ رئیس اہلبیتؑ نے اپنے گذشتہ رأس الرئیس اہلبیتؑ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیتوں پر عمل فرما کر پورا سکوت اختیار کیا۔ اور تمام امور سے دست بردار ہو کر ایسا خانہ نشین ہو بیٹھا کہ اُس کا رہنا اور نہ رہنا مدینۃ النبیؐ میں مشکل سے دریافت ہوتا تھا ؎

اما سے کہ روز وفات پیمبر   خلافت گزار دبہ ماتم نشستند

اِس سلسلہ کی جلد اوّل میں ہم جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خانہ نشینی کے حالات کو پوری تفصیل کے ساتھ لکھ آئے ہیں۔ بہرحال انتظام شوریٰ کے ہوتے ہی خاندان ہاشم۔ جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں خاندان ابراہیمؑ اور دودمان اسمٰعیل علی نبینا وعلیہما السلام کا سرمایۂ ناز بنا ہوا تھا۔ اور تمام قریش ہر وقت اور ہر موقع پر اِن کی شرافت۔ جلالت اور وجاہت کو اپنا معیار اور اُن کے رئیس قبیلہ کو اپنا پیشوا اور سردار سمجھتے چلے آئے تھے۔ اب اپنے پورے عروج اور کمال کے بعد افسوس تو یہ ہے کہ انہیں کی خودغرضی اور نفسانیت کے ہاتھوں جنکو اُسنے حضیض ضلالت سے نکالکر ترقی کے عرش الکمال تک پہنچایا تھا۔ اسپنے انتہائے زوال تک پہونچ گیا اور ایسا ضعیف کمزور اور نارساں ہو گیا کہ ان میں اور عام فقرائے مدینہ میں مشکل سے امتیاز ہوتا تھا۔

ہماری کتاب کے دیکھنے والوں کو ضرور افسوس ہو گا کہ ابھی چند روز پیشتر حیات رسولؐ کے زمانہ میں انکی توقیر و تعظیم کیا تھی اور اب کیا ہو گئی۔ یہ وہی بزرگوار ہیں۔ جن کے فضائل ومناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے برابر سُنے جاتے تھے۔ یہ وہی حضرات ہیں۔ جنکی محبت تمام اہل اسلام پر واجب کی گئی تھی۔ یہ وہی ذوات عالیہ ہیں۔ جنکی اطاعت جزو ایمان اور ارکان اسلام بتلائی گئی تھی۔ یہ وہی مقدس بزرگوار ہیں۔ جو اپنی ذاتی شرافت وفضیلت کے اعتبار سے تمام لوگوں پر ترجیح رکھتے تھے۔ جن کا دوست خدا اور رسولؐ کا دوست جن کا دشمن خدا اور رسولؐ کا دشمن سمجھا جاتا تھا آج اُنہیں کے ساتھ کوئی ہمدردانہ سلوک نہیں کرتا اور اُنکی عظمت وجلالت کا کوئی نام لینا بھی نہیں چاہتا۔ اہل اسلام کی نا توجہی اور بے التفاتی نے اپنی خودغرضی کے آگے رسولِ خداؐ کی اس وصیت کو بھی بالکل بھلا دیا جو حضرت فاروق کے صاحبزادے عبد اللہ کی زبانی اوپر لکھی جا چکی ہے۔ اور جسکو بار دگر ہم یہاں بھی لکھے دیتے ہیں۔ عن ابن عمر آخر ما تکلم بہ النبیؐ احفظونی فی اہل بیتی

مذہبی۔ افسوس ہے کہ آل محمدؐ کے فضائل و مدارج کے ساتھ۔ اُنکے رئیس جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے حقوق خدمات بھی بھلا دئے گئے۔ جن کی وجہ سے بنائے اسلام تو قائم ہوئی اور بقائے اسلام کا یقین کیا گیا۔

بہرحال۔ ہم ابھی موجودہ نقشہ کو اپنی ضرورت سے زیادہ سمجھکر ختم کرتے ہیں۔ اور اپنے سلسلہ بیان کو

آگے بڑھاتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کا سن مشکل سے نو برس کا کہا جا سکتا ہے۔ جب جناب رسولخدا نے رحلت فرمائی۔ اُسوقت سے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خانہ نشینی کے پورے زمانہ تک آپکے حالات پر کبھی پردہ ہے۔ اس مدت میں ان حضرات کے مشاغل خاصکر علم الحدیث علم القرآن احکام شریعت اور دیگر دینیات اور روحانی تعلیمات کے طریقوں کی تدوین اور ترتیب تھی۔ ان کے سوا ان حضرات کے کوئی دوسرے مشاغل معلوم نہیں ہوتے۔

خلافت اولی میں کوئی واقعہ امام حسینؑ کے متعلق نہیں ملتا۔ جسکو ہم اپنے موجودہ سلسلۂ مضامین میں درج کرتے۔ خلافت ثانیہ کے دور دورے میں دو واقعے ہمارے پیش نظر ہیں جن کو ہم اپنے موجودہ سلسلہ میں درج کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ان واقعات سے بھی ان حضرات کا کوئی خاص تعلق کسی مقاصد اسلامی سے نہیں پایا جاتا اور نہ ان سے کسی ملکی ضرورت کا تو ثابت ہوتا ہے اور نہ فرمانروائے عہد کی کوئی توجہ اور التفات ظاہر ہوتی ہے۔ ہاں جو کچھ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے وہ ان حضرات کے وہی فضائل و مناقب جو منجانب اللہ اور منجانب الرسولؐ انکو تفویض فرمائے گئے تھے۔ چنانچہ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں یہ واقعہ درج ہے۔ عن عبید بن حنین قال حدثنی الحسینؑ قال اتیت عمر و هو یخطب علی المنبر فصعدت الیہ فقلت انزل عن منبر ابی واذهب الی منبر ابیک فقال عمر لم یکن لابی منبر فاخذنی فاجلسنی معه اقلب حصی بیدی فلما نزل انطلق بی الی منزله فقال من علمك فقلت والله ما علمنی احد قال فاتیته وهو خال بمعاویة وابن عمر فی الباب فرجع فرجعت معه فلقینی بعد ذالك فقال لما رأیتك قلت یا امیر المومنین انی جئت وانت خال بمعویة مع ابن عمر فقال انت احق من ابن عمر۔ مسند صحیح عند الخطیب۔ عبید بن حنین کہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام مجھے بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر کے پاس گیا وہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے اوپر چڑھکر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اُتر جا اور اپنے باپ کے منبر پر جا بیٹھ۔ عمر نے کہا کہ میرے باپ کا منبر نہیں ہے۔ یہ کہکر مجھکو پکڑ کر اپنے پاس منبر پر بٹھلا لیا میں اوپر بیٹھا رہا۔ اور کنکروں کو ادھر اُدھر لوٹ پوٹ کر رہا تھا۔ جب وہ منبر سے اُترے مجھکو اپنے ساتھ اپنے گھر لیگئے اور مجھسے پوچھا کہ یہ بات تمکو کس نے سکھائی ہے؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے کہا قسم خدا کی مجھکو کسی نے نہیں سکھائی۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں پھر آپکے پاس گیا وہ معاویہ کے ساتھ خلوت کر رہے تھے اور ابن عمر دروازہ پر تھے۔ پس ابن عمر لوٹ پڑے اور میں بھی اُنکے ساتھ لوٹ پڑا پھر اسکے بعد

عمر مجھ سے ملے اور کہنے لگے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ہم تمہارے پاس آئے تھے تم معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے۔ پس میں ابن عمر کے ساتھ لوٹ گیا۔ وہ کہنے لگے تم ابن عمر سے زیادہ حقدار تھے۔

اس واقعہ سے فضیلت اور حقیت امام حسین علیہ السلام کی دونوں پورے طور سے ثابت ہوتی ہیں مگر ان دونوں بحثوں کو اس مقام سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسلئے ہم اسکی تفصیل سے قطعی دست بردار ہو کر دوسرے واقعہ کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

عن ابن عباسؓ لما فتح اللہ المدائن علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی ایام عمر امر عمر بالانطاع فبسطت فی المسجد فاول من بدء الیہ الحسن علیہ السلام فقال یا امیر المومنین اعطنی حقی مما افاء اللہ علی المسلمین فقال عمر بالوجب والکرامۃ فامر له بالف درهم ثم انصرف فبدء الیه الحسین علیه السلام فامر له بالف درهم ثم انصرف فبدء الیه عبد الله ابن عمر فامر له بخمسمایة درهم فقال له یا امیر المومنین انا رجل مشتد اضرب بالسیف بین یدی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم والحسن والحسین علیهما السلام طفلان یدرجان فی سکک المدینة تعطیهما الف الف درهم وتعطینی خمسمایة قال عمر نعم اذهب فاتنی باب کابیهما و ام کامهما وجد کجدهما وجدة کجدتهما وعم کعمهما وعمة کعمتهما وخاله کخالهما فانک لا تنیئ بها اما ابوهما فعلی مرتضی علیه السلام وامهما فاطمة الزهراء وجدهما محمد مصطفی صلی الله علیه و آله وسلم وجدتهما خدیجة الکبری وعمهما جعفر ابن ابیطالب وعمتهما ام هانی بنت ابی طالب وخالتهما رقیه وام کلثوم بنت رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم وخالهما ابراهیم ابن رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب عمر کی خلافت میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب پر ملک مدائن کو فتح کیا۔ عمر نے غنیمت کے مال کی تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ میرا حق مجھے دیا جاوے۔ عمر نے کہا کہ بزرگی اور کرامت سے۔ پھر عمر نے ان کے لئے ہزار درہم دئے جانے کا حکم دیا۔ اُن کے واپس جانے کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو عمر نے ان کے لئے بھی ہزار

درہم دیے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ بھی لوٹ گئے۔ تو عبداللہ ابن عمر انکے پاس آئے تو عمر نے ان کو پانچسو کا حکم دیا۔ عبداللہ ابن عمر کہنے لگے یا امیرالمومنین میں مضبوط آدمی ہوں۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تلوار سے لڑتا تھا۔ اور امام حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام اسوقت لڑکے تھے اور مدینہ کے بازاروں میں کھیلا کرتے تھے آپ نے انکو ہزار ہزار درہم اور مجھکو پانچسو درہم دیے ہیں۔ عمر کہنے لگے چلے جاؤ۔ انکے باپ جیسا باپ لاؤ۔ انکی ماں جیسی ماں۔ انکے دادا ایسے دادا۔ ان کی دادی ایسی دادی۔ اور انکے چچا جیسے چچا۔ انکی پھوپی جیسی پھوپی۔ انکے ماموں جیسے ماموں۔ انکی خالہ جیسی خالہ۔ تو ہرگز نہیں لاسکیگا۔ قسم خدا کی۔ ان کا باپ علی مرتضے علیہ السلام۔ ان کی ماں فاطمہ الزہرا علیہا السلام۔ انکے جدامجد محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکی جدہ جناب خدیجۃ الکبرے سلام اللہ علیہا۔ ان کے چچا جناب جعفر طیار علیہ السلام اور ان کی پھوپی ام ہانی بنت ابی طالب علیہ السلام۔ انکی خالہ رقیہ اور ام کلثوم آنحضرتؐ کی بیٹیاں اور ان کے ماموں جناب ابراہیم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔

ایک اور واقعہ اس خلافت کے تذکرہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق پایا جاتا ہے جسکو ہم تاریخ دمشق کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

فی تاریخ دمشق ان الناس کرروا الاستسقاء عام الرمادۃ سنۃ سبع عشرۃ من الھجرۃ فلم یسقوا فقال عمر ابن الخطاب لاستسقین غدا بمن یسقی اللہ بہ فلما اصبح غدا عند العباس وقال لہ اخرج حتی نستسقی اللہ بک قال العباسؓ یا امرا قعد فی بیتہ فارسل الی بنی ھاشم ان یطھروا ویلبسوا من صالح ثیابھم فاتوہ فاخرج طیبا فطیبھم ثم خرج العباسؓ وعلی امامہ والحسن علیہ السلام عن یمینہ والحسین علیہ السلام عن یسارہ وبنو ھاشم خلف ظھرہم وقال یا عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتوا المصلی فوقفوا ثم العباسؓ حمد اللہ واثنی علیہ فقال اللھم انک خلقتنا وعلمت ما نحن عاملون بہ قبل ان تخلقنا فلم یمنعک علمک بحالنا عن رزقنا اللھم کما تفضلت علینا فی اولہ فتفضل علینا فی اٰخرہ وقال جابر فما تم دعاءہ حتی سحب علینا سحاب وما وصلنا الی منازلنا الا بللنا من المطر

تاریخ دمشق میں ہے کہ ایکبار قحط کے زمانہ میں لوگوں نے کئی مرتبہ دعائے استسقا پڑھی مگر پانی نہیں برسا۔ تب عمر ابن خطاب نے کہا کہ کل میں تم کو سیراب کرونگا اس طرح کہ خدا انکو سیراب کریگا

پس صبح کو عمر حضرت عباسؓ کے پاس آئے - حضرت عباس نے کہا کہ تم گھر جاؤ اور کسی کو بنی ہاشم کے پاس بھیجو اور یہ کہلا بھیجو کہ آپ لوگ پوری طہارت فرما کر اور لباس پاکیزہ پہنکر باہر تشریف لائیں اور تم بھی اُنہیں کی طرح پاک و پاکیزہ رہو۔ پس جناب عباس ابن عبد المطلب باہر اس طرح تشریف لائے کہ جناب امیر علیہ السلام اُن کے آگے امام کی جگہ تھے - اور جناب امام حسن علیہ السلام اُنکی داہنی طرف اور جناب امام حسین علیہ السلام اُنکی بائیں طرف تھے - اور دیگر حضرات بنی ہاشم اُن کے پیچھے تھے - تب حضرت عباسؓ نے خلیفہ عصر کو مخاطب کر کے کہا کہ اے عمر غیر لوگوں کو ہمارے شامل ہونے دیجیو - پس یہ کہکر یہ حضرات مصلّے پر تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے - پس حضرت عباسؓ نے خدا کی حمد کی اور اُسکی ثنا بیان کی - پھر فرمایا اے میرے پروردگار ہم سب تیرے بندے ہیں تو جانتا ہے کہ ہم لوگ جو کرتے ہیں تو ہماری خلقت کی حالتوں کو اُسی وقت سے جانتا ہے جس وقت سے ہم اپنی خلقت کی حالتوں کو کچھ بھی نہیں جانتے تھے - پروردگارا جس طرح تو نے ابتدا میں ہم کو فضیلت دی اُسی طرح آخر میں بھی عنایت کر - جابر کہتے ہیں پس ایک ابر ہم پر چھا گیا اور ہم لوگ اپنے گھر پہنچے - مگر اس حالت میں کہ پانی سے بالکل بھیگ گئے تھے -

ان تینوں واقعات سے ان بزرگواروں کی کمال افضلیت اور حقیقت پورے طور سے ثابت ہو گئی خصوصاً اس اخیر واقعے نے تو ان حضرات کی ترجیح علی الفضائل کو کالشمس فی نصف النہار ظاہر و آشکار کر دیا - خلیفہ عصر نے - اگرچہ اپنی ناواقفی اور بے اتفاقی کے باعث اکثر بار اپنی ایسی ناگزیر اور مجبوری کی حالتوں میں بھی ان سے کسی قسم کے توسل رکھنے کا عار گوارا کر کے ناپسند فرمایا - اور حضرت عباس کو کبرسنی کی وجہ سے بنی ہاشم میں منتخب فرما کر اپنے انجاح مطالب کے لیے کافی سمجھا اور اُنہیں سے اپنی استدعا رجوع کی - مگر اُن کو اُسی وقت اپنے اس انتخاب کی غلطی بھی معلوم ہو گئی - اور انہوں نے بخوبی سمجھ لیا کہ ان حضرات کی معرفت حاصل کرنے میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے یہ فضائل و مناقب عطایائے ربانی سے پورا تعلق رکھتے ہیں نہ قیاس و آرائے انسانی سے خلیفہ ثانی نے - بہرحال اپنے قیاس پر اعتبار کر کے حضرت عباسؓ کو اپنے کشود کار کے لیے کافی سمجھ لیا مگر فوراً ہی اُن کو اپنی غلط فہمی ثابت بھی ہو گئی - اور انھوں نے دیکھ لیا کہ حضرت عباسؓ کی کبرسنی اپنے مقام پر رہ گئی اور آپ کی مقدس جماعت کا آخر کار وہی امام اور وہی پیشوا بنا جو ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کے سامنے - منجانب اللہ تمام اہل اسلام کا امام اور سردار تسلیم ہو چکا تھا - جسکے فرق نورانی پر اُسی من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی دستار فضیلت رکھی

یہی وہ بزرگوار ہیں جو عرش خدا کے گوشوارے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ہیں۔ اگر خلیفۃ الزماں کا قیاس صحیح ہوتا تو جناب عباسؓ ایسے مخصوص موقع پر اپنی افضلیت کی منصب کو اپنے سے کم سن لوگوں کے مقابلہ میں نیچا نہیں ہونے دیتے اور اگر خلیفۂ عصر کے ایسا ان حضرات کے درجہ میں اپنے آپ کو وہ بھی شامل جانتے تو کبھی جناب امیر علیہ السلام کو اپنے آگے اس جماعت کا امام نہ بناتے۔ اس ترتیب سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عباس اپنے اور ان حضرات کے فرق مابہ الامتیاز کو اچھی طرح جانتے تھے اسی وجہ سے وہ خلیفہ کی ان قدردانیوں کو کچھ بھی خیال میں نہ لائے اور اپنے لیے وہی طریقہ اختیار فرمایا جس طریقۂ حقہ پر وہ متمسک تھے اس میں شک نہیں کہ جناب عباسؓ کو اپنے شروع اسلام لانے کے وقت کچھ تو آنحضرت صلعم کے عم نامدار اور کچھ باقی ماندہ اولاد عبدالمطلب اور زیادہ سقایۃ الحاج ہونے کے ظاہری منصب نے ان فضائل و مناقب منصوصہ کا یوں ہی سا امیدوار بنا دیا تھا مگر پھر وحی ربانی اور کلام یزدانی ان کی تشفی کے لیے۔ آیۂ وافی ہدایہ اجعلتم سقایۃ الحاج والعمارۃ المسجد کے مفہوم میں نازل ہوا۔ اور اسی سے ان کے خیالات کی کامل اصلاح ہو گئی۔ اور اُسی دن سے حضرت عباسؓ نے جناب علی مرتضیٰؑ اور ان حضرات مقدسہ کے فضائل و مناقب کے متعلق یقین کر لیا کہ ھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ایسے ظاہری اور کھلے ہوئے علو درجات کو جو معتقدانہ اصطلاحات میں ضرور اعجاز و کرامات تھی۔ دیکھ کر یقین کیا جاتا تھا کہ خلیفۂ عصر اب بھی ان حضرات کی طرف کوئی خاص توجہ فرمائیں گے۔ مگر نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ دنیا اپنی غرض کی طلبگار ہے جب غرض نکل گئی تو غیروں کی مطلب برآری اور کشود کاری سے کیا سروکار

خلافتِ ثانیہ میں بنی اُمیہ کی پرورش اور قوت کا آغاز

بہر حال یہ تین واقعے ہم کو اس خلافت کے زمانہ میں ایسے ملے ہیں۔ جنکو کسیقدر ہمارے موجودہ سلسلۂ بیان سے تعلق ہے۔ مگر بہت بڑے اہم اور ضروری مسئلہ کی اصل بھی۔ جو ہمارے مدعائے تالیف سے پورا اور مخصوص تعلق رکھتی ہے۔ اسی زمانہ میں قائم ہوئی ہے۔ وہ بنی اُمیہ کا بار دیگر قوت پانا اور اُن کو سلطنت ملنا ہے۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ اُس منتقم حقیقی نے ابوسفیان رئیس بنی امیہ کو اسکی تمام ناکامیابیوں کے بعد ثابت کر دیا کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ حق قایم ہو گیا اور ناحق اُٹھ گیا۔ اور ناحق تمام اُٹھنے والا ہے۔ اسلام کی تمام

تاریخوں سے یہ امر ثابت ہے کہ قبیلہ بنی امیہ اسلام کی خلاف کوششوں میں ناکامیاب
رہکر ایسے گئے گزرے ہوگئے تھے کہ ان کے پھر سنبھلنے کی بہت کم امید کیجاتی تھی۔
انکا تمام سرمایہ لٹ چکا تھا۔ انکی قوتیں زائل ہو چکی تھیں۔ اب نہ ان میں کوئی زور رہا تھا
اور نہ کوئی قوت۔ ان کے ضعف اور کمزوری کی یہ حالت پہنچ گئی تھی کہ ان کی مردہ
حالتوں کو دیکھکر کسی کو یہ امید نہیں تھی کہ ان میں پھر کبھی جان آئیگی۔ اور پھر بھی کسی قابل ہو سکینگے
جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جو مصیبتیں اٹھائیں وہ انہی کے ہاتھوں
کے کرتوت تھے۔ انکی ایذا رسانیاں۔ ان کے مظالم اور ان کی بدکاریاں۔ تاریخ کے ایسے
معتبر اور سچے واقعات ہیں جو ہر وقت تمام اہل اسلام کے پیش نظر ہیں وہ ایسے
معمولی حالات نہیں ہیں جو کسی کے چھپائے چھپیں یا کسی کے مٹائے مٹیں۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامل آٹھ دس برس تک سخت سے سخت شدائد اور مصائب
اٹھا کر ان کی قوتوں کو توڑا تھا۔ اور ان کو ایسی حالتوں پر پہنچا دیا تھا کہ پھر اس قوم کو سر
اٹھانیکی مطلق جرأت باقی نہیں رہی تھی۔ اور ان روز کے لاگو۔ پہلو کے دشمنوں کو ایسی
فاش شکست پہنچائی تھی کہ وہ پھر اپنے کسی اغراض کی طرف۔ اسلام کے خلاف ہو کر اپنی
حرص وطمع کے لمبے لمبے ہاتھوں کو نہ بڑھا سکے۔ اس ضدی۔ ہٹ دھرم اور اپنے
انکار پر ہمیشہ اصرار کرنیوالی قوم کو آخرکار اس نتیجہ تک پہنچا دیا کہ فتح مکہ کے بعد آخر سب
کے سب۔ طوعاً وکرہاً مرتا کیا نہ کرتا۔ اسلام کے برائے نام مطیع بھی ہوئے تو ایسے کہ
یقولون بالسنتہم ولیس فی قلوبہم حصول غنیمت کے آئندہ امیدوں کو اپنی بسر اوقات
کا ذریعہ سمجھکر کسی نہ کسی طرح وہ گروہ مسلمین میں شامل اور طائفہ مؤلفۃ القلوب میں داخل ہوئے
اس نام کے اسلام لانے والے گروہ مؤلفۃ القلوب اور اسکے رئیس قبیلہ ابو سفیان کی اسلام
اور ایمان کی پوری کیفیت ہم اس سلسلہ کی دونوں جلدوں میں (نمبر ۱ تا نمبر ۲) بالتفصیل
تمام علمائے متقدمین کے اقوال سے قلمبند کر چکے ہیں۔ غرض اس قبیلہ کے لوگ ہمیشہ سے
ضعیف الایمان اور ناقص الاسلام رہے۔ تاریخ وسیر کی کتابیں ثابت کر رہی ہیں کہ اس قبیلہ کے رئیس
ابو سفیان جبتک زندہ رہے سلطنت دنیاوی پر ویسے کے ویسے ہی حریص بنے رہے۔ خیر کہ جب
حضرت عثمان سریر خلافت پر متمکن ہوئے تو یہ زندہ تھے بنی امیہ کے ہاتھوں میں نام سلطنت دیکھکر خوشی کی انتہا آپے
میں نہ رہے اور اپنی مسرت دلی کی پوری تصویر جو کلمات میں جو کچھ ارشاد کیا وہ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ چکے ہیں جس کی نقل

تصدیق اسلام اور معرفت خیر الانام کی کامل خبر ملتی ہے۔ بہر حال جس قوم کے اس الرئیس کے ارتداد کی یہ کیفیت ہو وہ کس طرح حدود شریعت کے اندر سمجھی جائیگی۔

ابو سفیان کے بعد۔ معاویہ کے تفصیلی حالات بھی جلد اول اور دوم میں مندرج ہو چکے ہیں اُن کے کسی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اتنا بیان کر کے ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ اسلام کے ایسے دشمن قبیلہ اور ایسی عہد شکن قوم کو حضرت عمر ابن الخطاب کے زمانہ میں پوری قوت ملگئی اُسکی تفصیلی کیفیت یہ ہے کہ۔ انتظام شوریٰ کے انعقاد سے اُنہوں نے بھی اپنا اختلاف ظاہر کیا تھا۔ اور چونکہ یہ قوم ہمیشہ سے مخدوش خیال کی جاتی تھی۔ اسلئے حفظ مملکت کے اعتبار سے۔ خلیفہ عمر نے محاصرۂ شام کے وقت یزید ابن ابو سفیان کو اپنی فوج کی سپہ سالاری عنایت فرمائی۔ یزید ابن معاویہ نہ کچھ ایسے بہت بڑے شجاع اور دلیر عرب میں مشہور تھے اور نہ اُمور سیاسی میں اُنکی لیاقت و استعداد پر اتفاق تھا جسکی خصوصیت سے اس محاصرہ کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ جو غرض اس انعقاد سے تھی وہ صرف قوم بنی امیہ کی دلجوئی اور خاطر داری۔ جو صرف بنی ہاشم سے ملکر نہ کوشش کرنیکی ضرورت سے عمل میں لائی گئی تھی۔ کیونکہ شوریٰ کے بے بنیاد انتظام کو جس قدر بنی ہاشم کی حقداری سے خوف تھا اُسیقدر بنی امیہ کی عیاری اور مکاری سے بھی شبہہ لگا ہوا تھا۔ ابو سفیان نے جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کو اپنے حصول حقوق کے لیے موجودہ انتظام خلافت سے مقابلہ کرنے کی پوری صلاح دیدی تھی۔ عام اس سے کہ اُس صلاح پر جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام نے کوئی توجہ فرمائی یا نہیں۔ یہ اور بات ہے۔ مگر اُنکی چھپی ہوئی نیت۔ طمع اور قساوت تو منتظمان خلافت کو کماحقہ معلوم ہوگئی کہ یہ لوگ اپنی گوں کا وقت پاکر اور بنی ہاشم کے طرفدار بنکر بنی ہاشم کو موجودہ انتظام کے خلاف اُبھارنا چاہتے ہیں اور اصلی دعویداران خلافت کی آڑ میں یہ خانہ برانداز قوم۔ اسلامی سلطنت کو اپنا شکار بنانا چاہتی ہے۔ خلافت کے موجودہ منتظمین کو بنی ہاشم کی قناعت پسند اور مستغنی طبیعتوں سے تو پورا اطمینان تھا اور وہ یقین کلی کر چکے تھے کہ یہ حضرات موجودہ انتظام خلافت میں کسی پوشیدہ مخالفت۔ دغا بازی۔ مکاری یا فدعہ سے ہر گز کام نہیں لینگے۔ وہ قانع ہیں تو حد درجہ کے مستغنی المزاج ہیں تو کمال پایہ کے اُنکی پاک طبیعتیں۔ مکر۔ دغا اور کسی دنیاوی خدعہ کا لگاؤ نہیں ہے۔ اور نہ اُن کی مقدس فطرتوں میں ایسی اخلاقی کمزوریوں کا ظاہر کرنا قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔ اُنکو دنیا کی مکارانہ سازشوں سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ کسی مخالفانہ مکاری اور حرفت سے واسطہ خلافت کے

موجودہ منتظمین بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے طبعی اختلاف سے خوب واقف تھے۔ اسلئے بنی ہاشم کی طرف سے تو وہ مطمئن ہو گئے۔ مگر بنی امیہ کی چالوں کی طرف سے اُن کو اطمینان نہ ہو سکا تو آخر کار حفظ سلطنت کی ناگزیر ضرورت کی وجہ سے۔ ان کی دلجوئی اور تالیف قلوب ضروری سمجھی گئی سب سے زیادہ ضرورت جو ان کی تالیف پر اصرار کرنے لگی۔ وہ خلافت اولیٰ میں عرب کے مختلف قبیلوں کا بگڑ جانا تھا۔ جیسا کہ تاریخوں سے ظاہر ہے۔ باعتبار قبائل کے بنی اُمیہ کا قبیلہ بھی عرب کے بڑے قبیلوں میں تھا۔ اگرچہ مخالفت اسلام کی وجہ سے اسکی مٹی خراب ہو گئی تھی اور اسکی تمام قوتیں بیکار ہو چکی تھیں۔ مگر ان کی تعداد و شمار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا ممکن تھا کہ وہ اپنے اختلاف کی وجہ سے اہل عرب کی موجودہ طائف الملوکی کے رنگ دیکھکر اپنی قوم میں کسی تازہ مخالفت کا سامان کریں اور آپس میں اتفاق کر کے خلافت کے موجودہ انتظام کو درہم برہم کریں۔ ان کی مکار طبیعتیں۔ ان کی دغابازانہ حرکات۔ ان کے مکارانہ اور عیارانہ رفتار کردار۔ ان تمام امور کے امکان کا کامل طور سے یقین دلا رہی تھیں۔ بنی اُمیہ کا اختلاف۔ خلافت کے لئے اس وجہ سے زیادہ تر مضر ثابت ہوتا تھا کہ ان کا قبیلہ خاص مدینہ میں بستا تھا۔ اسوقت عرب میں علی العموم جو شورش پھیلی ہوئی تھی وہ بیرونجات میں۔ مکہ میں۔ یمن میں۔ حضر موت میں غرض ایسے مقاموں میں جو دار الحکومت اسلامیہ سے فاصلہ پر واقع تھے۔ ایسی حالت میں اگر بنی امیہ کا قبیلہ مدینہ ہی میں بیٹھے بیٹھے کسی مخالفت کی شاخ نکالتا تو پھر خاص تختگاہ خلافت کی انتظامی حالتوں میں بہت بڑی خرابی اور بدنظمی پڑ جاتی۔ انہیں مجبوریوں پر اچھی طرح غور کر کے منتظمین خلافت نے اس قبیلہ کی روک تھام اور ان کی ناپیدا سابق کے زخموں کے التیام کو مناسب اور مصلحت سمجھا۔ ان کی دلجوئی اور خاطرداری اعلےٰ پیمانہ پر ظاہر کی گئی اور زر و مال تالیف سے ان کے دل کے بہتے ہوئے آنسو پونچھے گئے۔ اس طرح کہ محاصرۂ شام کیوقت۔ ابو عبیدہ جراح کی کمک میں ابوسفیان کے بڑے صاحبزادے یزید ابن ابوسفیان جنپر آنحضرت لعنت کر چکے تھے (ملاحظہ ہو حدیث۔ لعن اللہ علی راکبہ وقاعدہ الخ) سات ہزار فوج جرار کے ہمراہ۔ دمشق کی طرف روانہ فرمائے گئے۔

اتفاق سے ابوسفیان کے ایسا جہاں دیدہ اور کہنہ مشق تجربہ کار۔ جو سالہا سال افواج مشرکین کا سپہ سالار رہ چکا تھا۔ اور ایکبار نہیں کئی بار۔ مہاجر و انصار کی موجودہ جماعت کو اپنی جنگی لیاقتوں کے ثبوت پہنچا چکا تھا۔ اسوقت اپنی کبر سنی اور کہولیت کے باعث اندھے ہونے کے قریب

پہنچ گیا تھا۔ اگر وہ کسی طرح کام کرنیکے لائق ہوتا تو ہمکو یقین تھا کہ منتظمین خلافت اس محاصرہ کے خدمات
کے لیے ایسے تجربہ کار اور کارکردہ سپہ سالار کے مقابلہ میں یزید کے ایسے ناتجربہ کار اور بھدی کے
تعیین کو منظور نہ کرتے۔ بہرحال یزید ابن ابوسفیان کے امیر لشکر مقرر ہونیکو بنی امیہ کے بار دیگر عروج
اور اقتدار کا پہلا زینہ سمجھنا چاہیئے۔ محاصرۂ دمشق کے تمام ہو جانیکے بعد جب اُدھر کا علاقہ
قلمرو اسلامی میں شامل کر لیا گیا تو انہی مصالح پر نظر کرکے ابوعبیدہ کے بعد خلیفہ عمر نے دمشق
کی حکومت انہی کے سپرد فرمائی۔ پھر کیا تھا بنی امیہ نے منہ مانگی مراد پائی۔ یزید دو برس
یا اس سے زائد وہاں حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد مر گیا۔ اس کے مر جانیکے بعد عمر ابن خطاب
نے اسکی جگہ اسکے چھوٹے بھائی معاویہ ابن ابوسفیان کو عنایت فرمائی لیجیے اب تو یہ کڑوا
کریلا نیم چڑھ گیا۔ بنی امیہ کی امیدوں کی لگاتار شاخیں چاروں طرف پھیلنے لگیں۔

معاویہ اور یزید کی طبیعتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اگر تھا بھی تو وہ صرف وقت اور زمانہ کا مقتضی
جو کسی طرح فرق مابہ الامتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ہم اس امر پر بحث کریں کہ یزید بھی امیر شام تھا
اور معاویہ بھی ایک ہی قوم اور ایک ہی باپ ابوسفیان کے بیٹے تو پھر یزید کے ایام حکومت
میں وہ شکایتیں کیوں واقع نہ ہوئیں جو معاویہ کے زمانہ میں بتلائی اور دکھلائی جاتی ہیں۔ تو
اسکے جواب میں ہم کہینگے یہ سوال عموماً وہی لوگ کرینگے جنہوں نے تاریخوں کو مطلق نہیں
دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یزید کی امارت و ثروت کا زمانہ محض ابتدائی تھا۔ ہر شے کی ترقی تدریج
ہوتی ہے نہ ایک بارگی۔ ترقی اپنے اختیار کی بات نہیں ہے کہ خیال کیا اور ہوگئی۔ جبتک کہ اُسکے
قرینے اور وسیلے مہیا اور فراہم نہ ہوویں۔ یزید کے وقت میں بنی امیہ کی حالتوں میں درستی
آچلی تھی اور برسوں کی بگڑی ہوئی صورتوں پر اقبال کی تھوڑی بہت رنگت نمودار ہو چلی
تھی۔ مگر وہ حالتیں ابھی ایسی قوی نہیں ہوئی تھیں جو کسی آزادی یا خودمختاری کا یقین دلا سکیں۔
یزید کا پورا زمانہ بنی امیہ کی حالتوں کی درستی میں گزرا۔ معاویہ کی امارت شروع ہوتے ہی
انکی حالتوں میں ترقی ہونے لگی۔ معاویہ نے بھی برادر نوازی اور اقربا پروری کے محاسن
کو پیش نظر رکھکر ان کی گئی گزری حالتوں کو ایک اعلیٰ اور وسیع پیمانے پر درست کرنیکا پورا ارادہ کر لیا۔
خلافت ثانیہ کے خاتمہ پر خلافت ثالثہ کا آغاز ہوا۔ حضرت عمر نے تعیین خلیفہ کا اصول جو انکے بعد
اپنے ایام حیات ہی میں مقرر کیا تھا وہ ایسا ہی انوکھا تھا جو نہ التعیین بالنص کہا جا سکتا ہے اور نہ
التعیین بالرائے سمجھا جا سکتا ہے۔ چھ آدمیوں کی ایک منتخب کمیٹی جسکے ممبر اپنی اپنی صورت ظاہری

کے اعتبار سے تو ضرور باہم مختلف تمیز کیے جا سکتے تھے مگر جب انکے باہمانہ تعلقات پر غور کی گہری نظر ڈالی جائے تو اُن میں سوائے ایک کے جو بنی ہاشم نہیں بلکہ تمام بنی ہاشم کا راس الرئیس تھا۔ اور سب (باقیماندہ پانچوں حضرات) اس شعر کے مصداق تھے سے

من کیم لیلا و لیلا کیست من ما دو روحیم آمدہ در یک بدن

المختصر عبد الرحمٰن ابن عوف نے جو اس خود غرض مجلس انتخاب کے پریسیڈنٹ تھے عثمان بن عفان کو جو بزرگان امیہ کی قدیم نسلوں کے یادگار تھے خلیفہ بناکر تخت امارت پر بٹھلا ہی دیا۔ اب بنی امیہ کے عروج و ثروت کے علانیہ اظہار کے لئے کونسی شے مانع تھی۔ آپ کے ایام حکومت میں بنی امیہ کی ترقیوں میں بڑے بڑے اضافے ہوئے۔ اس وقت تک ان کی تربیت اور درستی میں جو کچھ کمی رہ گئی تھی وہ نہایت سہولیت اور اطمینان سے پوری کرلی گئی۔

حضرت عثمان کو ہر طرح سے اپنا شفیق اور مہربان پاکر اپنی قوت و اختیار اور ثروت و اقتدار کے تمام ذریعے فراہم کرلیے۔ عثمان کی حکومت کے امتداد ایام نے بنی امیہ کے لئے سونے میں سہاگے کا کام کیا۔ اور اپنے گھر کے خلیفہ کا زمانہ انکے لیے کچھ ایسا سزاوار ہوا کہ اُسنے انکے لیے شام کی امارت بھی عطا کردی۔ اور آئندہ تمام جزیرہ نمائے عرب پر سلطنت کرنیکی بنیاد بھی قائم کردی اور تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عثمان نے سمجھ لیا کہ اسلام میں تمام محاسن اور مکارم کے جائز مستحق اگر ہیں تو بنی امیہ اب چاہے یہ انکی غلط فہمی ہو یا اپنے قبیلہ میں خلافت اسلامی کے تمام اختیار کے محدود رکھنے کی پالیسی۔ اسی لحاظ سے حضرت عثمان نے اپنے وقت میں بیت المال۔ لشکر سفارت۔ دیوان۔ صدقات۔ اور زکوٰۃ۔ قضا وغیرہ وغیرہ غرض جتنے جتنے صیغے اُس وقت تک ممالک اسلامی میں قائم تھے سب بنی امیہ کو تفویض فرمادیے۔ سلطنت اسلامی میں اس وقت جس طرف نظر اُٹھائی جاتی تھی تو بنی امیہ کی صورت دکھلائی دیتی تھی۔ والیان ملک تھے تو بنی امیہ۔ عامل صدقات تھے تو بنی امیہ۔ قاضی تھے تو بنی امیہ خطیب تھے تو بنی امیہ۔ واعظ تھے تو بنی امیہ خازن بیت المال تھے تو بنی امیہ۔ سپہ سالار لشکر تھے تو بنی امیہ۔ وزیر معتمد علیہ سلطنت تھے تو بنی امیہ۔ غرض ملک میں اُسوقت جو تھے وہ بھی بنی امیہ۔

جب ملک میں کوئی عہدہ باقی نہ رہا تو آخر کار ان لوگوں کو گرانبہا بیش قیمت تحفے۔ قیمتی جاگیریں اور گرانمایہ خلعت عنایت فرمائے گئے۔ یہاں تک تو نوبت پہنچادی کہ کسی کو کسی ملک

کا خراج معاف کر دیا گیا۔ کسی کو کسی زمین کی معافی لکھدی گئی کسی نے کسی ملک کے فتح کرنے کے صلے میں اُس فتح کے تمام اموال غنیمت اپنے نام لکھائیے۔ اِن حضرات میں سب سے اوّل مروان الحکم ہیں۔ جنکی نسبت اسلام اور اہل اسلام کی بربادی اور تباہی آج تک زبان حال سے یہ مصرع پڑھ رہی ہے کہ ع اے صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔ بہرحال۔ یہ وہ مروان الحکم ہیں جو مصطلحات علما و فضلا میں طرید رسول مشہور ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی ہدایت کے مطابق قبل کی دونوں خلافتوں میں یہ دس دس کوس مدینہ سے دور خارج البلد کیے گئے تھے حضرت عثمان نے جس آؤ بھگت سے اِن کو اپنے زمانۂ خلافت میں بلایا اور جیسے جیسے سلوک اِن سے کئے وہ تمام تاریخوں میں موجود ہیں تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح عبداللہ ابن سراج ولید ابن عقبہ۔ سعید ابن العاص۔ حارث ابن الحکم۔ عتبہ ابن ابوسفیان وغیرہ وغیرہ کو جیسے بڑے بڑے تھے۔ انعام اور جائزے عنایت فرمائے گئے وہ سب کو معلوم ہیں۔

مختصر حضرت عثمان کی ان مہربانیوں اور زرافشانیوں کی بدولت بنی امیہ کے پاس ایسی دولت جمع ہو گئی جو کبھی اُن کے خیال میں بھی نہ آئی ہوگی ہم ان لوگوں میں سے صرف عبدالرحمٰن ابن عوف کی دولت کی کیفیت جو انہوں نے اپنے مرنے کے بعد چھوڑی۔ خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی اصل عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں شاہ صاحب تحفۂ اثنا عشریہ کے کید پنجم میں تحریر فرماتے ہیں۔

وہمدریں اثنا عبدالرحمٰن ابن عوف کہ بالقطع مبشر بجنت و یکے از دہ یار بہشتی بود رحلت فرمود و مال فراواں گذاشت بحدیکہ بعد از اداے دیون و تنفید وصایاے او۔ چوں ترکۂ او را تقسیم نمودند۔ ثمن باقی اش بچہار زن او رسید بجملہ ان چہار یک را زیاد بر ہشتاد ہزار درہم در حصہ می رسید۔ چوں او را در مرض مطلقہ نمودہ بود تمام حصہ اش ندادند۔ بر ہشتاد ہزار درہم حصہ نمودند۔

قبیلۂ بنی امیہ میں سے ایک تن واحد کی مالداری کی یہ صورت ہے کہ اُس کی ایک زن مطلقہ نے اسی ہزار دینار پائے اور ایسی خاص حالت میں کہ مطلقہ ہونے کے باعث اُسکو پورا سہم شرعی نہیں دیا گیا۔ جب ایک زن مطلقہ نے۔ مصالحت خانگی کے ذریعہ سے۔ نہ عدالت کے تصفیہ سے اسی ہزار پائے تو اور دیگر ورثا نے جنہوں نے تقسیم شرعیہ کے طریق پر کامل حصے پائے ہونگے وہ کتنے ہونگے۔

ہماری کتاب کے ناظرین صرف اسی واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اور عمائد بنی امیہ کی عموماً

اور آل ابوسفیان کی دولت و ثروت کی کیا حالت ہوگی جو شام کے ایسے زرخیز اور سرسبز و شاداب علاقے کے موجودہ فرمانروا تھے۔ ان تمام دلیلوں سے قطع نظر کرکے ہمکو جو اس وقت اپنے سلسلۂ بیان میں قلمبند کرنا ہے۔ وہ صرف یہی ہے کہ ہم اس خلافت میں بنی اُمیہ کے عروج واقتدار اور قوت واختیار کی صحیح کیفیت اور سچی تصویر اپنے ناظرین کتاب کے سامنے پیش کردیں۔

ہم اپنی اس بحث میں اپنی طرف سے کچھ بھی لکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ایک ایسے محقق اور مورخ کی تحریر نقل کرتے ہیں جو اپنی جامعیت اور قابلیت کے باعث کچھ اپنی ہی قوم کا سرمایۂ ناز نہیں مانا گیا ہے۔ بلکہ تمام مسلمانانِ ہند کا باعث اعزاز بھی تسلیم ہو چکا ہے۔ رائٹ آنریبل مسٹر جسٹس سید امیر علی خاں۔ سی۔ آئی۔ ای۔ بالقابہ اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں بذیل تذکرۂ خلافت حضرت عثمان۔ بنی اُمیہ کے عروج واقتدار کی یہ کیفیت درج کرتے ہیں۔

اب ہم اُس تفرقے کے حسرتناک واقعات جس نے موجودہ اسلامی دنیا میں دو فرقے قائم کردیئے بیان کرینگے وہ عثمان کے ایام خلافت میں ظاہر ہوئے۔ حضرت عثمان کی سادگی اور نرم مزاجی نے اُن کو اپنے اقربا کے ہاتھ میں ہمیشہ ایک پچ جانے والا ہتھیار بنا رکھا تھا۔ چاروں طرف سے خلیفۂ عصر کو اُن کے بھوکے اقربا نے گھیر رکھا تھا۔ تمامی ملک اصلاح ڈھونڈھ رہا تھا مسلمانوں کی اس جماعت نے دنیا کی صورت کو سخت خوفناک بنا رکھا تھا۔ اگرچہ وہ اصلاح کے خواستگار تھے۔ اور تاہم دار الخلافت سے فیصلے کے منتظر تھے۔ مسٹر ڈاذری نے خلیفہ عثمان کے کیریکٹر کی بہت اچھی تصویر کھینچی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کی حیثیت ہرگز انتخاب کے قابل نہیں تھی یہ سچ ہے کہ وہ مالدار اور سخی آدمی تھے۔ اُنھوں نے اسلام کو اور حضرت خیر الانام کو اپنے مالی نقصانات سے امداد بھی پہنچائی تھی۔ نماز روزہ بھی کثرت سے کرتے تھے۔ خوش مزاج اور صاف دروشن کے آدمی تھے۔ یہ سب کچھ تھا۔ مگر وہ کسی استعداد کے آدمی نہیں تھے۔ کبرسنی کے موجودہ اعتبار سے وہ بالکل ضعیف ہوگئے تھے۔ اُن کا ضعف یہانتک پہونچ گیا تھا کہ جب وہ منبر پر وعظ کہنے کے لیے بٹھائے جاتے تھے۔ تو یہ نہیں جانتے تھے کہ خطبہ کیسے شروع کیا جاتا تھا۔ یہ کبیر السن خلیفہ اپنے اقارب سے بے حد محبت رکھتا تھا اور یہ لوگ اس کے اقارب [illegible] جو اُن کے ساتھ [illegible] تھے۔ اور جنھوں نے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایذا پہنچایا تھا [illegible] [illegible] اسلام [illegible] ہے۔ اور اُن [illegible] ہے۔ ایسا وہ [illegible]

پا گئے تھے۔ اُنکا چچا ہشام اور خاصکر اُسکا بیٹا مروان۔ اِس سلطنت کے اصلی فرمانروا تھے۔ اور خلیفہ کا لقب برائے نام حضرت عثمان کے لیئے رہگیا تھا۔ اور اُن امور کی جوابدہی حضرت عثمان کے متعلق تھی جنکی اصلاح مروان سے ناممکن تھی۔ ان دونوں کے ایمان میں عموماً اور مروان کے ایمان میں خصوصاً سب کو شبہ تھا۔ بنی امیہ عام طور سے تمام ملک پر جھوکی جونکوں کی طرح چپٹے ہوئے تھے۔ اور مالِ دنیاوی بیرحمی اور زبردستیوں سے جمع کر رہے تھے مدینہ میں چاروں طرف سے شکایتیں آرہی تھیں۔ لیکن یہ شکایتیں صرف سخت کلامی اور گالیاں دے دیکر اُٹھا دی جاتی تھیں۔ اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۷۴۔

لائق مصنف مسٹر ڈاوزی ایک زبردست فرانسیسی محقق کی عبارت نقل فرما کر بنی امیہ کے عروج اقبال کی کیفیت پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔ اس کبیرالسن خلیفہ کی تخت نشینی نے اخیر وقت میں سلطنت جمہوری اسلام کی بالکلیہ بربادی ثابت کردی۔ یہ اس خاندان کے بزرگ تھے جسے خاندان بنی ہاشم کی طرف سے ایک گہری دشمنی تھی۔ انہی بنی امیہ نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپکی ابتدائی حالتوں میں لڑ بھڑ کر مٹا دینا چاہا تھا۔ اور پھر آپکی مخالفت میں اخیر وقت تک لڑتے رہے۔ یہی بنی امیہ آپس میں متفق ہوکر اور قبیلۂ بنی مُضر پر (بنی ہاشم کے قبیلہ سے مراد ہے۔ دیکھو تزویج آنحضرتؐ کے وقت جناب ابیطالب کا خطبہ۔ روضۃ الصفا) قابو پا کر اُنکے ہاتھوں سے اپنی گئی ہوئی قوّت اور عظمت کا پوشیدہ کینہ رکھتے تھے۔ اور اُس دن کا انتظار کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد اُنہوں نے مجبور ہوکر اسلام قبول کیا تھا۔ لیکن تاہم وہ اسلام اور بنی ہاشم کو نہیں بھولے تھے خاصکر اُن بربادیوں کی وجہوں سے جو اُن کو ابن عبداللہ (محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں۔ جب تک آنحضرتؐ زندہ رہے آپکی قوت سلطانی بھی ان دغابازوں سے خائف رہی۔ ان میں سے بہت نے برائے نام اسلام قبول کیا تھا۔ وہ بھی صرف اپنے ذاتی نفع کی غرض سے۔ اور اُس مالِ غنیمت کے لالچ سے جو اہل اسلام اپنی فتوحات کے بعد اسلامی دارالحکومت میں لاتے تھے۔ مگر سلطنت محمدیہ کی طرف سے اُنکی نفرت کبھی کم نہیں ہوئی۔ شہوت پرست۔ بدکار۔ بدنیت اور ظالم۔ اس مساوات قائم رکھنے والے مذہب میں ہونیکا تو دعوے رکھتے تھے۔ مگر دل سے وہ بت پرست تھے۔ وہ مذہب جس نے روحانی قواعد اور تقدس کی متابعت کرنیکی سخت ہدایت کی تھی۔ یہ لوگ ابتدا ہی اس گورنمنٹ کے اُکھاڑ پھینکنے پر اور اُن لوگوں کے برباد کرنے پر جن پر اِس

گورنمنٹ کا دار و مدار تھا۔ آمادہ اور مستعد تھے جن کی اطاعت اور فرمانبرداری پر وہ قسمیں کھا چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے قائم مقاموں نے اِن کے حسد کو ایک حد تک محدود کر رکھا تھا اور اُن کے مکر و فریب کی چالوں کو ظاہر کر دیا تھا۔ حضرت عثمان کے منتخب ہوتے ہی۔ وہ گدہوں کے ایسا مُردار کی بو پاکر مدینۃ النبیؐ پر جھنڈ جھنڈ ہوکر گر پڑے۔ ان کی (عثمان کی) تخت نشینی اُن تفرقوں کے اظہار کی علامت تھی اور اُن خاموش بنی اُمیہ کی بدکاریوں کی جائے ظہور تھی۔ جس نے اسلامی دنیا کا دل مروڑ دیا۔ اس کے نہایت معزز اور قابل قدر خاندانوں کو برباد کر دیا۔ عثمان ابن عفان کے ایام حکومت میں۔ دونوں خلفائے سابقین کی طرز حکومت کی پوری مخالفت کی گئی جن کی تقلید اور اتباع کا خلیفہ عصر (عثمان) نے خود اقرار کیا تھا۔ وہ معمر تجربہ کار اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انصار جو گورنر اور صاحب اختیار بنائے گئے تھے معزول کر دئے گئے۔ اُن کی لیاقتیں اور اُن کی خیر خواہانہ خدمتیں قطعی فراموش کر دی گئیں۔ تمامی معزز اور نفع پہنچانے والے عہدے بنی امیہ نے لے لئے۔ تمام صوبوں کی صوبہ داریاں انہیں لوگوں کو دیدی گئیں۔ جنہوں نے ایک وقت میں اپنے آپ کو اسلام کا پورا مخالف ثابت کر دیا تھا۔ ان کے سلوک کے لئے۔ بیت المال خالی کر دیا گیا۔ اسکے بعد کے واقعات ہم مذہب اسلام کی تفرقوں کے باب میں بیان کرینگے۔ مگر یہاں اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ انتظام ملکی کی بدنظمیاں تمام ملکی کارروائیوں سے غفلت۔ اپنے اقربا کے ساتھ خلیفہ عصر کی سخت طرفداری اور عام شکایتوں پر اُسکے (خلیفہ کے) انکار نے اصحاب کہن سال جناب خیر الانام کیا بلکہ تمام اہل اسلام میں ایک سخت مخالفت پھیلا رکھی تھی۔ اور یہ مخالفت بغاوت ہوکر آخر کار ایسی عام ہوگئی جس میں حضرت عثمان اپنی جان ہی کھو بیٹھے۔ اسپرٹ صفحہ ۲۷۱ھ

یہ ہیں بنی اُمیہ کے عروج و اقتدار کی سچی تصویریں۔ جو اس خلافت کے زمانہ میں اُن کو حاصل ہوئیں۔ اور اِسوقت تک تاریخوں کے صفحات میں محفوظ اور موجود ہیں۔ ان کے عروج اور اقبال کا ایسا سچا اور صحیح فوٹو دیکھکر ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ نے پورے بارہ برس کی مطمئن اور وسیع مدت میں (زمانہ خلافت ثالثہ) اپنی اور اپنے قبیلہ کی گئی گزری حالتوں کو کیسا درست کر لیا تھا اور اُن میں اتنی قوت پیدا کر دی کہ آئندہ خلافت سے نہایت شوخی اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کر دیا۔ اور حصول خلافت کی ناگزیر خواہشوں میں سابق حکومتوں کے اصول کو بالکل درہم و برہم کر دیا۔ اور اپنی خود غرضیوں کی وجہ سے اپنے استحقاق خلافت کی کوئی کافی

پیش نہ کھلا سکے سب سے بڑا الزام جو آپ نے محاربات کی وجوہ میں دکھلایا وہ قصاص قتل عثمان ہے جسکی یہ حالت ہو رہی ہے کہ انہیں کے سامنے اور انہیں کے زمانہ میں اور پھر اُن کے وقت سے لیکر اسوقت تک۔ ایکبار نہیں سینکڑوں بار ان کی دلیلوں کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں۔ آخر کار اپنے انہیں محاربات میں جب کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ اور خلیفہ عصر (امیرالمومنین علی علیہ السلام) کی فوج جرار سے نہ بچ سکے اور انکی تیغ آبدار کے سامنے نہ ٹھہر سکے تو آخر کار سب طرف سے تھک کر مکاری۔ افترا پردازی۔ دغابازی اور عام فریبی سے کام نکالا۔ ہم ان کی ان مکارانہ حرکات کی نسبت بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھیں گے بلکہ لائق مولف کی تحریر کو پھر نقل کریں گے۔ جو یورپین مورخین اور محققین کی جدید تالیفات اور تحقیقات کا ماخذ ہے۔

معاویہ نے یکایک بغاوت کا جھنڈا اڑایا۔ میدان صفین کی لڑائیوں میں متواتر شکست پاکر آخر جب اُسکے سپاہی مالک اشتر کے غیر متحمل حملوں سے بھوسی کی طرح اڑنے لگے تو اُس نے (معاویہ نے) اپنے آپ کو موجودہ ہلاکت سے بچانے کے لیے ایک حیلہ نکالا۔ اُس نے اپنے چند سواروں کے نیزوں پر قرآن بندھوا کر مسلمانوں کے پاس شور و غل مچاتے ہوئے یہ کہلا بھیجا کہ اب مسلمانوں کی خونریزیوں کو روکو۔ اگر ملک شام کی سب فوج ماری جائیگی تو مصر عرب کو یونانیوں کے مقابلہ میں کون بچائیگا اور اگر عراق کی فوج کٹ گئی۔ تو عرب کی سرحد کو روم و عجم کے حملوں سے کون محفوظ کرے گا۔ اب یہی کتاب خدا ہم لوگوں میں فیصلہ کریگی خلیفۃ الزمان نے جو معاویہ اور اُسکے معاون عمرو عاص کے فریب اور دغا آمیز چالوں سے خوب واقف تھے۔ اُن کی فریب دہی کو خوب سمجھکر قصد کر لیا کہ اس فریب کی حقیقت اپنی جماعت پر ظاہر کر دیں۔ لیکن اُس کے ہمراہیان لشکر سے بہت لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ اس لڑائی کو اس فیصلہ تک موقوف رکھا جاوے۔ خلیفۃ الزماں کے اس یقین دلانے کے جواب میں کہ ابن ابوسفیان نے ان قرآنوں کا صرف بہانا کر کے اپنے آپ کو موت کے پنجہ سے بچانا چاہا ہے۔ اس سرکش اور غیر مطیع قوم نے صاف صاف بغاوت پھیلا دی۔ مالک اشتر واپس بلا لیے گئے۔ لڑائی موقوف کر دی گئی اور اُس فتح کا ثمرہ جو بالکل حاصل کر چکی گئی تھی ہمیشہ کے لئے واگذاشت کر دیا گیا۔ اور ایک فیصلہ کی تجویز کی گئی۔ ان متعصب سرکشوں نے جنھوں نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کو عین فتح کے وقت میں تلوار نیام میں کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ ابوموسی

الاشعری۔ اپنی نادانی۔ مذہبی توہمات اور سادہ لوحی کے سبب۔ عمر عاص کے ایسے چالاک
اور ہوشیار شخص کے مقابلہ کے لئے۔ جو معاویہ کی طرف سے حکم مقرر ہوا تھا۔ بالکل ناقابل تھا
اپنا حکم بنایا۔ ابو موسیٰ فوراً اُس کے جال میں آگیا۔ جو اُسنے اسکے لئے پہلے سے پھیلا رکھا تھا
عمر عاص نے ابو موسیٰ کو اس امر کا یقین دلا رکھا تھا کہ میں دونوں کی برخاستگی (علیؑ کی خلافت
سے معاویہ کی امارت شام سے) ایک اور جدید خلیفہ کا انتخاب اور تعین۔ اسلام کی رفاہ اور
اصلاح کے لئے بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ چالاکی اُس کی کارگر ہو گئی۔ ابو موسیٰ منبر پر گیا اور
خلافت سے علی علیہ السلام کی منتزع کئے جانے کا اعلان کر دیا اِس اعلان کے بعد وہ منبر
سے یہ خیال کرتا ہوا اُترا کہ اسنے ایک سچا اور برحق فیصلہ کیا ہے۔ اس کے بعد عمر عاص منبر پر گیا
جس کو ابھی اسکے لئے ابو موسیٰ۔ علی علیہ السلام کے حکم سے خالی کیا تھا۔ اسنے اپنی تقریر میں
علی علیہ السلام کے عزل کو اور اُن کی جگہ معاویہ کے تعین کو قبول کر لیا۔ بیچارہ ابو موسیٰ الاشعری
متعجب ہو کر رہ گیا۔ مگر یہ فریب کھل گیا۔ اور بنی فاطمہؑ نے ہرگز اُس کے اس فیصلہ کو قبول نہیں
کیا۔ اور اِس کو جائز تصور نہ کیا۔ یہ معاملہ مقام دومۃ الجندل میں واقع ہوا۔ بنی اُمیہ کے
فریب نے بنی فاطمہؑ کو سخت سے سخت آزار پہنچایا اور دونوں فرقوں میں ہمیشہ کے لیے وہ دشمنی
پیدا ہو گئی۔ جو پھر کبھی تمام نہ ہوئی۔

اتنی عبارت لکھکر رائٹ آنریبل اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں۔ پسر ہند (معاویہ)
کا ستارہ اب پورے عروج پر تھا اور ابو سفیان کے حاکم مکہ ہونے کے تمام اشتیاق معاویہ
کی ثروت و اقبال کے زمانہ میں پورے ہو گئے۔ اب ہم کو یہ تصور کر لے۔ وکہ معاویہ کے
بارہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تعصب ہے۔ ہم یہاں ایک ایسے مورخ کا قول نقل کرتے ہیں
جو دونوں فرقوں (شیعہ اور سنی) میں سے کسی طرف ہونیکے الزام سے بالکلیہ مبرا ہے
مسٹر آسبرن لکھتے ہیں۔ مکار۔ ناعاقبت اندیش اور بے رحم معاویہ۔ بنی اُمیہ کے پہلے خلیفہ نے
حصول سلطنت کے لئے۔ اپنے مظالم میں کبھی کمی نہیں کی۔ دشمن کے ضعیف کرنے اور اسکی
موجودہ قوتوں کے توڑنے میں قتل عام اسکی ہمیشہ کی عادت تھی۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو اُس نے زہر دلوایا حضرت علی علیہ السلام کے افسر فوج مالک اشتر کی بھی یہی حالت کی
اپنے بیٹے یزید کے استحقاق حکومت کے لئے اُسنے اپنا وہ عہد توڑ ڈالا جو اُسنے سابق میں امام
حسن علیہ السلام سے کیا تھا۔ بزدل ملا عبد اللہ بن زبیر کو اپنے پاس جمع کر کے یہ ممالک اسلامیہ

پرعموماً حکومت کرتا رہا۔ احکام سلطنت اسکے سلسلہ میں سو برس تک قائم رہے ان بدترتیبیوں کی تصریح دو حالتوں پر مبنی تھی جسکو ہم ایک مرتبہ پہلے ظاہر کرچکے ہیں۔ اسلام کا قدیم معیار یہ تھا کہ وہ اپنے مذہبی اُمور کو دنیاوی تعلقات سے بالکل علیحدہ رکھے اور دوسرے اسلام۔ عرب کی تفریق قبائل سے بالکل جدا رہے۔ ممالک ایشیا شمالی افریقہ اور اسپین کے فتح کرنے والے اپنی قدیم حالتوں پر کبھی نہ ٹھہرے۔ اُن میں شان وشوکت آگئی اور وہ پھر اپنی اس شان وشوکت کے ہاتھوں پھر اپنے اسی غصہ۔ جبر۔ سختی۔ دشمنی۔ اور حسد کے درجوں پر آگئے انہوں نے جو لڑائیاں (جہاد) لڑیں وہ ایسی ہی تھیں جو عرب میں قبل شیوع اسلام ہوا کرتی تھیں معاویہ کے عروج سے کفار کے تمام قواعد سلطنت نے اسلامی سلطنت جمہوریہ کے اُصول کو اُٹھا دیا۔ بت پرستی مع اپنی جملہ خرابیوں کے تازہ ہو گئی علی العموم برائیاں۔ بے دینیاں۔ بنی اُمیّہ عاملوں کی صریحاً دیکھنے میں آئیں۔ اس ناعاقبت اندیش (معاویہ) کے ایام حکومت میں عراق وحجاز سخت مشکلوں میں پھنسا تھا۔ اور اُس (معاویہ) کے لئے اس سختی سے اسکا گلا دبا یا تھا جس سے چھٹکر آزادی حاصل کرنا نہایت دشوار تھا۔ وہ تمام دولت جو ان بے رحمیوں کے ساتھ۔ رعایا سے وصول کی جاتی تھی۔ یہ اپنے تمام خودغرض ہوا خواہوں پر صرف کرتا تھا۔ جو اس کے عوض میں ان تمام شکایتوں کو رفع کردیتے تھے۔ جو ملک میں اس کے خلاف واقع ہوتی تھیں۔ اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۴۵

ہم نہیں سمجھتے کہ مسٹر امیرعلی پر کسی فرقہ کی طرفداری کا الزام کیسے لگایا جاسکتا ہے اور بنی امیہ کے ان عیوب کو جو زبان زد خاص وعام ہیں صفحہ ہستی سے کیسے مٹائے جاسکتے ہیں۔ ان تحریروں کی نقل سے ہماری غرض صرف اسیقدر تھی کہ خلافت ثانیہ کی بے موقع رعایت اور خلافت ثالثہ کی اقرباپروری کے بیجا خیالوں نے قوم بنی امیہ کو آئندہ خلیفۂ عصر سے مقابلہ کرنے کے لیے پورے طور سے تیار کردیا تھا۔ بہرحال۔ اب ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں اور سیرت جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق جتنے اُمور خلافت ثانیہ اور ثالثہ میں تفصیل طلب تھے۔ وہ بیان کردیئے گئے۔ اب ہم خلافت اربعہ۔ ایام حکومت جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے متعلق حالات لکھتے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں بھی بہت کم ایسے واقعات ہیں جن کو ہم امام حسینؑ علیہ السلام کی سیرت میں درج کرسکیں۔ کوفہ سے صفین تک کے سفر کرنے میں جب امیرالمومنینؑ علیہ السلام کا لشکر ارض کربلا میں داخل ہوا تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت

کے مطابق۔ اس زمین کے اخبار و آثار پہچانکر۔ جناب امام حسین علیہ السلام سے مصائب دنیا اور نوائب زمانہ پر صبر فرمانے کے لیے بہت سی نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں۔ جنکو ہم انشا اللہ واقعات کربلا کی پیشین گوئیوں کے بیان میں بہت جلد قلمبند کرینگے۔

واقعات صفین میں حسنین علیہما السلام کے متعلق ایک واقعہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان حضرات کی مقابلۂ اعدا پر تیاری دیکھکر آپ نے اُن کو مقابلۂ اعدا سے باز رکھا اور حاضرین میں سے کسی کو بھیجکر میدان جنگ سے اُن کو واپس بُلالیا اور یہ فرمایا کہ انکی مشارکت جنگ سے مجھکو یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نسل منقطع نہ ہو جائے۔ اس واقعہ کو بھی ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد دوم میں بیان کر آئے ہیں۔

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی بعض کتابوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنگ صفین میں کسی صحابی نے شمر ذی الجوشن کو پکڑ کر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے اُسکو آرام تمام اُسوقت تک ضرور نظر بند رکھنے کا حکم فرمایا جبتک کہ اُسکا کوئی ساعی اور ضامن نہ پیدا ہو۔ اتفاق سے شمر کا کوئی بھی ضامن نہ نکلا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسی نا پرسانی کی حالت میں اپنے اخلاق کریمانہ سے اُس کی آپ شفاعت اور ضمانت فرمائی۔ اور قید سے رہائی دلوائی ان احسانات کے معاوضہ میں شمر کی طرف سے امام حسین علیہ السلام کی غریب جان پر جو کچھ گزرا وہ بہت جلد ہمارے سلسلۂ بیان میں آئیگا۔

اس خلافت کے متعلق اب ہم کو کچھ اور لکھنا نہیں ہے اس لیے ان واقعات کو تمام کرکے اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کی کل ششماہہ خلافت کے حالات قلمبند کرتے ہیں۔

اس قلیل زمانہ کی حکومت میں بھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس کو ہم جناب امام حسن علیہ السلام کی مخصوص سیرت میں مندرج کر سکتے ہوں۔ مگر ہم کو اس خلافت کے متعلق صرف شرائط صلحنامہ سے ایک بہت بڑا مطلب نکالنا ہے جسپر ہمارے آئندہ بہت سے ضروری اور مفید مضامین کی تفصیل منحصر ہے۔ اسلئے ہم اس کا ضرور ذکر کرینگے۔ اگرچہ ہم اس صلحنامہ کی مفصل کیفیت جو اس سلسلہ کی جلد دوم میں مخصوص جناب امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھی گئی ہے نہایت تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ لیکن تاہم بقدر ضرورت پھر اس مقام پر اُس کے شرائط کو بیان کرتے ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ ان شرائط پر صلح منظور فرمائی

(۱) کہ وہ (معاویہ) درمیان مردم کتاب خدا اور سنت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شائستہ عمل کرے۔
(۲) اپنے بعد کسی کو خلافت پر معین نہ کرے۔
(۳) شام و عراق اور حجاز و یمن اور ہر جگہ کے لوگ اُسکے شر اور غدر سے امین رہیں گے۔
(۴) اصحاب علی علیہ السلام اور اُنکے تمام شیعہ اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ مطمئن رہیں گے۔
(۵) جناب امام حسنؑ و جناب امام حسینؑ علیہم السلام اور جمیع اہل بیتؑ اور خویشان رسولخدا سے معاویہ کوئی مکر اور غدر نہیں کریگا اور نہ پنہاں و آشکارا انکو کوئی ضرر پہنچائیگا۔
(۶) ہر سال خراج ملک سے پچاس ہزار درہم امام حسنؑ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچاتا رہیگا۔ اور علاقہ دار البجرد اہلبیتؑ کی گزران کے لئے واگذاشت کر دیا جائیگا۔
(۷) جناب امیر المومنین علیہ السلام کو قنوت نماز میں یا اور کسی موقع پر برا نہیں کہا جائیگا۔
صلحنامہ کی یہی شرائط تھیں۔ یہ امر تو ہم امام حسن علیہ السلام کی سیرت میں کما حقہ ثابت کر آئے ہیں کہ معاویہ نے ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کو بھی پورا نہیں کیا۔ اُن تمام واقعات کے پھر لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ ہم سب سے پہلے تاریخ کامل ابن اثیر سے اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ ولم یف لہ معاویہ بشئ مما عاھد علیہ معاویہ نے اپنے کسی عہد پر وفا نہیں کی جس کا اقرار کیا تھا۔ اُسکے علاوہ۔ تاریخ ابو الفدا۔ تاریخ طبری۔ تاریخ مسعودی۔ تاریخ اعثم کوفی۔ تاریخ روضۃ الصفا۔ روضۃ المنظر۔ ریاض النظرہ۔ کنز العمال۔ تذکرۃ خواص الائمہ۔ وغیرہ وغیرہ تمام کتب تاریخ و احادیث میں بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ معاویہ نے اِن شرطوں میں سے کسی ایک شرط پر بھی وفا نہیں کی۔
فی الجملہ یہ تو معلوم ہوگیا کہ معاویہ نے اِن شرطوں میں سے کسی شرط کو بھی پورا نہیں کیا۔ تمام شرطوں کے پورا نہ کرنیکی مفصل کیفیت تو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ آئے ہیں۔ اُن سب کے پھر بیان کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ یہاں اپنی ضرورت سے ہم اُنہیں شرطوں کی عدم تعمیل کی پوری تفصیل بیان کرینگے جنکو امام حسینؑ علیہ السلام کی سیرت سے تعلق ہے۔ وہ شرطیں جو ہماری موجودہ ضرورت سے تعلق رکھتی ہیں تین ہیں۔ یوں تو تمام شرائط کو کچھ نہ کچھ ہمارے مدعائے تالیف سے ضرور علاقہ ہے۔ مگر خاصکر ان تین شرائط کو کامل خصوصیت ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں (۲) اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہ کرے۔ (۴) اصحاب علی علیہ السلام اور اُن کے تمام شیعہ اپنے جان و مال اور اہل و عیال

کے ساتھ اُسکے خوف سے مطمئن رہیں گے (۵) جناب امام حسن وجناب امام حسین علیہما السلام اور جمیع اہل بیت اور خویشان رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاویہ کوئی مکر اور غدر نہیں کرے گا اور پنہاں وآشکار ان کو کوئی صدمہ نہیں پہنچائیگا۔
اب ہم ان شرائط کے پورا نہ کرنے کے مفصل حالات قلم بند کرتے ہیں۔ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نکرنا۔ اول تو یہ شرط ہی نہیں تھی۔ جو شرط تھی وہ یہ کہ معاویہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے مقرر نہیں کریگا بلکہ اپنے بعد یہ خلافت امام حسن علیہ السلام یا جو اہلبیتؑ میں سے موجود ہوگا اس کو واپس دیدی جائیگی۔ ہم اس بحث کو معتبر ثبوت اور قوی دلیلوں کے ساتھ اس سلسلہ کی دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں۔ ہمارے ناظرین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس شرط کو متقدمین علماء مثل امام قتیبہ امام عبد البر کی اور ابن حجر عسقلانی نے صرف نہیں لکھا ہے۔ علمائے متاخرین بھی آجتک اُسکو برابر نقل کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے قابل قدر ذی استعداد ہمعصر خواجہ عبید اللہ امرتسری بھی اپنی کتاب ارجح المطالب میں۔ ابن حجر کی فتح الباری کی عبارت لکھکر تحریر کرتے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے خوف سے امیر معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا دیا تھا کہ اگر امام حسن علیہ السلام زندہ رہے تو میرے بعد حسب عہد نامہ خلیفہ بن جائینگے اور میرا بیٹا یزید خلافت سے محروم رہجائیگا۔ ارجح المطالب صفحہ ۱۸۷۔
ہمارے دوسرے ہمعصر جو فی زمانا شریعت اور طریقت دونوں فضیلتوں پر ممتاز ہیں۔ امام قتیبہ کی کتاب الامامہ والسیاستہ کی عبارت لکھکر اپنی ایسی ہی رائے تحریر فرماتے ہیں۔ دیکھو کتاب شہادت حسین۔ مطبوعہ لاہور مولفہ جناب شاہ حسن میاں صاحب سجادہ نشین قصبہ پھلواری ضلع عظیم آباد پٹنہ اسلامی مورخین کے علاوہ یورپ کے محقق بھی۔ جن کی جدید تحقیقات دنیا میں مشکل سے اپنا جواب رکھتی ہے ایسا ہی لکھتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر آسبرن نے اپنی تالیف۔ لایف آف ہارون اسیرۃ الہارون میں خلفائے راشدین کا ذکر کرتے ہوئے امام حسن علیہ السلام کے واقعات صلح کے متعلق۔ اس شرط کو اسی طرح لکھا ہے جس طرح اوپر لکھی گئی ہے۔ اور ہمارے معتبر اور مستند ہمعصر مولوی احمد حسین خاں رہتکی۔ مترجم سیرۃ الہارون۔ میر منشی ریاست ٹونک نے الہارون کا ترجمہ کرتے ہوئے معتبر آسبرن کی اُن تمام تحریروں پر اپنی طرف سے نوٹ دیا ہے۔ جن کو انہوں نے اہلسنت والجماعت کے اعتقادات کے خلاف پایا ہے۔ مگر اس شرط کے تذکرہ میں مسٹر آسبرن کی عبارت پر کوئی

نوٹ نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے لایق مترجم کی وسیع تحقیقات میں بھی یہ معاملہ ایسا ہی ہے۔ اور جو کچھ مسٹر آسبرن نے اسلامی تاریخوں سے لیا ہے اُسی پر احادیث معتبرہ اور اہل سُنت کے جملہ سواد اعظم کا اتفاق ہوچکا ہے۔ سیرۃ الہارون دہلی کے کسی مطبع میں چھپائی گئی ہے۔ ومن یشاء فلیرجع الیہ۔

باقی یزید کی تخت نشینی کے متعلق جو کچھ ہم کو اس شرط کے اندر لکھنا ہے وہ ہم یزید کی حکومت کی تفصیل میں لکھیں گے

دوسری شرط۔ مخصوص شیعیانِ علی کی جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت کے متعلق تھی جسکی اصلی عبارت ہم اوپر لکھ چکے ہیں اب ہم کو یہ ثابت کرنا ہے کہ معاویہ نے اِس شرط کو کہاں تک پورا کیا۔ اس کی پوری تفصیل ہم جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے حالات میں لکھ چکے ہیں۔ مگر بقدر ضرورت پھر اس مقام پر اُس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔ شیعیان علیؑ اور دوستداران اہلبیتؑ کے لیے معاویہ کی حکومت ایک ایسی سخت مصیبت تھی جس سے بقول مسٹر آسبرن تمام اہل اسلام کو گلا چھڑانا سخت دشوار ہو رہا تھا۔ برخلاف ان کی حفاظت کرنے۔ ان کو محفوظ رکھنے اور ان کے ساتھ امن وامان کے معاہدہ قائم رکھنے کے معاویہ نے تمام قلمرو اسلامی میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے۔ ان کو قتل کرایا۔ سولیاں دلوائیں۔ ان کے گھر کھود کر پھنکوا دیے۔ ملکی دفاتر اور محکمات سے ان کے نام کٹوا دیے۔ مقررہ وظیفے ضبط کرا دیے۔ ان مظالم کی تعمیل میں جو فراین اور حکمنامے اُن کے دربار حکومت سے نافذ ہوئے۔ اُن کی عبارت ذیل میں قلمبند کی جاتی ہے۔

امام ابو الحسن علی ابن محمد اپنی کتاب الاحداث میں لکھتے ہیں۔ کہ چوں امر سلطنت بر معاویہ استوار ایستاد فرمان گزاران خویش را در امصار وبلاد فرمان داد کہ برئیت الذمۃ ممن روی شیئا من فضل ابی تراب واھل بیتہ۔ یعنی عہد خویش را شکستم وحبل بیعت وپیمان خود را گسستم از انکہ از فضائل علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام واہل بیتؑ او سخنے بر زبان آرد وروایت را حدیثے کند۔ چوں ایں خبر در بقاع وبلاد پراگندہ گشت در ہر بقعہ وبلدہ خطیبے بر منبر عروج داد نخستیں زباں بلعن وشتم علیؑ واہلبیت علیہم السلام کشادہ برارت از حضرت ایشان جستہ وخاصۃً در کوفہ کہ شیعیان علی علیہ السلام از دیگر امکنہ انجا زیادہ بودند۔ زیاد ابن ابیہ کہ دراں وقت حکومت کوفہ وبصرہ داشت وشیعیان علی علیہ السلام را چہ از مرد وچہ زن از شیخ وکودک ہر یک را نیکو می شناخت چراکہ سالہائے فراواں در شمار عمال جناب علی علیہ السلام می بود وایشاں را بشہری دانستے ومنزل وماوائے ایشاں را ہر چند در زاویہ ہا وتیغولہا بود

نیکو می شناختند۔ سنت ظلم و ستم بیا زید و ہمگان را دستگیر ساختند و با تیغ در گزرانید جماعتے را میل در کشید و نابینا ساختند و گروہے را دست و پا ببرید و از شاخہائے نخل در آویختند گروہے در مغاک ہائے صحاری و شگاف ہائے کسارہا مستور می شدند۔ یک تن از شناختگان شیعیان علی علیہ السلام در عراق بجا نماند و ہمچناں در تمامت آفاق بدینگونہ بعمال خویش ابلاغ کرد لا یجیزو الاحد من شیعۃ علیؑ واہل بیتہ شہادۃ وکتب الیہم ان انظر و من قبلکم من شیعۃ عثمان ومحبیہ واہل ولایتہ والذین یروون فضائلہ ومناقبہ فادنوا مجالسہم وقربوا ھم واکرموا ھم واکتبوا الی بکل ما یروی کل رجل منھم واسمہ واسم ابیہ جا مدہید شیعہ علی علیہ السلام واہلبیتؑ او را کہ حاضر شوند برائے ذکر احادیث واخبار یکہ مشعر است بر فضائل علیؑ ونیز مکتوب کرد کہ بباید شید آنکہ در شمار شیعیان و دوستان عثمان اند وآنانکہ از فضائل ومناقب عثمان حدیث می کنند حاضر مجلس ایشان شود و بزرگ دارید ایشان را و اظہار مہر و حفاوت فرمائید وآنانکہ از فضائل عثمان ہمی روایت کنند ہر یکے را جداگانہ بنام ونشان مہر وحسب ونسب و برانچہ روایت کردہ اند بسوے من مکتوب کنید تا عطایا ومواہب ایشان مہمل نماند۔

یہ تو کوفہ کی شیعہ آبادی پر ستم ڈھائے گئے۔ اب بصرہ کی شیعہ پبلک کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ زیاد ابن ابیہ سمرہ ابن جندب را بجائے خود گذاشتہ از کوفہ مراجعت نمود و از پس او سمرہ ابن جندب ہشت ہزار از مردم بصرہ دیبیرون بصرہ را گردن بزد و در میان ایشان چہل وہفت تن حافظ۔ وقاری تمام قرآن بودند وجرم وجریرت ایں جماعت حب علی ابن ابیطالب علیہ السلام بود و بلکہ بعضے را تہمت از شیعیان علیؑ گفتند وسر بر گرفتند۔

ہم نے عراق کے صرف دو شہروں کے شیعوں کی بربادی اور تباہی کی کیفیت دکھلا دی۔ مگر اس حالت پر بھی بس نہیں کی گئی۔ کسی کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔ کسی کے پاؤں۔ کوئی سولی چڑھایا گیا۔ کوئی درخت میں لٹکایا گیا۔ کسی کی گردن ماری گئی۔ کسی کی زندہ آنکھیں نکلوائی گئیں۔ ان اہل نصیبوں کی آخر کار یہ نوبت پہنچی کہ آخر غریبوں نے آبادی چھوڑ کر۔ پہاڑوں اور جنگلوں کی راہ پکڑی۔ اور پہاڑوں کے دروں میں۔ اور میدانوں کے گڑھوں میں اپنی غریب جانوں کو چھپایا۔ کیا کوئی دل والا ان ستم رسیدوں کے ایسے مصائب کی داستانوں کو سن سکتا ہے۔ یا کسی اہل درد کے قلم سے ایسے دردناک حالات لکھے جا سکتے ہیں۔ لا و اللہ۔

اب معاویہ کا ایک دوسرا حکمنامہ بھی ہم نقل کرتے ہیں۔ اسکی تعمیل سے جو تمام بلاد اسلام میں شیعیان

علی علیہ السلام کی نوبت پہنچائی وہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے

انظروا من قامت علیہ البینۃ انہ یحب علیاً واہل بیتہ فامحوہ من الدیوان
واسقطوا عطائہ ورزقہ وشفع ذالک بنسخۃ اخری من اتہمتموہ بموالات ہولاء
القوم ولم تقم علیہ بینۃ فاقتلوہ معاویہ عمال خود را فرمان می دہد کہ بہ نیک نگران باشید
در حق ہر کس کہ استوار افتاد کہ از دوستداران علی ابن ابیطالب ومحبان اہلبیت اوست نام او
را در دیوان عطایا کہ از بیت المال مقرر است خط ترقین بر کشید ساقط بسازید وجیبہ واجرائے
او را ہم رضا ندہاد وخطے دیگر نگاشت کہ ہر کس را بدوستی علی علیہ السلام واہل بیت او متہم سازند
او را ہر چند کہ استوار نباشد وگواہی بر این معنی حاضر نشود بہمان تہمت او را دست خوش نقمت
سازید وسر از تنش بردارید

محبت علیؑ کے جرم کے لیے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف تہمت کافی ہے۔ امیر معاویہ
کی یہ عدالت خسروانی۔ عدل نوشیروانی کے ساتھ ایک کانٹے میں تولے جانے کے قابل ہے
بہرحال۔ اس حکمنامے کی تعمیل سے شیعوں کی غریب جانوں پر کیا گزری۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔

چوں این حکم از معاویہ پراگندہ شد۔ عمال وحکام او بر قتل شیعیان علی علیہ السلام بپرداختند
وبسیار کس را بہ تہمت نادرست وگمان سست با تیغ درگذرانیدند وخانہ ہائے ایشاں اخراب
ساختند چہ بسیار افتاد کہ مردے را بے آنکہ بیندیشد وبمعنی کلمہ سنجیدہ باشد سقطہ در کلام او افتاد کہ
حمل بر حب اہلبیت علیہم السلام توان کرد۔ وبے آنکہ زاد بر سند سرش را با تیغ از تن برداشتند
چناں افتاد کہ شیعہ علی علیہ السلام چوں می خواست با رفیقی سوائق و صدیقی موثق سخنے گوید او را بسرائے
خویش درمی آورد واز پس ستارات وحجابات می نشست و بیم داشتہ از خادم ومملوک نیز درمی بست
آنگاہ او را با ایمان مغلظہ سوگند می داد کہ از مکنون ضمیر سرے بیرون نفرستد پس با تمام خوف و
دہشت حدیثے روایت میکرد۔ دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی باسناد امام ابوالحسن
والیشاں بنا بر اسناد صحیح مسلم باب الفتن۔

اس سے بڑھکر ہم نہیں سمجھتے کہ کسی قوم کی مصیبت کے حالات اور اُس کی تباہی وبربادی کے
سچے اور معتبر واقعات (اس سے) اور کیا ہونگے۔ ہم نے صرف یہی دو واقعات لکھکر غریب
شیعیان علیؑ کی مجبوری معذوری۔ ان کی جانکاہ مصیبت اور اُن کی جگرخراش بربادی کی
اجمالی کیفیت دکھلا دی۔ اس مختصر کو معاویہ کے مظالم کا پاسنگ دفتر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ابھی

اس کے ایسے صدہا واقعات ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان کو محمد ابن یوسف الگنجی الشافعی نے بھی اپنی کتاب کفایت میں صحیح مسلم کے اسناد سے لکھا ہے۔

بہر حال۔ ان مجمل بیانات سے سارے شیعیان علی علیہ السلام کی پریشانی۔ خانہ ویرانی۔ تباہی اور بربادی کی ایک مجمل کیفیت معلوم ہوگئی۔ اب ہم ان خاص لوگوں کے حال بھی لکھے دیتے ہیں جو محبت علی کے تنہا قصور میں بیگناہ قتل کئے گئے۔ ان میں سب سے پہلے تو حجر ابن عدی کا واقعہ ہے جس کو ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی دونوں جلدوں میں (اول و دوم) تحریر کر چکے ہیں۔ اُن کے بار دیگر لکھنے کی پھر کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مگر یہاں۔ اپنی تالیف کی ضرورت خاص سے ہم امام حسین علیہ السلام کا وہ خط نقل کر لیتے ہیں جو آپ نے قتل حجر کے الزام میں معاویہ کے نام تحریر فرمایا تھا۔

اما بعد لست قاتل حجر ابن عدی اخی کندہ والمصلحین العابدین الذین کانوا ینکرون الظلم ویستعظمون البدع ولا یخافون فی اللہ لومۃ لائم ثم قتلتہم ظلما وعدوانا بعد ما کنت اعطیتہم الایمان المغلظۃ والمواثیق الموکدۃ لا تواخذہم بحدث کان بینک وبینہم الا باحنۃ تجدہا فی نفسک۔

کیوں۔ اے معاویہ۔ تو حجر ابن عدیؓ جو آل کندہ میں سے تھے۔ اُن کا قاتل نہیں ہے اور کیا تو ایسے لوگوں کی گردن مارنے والا نہیں ہے۔ جو کہ زمانہ پارسایان اور عبادت گزاران اُمت میں شمار ہوتے تھے۔ جو لوگ دین میں بدعت کو گناہ عظیم جانتے تھے اور راہ خدا میں وہ کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ذرہ بھر بھی خوف نہیں کرتے تو نے ایسے لوگوں کو اپنے ظلم وطغیان سے عرصہ ہلاک اور دار تک پہنچا دیا اور باوجودیکہ ان لوگوں کو تو امان دے چکا تھا اور اس کے عہد پر تو نے غلیظ عہد وپیمان کھائے تھے۔ اُن کی بیگناہی اور بے قصوری کے عوض میں اُن تمام دعدوں کو تو نے نوک شمشیر سے یاد کیا۔

حجر کے ایسا رشید ہجری اور میثم تمار رضی اللہ عنہما کا پُر درد واقعہ ہے۔ جسکو ہم یزید کے ایام حکومت کے ذکر میں لکھینگے۔

بہر حال۔ معاویہ کے حکمنامہ عام سے جو تباہی اور بربادی غریب شیعوں کے جان ومال پر آئی وہ ہماری اس تفصیل سے کما حقہ ظاہر ہوگئی۔ ہر شخص ان حالات کو پڑھکر بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ معاویہ کے ابتدائے سلطنت سے لیکر شروع واقعات کربلا تک کتنے شیعیان علی علیہ السلام

اور دوست داران اہل بیتؑ کے خون ناحق بہائے گئے ہیں۔ اور اس ظالم ترین قوم سے اُنکی
غریب جانوں نے کیسے کیسے شدید مصائب اُٹھائے ہیں۔ جن کے بیان کرنے اور لکھنے سے
بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ تھے معاویہ کے ایفائے وعدہ اور تعمیل شرائط کے
اصلی اور معتبر حالات۔ جو اُس نے حفظ و امان شیعیان علیؑ کی نسبت صلح نامہ میں بحکم بین اللہ وبین الناس
اقرار حلفی کیا تھا۔

ہم کو پورا یقین ہے کہ ہم نے اپنے اس مضمون کی نسبت اپنے دعوے کو ایسی قوی اور معتبر دلیلوں
سے ثابت کر دیا ہے۔ جس کے ماننے میں پھر کسی عقل والے کو مطلق عذر نہ ہو گا۔ مگر اسکے خاتمہ پر ضمناً
ہم اتنا اور اضافہ کیے دیتے ہیں کہ جہاں ہم نے شیعیانِ علی علیہ السلام اور تابعین اہلبیتؑ کرام کے
قتل و غارت کرانے میں معاویہ کا اہتمام اور پے تاکیدیں درج کی ہیں۔ انہیں کے ساتھ ہم اُن کے
دہ سامان اور وہ انتظام بھی نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کر دیں جو اُسنے فضائل علیؑ اور مناقب
اہلبیتؑ کے چھپانے۔ گھٹانے اور اُنکو صفحۂ روزگار سے مٹانے میں۔ اپنی جان و مال لٹا کر
صرف کیے تھے اِن اخبار معتبرہ اور آثار متواترہ کے چھپانے اور محو کرانے میں بھی اُسی شد و مد
سے تمام قلمرو میں حکمنامے جاری کیے گئے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ وہ حکمنامہ جو اوپر نقل کیا گیا اُس
میں یہ امر بتاکید تمام لکھا گیا تھا کہ فضائل علیؑ کو مٹاؤ اور مناقب و محامد عثمانؓ کو بڑھاؤ اور اُن کو اطراف
عالم میں مشہور کراؤ۔ فضائل علی کے ناقلین کو اپنے پاس نہ آنے دو اور مناقب عثمان کے ذاکرین
کی عزت بڑھاؤ۔ قدر کرو۔ اُن کی مجلس میں خود جایا کرو۔ اُن کو بڑے بڑے انعام دو۔ گراں بہا
جائزے دو اور جو کچھ کہ وہ فضائل عثمان میں بیان کریں اُن کو لکھکر بیان کرنے والے کے نام اور
اُس کے باپ کے نام کے ساتھ دار الحکومت میں بھیجو کہ اس کے صلے میں اُن کو معقول
انعام عنایت کیے جاویں۔

یہ حکم پاتے ہی موضوعات کا دروازہ کھل گیا۔ زمانہ کے ایمان فروشوں اور شکم پرستوں نے تھوڑے
دن میں جعلی حدیثوں اور نقلی روایتوں کا نمبر ہزاروں تک کیا بلکہ لاکھوں تک پہنچا دیا۔ اور خدا جانے
ان مصارف میں فرمانروائے عصر کی کتنی تھیلی سرک گئی۔ اور کیوں نہ ہو۔ عام طور سے دنیا بھر
کے بیکاروں کو بے محنت کا ایسا روزگار ہاتھ لگا۔ پھر کیا تھا۔ محدثین۔ مفسرین مورخین خطیبین
اور واعظین فضائل عثمان میں چاروں طرف رطب اللسان نظر آنے لگے جسکو دیکھو وہ تو حدیثیں بنا بنا کر
روایتیں۔ یاد کیے اپنے شہر کے عامل کے پاس سنانے اور لکھانے کی غرض سے دوڑتا ہوا چلا جاتا ہے

اور صبح سے شام تک ان کا ایسا لگاتار سلسلہ ہے کہ ٹوٹتا ہی نہیں۔ اور ایسا بے پایاں دفتر ہے کہ تمام ہوتا ہی نہیں۔ فی الحال ہمارے پاس کوئی ایسی مثال نہیں ہے جو ہم ان واضعان حدیث اور اُن کے موضوعات کے لئے دے سکیں۔ ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان واضعان حدیث کی اپنے والیان ملک کے دارالامارۃ میں ویسی ہی کثرت ہوتی تھی جیسی آجکل میونسپلٹی کے آفسوں میں طاعون کی چوہے مارنیوالوں کا ہجوم دیکھا جاتا ہے۔

بہرحال۔ تھوڑے دنوں میں ان ایمان فروشوں کے موضوعات کی یہ کثرت دیکھکر اور خزانہ کو یوں لٹتا دیکھکر آخرکار معاویہ صاحب بھی گھبرا گئے۔ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد گھٹانے کے لئے بارثانی یہ حکمنامہ عام تمام قلمرو اسلام میں صادر کیا۔

اما بعد ان الحدیث فی عثمان قد کثر وافشا فی کل مصر وفی کل وجہ وفی کل ناحیۃ فاذا جاءکم کتابی ھذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضل الصحابۃ الاولین والخلفاء السابقین ولا تترکوا خبرا یرویہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ فان ھذا احب الی واقر لعینی وادحض لحجۃ ابی تراب وشیعتہ واشد الیھم من مناقب عثمان وفضلہ۔

حدیثیں فضائل عثمان میں کثرت سے ہوگئیں اور اب وہ خاطرخواہ تمام دیار وامصار میں عموماً مشہور بھی ہوگئیں۔ پس تمام لوگوں کو جمع کرکے ہمارا حکم علی الاعلان سنا دیا جاوے کہ اب وہ فضائل صحابہ اور مناقب ابوبکر اور عمر کیطرف مصروف ہوں اور اگر کوئی ایک حدیث بھی فضیلت علی علیہ السلام میں پائی جاوے تو کبھی باز نہ رہا جاوے تاوقتیکہ ایک دوسری حدیث اُسکے ایسی اسکی تنقیص میں۔ فضائل صحابہ کے متعلق تیار کرلیں۔ اور یہ امر مجھکو نہایت محبوب اور مرغوب ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اور دلائل و براہین شیعہ کی قطع و برید مجھے زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت فضائل عثمان کے۔

سلطان وقت کے اس حکم نے۔ اس طوفان کی روک تھام کیا کی۔ اور آگ بھڑکا دی۔ فضائل عثمان سے درگزر کرکے۔ تمام صحابہ اور خصوصاً شیخین کے محامد و مناقب کے موضوع روایات اور جعلی اخبارات کا وہ انبار لگا کہ الہیٰ توبہ۔ صحابہ باقین۔ تابعین اور اُن کے تمام مقلدین نے وضع حدیث کے چلتے دھندے کو آگے رکھکر باقی اور تمام روزگار کے ذریعوں سے دستبرداری اختیار کرلی۔ انہیں مصنوعی اور جعلی حدیثوں کو خطیبوں نے ممبروں پر سنایا اور محدثین و

مفسرین اور مورخین نے اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں مندرج فرمایا اور عامہ و خاصہ نے
ان کی تحریروں پر اعتبار کرکے تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلایا اور یہاں تک اِن موضوعات کی وسعت
میں ترقی ہوئی کہ معمولی مدرسین اور معلمین نے اپنی مکتب اور مدرسہ کے پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں
کی کتابوں میں ان جعلی اور نقلی حدیثوں کو داخل کیا اور اُن کو یاد کرایا۔ دیکھو ناسخ التواریخ۔ یہ حدیثیں
عام طور سے بنی اُمیّہ کے ایام سلطنت میں جاری رہیں اور اسقدر کثرت سے ہوگئیں کہ آخر محدثین
کو اُن کی قطع برید کرنے میں کوشش بلیغ کرنی ہوئی اور موضوعات کی تمیز اور شناخت کے لئے
بڑی بڑی ضخیم اور تحقیم تالیفات کرنی ہوئیں۔ اِس طبقے میں امام شوکانی۔ امام ذہبی۔ علامہ سبط ابن
جوزی۔ موضوعات کے نقاد اور اِس جداگانہ فن کے بہت بڑے اُستاد آجتک خصوصیت
کے ساتھ شمار کئے جاتے ہیں لیکن باوجود اتنی تحقیقوں کے صحاح ستہ کے مخزن آجتک اُن لغویات
اور حشویات سے ہرگز خالی نہیں کہے جا سکتے۔ جب کتب صحاح کی یہ کیفیت ہے تو باقی سنن
مسانید اور تواریخ کی نسبت کیا کہا جا سکے۔

علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اِس مضمون کی نسبت جو اپنی رائے لکھی ہے اُسکی اصلی عبارت
ذیل میں لکھکر ہم اِس بحث کو تمام کرتے ہیں۔ وھو ہذا:

قال الحافظ ابن حجر فی کتابہ الصواعق قال احمد و اسمٰعیل القاضی و امام النسائی
و ابو علی النیشاپوری لم یرد فی حق احد من الصحابہ بالاسانید الجیاد اکثر مما جاء فی
علی علیہ السلام قلت و السبب فی ذالک ان اللہ اطلع نبیہ علی ما یکون بعدہ مما
ابتلی بہ علی فاقتضی نصح الامۃ باشتہار فضائل علی علیہ السلام لتحصیل النجاۃ
لمن تمسک بہ و لما اشتغلت طائفہ من بنی اُمیّہ بتنقیصہ و سبہ علی المنابر فاشتغل
الحفاظ ببث فضائلہ۔

حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں کہ فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے متعلق
امام احمد حنبل اور قاضی اسمٰعیل ابن یحییٰ اور امام نسائی اور امام ابو علی نیشاپوری بالاتفاق لکھتے
ہیں کہ صحابہ میں سے کسی شخص واحد کی شان میں اتنی حدیثیں وارد نہیں ہوئیں جتنی تنہا جناب علی
علیہ السلام کی شان میں۔ ہم اِس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُن تمام مصائب سے آگاہ کر دیا تھا جو آنحضرت صلعم کے بعد علی پر گذرنے
والے تھے پس آنحضرت نے اِس خیال سے کہ امت کے لوگ اِن معاصی میں نہ گرفتار ہوں

اسلیے ان کے فضائل ومناقب کو زیادہ تاکید کے ساتھ مشتہر فرمایا کہ اہل اسلام اُسکے ساتھ متمسک ہوں مگر بنی اُمیہ نے اُن کے فضائل ومناقب کی تنقیص کی اور جناب علی مرتضٰی پر منبروں کے اوپر چڑھ کر لعن و تبرا کی۔ اور تمام حفاظ حدیث اِن کے فضائل کے چھپانے کی طرف مصروف ہوئے۔ ابن حجرؒ کے بعد علامہ سبط ابن جوزی کی تحریر بھی ملاحظہ ہو۔ واخرج ابن الجوزی ایضا من طریق عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل سألت ابی ما تقول فی علی علیہ السلام ومعاویہ فاطرق ثم قال اعلم ان علیا کثیر الاعداء ففتش اعداء لہ عیبا فلم یجدوا فجاءوا الی رجل قد حاربہ فاطروہ کیادا منہم لعلی فاشار ابو بذلک الی ما اختلقوا لمعاویۃ من الفضائل مما لا اصل لہ وقد ورد فی فضائل معاویۃ احادیث کثیرۃ لکن لیس فیہا ما یصح من طریق الاسناد بذلک جزم اسحٰق ابن راہویہ و النسائی وغیرہما

علامہ سبط ابن جوزی نے عبد اللہ ابن احمد حنبل کے طریق سے روایت کی ہے کہ سوال کیا میں (احمد) نے اپنے والد سے کہ آپ کیا کہتے ہیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور معاویہ کے بارے میں۔ انہوں نے اپنا سر جھکا لیا پھر کہا کہ آگاہ ہو تم کہ علی کے بہت سے دشمن تھے اور اُن دشمنوں نے اُنکے عیب کی بہت تلاش کی۔ مگر جب ڈھونڈھنے سے کوئی عیب نہ نکلا۔ تو اس شخص کیطرف متوجہ ہوئے جو علی سے لڑا۔ پس اُن کے عیب ڈھونڈھنے والوں نے عداوت علی کے سبب اس شخص محارب (معاویہ) کی خوب خوب مدح سرائی کی پس اس تقریر میں انہوں نے (اُن کے والد نے) اشارہ کیا اُن فضائل کی طرف جو لوگوں نے معاویہ کے لئے بنائے ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور فضائل معاویہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن اُن حدیثوں میں سے کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جو اپنے طریق اسناد سے صحیح ہو۔ چنانچہ اسحاق ابن راہویہ اور امام نسائی وغیرہم نے بھی اسکا جزم کیا ہے۔

اب تو ہمارے ناظرین کو ان موضوعات اور مصنوعات کی پوری حقیقت معلوم ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری موجودہ بحث ضرور تمام ہو گئی۔ مگر ہم اپنے سلسلہ بیان میں امیر معاویہ کے اُن اولیات کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو اِن موضوعات کی طرح اُن کے زمانہ کی خاص ایجادات اور مخترعات سے شمار ہوتے ہیں۔

عینی شرح بخاری کے ذیقدر مؤلف تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے منجملہ ابواب مناقب کے

جس باب میں امیر معاویہ کا ذکر کیا ہے اُس باب کو مثل اور ابواب کے باب مناقب نہیں لکھا ہے بلکہ اُس باب کو یوں لکھا ہے کہ باب ذکر معاویہ۔ امام بخاری کے ایسا لکھنے پر علامہ موصوف یہ عبارت اپنی شرح میں قلمبند کرتے ہیں۔

مطابق الترجمہ من حیث ان فیہ ذکر معویہ ولا یدلک ھذہ علی فضیلتہ فان قلت قد ورد فی فضیلتہ احادیث کثیرۃ قلت نعم ولکن لیس فیھا حدیث یصح من طریق الاسناد نص علیہ اسحٰق ابن راھویہ والنسائی وغیرھما فلذالک قال باب ذکر معاویہ ولم یقل فضیلتہ ولا منقبتہ۔

اس حدیث کے عنوان باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر معاویہ ہے اور یہ امر فضیلت معاویہ پر دلالت نہیں کرتا۔ پس اگر تم کہو کہ معاویہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ میں جواباً کہونگا ہاں۔ لیکن اُن حدیثوں میں کوئی ایسی حدیث بھی نہیں ہے جو بطریق اسناد صحیح ہو۔ چنانچہ اسحاق ابن راہویہ اور امام نسائی وغیرہما نے بھی یہی قطعی حکم لگایا ہے اسی لئے امام بخاری صاحب نے باب ذکر معاویہ لکھا اور یہ نہ لکھا کہ باب فضائل معاویہ یا باب مناقب معاویہ۔ اب اُن کے اوّلیات کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائی جاوے

ازالۃ الخفا میں تحریر ہے عن ابن عباس تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان اوّل من نھیٰ عنھا معاویہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حج تمتع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کیا۔ ابوبکر نے بھی۔ عمر نے بھی اور عثمان نے بھی پہلے جس نے اس کی ممانعت کی وہ معاویہ ہے۔

ازالۃ الخفا میں پھر لکھا ہے۔ ابوبکر عن مکحول قلت للزھری اما علمت عمر احتی القضی اجلہ وابن مسعود فی العراق حتی القضی اجلہ وعثمان بن عفان کانوا تسیرون الامہ محیضۃ حتی کان معاویہ فکان یقول حیضتان ابوبکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا تم جانتے ہو کہ عمر بن مسعود اور عثمان ابن عفان مدت العمر لونڈیوں کا استبرا ایک حیض سے جانتے ہیں یہانتک کہ معاویہ نے دو حیض کو ایجاد کیا۔

اباحت غنا مسند ابویعلی میں معاویہ کی اباحت غنا کے متعلق یہ واقعہ درج ہے عن ابی برزہ قال کنا مع النبی فسمع صوت الغناء فقال انظروا ما ھذا فصعدت فنظرت فاذا معاویہ وعمر ابن عاص یتغنیان فجئت فاخبرت النبی فقال اللھم ارکسھما فی الفتنۃ کسلو

اللھم دعھما الی النار دعا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے کہ آنحضرتؐ
کے ساتھ تھے کہ گانے کی آواز آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے
پس میں اوپر چڑھ گیا تو دیکھا کہ معاویہ اور عمرو عاص گا رہے ہیں۔ میں واپس آیا اور آنحضرتؐ کی خدمت
میں عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اے اللہ اوندھا ڈال ان دونوں کو فتنے میں اور اوندھا
دھکیل ان دونوں کو جہنم میں۔

اگر معاویہ کے طرفدار یہ کہیں کہ پھر اس کے بعد اس نے احتیاط اختیار کر لی ہو گی تو ہم ان کے زمانِ
حکومت میں ان کا گانا سننا ثابت کئے دیتے ہیں۔ تاریخ ابو الفدا میں بذکر معاویہ لکھا ہے کہ معاویہ
ان لوگوں میں ہے جو غنا کو حلال جانتے ہیں۔ اس مختصر سے اگر تشفی نہ ہو تو امام راغب کی یہ عبارت
ملاحظہ ہو۔ قیل ھشام ابن الحکم ھل شہد معویہ بدرا فقال نعم من جانب الکفار و
ذکر عند یث بن عبد اللہ بالحلمہ فقال وھل کان متکئا فاستوی جالسا ثم
قال واللہ لقد اتاہ قتل امیر المومنین علیؑ وکان متکئا فاستوی جالسا ثم قال یا جاریۃ
غنینی فالیوم قرت عینی فانشات۔

تقول الا ابلغ معویہ بن حرب		فلا قرت عیون الشامتینا

کسی نے ہشام ابن حکم سے پوچھا کہ معاویہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ہشام نے کہا ہاں لیکن
کافروں کی طرف سے۔ شریک ابن عبد اللہ سے کسی نے کہا معاویہ نہایت حلیم تھے۔ شریک
نے جواب دیا کہ معاویہ بیوقوفی اور حماقت کا مخزن تھا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کے قتل کی
خبر پائی تو تکیہ لگائے بیٹھا تھا اٹھ کھڑا ہوا اور مارے خوشی کے سیدھا ہو گیا اور لونڈی کو حکم دیا کہ
کچھ گائے۔ کہ ہماری آنکھ میں ٹھنڈک پڑے۔ لونڈی نے اس مضمون کا شعر گایا کہ معاویہ سے
کہہ دو کہ خدا شماتت کرنے والوں کی آنکھ کو کبھی ٹھنڈا نہیں کرتا۔

شرب خمر۔ اباحت غنا ہو چکی اب حلت خمر کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ مسند حنبل حصہ پنجم میں یہ عبارت درج ہے
عن عبد اللہ بن بریدہ قال دخلت انا وابی علی معاویہ فاجلسنا علی الفرش ثم اتینا
بالطعام فاکلنا ثم اتینا بالشراب فشرب معاویۃ ثم ناول ابی ثم قال ما شربتہ
منذ حرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال معویۃ کنت اجمل شباب
قریش واجودہ ثغرا وما شیٔ اجد لہ لذۃ کما کنت اجدہ وانا شاب غیر اللبن او انسان
حسن الحدیث یحدثنی۔ عبد اللہ ابن بریدہ راوی ہے کہ میں اور میرے باپ دونوں

معاویہ کے پاس گئے اور وہاں ہم سب فرش پر بیٹھے پھر کھانا آیا اور ہم سب نے کھایا بعد اُسکے شراب لائی گئی۔ معاویہ نے شراب پیکر میرے والد کو دی اُنہوں نے کہا جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کو حرام تبلایا ہے پھر میں نے کبھی نہیں پی ہے۔ پھر معاویہ نے کہا کہ میں تمام جوانان قریش سے زیادہ خوشرو اور سب سے زیادہ دانت میرے اچھے تھے اور کسی شئے سے مجھے اپنے عالم شباب میں وہ لذت نہیں ملتی تھی جو شراب میں ملتی تھی سوائے دودھ کے یا ایسے شخص کے جو اچھی باتیں کرتا ہو اور وہ مجھسے باتیں کرے۔

حلت ربا۔ کوئی ممنوعات اُٹھ نہ رہے۔ اباحت غنا۔ شرب خمر ہو چکی اب حلت ربا کا چھٹا نمبر ہوتا ہے مولوی نظام الدین صاحب صبح صادق میں تحریر فرماتے ہیں ومعاویہ ونحوہ لم یکن مجتھد ا اذ کیف یکون من اشتبھہ علیہ حرمۃ الربوا وغیرھا مجتھدا معاویہ اُسکے ایسے لوگ کبھی مجتہد نہیں ہو سکتے۔ اور وہ شخص کبھی مجتہد نہیں ہوسکتا ہے جسپر حرمت ربا وغیرہ مشتبہ ہو۔

ان نوایجاد بدعتوں کے علاوہ اُنکی اولیات میں یہ محرمات شمار کئے جاتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اوائل سیوطی میں لکھتے ہیں۔

معویہ اوّل من رکب بین المروۃ والصفا اوّل من ظھر شرب النبیذ والغنا واوّل من اکل الطین واباحہ وکان علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یاخذ البیعت لیزید فاخرجت عائشہ راسھا من الحجرہ قالت مہ مہ ھل استدعی الشیوخ لبنیھم البیعۃ قال لا قالت فیمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنی لھا حفرۃ فوقعت فیھا وماتت۔

جو شخص سب سے پہلے مروہ وصفا کے درمیان سوار ہوا اور پہلے جس شخص نے نبید کو پیا اور غنا کو سنا ظاہری طور پر اور پہلے جس شخص نے مٹی کھائی اور اُسے حلال کیا وہ معاویہ ہے وہ منبر رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھا ہوا اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لے رہا تھا ام المومنین عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا چُپ رہ چپ رہ اے معاویہ آیا شیخین نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ نہیں۔ ام المومنین نے کہا کہ پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اُتر آیا اور عائشہ کے واسطے ایک گڑھا کھدوا اس طریق پر کہ وہ اُس میں گر کر مر گئیں۔

علامہ عبد البر نے استیعاب میں اُنکے اولیات کی بھی فہرست داخل کی ہے۔ قالوا انہ اول من جعل ابنہ ولیعھد وخلیفہ من بعدہ فی صحتہ وقال الزبیر ھو من اخذ دیوان الخاتم وامر بھدایا النیروز والمھرجان واول من قبل صبرا وجہرا واول من اتخذ الخصیان فی لاول من بلغ درجات المنبر خمسۃ عشرۃ مرقاۃ۔ خلاصۂ تقریر علامہ یہ ہے کہ معاویہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولیعہد اور اپنا خلیفہ اپنے بعد مقرر کیا اپنی صحت میں اور زبیر کا قول ہے کہ اول دفتر پر مہر لگانا بھی انہی کی ایجاد ہے اور سب سے اول اسلام میں نوروز اور مہرجان اعیاد مجوس کے لیے تحائف لینا اور دینا بھی انہی کی ایجاد ہے اور معاویہ نے سب سے پہلے اسلام میں لوگوں کو اپنے لئے خصی (اختہ) کرایا۔ اور سب سے اول انہی نے منبر کی سیڑھیاں زیادہ بڑھائیں۔ اپنی انہی ایجادوں کے ساتھ معاویہ نے ایکبار یہ بھی قصد کیا تھا کہ مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کو اکھاڑ کر شام میں لیجائیں اور عصائے رسولؐ جو موذن مسجد کی تحویل میں ہمیشہ رہتا تھا۔ وہ بھی بھیجا جاوے۔

تاریخ طبری کبیر اور کامل ابن اثیر میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے امر معاویہ بمنبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یحمل من المدینہ الی الشام وقال لا یترک ھو وعصی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالمدینہ وھم قتلۃ عثمان وطلب العصا وھی عند سعد القرظ فتحرک المنبر فکسف الشمس حتی رویت النجوم بادیہ فاعظم الناس ذالک فترکہ یعنی معاویہ نے کہا کہ منبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے شام کو منتقل کیا جاوے اور عصائے رسولؐ بھی مدینہ میں نہ چھوڑا جاوے کیونکہ اہل مدینہ قاتل عثمان ہیں اور عصائے مبارک کو طلب کیا جو سعد ابن قرظ کے پاس تھا۔ پس منبر کو جنبش دی گی تو آفتاب میں گہن آگیا اور تمام شہر میں تیرگی چھاگئی کہ ستارے صاف دکھلائی دئے۔ لوگوں نے یہ امر عظیم سمجھا اور ڈر کر منبر کو اسی جگہ چھوڑ دیا۔

بہر حال اب ہم اُن (معاویہ) کو اور اُن کے احوال کو خاتمہ تک پہنچائے دیتے ہیں کہ باوجود اس اطمینان وراحت کے۔ بستر موت پر اُنکے آخری وقت کیسی بیچینی اور اضطرار میں گزرے ہیں۔ امام راغب اصفہانی کتاب محاضرات میں لکھتے ہیں۔

مرض معاویہ فدخل طبیب فقال لا باس علیک انک بنزی ثم مرض فدخل الیہ نصرانی وقال عندنا تعوید من علق علیہ یبرء من علیہ فاخذہ وعلق علیہ فدخل

عليه الطبيب فخرج فقال انه ميّت لا محاله فمات من ليلته فقيل للطبيب في ذالك فقال
روی عن امير المومنين ان معاوية لا يموت حتی يعلق فی عنقه صليباً والتعويذ الذی كان
عليه مصلب فعلمت انه يموت قال الجاحظ انما غلب المعاوية عليًا لانّه لم يكن
عامه الا درك الحاجة بالحيلة حلّ او حرّم ثم لم يكن يبالی بالدّين ولا يتفكر فی سخط ربّ
العالمين وعلی عليه السلام لم يستعمل من الحيل الا ما حلّ والحلال من الحيل
قليل وقال معاويه لعمرو عاص والله لاضربن عليًا بخمسين الفا لا يقرؤن فاتحة
الكتاب یعنی معاویہ بیمار ہوا تو اُن کے پاس ایک طبیب گیا۔ اور اُسنے کہا کہ کوئی اندیشہ
نہیں ہے تم اچھے ہو جاؤ گے پھر دوبارہ مرض لاحق ہوا تو ایک عیسائی معاویہ کے پاس آیا اور کہا کہ
میرے پاس ایک تعویذ ہے کہ جس مریض کے گلے میں ڈالدیا جاوے تو وہ مریض تندرست ہو جاتا
ہے معاویہ نے وہ تعویذ لیکر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اور وہی طبیب جو پہلے آیا تھا۔ پھر اُن کے
پاس آیا۔ اور جب وہاں سے باہر نکلا تو کہا کہ معاویہ اب ضرور مر جائیگا۔ چنانچہ اُسی رات کو
معاویہ مر گیا۔ طبیب سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا بات تھی کہ تم نے موت پر قطعی حکم لگا دیا تھا
طبیب نے کہا کہ مجھ سے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ معاویہ اُسوقت تک
کبھی نہ مرے گا جب تک کہ اپنی گردن میں صلیب نہ لٹکا لیگا۔ اور جو تعویذ معاویہ کی گردن میں ہے
وہ صلیب ہے۔ اس لئے ہم نے جانا کہ یہ مر جائیگا۔ جاحظ کا قول ہے کہ معاویہ جناب امیر المومنین
علیہ السلام پر اس وجہ سے غالب آیا کہ اُسکا مقصود یہ تھا کہ وہ کسی حیلہ سے اپنی حاجت کو حاصل کرے
خواہ وہ حیلہ حلال ہو یا حرام وہ اپنے کامیاب ہونیکی خواہشوں میں نہ کچھ دین کی پرواکرتا اور نہ اُس کو
عقوبت الہی کا کچھ خوف ہوتا تھا۔ بخلاف اس کے حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے حصول
مقاصد میں وہی تدبیریں کرتے تھے جو حلال ہوتی تھیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حلال تدبیریں
بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ معاویہ نے عمر عاص سے کہا تھا کہ خدا کی قسم میں علی علیہ السلام
کے ساتھ ایسے پچاس ہزار آدمی لیکر لڑوں گا جو سورۂ حمد بھی پڑھنا نہیں جانتے شریعت
محمدیہ اور اُمت مرحومۂ مصطفویہ کے ایک راسخ الاعتقاد پیرو کی ظاہری بد اعمالی ثابت
کرنے کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا تبلایا جا سکتا ہے کہ آخیر وقت کے خوفناک منظروں نے
اس کو کچھ ایسا خوف دلا رکھا تھا کہ آخر اُس نے اسلام کی وحدانی صداقت
سے دست بردار ہو کر عیسائی اعتقادات کو تسلیم کیا اور زیادہ تر تعجب کی

تو یہ بات ہے کہ ایسی بد اعتقادی اور اپنے عقائد حقہ سے دست برداری ایک ایسے شخص کی ثابت ہو رہی ہے جو اسوقت تمام بلادِ اسلامیہ میں دینی اور دنیوی سردار او پیشوا تسلیم کیا جا رہا ہے۔

اگرچہ یہی تحریر ہمارے مدعا کی تائید کے لیے کافی ہے۔ مگر ہم بنا بر مزید اطمینان و احتیاط اسکے اضطراب پریشانی اور انتشار کی وہ مخصوص حالت جو بستر مرگ پر ان کے لاحق ہو رہی تھی لکھتے ہیں۔ تاریخ اعثم کوفی میں تحریر ہے۔

معاویہ چوں تنہا ماند مروان درآمد و معاویہ را دید کہ دل تنگ گردیدہ است و می گرید گفت سبب گریہ تو چیست معاویہ گفت بسیار کارہائے خیر بود میدانستم و می توانستم کرد اما نہ کردم ازاں سبب دل تنگ شدم و براں تقصیرہا تاسف می خورم و ازاں می ترسم کہ بہ سبب حق علی علیہ السلام کہ از او باز گرفتم و او را ظلم کردم و حجر ابن عدی و اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بکشتم خدائے تعالےٰ ایں بلا را بمن فرستاد و مرا بعقوبات اجل و عاجل ملاقی کرد و من ایں ہمہ را بدوستی یزید می بینم اگر نہ با من دوستی او بودے۔ در دل من راہ راست یافتے و رشد خود را شناختمے۔ اما دوستی یزید مرا بر مخالفت و محاربت امیر المومنین علیہ السلام بداشت۔ تا لاجرم امروز من دشمن بخندید و دوست از من برنجید۔ ازیں نوع کلمات چند بگفت۔ پس فرمود کہ ازاں موضع کوچ کردند و میرفتند تا بہ شام رسیدند و معاویہ در سرائے خویش فرود آمد و آں علت روز بروز قوت گرفت و مستولی گشت و ہر شب خوابہائے شوریدہ میدید و ازاں می ترسید و ہر گاہ ہذیان میگفت و آب میخواست و بسیار بخورد و تشنگی او تسکین نمی یافت و وقت وقت او را غشی می آورد۔ چنانچہ یک شب در ذرہ و بیہوشی بود۔ چوں بہ ہوش برآمد فریاد او برآورد و گفت چہ افتاد مرا با تو اے حجر ابن عدی و چہ افتاد مرا با تو اے عمر ابن حمق الخزاعی و چرا با تو خلاف کردم و حق تو بگرفتم اے پسر ابو طالب الٰہی اگر مرا عقوبت کنی مستوجب عقوبتم۔ معاویہ برایں شکل مضطرب می بود و بر زمین می غلطید۔

اب تو ہماری کتاب کے ناظرین نے دیکھ لیا کہ ایسی کامل حسرت اور مایوسی کے عالم میں جب تمام دنیاوی تعلقات الوداع اور حکومت و ثروت و دولت سب کے سب طلاق الفراق الفراق پکار رہے ہیں اور اس عالم فانی سے ایسے ملک جاودانی کی طرف کوچ ہو رہا ہے۔ جس کا کبھی بھولوں بھی خیال نہیں کیا گیا تھا۔ امیر صاحب کے اضطراب و انتشار کی کیا حالت تھی خدا کی شان۔ معاویہ کے ایسا آدمی اور اپنے قصور کا اعتراف۔ عقل کے سراسر خلاف ہے

گر گیا کریں۔ وقت ہی ایسا آلگا ہے کہ جس میں نہ کوئی تدبیر مفید کار ہو سکتی تھی اور نہ کوئی حیلہ جوئی اور ابلہ فریبی پیش چل سکتی تھی۔ ان کی اخیر وقت کی ایسی مضطرب حالتوں کو پڑھ کر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ معاویہ نے اپنے بستر موت کے زمانہ کو آسانی اور اطمینان کے ساتھ کاٹا۔ یا کم سے کم اُس مقدس طبقہ کے ادنےٰ ترین غلاموں کے ساتھ بھی شمار ہو سکتا ہے جو لوگ کہ اپنی مبارک حیات کا زمانہ تمام کر کے دنیا سے پورے صبر اور شکیبائی کے ساتھ باراحت و اطمینان ایسے اُٹھ گئے جیسے وہ دنیا میں آئے ہی نہ تھے۔

تیسری شرط۔ معاویہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام و دیگر اعیان اہلبیتؑ کو ظاہری یا پوشیدہ طور سے کبھی نہ ستائیگا اور نہ کبھی ان حضرات علیہم السلام کے ساتھ کوئی غدر یا مکر کریگا۔

اس شرط کی عدم تعمیل کی تفصیل میں ہم کو کسی تصدیق یا شہادت کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ خاص امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں قلمبند کر چکے ہیں۔ اور ہم اُسی کو اس کے ثبوت میں کافی سمجھتے ہیں۔ امام حسنؑ علیہ السلام کے قتل کرنے کی عزت (معاذ اللہ) اگرچہ ان کی خوش قسمتی کا تمغا نہ ٹھہری تو اس سے کیا واقعات کربلا کی بنیاد اور اُسکے اہتمام کا سہرا تو ضرور انہی کے سر باندھا جائیگا۔ باقی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ۔ جیسی مکر و دغا اور جعل سازیوں سے پیش آئے ہیں۔ وہ بیعت یزید کی بحث میں عنقریب بیان ہوتی ہیں۔

چوتھی شرط۔ معاویہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے منتخب یا نامزد نہیں کریگا اس شرط کے نہ پورا کرنے کے حالات کو ہم علیحدہ نہیں لکھیں گے۔ بلکہ یزید کی تخت نشینی اور اُس کی بیعت ستانی کے واقعات میں یکجا بیان کرینگے۔

بیعت یزید کی پوری تاریخ۔ معاویہ کی کوششیں اور بلیغ اہتمام

اب ہم بیعت یزید کے واقعات جو معاویہ کے مخصوص اولیات اور محدثات میں شمار ہوئے ہیں نہایت تفصیل سے ذیل میں درج کرتے ہیں کیونکہ ہمارے تمام آئندہ مضامین کی ابتدا انہی اسی ایجاد اور اسی اختراع سے ہوتی ہے۔

عموماً یہ خیال کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد انعقاد اور انتخاب

خلیفہ کا قاعدہ اجماع پر قائم ہوا۔ چنانچہ اسلام کے ایک بڑے فرقے نے اسی اصول کو اپنے
عقائد میں داخل کیا ہے۔ مگر جہاں تک تحقیق کی نظر ڈالی جاتی ہے۔ یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شوریٰ کے
اور اجماع کے ساتھ پھر استخلاف کی بھی ایک شرط بڑھائی گئی۔ جیسا کہ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر
کے بعد حضرت عمرؓ ان کے استخلاف اور نص کی رُو سے خلافت کے مستحق ٹھہرے اور اسی
استخلاف پر اجماع ہوا۔ حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت اپنی طرف سے کسی خاص شخص کو تو
نامزد کیا نہیں مگر جلسۂ شوریٰ اور اہل اجماع کی تعداد کو گھٹا کر چھ آدمیوں کے ایک سیلکٹ کورم
Select Quorum. پر محدود کر دیا پھر انہی صحاح ستہ میں سے ایک خاص شخص کو اس سیلکٹ
میٹنگ Select Meeting کا پریسڈنٹ President یا چیرمین Chair Man بنا دیا اور
اس کی رائے کو بمقابلہ دیگر شرکاء جلسہ کے دو شخصوں کی رایوں کے برابر کر دیا اور اس ترکیب سے
اپنا دلی مقصود نکال لیا۔ ان کے انتظام کو اس لئے نہ ہم شوریٰ کہہ سکتے ہیں اور نہ استخلاف
جو کچھ کہا جاتا ہے وہ ان کی خاص طبیعت کا خلط مبحث۔
جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ظاہری خلافت ملنے کے وقت جو انتظام کیا گیا۔ اگرچہ اس کو بھی
بعض علمائے اہل سنت اپنے عقائد کے مطابق اجماع کہتے ہیں۔ مگر بعضے جب اس پر غور
کرتے ہیں کہ بہت سے جلیل القدر صحابہ نے ان کی بیعت سے احتیاط کر کے اپنے اپنے گھروں
میں بیٹھ رہے اور بہت سے شام میں جا کر معاویہ سے مل گئے۔ تو اس خلافت کے باقاعدہ
درست ہونے کے قائل نہیں ہوتے۔ عبد اللہ ابن عمر ابن الخطاب اور سعد ابن ابی وقاص وغیرہم
کا یہی مسلک تھا۔
معاویہ کی خواہ مخواہ خلافت تو یہیں سے حائل ہو گئی۔ معاویہ کی سلطنت کو برحق تسلیم کرنے والے
بعض تو شروع ہی سے ان کو اپنا خلیفہ برحق سمجھتے تھے۔ جیسے قبیلہ بنی اُمیہ اور بعض دومۃ الجندل
کے بے ایمان فیصلہ کے نفاذ کے وقت سے ان پر اجماع کے اطلاق کو صحیح سمجھتے تھے اور بعض
جناب امیر المومنین علیہ السلام کو آپ کی وفات کے دن تک خلیفہ برحق سمجھتے تھے اور پھر آپ کے
بعد امام حسن علیہ السلام کو روز صلح تک مستحق خلافت جانتے تھے۔ مگر روز صلح سے وہ خلافت
معاویہ پر اجماع ہو جانے کی پوری صحت اور صداقت کرتے تھے۔
ان سب حالات کی تحقیق کرنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگرچہ بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اجماع اجماع اور شوریٰ شوریٰ کا شور مچایا گیا۔ مگر وہ ساری شوریٰ شوریٰ اور زور ا زوری

پورے تین برس تک بھی قائم نہیں رہی۔ خلیفۂ اول کے بعد ہی شوریٰ اور اجماع کو استخلاف اور نص سے بدلنا پڑا اور حضرت عمر نے جو تین برس پہلے اس زور و شور سے شوریٰ کی تائید کرتے تھے اور اس سے اختلاف کرنے والوں کو عموماً گردن مارے جانیکا حکم دیتے تھے ایک ذرہ بھر بھی اختلاف نہ فرمایا۔ اور استخلاف کے قاعدہ سے خلیفہ آنجہانی کے جانشین بنکر اپنے لیے تمام اہل اسلام سے بیعت لے لی معاویہ نے جو بیعت یزید کا سلسلہ اٹھایا تھا وہ قاعدہ استخلاف سے بہت درست تھا۔ جو نوعیت یا بدعت اس میں ہوئی وہ صرف یہی تھی کہ سیرت شیخین کے خلاف اپنے بیٹے کو اپنے بعد ولیعہد کرکے اپنی خلافت کو موروثی کر دیا اور انکا دلی مقصود یہی تھا۔ معاویہ کے دل میں یہ خیال کب سے پیدا ہوا اور اس اِحداث فی دین اللہ پر کب سے اُن کو جرأت ہوئی۔ اسکے لئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کو طمع خلافت جیسی کچھ تھی وہ اُن کی عیارانہ حرکات اور تمام مظالم سے بخوبی ثابت ہے۔ بلکہ خود اُن کے مختلف اقوال سے ظاہر ہے۔ حصول خلافت کے ساتھ اُن کو اس کے موروثی بنانے کی بھی تمنا ضرور تھی۔ مگر یہ موقع اور وقت کے منتظر تھے۔ یہانتک کہ انہی امیدوں میں تیسری خلافت کا زمانہ آپہنچا۔ پھر کیا تھا۔ خلیفۂ عصر کی اقربا پروری۔ قومی فیاضی۔ رعایت اور غایت درجہ کی شفقت نے اِن کے نہال آرزو کو مالا مال کر دیا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اِن کی ہمت اور حوصلوں میں بہت بڑی پرجوشی اور وسعت آگئی وہ اُسی وقت سے اپنی اس تجویز کے پورا کرنے پر بھی آمادہ ہوگئے یہانتک کہ اُنھوں نے دنیا بھر کے مظالم اور معائب کو گوارا کرکے حکومت اسلامیہ کو اپنے لیے مختص کرلیا اور چاروں طرف سے مطمئن اور فارغ البال ہوگئے۔ تو اپنی اس دلی تجویز کو عملی طور پر لانے کی کوشش کی۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد معاویہ کے دل میں یزید کی ولیعہدی کا خیال پیدا ہوا۔ یہ غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو معاویہ کو پھر امام حسن علیہ السلام کے شہید کرنے کی اتنی جلد فکریں کیوں کرنی ہوتیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی یہ تجویز سابق اور انکا یہ خیال قدیم تھا۔ مگر بات یہ ہے کہ اپنے دلی اسرار کو امام حسن علیہ السلام کی حیات میں ظاہر نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ صلحنامہ کی شرطوں میں تو خلافت امام علیہ السلام کو واپس دیے جانیکی شرط تحریر تھی۔ پھر اسکی تحریک کیسے کی جاسکتی تھی۔ امام حسن علیہ السلام کی زندگی تک معاویہ نے اپنی اس تجویز کو دل میں ضرور پوشیدہ رکھا۔ مگر اسکی سلسلہ جنبانی بھی آپ کی حیات ہی سے ضرور شروع کر دی گئی تھی۔

چنانچہ امام عبد البر کی استیعاب میں تحریر کرتے ہیں وکان معاویہ قد اشار بالبیعۃ لیزید فی حیوۃ الحسن رضی اللہ عنہ معاویہ نے بیعت یزید کا اشارہ جناب امام حسن علیہ السلام کے زمانہ میں کیا تھا۔ مگر یہ اشارہ اُنہی لوگوں تک محدود رکھا گیا تھا۔ جو ان کی بہی خواہی اور اطاعت سے منحرف ہونے والے نہیں تھے۔

اب جب امام حسن علیہ السلام کی فکر سے بھی ان کو فرصت مل گئی۔ تو اب انہوں نے اپنی اس پوشیدہ تجویز کا عملی طور پر علانیہ اظہار کرنا شروع کر دیا اور اس کی نسبت تمام ملک سے عام رضامندی اور اقرار لینا شروع کر دیا۔ معاویہ ایسے کیا نادان تھے کہ شام کے ہوا خواہوں کو چھوڑ کر۔ اس کی تحریک کو حجاز و عراق والوں سے آغاز کرتے۔ پہلے جہاں وہ بیٹھے تھے وہیں سے اس کا آغاز کیا۔ اور آہستہ آہستہ پھر تمام قلمرو میں اس کا عمل درآمد کرایا۔ اس کی تعمیل میں جو جو روش انہوں نے اختیار کی وہ ایسی انوکھی تھی جو کامل طور سے ان کی حرفت اور ابلہ فریبی کا تمام دنیا کے آگے طشت از بام کرتی ہے۔

بیعت یزید کا آغاز اس طرح سے ہوا کہ معاویہ اپنے مقام پر وقت کی تاک لگائے بیٹھے تھے۔ کہ خود بخود ان کی آرزو پوری ہونے کے سامان ہونے لگے۔ وہ اس طرح کہ مغیرہ ابن شعبہ والی کوفہ کو معزول کرنے کی تجویز معاویہ نے ٹھہرائی۔ مغیرہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ وہ یزید کی نسبت ان کے استمزاج سے آگاہ ہو چکا تھا۔ امارت کوفہ پر مستقل رہنے کی کوئی دوسری صورت بجز اس تجویز میں سعی کرنے سے زیادہ مفید نہیں معلوم ہوئی۔ مغیرہ ابن شعبہ بھی جیسی چالوں کے آدمی تھے۔ وہ ظاہر ہے انہوں نے اپنی طرف سے کوفہ کی امارت کے لئے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کو بالکل نامناسب سمجھا اور اس سے اپنی بالکل لاعلمی ظاہر کر کے اس کی طرف سے اپنی بے پروائی اور بے غرضی ثابت کی۔ ہم ان تمام حالات کی تفصیل تاریخ روضۃ الصفا کی اصل عبارت سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

درہمیں ہنگام مغیرہ والی کوفہ بود و معاویہ خواست کہ او را عزل کند و ایں خبر را بسمع ابن [illegible] نمایند مغیرہ پیش از وصول بدمشق بنزد یزید رفتہ اول اظہار آں کرد کہ من بنا بر کبرسنی از امر امارت استعفا خواہم نمود۔ از آں پس بہ یزید رفتہ گفت اکابر صحابہ وفات یافتند آنچہ باقی ماندہ اند و فرزندان ایشاں بسن رشد رسیدہ و میرسند تو از ہمہ عاقل تر و فاضل تری و بہ سیاست ملکی داناتری چرا معاویہ ترا ولیعہد نمی کند و مردم را بہ بیعت تو دعوت نمی کند تا محبت تو در دل ایشاں قرار گیرد و بعد از وے کسی را دریں باب سخنے نباشد یزید گفت ایں کار تمشیت نپذیرد۔ مغیرہ گفت واللہ

چرا نہ پذیرد۔ پس یزید پیش پدر رفتہ آنچہ از مغیرہ شنیدہ بود درمیان نہاد۔ معاویہ مغیرہ را بخلوت طلبیدہ از وے پرسید کہ یزید چہ می گوید۔ مغیرہ گفت مناسب چناں می نماید کہ در زمان حیات خویش یکے را ولیعہد خویش سازی تا بعد از تو خلاف و رخوں ریختن نباشد۔ عمر ابن الخطاب کار را بر شوریٰ انداخت تا ایں ہمہ مخالفت ظاہر شد و عثمان را خود مجال نداد ندکہ کسے را بجائے خود تعین نماید معاویہ گفت ایں امر تمام کہ چگونہ بانجام رسد مغیرہ گفت کہ ایں کار در کوفہ و بصرہ مشکل تر است کہ اکثر سپاہ در ایں دو شہر اند چوں من در کوفہ (مطابق سعدی ہمیں بود) باشم و زیاد در بصرہ ایں مہم چناں سرانجام باید کہ دلخواہ تو باشد۔ معاویہ گفت کوفہ از آں تست۔ بدل قوی رو براہ آر۔

ابھی تک تو ان تجویزوں کا خیال ہی خیال تھا۔ مغیرہ کی تائید نے اس کو پوری قوت دیدی مگر مغیرہ کی چالوں کو تو دیکھو۔ کوفہ کی امارت یوں دعووں سے لیتے ہیں۔ نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔

المختصر مغیرہ امیر صاحب سے پکی پوڑھی کرکے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور پہنچتے ہی بیعت یزید کے اہتمام میں مصروف ہوئے۔ بیت المال جو اپنا عین المال تھا آگے دھر لیا اور اشراف کوفہ میں سے دس شخصوں کو تیس ہزار روپیہ بحساب فی کس تین ہزار روپیہ نقد دیکر یزید کی ولیعہدی کے قبول کرنے پر راضی کر لیا۔ اور ان لوگوں کو اپنے لڑکے موسیٰ کے ہمراہ اقرار بالمشافہ کی غرض سے معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ یہ جماعت معاویہ کی خدمت میں پہنچی۔ موسیٰ اور معاویہ کے فیمابین جو گفتگو ہوئی وہ لطف سے خالی نہیں ہے۔ اسکو بھی ہم روضۃ الصفا کی خاص عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔

ایں قوم چوں با معاویہ ملاقات کردند گفتند کہ بجہت آں آمدہ ایم عقد بیعت یزید حاصل کنیم معاویہ با ایشاں گفت بر ایں عزیمت باشید لیکن تعجیل مکنید و درخلوت از موسیٰ ابن مغیرہ استفسار کرد کہ پدر تو دین ایں مردماں را کہ از کوفہ آمدہ اند بچند خریدہ است موسیٰ گفت بسہ ہزار درم معاویہ گفت دین وملت پیش ایں جماعت چنداں قدر و قیمت نداشتہ اند

یہ تو صرف کوفہ والوں کی ایمان فروشی اور بیعت یزید کی گرم جوشی کی محض ابتدائی کیفیت تھی جسکو ہم نے تمہید کے طور پر اس بحث کے آغاز میں لکھ دیا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی بیعت کا سلسلہ کوفہ والوں سے آغاز کیا گیا تھا۔ مگر یہ قیاس غلط ہے۔ اس کی ابتدا حقیقت میں شام والوں سے ہوئی ہے اور جب یہاں کے خالص اور کامل بہی خواہوں نے اس کو قبول کر لیا تب عراق والوں کی ترغیب و تحریص کی نوبت آئی۔ اہل شام کو اس امر پر رضامند

کرنے کے لئے۔ معاویہ کو کوئی دشواری نہیں تھی۔ وہ لوگ تو تیس ۳۰ تینتیس ۳۳ چالیس ۴۰ چالیس برس سے مطیع و منقاد چلے آرہے تھے۔ اور ایسے کہ بنی امیہ یا معاویہ کی عظمت و جلال کے آگے نہ خدا کی اطاعت کوئی چیز سمجھیں نہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی حقیقت جانیں۔ پھر ایسے لوگوں سے جو گھر کے غلاموں سے زیادہ خیر خواہ اور مطیع تھے بیعت یزید کا اقرار لینا کونسی بڑی بات تھی۔

اہل شام کی تحریک کی تجویز میں معاویہ نے سعید ابن العاص حصین ابن نمیر اور ضحاک ابن قیس الفہری کو اپنا معاون اور مشیر بنایا۔ ایک مجلس ترتیب دی گئی۔ جس میں چند عراق کے مشاہیر اور عمائد بھی حاضر تھے۔ اور باقی تمام اہل شام کا مجمع کثیر تھا اور عام اژدحام۔ معاویہ نے سر منبر یزید کے محامد و اوصاف میں ایک طول و طویل خطبہ پڑھا اور اسی کے ضمن میں بیعت یزید کی تحریک کی پہلی بھنک کے یار تو مجلس میں موجود ہی تھے فوراً امیر صاحب کی تائید کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں سب سے پہلے ضحاک ابن قیس الفہری کھڑا ہوا۔ بیعت یزید کی تائید ان لوگوں نے جن الفاظ میں کی اسکو ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

ضحاک ابن قیس گفت اے امیر بر سر مقصود رسیدی و ازینجا کہ حال جہاں و جہانیاں مکدر است و سر انجام بنی آدم زوال و فنا است خلق را بعد از تو والیئے باید کہ بتنظیم مہام ایشاں قیام نماید و بحوادث رعایا کہ ودائع حضرت خالق البرایا اند بپردازد و در حسن سیرت و یمن سریرت و فور علم و کمال و حلم حال یزید زیادہ تر از اں است کہ شرح و بیان را احتیاج افتد۔ اورا ولیعہد خویش بساز تا عالمیان را در غیبت تو ملاذے و ملجائے باشد کہ در حوادث امور و نوائب قضا پناہ آرند مصلحاں آسودہ و مفسداں مالیدہ باشند۔

اتنا کہکر ضحاک تو بیٹھ گئے۔ سعید ابن عاص اٹھے اور کہنے لگے۔

یزید پسر امیر ست۔ تو انگریست کہ از او امید تواں باید داشت۔ بہتر نیست کہ از وے امن تواں بود۔ مردیست مذکور بہ سخاوت و مشہور بہ شجاعت و مشہور معروف بہ عدل و سیاست امیر را فرزندے خلف است و در تمشیت مہم خلافت نظیر و عدیل ندارد۔

سعید بھی یزید کے حق نمک سے ادا ہو کر بیٹھ گئے تو حصین نے اٹھکے مجمع عام میں یہ تقریر کی۔ اے امیر بخدا سوگند اگر تو از دنیا بردی و یزید را ولیعہد خویش نکردہ باشی در تضییع امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کوشیدہ باشی۔

حصین نے تو اپنی تقریر میں بیعت یزید کو منصوص من اللہ ثابت کرنے کی پوری کوشش صرف کردی اور کھل کھل کر معاویہ کو سنا دیا کہ اگر تمنے یزید کو اپنے بعد خلیفہ نہیں کیا تو امت مصطفویہ کی تضییع کی وجہ سے عذاب الٰہی کے ضرور مستحق ٹھہروگے۔ کیوں نہ ہو۔ حصین اگر اسیوقت سے اطاعت یزید کو فرض نہ سمجھ لیتا تو معرکہ کربلا میں اپنے ہاتھوں کو خون حسینؑ سے رنگین کیسے کرتا۔ بہرحال اُس مجمع میں احنف ابن قیس رئیس بصرہ بھی موجود تھا اور خصوصیت کے ساتھ شیعیان علیؑ اور دوستداران اہلبیت علیہم السلام میں شمار ہوتا تھا۔ معاویہ نے اِس کی طرف رُخ کرکے اپنی صفائی دکھلانے کی غرض سے پوچھا کہ اے ابا بحر تو چرا دریں امر سخن نمی گوئی و ساکت ہستی۔

احنف نے جواب دیا کہ تو بہ افعال یزید دانا تری۔ اگر می دانی کہ از عہدۂ امر خلافت۔ چنانکہ مقرون برضائے خدا وند تعالیٰ باشد و مستلزم فراغت امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد بیروں تواند آمد۔ باہیچ کس مشورت مکن و او را ولیعہد بگرداں داگر گماں تو دربارہ او بخلاف است زمام مہمات کائنات را باُو مدہ و خود را بعذاب آخرت گرفتار مکن۔

ان واقعات کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ شام کے ایسے ملک میں۔ جہاں کی رعایا ہر طرح سے قابو میں تھی۔ بیعت یزید کی تعمیل کے لئے کیسے کیسے مکڑی کے جالے تنے گئے اور دیکھا پھر الگ کیسے کیسے پھندے ڈالے گئے۔ رائے دینے والے اور تاکید کرنیوالے سو حضرات تھے ہر شخص کی رائے کیسی تھی اور کہاں تک اُس کی صداقت اور دیانت وایمانداری کی خبر دیتی ہے۔ المختصر معاویہ کا مطلب خاطر خواہ ہوگیا۔ اور احنف ابن قیس کی رائے۔ نقارخانہ میں طوطی کی آواز بنکر رہ گئی۔ اور اس مجمع میں اپنا کوئی اثر پیدا نہ کرسکی۔ حاضرین نے یزید کی بیعت کرلی۔ چنانچہ ہمارے مستند مورخ آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعد ازیں حاضرین با یزید بیعت کردند و ہر کس بمنزل خود باز گشت۔ روضۃ الصفا جلد دوم۔

اِس کیفیت کو پڑھکر ہر شخص سمجھتا ہوگا کہ اہل شام کی طرف سے معاویہ کو اطمینان ہوگیا ہوگا۔ یہ خیال غلط ہے۔ معاویہ کو ابھی اُن کی طرف سے اطمینان کلی نہیں ہوا تھا اور حقیقت حال یہ ہے کہ معاویہ اہل شام کو جس طرح پہچانتے تھے ویسی بصیرت اہل شام میں کہاں کہ وہ معاویہ کو پہچانیں۔ اسی لئے اِن لوگوں نے آجتک اپنے حق و باطل میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔ شدہ شدہ معاویہ کو جن اُمور کا شبہہ ان لوگوں کی طرف سے لگا تھا۔ اُسکے آثار معلوم ہونے لگے تو اُس نے

ان ساماتوں کے ذریعوں کو فوراً قطع کر دیا۔ اور جب تک ان تمام ذریعوں کا خاتمہ نہ کرلیا۔ اُسکو اہل شام کی طرف سے اطمینان کلی نہوا۔ اس کی اصلی کیفیت یہ ہے۔ یزید کے مقابلہ میں معاویہ نے دو دعویدار خلافت اور ملک شام میں تجویز کئے تھے۔ ایک تو سعید ابن عثمان۔ دوسرے عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید۔ ان دونوں آدمیوں کی نسبت اُس کو خبر لگی کہ یہ لوگ بیعت یزید سے ناراض ہیں اور اہل شام کے سامنے اپنے اوصاف اضافی کی بنا پر اپنا استحقاق فی الخلافت ظاہر کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سب سے پہلے عبد الرحمن ابن خالد کی پوری خبر لی گئی حمص کے لوگوں کو بلا کر جہاں کے یہ عامل تھے۔ معاویہ نے اُن کا استمزاج لیا تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً وہاں کے لوگ عبد الرحمن کی خلافت کے خواہاں ہیں۔ اس ضرورت سے عبد الرحمن کا تصفیہ بہت ضروری ٹھہرا۔ کیونکہ ایک تو عثمان کے زمانہ سے وہ صوبہ حمص کا عامل برابر چلا آرہا تھا دوسرے اُس کے باپ خالد ابن ولید کے اعزاز کیا کم تھے۔ اور پھر اُس کی ذاتی امارت اور مراتب نے اہل شام کو اُس کا گرویدہ اور مطیع بنا رکھا تھا۔ معاویہ نے ان کے دفعیہ کی جو فکر کی وہ ہم امام عبد البر کی کتاب استیعاب سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

لما اراد معاویۃ لبیعۃ الیزید خطب اهل الشام وقال یا اهل الشام قد کبرت سنّی و قرب اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاما لکم وانّما انا رجل منکم فاروا رأیکم فاصفقوا واجتمعوا وقالوا رضینا عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید فشق ذالک علی معاویۃ ابوسفیان واسرّها فی نفسہ ثم ان عبد الرحمان مرض فامر معاویۃ طبیبا عنده یهودیّا وکان عنده مکینا ان یاتیہ ویسقیہ تقیۃ یتقابها فسقاه فاخرق بطنہ فمات وقصّۃ هذا مشهورۃ عند اهل السّیر والعلم والآثار والاخبار۔ اختصرتها

معاویہ نے جب ارادہ کیا کہ یزید کے لئے بیعت لے یعنی اُسکو اپنا ولیعہد کرے تو اہل شام سے خطاب کیا اور کہا کہ اے اہل شام میں مُسن ہوگیا ہوں اور زمانہ موت کا قریب آگیا ہے اس لئے میں نے قصد کیا ہے کہ میں ایک شخص کو اپنا ولیعہد مقرر کروں تاکہ وہ تمہارا انتظام قائم رکھے۔ اور میں بھی تمہیں لوگوں میں سے ایک آدمی ہوں۔ تم سب اپنی رائے قائم کرو۔ پس سب نے باہم متفق الرائے ہوکر کہا کہ ہم عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید کی حکومت سے راضی ہیں۔ یہ تجویز اور انتخاب معاویہ کو بہت شاق گزرا مگر دل میں اس ناگواری کو پوشیدہ رکھا بعد چندے عبد الرحمن مذکور بیمار ہوا موقع پاکر معاویہ نے ایک طبیب کو جو اُسکے پاس رہتا تھا اور مذہب یہود کا آدمی تھا حکم کیا کہ

عبدالرحمن کے پاس جاوے اور اُس کو کوئی ایسی دوا پلائے کہ وہ تمام ہو جاوے۔ چنانچہ طبیب نے کچھ ایسی دوا پلائی کہ اُس کے پینے سے عبدالرحمن کا پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا۔ اور یہ قصہ اہل سیر اور صاحبان علم میں مشہور ہے۔ میں نے اسکو مختصر طور پر درج کیا ہے۔ صاحب روضۃ الصفا نے یہودی کی جگہ طبیب کو نصرانی بتلایا ہے اور اُسکا نام ابن آثال لکھا ہے۔ اُن کی عبارت یہ ہے ابن آثال شربت مسموم بہ عبدالرحمن داد تا او در گذشت و آں منظالمہا کہ در حرب صفین اندوختہ بود در گردن او بماند و معاویہ انچہ از ابن آثال وعدہ کردہ بود وفا نہ نمود۔ روضۃ الصفا بمبئی صفحہ ۲۹

بہرحال۔ ایک دعویدار خلافت سے تو فراغت کلی ہوئی۔ اب دوسرے دعویدار سعید ابن عثمان کی سرگذشت یوں ہے۔ ان کے ساتھ بھی معاویہ ایسے ہی سلوک قائم رکھتے۔ خیریت ہو گئی کہ انہوں نے فوراً یزید کی اطاعت کا اقرار کر دیا۔ اسوجہ سے مورد مظالم نہ ٹھہرے بلکہ مستحق مکارم مگر تاہم جلاوطنی اور ایک گونہ خارج البلدی کی سزا کرہی دی گئی۔ ہم ان کی سرگذشت کو تاریخ اعثم کوفی کے ترجمہ سے نقل کرتے ہیں۔

سعید ابن عثمان جب آئے تو معاویہ نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور اُسکو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر مخاطب ہو کر کہا اے میرے بیٹے۔ تیری یہ کیا باتیں سُنی جاتی ہیں۔ سعید نے کہا اے امیرالمومنین بیان کیجئے وہ کیا باتیں ہیں۔ معاویہ نے کہا ہم نے سنا تو کہتا ہے کہ معاویہ کے بعد میں اُس کے بیٹے یزید کی نسبت خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ سعید نے کہا کہ اگر میں نے کہا بھی تو کیا ہوا سچی اور حق بات تھی۔ خدائے واحدؐ کی قسم میرا باپ یزید کے باپ سے اور میری ماں اُسکی ماں سے افضل ہیں اور میں خود اُس سے بہتر ہوں۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہم نے یہ عہد تیرے واسطے قرار دیدیا ہے۔ کہ جو کچھ تو کرتا ہے ہم اُس پر معترض نہیں ہیں۔ معاویہ یہ سنکر ہنسا اور کہا اے بھتیجے تو سچ کہتا ہے عثمان مجھسے اور تیری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے۔ کیونکہ قریشی عورت تمیمی سے اچھی ہوتی ہے۔ لیکن تیرا یہ کہنا کہ میں یزید سے اچھا ہوں۔ میں تیری اس بات کو ہرگز نہ مانوں گا۔ مجھے اُسی خدا کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ میں تمام عالم کی جان ہے اگر میرے بیٹے کی جگہ سے عراق تک ایک رسی تان دیں اور اُس رسی کو تمہارے ایسے تمام آدمی تھام لیں تو میں اُن تمام اشخاص سے یزید ہی کو بہتر اور زیادہ اچھا سمجھوں گا۔ مگر تیرے حقوق بھی بہت ہیں اور اُن سے چشم پوشی کرنا خلاف شرع اور بعید از مروت خیال کرتا ہوں تو خوش رہ میں نے تجھے خراسان کا والی مقرر کیا۔ اتنا لکھکر ہمارے مستند مورخ آگے لکھتے ہیں کہ زیاد ابن ابیہ اور ابو عبیدہ ابن ابوبکرہ کے نام خط

لکھدیا گیا اور اُن دونوں نے حسب الحکم سعید ابن عثمان کو چالیس لاکھ درہم دیکر مع فوج ہمراہی کے خراسان کی طرف روانہ کردیا۔ (ترجمۂ اعثم کوفی مطبوعہ دہلی۔ صفحہ ۳۳۱)

المختصر معاویہ نے ان دونوں دعویداران خلافت کو شام سے یوں خارج اور دفع کردیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بیعت یزید کی مشن تمام و کمال دو ہی طریقوں سے چلائی گئی۔ اس کی تعمیل میں یا تو قتل سے کام لیا گیا یا رشوت دیکر کام نکالا گیا۔ القصہ۔ جب اہل شام کی طرف سے معاویہ کو اطمینان ہوگیا تب اُسنے اور بلاد اسلامیہ میں بھی اس کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ مغیرہ ابن شعبہ نے کوفہ میں تو اسکی کاروائی شروع کردی مگر زیاد نے بصرہ میں اس کی نسبت تامل اختیار کیا۔ کہ یکایک وہ مرض طاعون سے مرگیا۔ اُس کی جگہ عبید اللہ ابن زیاد بصرہ کا امیر ہوا۔ اُس نے یزید کی بیعت کے مسئلہ کو بصرہ والوں کے ساتھ طے کرلیا۔ عراق میں اسوقت بیعت یزید سے انکار کرنے والے کون تھے۔ دعویدار خلافت تو یہاں تھا ہی کون۔ ہاں انکار کرنے والوں میں وہی شیعیان علی علیہ السلام شمار کیے گئے۔ اُن کی جو حالت کی گئی وہ اوپر لکھی جاچکی۔ کہ بےشمار قتل کیے جانے کے بعد۔ سولی دئے گئے۔ درختوں میں لٹکائے گئے۔ اندھے کیے گئے اور شہر بدر کردئے گئے۔ غرض کہ بصرہ میں بھی سخت ظلم و تعدی کے ذریعہ سے بیعت یزید کا اقرار کرایا گیا۔

جب عراق کی طرف سے بھی اطمینان ہوگیا۔ تو حجاز اور حرمین شریفین کے باشندوں سے بھی بیعت یزید کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی۔ مروان کو جو اُسوقت مدینہ کے عامل تھے لکھا گیا کہ باشندگان حجاز کا استمزاج لیکر فوراً اطلاع دیں۔ چنانچہ مروان نے جب اہل مدینہ سے اس کی تحریک کی تو عموماً سب نے اس سے انکار کیا اور اکثر لوگوں نے اس امر میں سکوت اختیار کیا۔ مروان نے معاویہ کو ذیل کی عبارت میں جواب لکھ بھیجا۔ جسکو ہم روضۃ الصفا سے نقل کرتے ہیں۔

معاویہ مکتوبے بمروان نوشت کہ سخن حکومت یزید در خواطر ارباب مدینہ قرار بدہد و بجہت عبداللہ ابن عمر صد ہزار درہم فرستاد و چوں قاصد بمدینہ رسید مال را پیش عبداللہ ابن عمر سپرد۔ عبداللہ نخست اموال را قبول کرد و چوں نام بیعت شنید بالحاد را رد کرد و گفت کہ من پیر شدہ ام و دین من بصد ہزار درہم ارزاں است۔ مروان بمعاویہ پیغام داد کہ مردمان مدینہ معتقد عبداللہ ابن عمر اند و می گویند کہ تا متقدا ما بیعت نہ کند ما بیعت نہ کنیم و دیگراں عائشہ می گوید کہ ایں بدعتے است کہ معاویہ احداث می کند چہ ابوبکر و عمر کہ خلیفہ بودند خلافت را با ولاد رشید خود ندادند و ایں رسم اکاسرہ و قیاصرہ است و بیتر رسم جباران و ظالماں۔ روضۃ الصفا۔ بمبئی صفحہ ۳۳۳

مروان کا یہ خط پا کر معاویہ نے تھوڑے عرصہ تک خموشی اختیار کی۔ پھر کچھ سوچکر یزید کو حج کے ارادہ
سے مکہ بھیجا اور وہاں سے مدینہ جانے کی فہمائش کر دی۔ اور تاکید کر دی کہ دونوں مقاموں کے لوگوں
کے ساتھ خوب بخشش و انعام سے کام لیا جاوے کہ وہ تیری مہربانی اور زر افشانی سے
زیر بار ہو کر پھر کسی طرح تیری قبول بیعت سے انکار نہ کر سکیں۔ یزید نے معاویہ کے حکم سے حجاز کا
سفر اختیار کیا اور نہایت تزک و احتشام سے پہلے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ ان کے سفر کی
کیفیت صاحب روضۃ الصفا اس عبارت میں دکھلاتے ہیں۔

دراں سال یزید بحج رفت و بجہت تحصیل نام نیک اموال وافر در مکہ و مدینہ زاد اللہ شرفہما صرف
کرد و دلہا را بدست آورد و ذکر سماحت و مروت او در افواہ افتاد تا چوں ایں معنی اشتہار یافت
کہ معاویہ یزید را ولیعہد خویش میگرداند۔ مردم دریں باب سخنہا گفتند۔ بعضی از شعرا او را ہجو نمودند و
برخے بستائش وے مشغول گشتند و او طبقات خلائق را بقدر حاجات ایشاں رعایت
نمود۔ صفحہ ۴۳۔

معاویہ کا یہ فن اگر پورے طور سے مفید نہ ثابت ہوا تو تھوڑا بہت تو ضرور کارگر کہا جا سکتا ہے
اس کے بعد معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کو مکہ سے بلایا اور جب یہ آئے تو ان کی بڑی تعظیم و
تکریم کی گئی۔ مگر عبداللہ ابن زبیر جیسے چالاک۔ ہوشیار اور اپنی ڈیڑھ چاول الگ گلانے والے
بزرگ تھے۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ وہ جنگ جمل ہی کے وقت سے امیدواران خلافت
میں شمار ہوتے تھے۔ معاویہ خوب ان کو پہچانتا تھا۔ خوب لگا پھرا کر ہر چند کوشش کی کہ یہ
بیعت یزید کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کریں۔ مگر وہ ایسے کب تھے جو ان کی ظاہری تعظیم و تکریم
پر فریفتہ ہو کر بیعت یزید کے متعلق ہامی بھر لیتے اور ہمیشہ کے لئے اپنے حصول مقاصد کا دروازہ
بند کر دیتے۔ یہ معاویہ کے دام تزویر میں نہ آنا تھا نہ آئے۔ عبداللہ ابن زبیر نے معاویہ کے
سوالوں کا جو جواب دیا۔ وہ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

عبداللہ ابن زبیر گفت دوست و برادر تو آں کس است کہ کلمہ حق را بے محابا و بے ریا با تو گوید
و دریں کار پیش از امضاء عزیمت فکر بجا آر۔ مباشد کہ اگر یزید را ولیعہد گردانی پشیمان بشوی من دریں
سخن غرض ندارم و افشاء ایں حکایات نخواہم کرد۔

ان کا یہ کہنا کہ من دریں سخن غرض ندارم کہاں تک صحیح تھا۔ معاویہ کو خوب معلوم تھا۔ عبداللہ ابن زبیر
بھی امیدوار خلافت اور اس طرح حصول خلافت سے انکار۔ بات یہ تھی کہ اس وقت عبداللہ

ایسے ہی پھنس گئے تھے۔ شام سے کسی نہ کسی طرح بچکر نکل آنا ان کے لئے مناسب تھا کیونکہ جسطرح معاویہ ان کو پہچانتا تھا ویسے ہی عبداللہ اُسکو۔ معاویہ منکرین بیعت یزید کیساتھ جن سختی اور مظالم سے پیش آتا تھا وہ سب عبداللہ ابن زبیر کے اُسوقت پیش نظر تھے۔ ایسے موقع پر خاص طور سے غور کرکے عبداللہ یزید کی بیعت کی نسبت اپنی گومگو رائے دیکر شام سے بخیر و خوبی مکہ واپس چلے آئے۔ معاویہ نے بھی اِس سے زیادہ تحریک کو فی الحال مناسب نہ سمجھا۔ اور خموش ہو رہا۔ معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کے واپس جانے کے بعد۔ مروان الحکم کے نام پھر اِس مضمون کا ہدایت نامہ لکھا۔ جسے ہم روضۃ الصفا سے نقل کرتے ہیں۔

مشایخ مصر و اکابر عراق و اعیان جزیرہ و مشاہیر دمشق آمدہ با فرزند نام یزید بیعت کردند و اشراف شام دراین قصہ نیز با ایشان موافق اند ترا نیز باید کہ از اہل مدینہ ہم بیعت بستان بجہت یزید۔

مروان نے اِس حکمنامہ کی کیا تعمیل کی اور اِسکا باشندگانِ مدینہ پر کیا اثر پڑا۔ ذیل میں مورخ تحریر فرماتے ہیں۔

چوں این نامہ بہ مروان رسید صنادید و صحابہ و تابعین راجمع نمودہ بر منبر آمدہ گفت ایہا الناس بدانید کہ امیر را ضعف و شیخوخیت دریافتہ و پیری در وے اثر تمام کردہ و از جہت کار خلافت اندیشہ مستحسن کردہ۔ چنانکہ متضمن رضائے خدا وند تعالیٰ و فراغ خواطر مسلمانان باشد و داعیہ آں دارد کہ رضائے شما راہم مقرون کند۔ اکنوں چہ میگوئید۔ از حوالی مسجد آواز بر آمد کہ مہمی کہ مقرون بخوشنودی پروردگار عالم و عالمیان باشد ما در آں ہیچ نمی گوئیم۔ سمعاً و اطعنا۔ مروان گفت کسی را کہ ولیعہد خویش گردانیدہ کہ نیکو سیرت و با مروت و عدل و سیاست است و قدم بقدم خلفائے راشدین میدارد و آں شخص پسر اوست یزید۔ مردم چوں نام یزید شنیدند ہیچ نہ گفتند تا عبدالرحمٰن ابن ابوبکر در خشم آمدہ گفت دروغ میگوئی تو اے مروان و آنکس ہم دروغ می گوید کہ ترا باین سخن امر فرمودہ زیرا کہ یزید باین صفت و خیال پسندیدہ متصف نیست و بخلافت او راضی نیستیم۔ مروان در غضب آمدہ گفت شخصے کہ چنیں میگوید۔ چناں بزرگوار و نیکو کار مردیست کہ در شان او خدا وند عز و علا این آیہ فرستاد والذین قال لوالدیہ اف لکما خشم عبدالرحمٰن زیاد گرفت گفت کار تو بمرتبہ رسید کہ قرآن در حق من تاویل می کنی و تو آنکسی کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترا و پدر ترا از شہر بیروں کردہ بود آنگاہ بر خواست و پائے مروان را بر گرفتہ گفت۔ اے دشمنِ خدا ازیں منبر فرود آ کہ اہل آں نیستی جمعے از بنی اُمیہ کہ در مسجد بودند خواستند کہ قصد عبدالرحمٰن ابوبکر بکنند۔ عائشہ برایں معنی اطلاع یافتہ

باجمعے از خواتین بمسجد درآمد۔ مروان چوں عائشہ را دید بتر سید وپیش او دوید گفت اے مادر مومناں کہ ترا بخدائے تعالے سوگند می دہم کہ آنچہ حق باشد بگو۔ گفت من بجز حق وراست چیزے نگویم من باوائے شہادت قیام می نمایم کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر تو وبر پدر تو لعنت کردہ است دتو کہ طرید ابن طریدی چگونہ با برادر من این نوع سخناں میگوئی کہ نقل می کنند۔

بیعت ہو تو یزید کی۔ سلطنت ہو تو اسکی۔ مروان نے جو حق ناحق عبدالرحمن کے ہاتھوں کی مارسہی اور عائشہ کی طعن آمیز باتوں کی بھرمار۔ تو اسکو سوائے بیندگی اور بیچارگی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

اس واقعہ سے مروان کیا تمام بنی اُمیہ میں ایک غیر متحمل پر جوشی پھیل گئی اور اس سے ہر شخص نے علیحدہ علیحدہ رنگ آمیزیوں سے لکھ لکھ کر معاویہ کو اطلاع دی۔ ان میں سے ہم صرف عثمان کے بیٹے عمر کا خط ذیل میں لکھیں گے۔ ان خطوط کو پڑھکر معاویہ کو سخت اضطراب لاحق حال ہوا اور اسنے اس کی نسبت یہ قطعی فیصلہ کردیا کہ حرمین شریفین میں بیعت یزید کے پیچیدہ مسئلکی گتھی بغیر ناخن تزویر کے اور کسی تدبیر سے نہیں کھلے گی اور اس کا انتظام وہاں گئے بغیر نہیں ہوسکتا۔ معاویہ نے یہ قصد تو ضرور کرلیا۔ مگر عمر ابن عثمان کے خط پر اُس نے غایت درجہ کی توجہ کی۔

ان رجالا من اهل العراق ووجوه اهل الحجاز یختلفون الی الحسین ابن علی علیهما السلام وذکر انه لا یومن وثوبه وقد بحثت عن ذالك فبلغنی انه لا یرید الخلاف یومه ولست امن ان یکون هذا ایضا لمن من بعده فاکتب الی برایك فی هذا والسلام

اہل عراق اور سرداران حجاز کی ایک جماعت کی آمد ورفت جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بہت پائی جاتی ہے۔ پس میں اُن کے خروج کرنے کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں گو کہ مجھے یقین ہے کہ وہ ان دنوں میں حصول خلافت کی طرف کوشش نہیں کرینگے۔ مگر تیرے بعد البتہ میں انکے ارادوں کی طرف سے اطمینان نہیں دلاسکتا۔ اس مادے میں جو آپ کی رائے ہو اُس سے مطلع فرمایئے۔

اس خط نے معاویہ کو سخت اضطراب میں ڈال دیا کیونکہ دعویداران حجاز میں سب سے پہلے وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو خیال کرچکا تھا۔ اس خط کو پڑھکر معاویہ نے فوراً جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ اُس میں بیعت یزید کے مسئلہ کو کھول کر تو لکھا نہیں مگر عمر ابن عثمان کی عبارت کو اپنے شکایت آمیز الفاظ میں دُہرا دیا۔

اما بعد فقد انتهت الی امور عنك ان كانت حقا فقد ظننتك تركتها رغبة فدعها

بعمر الله ان من اعطے الله عہدہ و مشافه لجدیر بالوفآء وانکان الذی بلغنی عنك باطلا فانك اعزل الناس لذالك وعظ نفسك واذکر وابعهد الله اوف فانك متی تنکرنی انکرك و متی ماتکدنی اکدك فاتق شق عصاء هذه الامة وان یورد هم الله علی یدك فی فتنة فقد عرفت الناس وبلواهم فانظر لنفسك ولدینك ولامة محمد صلی الله علیه و آله وسلم ولا یستخفنك السفهآء الذین لا یعلمون

آپ کی نسبت مجھکو ایسی خبریں ملی ہیں۔ اگر یہ اخبار صحیح ہیں تو میرا یہ خیال ہے کہ آپ ان ارادوں کو ترک کر دیجئے اور ان افعال سے باز آیئے۔ انسان کو لازم ہے کہ جس کسی کے ساتھ کوئی عہد کرے اُسکو پورا کرے اور اگر یہ اخبار جو آپ کی نسبت سنے گئے ہیں صحیح نہیں ہیں تو یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے اور آپ اُن سے بالکل بری الذمہ ہیں۔ آپ اپنے نفس کو موعظہ فرمائیں اور اپنے معاہدہ پر قائم رہیں۔ اگر آپ میرے حقوق کا انکار کرینگے تو ضرور ہے کہ میں بھی آپ کے استحقاق کا انکار کرونگا۔ اور جب آپ میری قربت اختیار کرینگے تو میں بھی آپ کی قربت اختیار کرونگا۔ آپ اُن اُمور سے ضرور پرہیز کریں جس سے عصائے اُمت میں کوئی تفرقہ پڑے اور ایسا نہو کہ آپ کے ہاتھوں سے اُمت میں کوئی فتنہ برپا ہو۔ پس آپ عوام الناس کو پہچانے رہیں اور اُن کو میزانِ آزمائش میں آزماتے رہیں اور اُمت محمدیہ کی رعایت اور شریعت اسلامیہ کی حفاظت میں ہمیشہ مستعد رہیں۔ اور مجانین اُمت کے کہنے پر التفات نفرمائیں۔

اس خط میں معاویہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی ثروت وسطوت سے جیسا کچھ ڈرایا اور دھمکایا ہے وہ عبارت تحریر سے ظاہر ہے۔ مگر ان دھمکیوں کی وجہ سے خاصان خدا اور برگزیدگان الٰہی اپنا فرض منصبی تھوڑا ہی چھوڑ سکتے ہیں۔ معاویہ کے خط کا دنداں شکن جواب جو لکھا گیا وہ یہ تھا۔

اما بعد فقد بلغنی کتابك تذکر انه قد بلغك انی امور انت لی عنها راغب وانا بغیرها عندك جدیر فان الحسنات لا یهدی بها ولا یسددها الا الله واما ما ذکرت انه انتهی الیك منی فانه انما رقاه الیك الملاقون المشاؤن بالنمیم وما ارید لك حربا ولا علیك خلافا وایم الله انی لخائف الله فی ترك ذالك وما اظن الله راضیا بترك ذالك ولا عاذرا بدون الاعذار فیه الیك وفی اولئك القاسطین الملحدین حزب الظلمة واولیآء الشیاطین الست القاتل حجرا اخا کندة والمصلین العابدین الذین کانوا ینکرون الظلم ویستعظمون البدع ولا یخافون فی الله لومة لائم ثم قتلتهم ظلما

وعد وانا من بعد ما كنت اعطيتهم الايمان المغلظه والمواثيق الموكدة
لا تواخذهم بحدث كان بينك وبينهم ولا باحنة تجدها فى نفسك اولست قاتل
عمرو بن حمق الخزاعى صاحب رسول الله صلى الله عليه واله وسلم العبد الصالح
الذى ابلته العبادة فنحل جسمه واصفر لونه بعد ما امنته واعطيته من عهود الله
ومواثيقه ما لو اعطيته طائرا لنزل اليك من راس الجبل ثم قتلته جراءة على ربك و
استخفافا بذلك العهد لست مدعى زياد ابن سمية المولود على فراش عبيد ثقيف
فزعمت انه ابن ابيك وقد قال رسول الله الولد للفراش وللعاهر الحجر فتركت سنة رسول الله
صلى الله عليه واله وسلم تعمدا وتبعت هواك بغير هدى من الله ثم سلطته على العراقين
يقطع ايدى المسلمين وارجلهم ويسمل اعينهم ويصلبهم على جذوع النخل كانك
لست من هذه الامة وليسوا منك اولست صاحب الحضرميين الذين كتب
فيهم ابن سمية كانوا على دين على عليه السلام فقتلهم ومثل بهم بامرك ودين على
والله الذى كان يضرب عليه اباك ويضربك به وجلست ولولا ذلك لكان شرفك
وشرف ابيك الرحلتين وقلت فيما قلت انظر لنفسك ولدينك ولامة محمد واتق شق
عصا هذه الامة وان تردهم الى فتنة وانى لا اعلم فتنة اعظم على هذه الامة من
ولايتك عليها ولا اعلم نظرا لنفسى ولدينى ولامة محمد صلى الله عليه واله وسلم
علينا افضل ان اجاهدك فان فعلت فانه قربة الى الله وان تركته فاستغفر الله لذنبى
واسئله توفيقه لارشاد امرى وقلت فيما قلت انى ان انكرتك تنكرنى وان اكدك تكدنى
ما بدالك فانى ارجو ان لا يضرنى كيدك فى وان لا يكون على احد اضر منه على
نفسك لانك قد ركبت جهلك وتحرصت على نقض عهدك ولعمرى ما وفيت بشرط و
لقد نقضت عهدك بقتلك هولاء النفر قتلتهم بعد الصلح والايمان والعهود والمواثيق
فقتلتهم من غير ان يكونوا قاتلوا وقتلوا ولم تفعل ذلك بهم الا لذكرهم فضلنا و
وتعظيمهم حقنا فقتلتهم مخافة امر لعلك لو لم تقتلهم مت قبل ان يفعلوا او ماتوا قبل ان
يدركوا فابشر يا معاويه بالقصاص واستيقن بالحساب واعلم ان الله تعالى كتابا
لا يغادر صغيرة ولا كبيرة الا احصيها وليس الله بناس لاخذك بالظنة وقتلك
اوليائه على التهم ونفيك اوليائه من دورهم الى دار الغربة واخذك الناس ببيعة

ابنك غلام حدث یشرب الخمر ویلعب بالکلاب لا اعملت الا وقد خسرت نفسک وبترت دینک وعششت رعیتک واخزیت امانتک وسمعت مقالۃ السفیہ الجاہل واخفت الورع التقی لاجلہم والسلام۔

خلاصۂ کلام امام علیہ السلام یہ ہے کہ تیرا خط آیا جس میں تو نے میری طرف سے اپنے لئے اُن مخالفتوں کا ذکر کیا ہے جسکی مجھکو کوئی امید نہیں تھی۔ یہ سمجھ لے کہ دروازۂ حسنات بغیر حکم خدا تعالیٰ کے نہ کبھی کھلتے ہیں اور نہ بند ہوتے ہیں اور تو نے جو کچھ میری نسبت لوگوں سے سنا ہے جان کہ یہ خوشامدی اور جھوٹے لوگوں نے مجھ پر صاف صاف تہمت باندھی ہے تجھکو خوب معلوم ہے کہ فی الحال مجھکو تجھسے کوئی مخالفت اور مخاصمت نہیں ہے۔ لیکن یہ سمجھ لے کہ خدا کی قسم میں اپنی اس ترک مخاصمت سے خوشنود نہیں ہوں اور اس ترک مخالفت کی وجہ سے مجھکو ڈر تیرے اُن ملحدین کو جو دوستداران شیاطین ہیں اور لشکر ظالمان میں شمار کئے جاتے ہیں کوئی حق یا کوئی عذر نہیں ہوسکتا ہے کیوں اے معاویہ آیا تو وہ شخص نہیں ہے جسنے حجر ابن عدی کندی کو قتل کیا اور ایسے شخصوں کو جو پرہیزگاران اور عبادت گزاران امت میں شمار ہوتے تھے۔ اور وہ لوگ ایسے تھے جو ظلم کو بدعت سمجھتے تھے۔ اور راہ خدا میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خوف نہیں کرتے تھے پس تو نے ایسے لوگوں کو اپنے ظلم و تعدی سے قتل کیا۔ حالانکہ ان کی امان و تحفظ کے لئے تو نے غلیظ قسمیں کھائی تھیں اور عہد ہائے استوار کئے تھے۔ بغیر اسکے کہ یہ لوگ تیرے ملک میں کوئی فتنہ برپا کریں تو نے ان سب کو ہلاک کیا اور اے معاویہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس نے عمرو ابن حمق الخزاعی کو قتل کیا جو صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ایسے مرد صالح تھے کہ کثرت عبادت نے اُن کے جسم کو گھلا دیا تھا اُن کی قوتوں کو زائل اور اُن کے رخساروں کو زرد رنگ پر مائل کر دیا تھا بعد اس کے کہ تم نے اُن کو خط امان دیا اور اسی عہد پر خدا کے حلف محکم لئے۔ اور وہ تیرے ایسے اقرار تھے کہ انسان کیا اگر کسی جانور کی نسبت بھی تو نے ایسا اطمینان دلایا ہوتا تو وہ ضرور اپنے آشیانۂ کوہستانی سے اُڑ کر تیرے پاس چلا آتا۔ مگر بااین ہمہ تو نے اپنے وعدہ سے خلاف کیا۔ اور خدا پر جرأت کر کے اُن کو بے گناہ قتل کیا۔ ہاں۔ اے معاویہ آیا تو ایسا شخص نہیں ہے جس نے زیاد ابن سمیہ کو جو غلام بنی ثقیف میں سے ایک غلام کا زائیدہ ہے اپنا بھائی بنا لیا اور اُس کو ابو سفیان کا بیٹا قرار دے لیا حالانکہ حسب الفرمان رسالت زناکار کی سزا پتھر ہے۔ تو نے اپنی خود غرضی کی وجہ سے سنت رسولؐ کو ترک کیا اور عبید ثقفی کے بیٹے

کو اپنا بھائی بناکر حکومت عراقین پر مامور کیا کہ اُس نے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔
اُن کی آنکھوں کو گرم لوہے سے اندھا کیا اور اُن کے اجسام کو درختوں کی شاخوں پر لٹکا دیا۔ کیا
یہ لوگ اُمت اسلامیہ میں داخل نہیں تھے۔ اور کیا یہ لوگ تجھسے کوئی علاقہ نہیں رکھتے تھے۔ ہاں
اے معاویہ کیا وہ شخص تو نہیں ہے کہ تیرے حکم سے زیاد ابن سمیہ نے لکھ بھیجا کہ قبیلہ خضرمی کے
لوگ حضرت علی علیہ السلام کے پیرو ہیں تو نے اُسکو حکم دے دیا کہ عموماً جو شخص طریقہ علیؑ پر پایا
جاوے اُسکو قتل کر ڈالو اور اُن میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ حالانکہ خدا کی قسم ہے۔ علی
علیہ السلام نے دین خدا کے حکم سے تجھکو اور تیرے باپ بھائی کو اپنی شمشیر آبدار کے نیچے رکھا
تھا۔ انہیں اُمور کے کینہ و حسد سے تو تو نے آج مسند خلافت کو غصب کر لیا۔ ورنہ تیری باپ کا منصب
صیف اور شتا کی حدود سے باہر نہیں تھا۔ (رحلت الشتاء والصیف) اور تو نے جو اپنے
خط میں یہ تحریر کیا ہے کہ اپنے نفس کی نگرانی کیجئے اور اپنے دین اور امت محمدیہ میں فتنہ نہ ڈالیے
اور شق عصائے اُمت اور تفریق جماعت سے پرہیز کیجئے۔ تو میرے علم و یقین میں تیری خلافت
سے بڑھکر اور کوئی دوسرا فتنہ اس اُمت کے لئے نہیں ہے۔ اور اپنے نفس اپنے دین
اور سارے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی دوسری چیز اس سے بڑھکر مفید۔ نافع اور
افضل نہیں ہے کہ میں تیرے ساتھ جہاد کروں۔ اگر میرا یہ مقابلہ اور مقاتلہ انجام پا گیا تو مجھکو حضرت
رب العزت میں شرف قربت حاصل ہوگا اور اگر میں استمالت اور پہلو تہی کروں تو مجھکو اسکے لیے
استغفار کرنا چاہیئے اور اپنے خدائے تبارک و تعالیٰ سے طلب رشد کرنا چاہیئے اور جو تو نے
یہ لکھا ہے کہ اگر آپ میرے حقوق کا انکار کیجئے گا تو میں بھی آپ کے استحقاق کا انکار کروں گا اور
اگر آپ میرے حقوق پر تاکید فرمائیں گے تو میں بھی آپ کے استحقاق کو محفوظ رکھونگا پس
افسوس ہے تجھپر۔ مجھکو تو تجھسے امید رکھنے کے عوض میں یہ یقین کامل ہے کہ تیرے مکر سے دنیا
میں کسی کو ضرر نہ پہنچیگا بلکہ وہ اُلٹ کر تیری ہی ذات پر آتا رہے گا۔ کیونکہ تو اپنی جہالت پر سوار ہو گیا
اور نقض عہد پر حریص ہو گیا۔ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے اپنے معاہدین سے کسی ایک
عہد پر بھی وفا نہیں کی اور تو نے اپنے اقرار اور پیمان و معاہد صلح کے بعد۔ جنپر تو نے سخت سے
سخت قسمیں کھائی تھیں۔ اُن مسلمانوں کو بغیر اس کے کہ وہ تجھسے منازعت پر آمادہ ہو کر کسی طرح کی
مخالفت پیش کریں۔ تو نے مار ڈالا اور اُنکا کوئی گناہ اور کوئی تقصیر۔ ہمارے ہی محبت۔ ہماری تعظیم اور
ہمارے ذکر فضیلت کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھی اور تو نے ان لوگوں کو خاصکر اس وجہ سے

قتل کرایا کہ شاید تو مرجائے تو یہ لوگ زندہ رہجائیں۔ تو تیغ فولادی کی لذت نہیں چکھنے پاوینگے
پس اے معاویہ سمجھ لے کہ روز حساب بہت جلد آنے والا ہے اور یہ بھی یقین کرلے کہ خدا اے
منتقم کے پاس ایسی جامع کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا گناہ
ایسا نہیں چھوٹا ہے جو اُس میں درج نہ کیا جاتا ہو۔ خدا تیری ان حرکتوں کو خوب دیکھتا ہے
کہ تو نے آدمیوں پر بہتان رکھا ہے اور صالحان خدا کو تہمت کے جرم میں ماخوذ کیا ہے۔ ان
میں سے بہتوں کو تو نے قتل کرا دیا اور بہتوں کو اُن کے مساکن و شہر سے جلاوطن کرایا اور اپنے
ایسے بیٹے یزید کے لئے۔ جو شراب خوار اور کتّوں کا دوستدار ہے خلائق خدا سے اُس کے لئے
بیعت لیتا ہے۔ یہ امر سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو نے اپنے نفس کو سخت نقصان میں ڈالا
ہے اور اپنے دین کو ہلاک کیا ہے۔ اور اپنی ماتحت رعایا کو مشوش اور مضطرب الحال بنایا
ہے اور اپنی امانت و دیانت کو خراب کیا ہے۔ اور جُہال زمانہ کی باتوں کو سُنتا ہے اور نیکوکاران
اور پرہیزگاران عالم کو ڈراتا ہے اور دھمکاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اپنے حصول مقاصد
پر فائز ہو۔ والسلام

ہمارے ناظرین۔ علاوہ فصاحت و بلاغت کے جو صرف کلام امام ہونے کی حیثیت سے
ظاہر ہے۔ دیکھ سکتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے تمام استدلال کی کیسی
قطع و برید فرمائی ہے اور اُس کے تمام مظالم اور معائب کا آئینہ اُسکے سامنے رکھدیا ہے مگر اُسکے
دیدہ بصیرت میں اتنا نور کہاں کہ وہ اِس مقدس تحریر سے کچھ متنبہ ہو۔ معاویہ نے اِس خط کو پڑھا
تو۔ مگر ان دنداں شکن مضامین کا جواب نہ ہو سکا اپنے لب حسرت چبا کر رہ گیا اور کہا تو یہ کہا
لقد کان فی نفسہ ضب ما اسعر بہ۔ آپ کے دل میں ایسا کینہ ہے جس سے راہ پانا یا
نکلنا دشوار ہے۔ بہرحال۔ اُسی وقت سے امام حسین علیہ السلام کی مخالفت ان کے دل میں او
بالخصوص بیعت یزید کے متعلق اب ان کو یقین کامل ہوگیا کہ جناب امام علیہ السلام عبداللہ ابن زبیر
اور عبدالرحمن ابن ابوبکر اس سے کبھی رضامند نہوں گے۔ عبدالرحمن اور ان کی بہن حضرت عائشہ
کی مخالفت کی اطلاع تو مروان کی رپورٹ سے معلوم ہی ہو چکی تھی امام حسین علیہ السلام کیطرف سے
ایسی مخالفانہ تحریر آہی چکی۔ اب کیا باقی رہا۔ اس لئے معاویہ نے خود حرمین کا قصد کیا۔ اور ایکہزار
کی جمعیت کے ہمراہ بہت بڑے تزک و احتشام کے ساتھ۔ پہلے مدینہ میں داخل ہوئے
ہم ان کے ورود مدینہ کے حالات روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

اول کسے کہ با وے ملاقات نمود امیر المومنین امام حسین علیہ السلام بود۔ معاویہ بہ آنجناب گفت لامرحباً ولا اہلاً۔ تو بدنیے را مانی۔ یعنی مثل اُن بدن ہستی کہ خون از بجوش آمدہ باشد وحق عز علا خون ترا خواہد ریخت وچوں عبدالرحمن را دید گفت تو پیر شدی وعقل تو زائل گشتہ خرافت بتو راہ یافتہ وبا عبداللہ ابن عمر ہم سخنان سر گفت و با ابن زبیر ہم خطابہائے غنیف کرد واز جملہ سخنہای کہ بایشاں گفت ایں بود کہ من شمارا بہ حسد و عداوت وشقاوت می شمارم۔

اس عبارت سے معاویہ کی برہم مزاجی اور شوریدہ طبعی کی پوری حقیقت معلوم ہوگئی۔ امیر صاحب غصہ میں آندھی بنے ہوئے آئے اور پتھر کی طرح برس پڑے۔ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جس دریدہ دہنی سے کام لیا وہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے اور مرشد زادوں کی خدمات میں جن زبان درازیوں کو صرف فرمایا وہ بھی معلوم ہیں۔ اِن حضرات کے بعد عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ جو صدیق اکبر کے نواسے اور حضرت صدیقہ کے پیارے بھانجے تھے۔ جو باتیں کیں وہ بھی ظاہر ہوئیں۔ اب ان لوگوں سے زیادہ اور کس کی وقعت تھی۔ جس کے حفظ مراتب کا لحاظ کیا جاتا۔ ہمارے ذی قدر مورخ اس سلسلہ میں آگے لکھتے ہیں۔

کہ امام حسین علیہ السلام معاویہ را جواب داد کہ اے معاویہ آہستہ باش کہ اہل ایں سخن نیستم معاویہ گفت کہ اہل ایں سخن ہستی بلکہ بدتر ہم و شمار کارے می خواہید کہ خدائے تعالیٰ غیر آں میخواہد وانچہ ارادہ عز وعلا بود ظاہر گشت۔

معاویہ نے اپنے اس جواب میں جو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں سخت کلامیاں کیں اُن کی نسبت ہم کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے لئے اُن کی یہی باتیں اُن کے بطلان کی قوی دلیلیں ہیں۔ اور ان بیہودہ باتوں سے ہمارے مفترض الطاعۃ امام کے مناقب مخصوصہ اور فضائل منصوصہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ باقی رہے وہ دلائل جو اپنی موجودہ ثروت واقتدار کے حق ہونے میں یا منجانب اللہ ہونے کے دعووں میں۔ بیان کئے وہ جناب باری تعالےٰ کی پاک و منزہ ذات پر صریح تہمت اور سراسر الزام ہے۔ ان کے قبل بھی بہت سے دنیا پرستوں نے اپنے موجودہ ثروت واقتدار کو اپنی خدائی کی سچائی اور اپنی معبودیت کی صداقت ٹھہرائی ہے اور برابر انبیاء واوصیائے سابقین کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایسی ہی دلیلیں بیان کی ہیں۔ گو عام نگاہوں میں اُن کی یہ ضعیف اور لاغر دلیلیں اُن کی ظاہری سطوت وثروت کے اعتبار سے کتنی ہی قوی اور مستحکم سمجھی جاتی ہوں۔ مگر اُن برگزیدگان الٰہی کے سامنے جن کو

درگاہ رب العزت سے خلیفۃ اللہ علی المومنین اور رحمت اللہ فی العالمین کے مقدس خطابات عنایت فرمائے گئے ہوں۔ یہ دلائل کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد دنیا اور دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ اُن کے تمامی ثروت واقتدار اور اخبار و آثار مٹ گئے اور شریعت کے احکام باقی رہ گئے۔ جو اُن بزرگواروں کے ذریعہ سے اطراف عالم میں پھیلائے گئے ہیں۔ جن کے خلاف میں یہ اپنی عارضی اور ظاہری قوت واختیار سے کام لیتے تھے۔ جن لوگوں کو انبیائے سابقین اور سلاطین ماضیین کے اخبار و آثار قدیمہ پر عبور حاصل ہے وہ امیر صاحب کی ان لغویات کو۔ جو اُنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے حق میں جائز کیا ہے بالکلیہ اُسی پیمانہ پر سمجھیں گے۔

بہر حال۔ اشراف مدینہ سے جو گفتگو ہوئی وہ معلوم ہوئی۔ اب عمائد انصار سے جس طرح پیش آئے اس کی کیفیت ہم اپنے معزز ہمعصر سید غضنفر علی صاحب کے رسالہ صلاح النشاتین فی مشہد الحسینؑ کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

اہل مدینہ یعنی انصار و فرزندان انصار بھی خواہ اہلبیت ضرور تھے مگر وہ اُس عہد میں سخت کمزور اور پریشان حال تھے۔ اُن کے ضعف کی ابتدا نزاع سقیفہ کو سمجھنا چاہیے اور انتہا حکومت بنی امیہ بلکہ خاص عہد امیر معاویہ کو کیونکر علاوہ پرانی رنجشوں کے تازہ مخالفت یہ ہوئی کہ جمل وصفین میں تمام انصار حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ معاویہ اپنے دور شاہی میں مدینۂ منورہ میں آئے اور ابو قتادہ انصاری اِن سے ملنے گئے۔ تو معاویہ نے ان پر اعتراض کیا کہ تم ہمارے استقبال کو کیوں گھروں سے نہ نکلے۔ ابو قتادہ نے کہا کہ ہمارے پاس سواریاں نہیں تھیں۔ معاویہ نے تعریضاً کہا کہ آخر تمہارے وہ قوی ہیکل شتران آبکش کیا ہوئے ابو قتادہ نے کہا وہ سب تو بروز جنگ بدر تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب میں ہلاک ہو گئے۔ اور یہ بھی کہا کہ سنو معاویہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو گے۔ معاویہ نے کہا کہ پھر دفع مصیبت کا کیا علاج بتایا تھا ابو قتادہ نے کہا کہ صبر۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اچھا اب قیامت تک صبر کرتے رہو۔ اس گفتگو کی خبر جب عبد الرحمن ابن حسان کو ہوئی تو اُنہوں نے یہ درد انگیز شعر کہے۔

لا ابلغ معاویۃ بن صخر	امیر المومنین علی کلامی
فانا صابرون ومنظروکم	الی یوم التغابن والخصام

امیر المومنین معاویہ ابن صخر کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ ہم صابرین ہیں اور اپنا اور تمہارا فیصلہ روز محشر پر اُٹھا رکھتے ہیں۔

المختصر امیر صاحب نے مدینہ میں بیٹھکر بیعت یزید کی سلسلہ جنبانی آغاز کی مگر یہ چاروں حضرات جنکے ساتھ اوّل ملاقات ہیں۔ اس سختی سے پیش آئے۔ اُن کی طرف کوئی اعتنا نہیں کی گئی۔ اور اپنے غیظ و غضب کی وجہ سے اُن کو اپنے پاس آنے کی بھی اجازت نہیں دی چنانچہ خواجہ اعثم کوفی تحریر فرماتے ہیں کہ۔ چوں معاویہ در مدینہ فرود آمد مردمان اسلام بسلام او رفتند و او را دریافتند ایں بزرگزادگاں ہم رفتند چوں بدر سرائے معاویہ رسیدند و دستوری خواستند ایشاں را دستوری نداد ایشاں برنجیدند و بازگشتند۔

معاویہ کے اس انتہائے غیظ و غضب کو معلوم کرکے ان چاروں حضرات نے اپنے قیام کو مدینہ میں قرین مصلحت نہ سمجھا اور مدینہ سے فوراً مکہ کی طرف چلے گئے۔ ان لوگوں کے چلے آنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوائے اس کے کہ وہ معاویہ کی فتنہ انگیز طبیعت سے خوب واقف تھے۔ اور یہ ذراسے اختلاف پر اپنے مخالف کے ساتھ جیسا کچھ مظالمانہ سلوک کیا کرتے تھے وہ ظاہر ہے۔ اسلئے ان لوگوں کو ضرور تھا کہ اپنی عزیز جانوں کو اسکے نیچہ مظالم سے بچائیں اور ان کی حفاظت اُسوقت اس سے بڑھکر نہیں ہوسکتی کہ موقع سے ٹل جائیں۔

بہر حال جب تک یہ لوگ مدینہ میں موجود رہے معاویہ نے لب نہ ہلائے۔ ان حضرات کے چلے جانے کے بعد اپنی تدبیروں کی جولانی کے لئے میدان خالی پایا اور مسجد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آکر نہایت شدّ و مد سے ذیل کا خطبہ پڑھا۔

معاویہ بر منبر آمدہ بعد از حمد و ثنائے باری تعالیٰ گفت۔ نمی دانم کہ امروز کسی شائستہ تر از پسر من ہست کہ بمسند خلافت و سریر امارت باشد چہ ان فضائل کہ او راست۔ دیگرے را نیست و جماعتے از ایں کارہ اند و باعیوبے کہ او ندارد و او را منسوب و معیوب می دارند۔ و تا بلائے از من بایشاں نرسد ترک ایں نخواہند کرد ایشاں را باید کہ ترک فضولی دہند ایشاں مصلحت روزگار خود نگاہ دارند والّا بینند آنچہ از سزائے ایشاں است بعد ازاں گفت کہ اگر امام حسین علیہ السلام و عبد الرحمٰن و عبد اللہ ابن عمر و عبد اللہ ابن زبیر را توفیق رفیق گردد و با یزید بیعت کنند فبہا و الّا ایشاں کنیم آنچہ با ایشاں باید کرد و ازیں بسیار گفت و تہدید بے اندازہ بزبان آوردہ از منبر بزیر آمدہ بہ منزل خویش بازگشت۔

معاویہ نے اپنے اس خطبہ میں تمام اہل مدینہ کو اپنی سطوت سلطانی اور سیاست خسروانی بڑی زوروں میں دکھلائی اور اُن کو اپنی عظمت و جلالت اور قوت و شوکت سلطنت سے بہت دھمکایا۔ انکی اس تہدید کا باشندگان مدینہ پر کسیقدر اثر بھی ضرور ہوا مگر انہوں نے تاہم بیعت یزید کے مسئلہ میں اپنی رضامندی صاف صاف لفظوں میں نہیں ظاہر کی۔

مگر ابھی معاویہ کو باشندگان مدینہ کی طرف سے اطمینان نہیں ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام۔ عبداللہ ابن زبیر۔ اور عبدالرحمن ابن ابوبکر کے چلے جانے سے یزید کے حصول مقاصد کے لیے میدان خالی مل گیا۔ اُس نے سوچا کہ جن لوگوں سے ہم کو خوف تھا اُن میں سے کوئی بھی موجود نہیں جو یہاں کے لوگوں کو ہم سے خلاف کرنے کی کوشش کر سکے جماعت انصار کا موجودہ ضعف ہرگز اس قابل نہیں کہ ہمارے مقابلہ کی جرأت کر سکے۔ بایں ہمہ اب بھی مدینہ میں تین حضرات ایسے باقی ہیں جو ضرور ہے کہ اپنے حصول مقاصد کی غرض سے اپنی تجویز کے ساتھ متفق بنا لیے جاویں کیونکہ ان باقی ماندہ تین حضرات میں ہر متنفس اہل مدینہ پر ایک خاص قابو اور اختیار رکھتا ہے اور عموماً اس مقدس شہر کے باشندے انہی کی پیروی اور اقتدا کرتے ہیں۔

معاویہ کے یہ منتخب حضرات کون کون تھے؟ پہلے حضرت عبداللہ ابن عباس دوسرے عبداللہ ابن عمر۔ تیسرے حضرت عائشہ۔ ان حضرات کی نسبت معاویہ کا اعتقاد تھا کہ جب یہ بیعت یزید پر متفق ہو جائینگے تو تمام لوگ بلا مزاحمت اُسکی بیعت کا قلادہ اپنی گردنوں میں ڈال لینگے عبداللہ ابن عباس کا اعتقاد اُسکے لئے اس وجہ سے ضروری ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کی نسبت ہیں۔ بنی ہاشم انہی کے مطیع و منقاد ہوں گے۔ عبداللہ کی سازش سے بنی ہاشم کی رضامندی بآسانی حاصل ہو جائیگی۔ عبداللہ ابن عمر کی نسبت مروان اطلاعاً لکھ چکے تھے کہ عوام مدینہ انہی کے پیرو ہیں۔ اس وجہ عام استرضا کے لئے ان کا متفق کر لیا جانا بھی ویسا ہی لازمی سمجھا گیا۔ باقی رہا عائشہ کا انتخاب وہ سب سے زیادہ ضروری تھا۔ کیونکہ ان کو جو عبدالرحمن سے واسطہ تھا وہ بھی معلوم تھا اور جو ابن زبیر سے علاقہ تھا وہ بھی ظاہر تھا۔ ایک کی ہمشیرہ عزیزہ تھیں تو دوسرے کی خالہ مشفقہ اور یہ دونوں حضرات یزید کے مقابلہ میں شروع سے دعویدار خلافت چلے آتے تھے اس وجہ سے ان کا انتخاب سب سے زیادہ ضروری اور لازمی خیال کیا جاتا تھا۔

بہر حال تمام لوگوں سے پوشیدہ رات کو اپنی فرودگاہ میں ایک خلوت کی صحبت ترتیب دیگئی

اور اہیں ان حضرات کو اس طرح باری باری سے بلایا گیا کہ ایک کو دوسرے کی گفتگو سے مطلق خبر نہو ہم معاویہ کی اس پرائیویٹ کارگزاریوں کی پوری کیفیت تاریخ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلبند کرتے ہیں۔

چوں عبداللہ ابن عباس درآمد۔ معاویہ تعظیم وتجلیل نمودہ گفت من درہمہ وقت از بنی ہاشم حساب بہاداشتیم چہ با ہمہ پسران عبد منافیم و از یک پستان شیر خوردہ ایم و در یک چمن نشوونما یافتہ و ہمہ اوقات بایکدیگر بودہ ایم و طریق محبت و مودت پیمودہ ایم۔ غبار و قفار کہ بر حواشی خواطر مارا یافتہ بواسطہ ملک بودہ۔ قبل از ایں کہ امر حکومت قبیلہ تیم و عدی واشت شما بران ضاد شنید وہیچ نوع مخالفتے صادر نشد چوں عثمان را کشتند تغیر در حال شما راہ نہ یافت وبرآں فعل انکار نکردید وبعد از منازعت و محاربات بسیار من مالک سریر مملکت گشتم و در بارہ شما تقصیرے نہ کردم و نیز رفعت منزلت شما مساعی جمیلہ مبذول داشتم و ابواب عطایا بر شما مفتوح ساختم و شمارا براموال وافر محظوظ و بہرہ مند گردانیدم اما ہرچند ملاحظہ کنم از شما دوستی و موافقت ملاحظہ نمی کنم بلکہ از شما ہر روز یک نوع عداوت ومخالفت ظاہر می شود۔ بالتخصیص از امیر المومنین امام حسین علیہ السلام کہ می کنند اگر آنہا را بگویم بہتر باشد از محاربا سے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام بامن کردہ غالب نباشد۔ پس باندیشید و ایں نوع کلمات وحرکات را ترک کنید وباصناف آلاء ونعماء کہ باری تعالیٰ درشان من ارزانی داشتہ مشاہدہ فرمائید و اگر شمارا مظنہ آنست کہ مانند جناب علی ابن ابیطالب وجناب امام حسن علیہما السلام کسے را دارید۔ ان ظن فاسد است۔

اس تقریر میں معاویہ کی چالیں قابل غور ہیں۔ امیر صاحب نے اپنی موجودہ گفتگو میں دونوں پہلو قایم رکھے۔ اظہار قرابت کے ملایم الفاظ میں تو دلجوئی منظور تھی اور اعلان سطوت شاہانہ کے پُرزور اور سخت لہجہ میں دھمکی دیجاتی ہے۔ اگر امیر صاحب اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو جناب امام حسین علیہ السلام کے اُن اقوال کو بھی کھُل کھل کر بیان کردیتے جو اُن پر معارک صفین سے زیادہ گراں گزرے تھے مگر امیر صاحب کے جہاں ہزارہا ایسے روزانہ عام فریبی کے کچے چٹھے چلا کرتے تھے۔ اُن ہی سے یہ بھی ایک کورا فریب اور سفید جھوٹ تھا۔

بہرحال عبداللہ ابن عباس نے جو اس تقریر کا جواب دیا وہ بھی روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

ابن عباس گفت انچہ گفتی کہ پسران عبد منافیم سخن حق وکلمہ صدق است و تو اگر را طمع دوستی

داری و در نیست اکنوں بر مقصود خویش فائز گشتی و عروس ملک را در کنار نہادی۔ باید کہ باستمالت خاطر ما کوش و دل دوستاں اندوز۔ اما احسان و علطفتے کہ در ما بند دل داشتی از تو بعید و غریب نیست زیرا کہ طبیعت تو بر جود کرم مجبوب است و ہر چند کہ مال و افزبخشی براں منت نہ نہی و آنچہ گفتی شمار اما نند امیر المومنین علی علیہ السلام و امام حسن علیہما السلام کسے نیست بمطبوع طبع ما افتد۔ زیرا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زندہ است و او پسر پدر خویش است و صلاح حال آنست کہ اذیتے باو نرسانی و از رنجانی کہ عالمیاں ترا دریں باب ملامت خواہند کرد کہ امروز در ربع مسکون غیر او کسے نیست کہ پسر دختر پیغمبر ما صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باشد روضۃ الصفا صفحہ ۳۰

یہ تو ظاہر ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے بھی معاویہ کا ایسا ہی جواب دیا۔ جیسا اُسکے سوال کا مدعا تھا۔ مگر معاویہ ان کے مقصود کو سمجھ گیا اور ان کی طرف سے بھی مطمئن ہو گیا۔ اور اتنا ضرور یقین کر لیا کہ اس معاملہ میں یہ ضرور خاموش رہینگے۔ عموماً تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اُسوقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور قیام مدینہ کو ترک فرما کر طائف میں کچھ کاشتکاری کے مشاغل کر رکھے تھے۔ جس سے اُن کی بسر اوقات ہوتی تھی اسلئے ان کی موجودہ حالتوں کے اعتبار سے معاویہ کو بھی انکے ساتھ زیادہ شبہہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اسوجہ سے انکو ہنسی خوشی رخصت کر دیا۔ اور عبداللہ ابن عمر کو بلایا ان کی گفتگو کے لکھنے سے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ یہ (عبداللہ ابن عمر) امیر المومنین علی علیہ السلام کی مخالفت میں پہلے ہی سے کمربستہ تھے۔ اور محاربات جمل و صفین میں ان کی خموشی اور علیحدگی صاف صاف علی علیہ السلام کے خلاف ثابت ہو چکی تھی اس لئے معاویہ کو اپنی تجویزوں سے ان کے متفق ہو جانے کی کامل امید تھی۔ چنانچہ عبداللہ ابن عباس سے تو اُسنے بیعت یزید کی نسبت کھل کر کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی شکایت میں چھپے ڈھکے اپنے حقوق کی بے مروتی کا اظہار کیا تھا مگر ان عبداللہ ابن عمر کو جناب امیر علیہ السلام کا مخالف اور اپنا موافق پاکر اِنسے البتہ صاف صاف اپنے دلی ارادوں کا اظہار کر دیا۔ ان سے جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

معاویہ بہ عبداللہ ابن عمر گفت کہ امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را چوں گلہ بگذارم کہ بے شبان باشد از ایں روے پدر را بولایت عہد بر کشیدم و مرداں در ہمہ امصار و بلدان

اورا در پدر فتند۔ الا ہیچ تن از قریش۔ اکنوں تو دراں مخالفت چہ اندیشیدہ۔ عبداللہ ابن عمر گفت ہیچ بخواہی کہ تقدیم امرے کنی کہ فتنہ انگیختہ نہ شود و خون مردم ریختہ نگردد و برتو عصیانے فرود نیاید۔ معاویہ گفت چرا نخواہم۔ چنیں امرے را دوست دارم۔ عبداللہ گفت سریر خود را نصب کن۔ و برفراز آں بنشیں تا من نخستیں درآیم و با تو بیعت کنم بشرط آنکہ بعد از تو نصب امامت با جماع اُمت باشد۔ سوگند باخداے بعد از تو اگر اُمت بہمہ انجمن شوند و غلام حبشی را بامامت برگزینند۔ من داخل شوم بدانچہ اُمت داخل شوند۔ ایں بگفت و داخل سرائے خویش شد و درِ سرائے خویش و بیگانہ فروبست و ہر کس از دوستان عزم زیارت او کرد رخصت نمی داد۔

عبداللہ ابن عمر نے اپنے گھر کے دروازے تو بند کر لئے۔ مگر معاویہ کے حصول مقاصد اور بیعت یزید کے لئے کامل طور سے فتح الباب کر دیا۔ معاویہ کو ان کی ایسی نرم اور صلح نما تقریر سے پوری قوت مل گئی۔ اور اُس نے یقین کر لیا کہ جب ان کے ایسا شخص جس کے اوپر اہل مدینہ کا اتفاق منحصر ہے۔ وہی اس معاملہ میں ہمارے حال پر ایسا مہربان ہے اور بغیر کسی خلاف اور انحراف کے اس معاملہ میں بالکل خاموشی اختیار کرتا ہے اور اپنے گھر کے دروازے بند کئے لیتا ہے اور جو ہمہ تن اجماع کا مطیع و منقاد ہونے کا مستحکم اقرار کرتا ہے تب ہمارے حصول مقاصد میں کونسی شے مانع ہے۔ کیونکہ عوام الناس کا اجماع کچھ ایسا مشکل نہیں ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بیعت یزید سے انکار کرنے والے محض وہ لوگ ہیں جو عمائد اور صنادید قریش میں شمار کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب یہاں سے چلے گئے ہیں۔ لیکن اُن کے بعد جو ہے وہ یوں ہم سے اور ہمارے اجماع سے اتفاق کرنے پر موجود ہے۔ اور اُس کی خالص یہ حالت ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اپنے گھر کے دروازے بند کئے چپ چاپ بیٹھا ہے۔ تو اگر عوام الناس بیعت کے معاملہ میں کسی سے کوئی رائے بھی لینا چاہیں گے۔ تو موقع پر سوائے اس کے اور کس کے پاس جائیں گے۔ وہ ان کی رائے دینے سے پہلے انہی کے اتفاق رائے کی متابعت پر از خود راضی ہے اور ایسا خموش اور ساکت ہے کہ کسی سے ملنا ملانا بھی نہیں چاہتا آخر کار عوام الناس ہر طرف سے مایوس اور مجبور ہو کر میری ہدایتوں پر عمل کریں گے اور بیعت یزید اختیار کریں گے۔

بہر حال۔ ہم نے جہاں تک بیعت یزید کے معاملہ پر خصوصاً ملک حجاز کے متعلق۔ غور کیا ہے۔ اور

اسلام کی تاریخوں کے طومار کو دیکھا ہے۔ ہم کو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ میں معاویہ کے حصول مقاصد اور بیعت یزید کا انعقاد صرف عبداللہ ابن عمر کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ تاریخیں بتلا رہی ہیں کہ اہل مدینہ عبداللہ ابن عمر کو اُن حضرات کے مقابلہ میں جو فی الحال بخوف معاویہ مکّے چلے گئے تھے۔ عزت اور وقعت کی کم نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد۔ بیعت یزید کے معاملہ میں۔ تمام لوگوں کی آنکھیں انہیں کے فیصلہ کی طرف لگی ہوئی تھیں اور وہ انہی کی نشار کے منتظر تھے۔ اب جب ان لوگوں نے ایسی حالت میں ان کو دیکھا کہ یہ کسی سازش یا خوف کی وجہ سے یا جو کچھ ہو۔ اپنے گھر تک آنے نہیں دیتے۔ اور اس مسئلہ میں ان کی خموشی۔ ان کا سکوت۔ ان کی رضا اور تسلیم کو بتلا رہی ہے تو تمام لوگ مجبور ہوگئے۔ معاویہ تو پہلے ہی اپنے خطبہ میں ان کو ڈرا چکا تھا اور کھلے کھلے لفظوں میں کہہ چکا تھا کہ جو شخص بیعت یزید سے انکار کرے گا وہ بلائے عظیم میں مبتلا کیا جائے گا بلکہ یہانتک اُس نے تمام لوگوں کو سنا دیا تھا کہ یہ صنادید قریش اور عمائد عرب عبداللہ ابن زبیر عبدالرحمٰن۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام اگرچہ ہم سے اختلاف کرکے مکّہ چلے گئے ہیں مگر یہ بھی دیکھیں گے کہ میں اُن کے ساتھ اِس معاملہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب جب معاملہ یہانتک پہنچ گیا ہو تو اُن لوگوں کے اضطراب و انتشار کی کیا حالت ہوگی۔

بہرحال۔ اس میں شک نہیں کہ عبداللہ ابن عمر کے سکوت نے معاویہ کے حصول مقاصد میں بڑی قوت پہنچا دی۔ اگر ان کے محاسن سلوک میں جو انہوں نے معاویہ کے ساتھ قائم رکھے پوری تحقیق کی جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ عبداللہ نے اس طریقہ میں اپنے پدر بزرگوار کی پوری تقلید اختیار کی ہے جنھوں نے اپنے ایام حکومت میں بنی اُمیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پھر ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ اُن کے بعد اُن کے لائق صاحبزادہ سلف۔ ایسی اعانت اور استمداد فرمائی کہ عرب کی حکومت اور تمام بلاد اسلامی کی امارت۔ اگر ہمیشہ کے لئے نہیں تو سو برس تک معاویہ اور اُسکے قریبی رشتہ داروں میں قائم کر دی۔ اِس واقعہ سے دو ہی برس کے بعد جس پُرجوش سے انہوں نے یزید کی بیعت بار دیگر قبول کی اور منکرین اہل مدینہ کو یزید کے خلاف میں۔ باغی۔ طاغی۔ فاسق اور گنہگار بتلایا وہ تمام تاریخوں میں درج ہے۔ ہمکو اُسوقت کی خاموشی اور پھر اسوقت کی پُرجوشی صاف صاف بتلا رہی ہے کہ یہ ابتدا ہی سے بیعت یزید پر راضی تھے۔ اُسوقت ان کا سکوت خموشی نیم راضی کا مصداق تھا۔

مختصر۔ اب ہم عبداللہ ابن عمر کے متعلق حالات کو ختم کرکے۔ اُمّ المومنین عائشہ کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں۔

عائشہ بمعاویہ گفت کہ این معنی پسندیدہ نبود کہ برادر من محمد را بمصر کشتی و سوختی امروز بمدینہ آمدہ برادر دیگر مرا عبدالرحمن را ایذا می کنی و درباره او سخنان درشت میگوئی و فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را و پسر زبیر را می رنجانی و بہ حبس و قتل تخویف می کنی و تو نمی دانی کہ طلقائی و طلقا را حلال نیست کہ متصدی امر خلافت گردند و پدر تو از لشکر احزاب بودہ و در مخالفت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناصر عی نمی گذاشت و مرا معلوم نیست کہ ترا از من کہ گردانیدہ است۔ اگر ترا بگیرم و بقصاص برادر خویش بکشم مرا ازاین کار کہ مانع خواہد آمد۔

معاویہ نے اگرچہ اس کے بعد اُمّ المومنین کو کسیقدر ٹھنڈا بھی کرلیا۔ مگر بااین ہمہ اُسکو ان کی طرف سے قطعی مایوسی ہوگئی۔ عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمن ان دونوں حضرات کا تصفیہ بھی الٰہی کے اتفاق پر منحصر تھا۔ لیکن اس معاملہ میں اُن کی طرف سے ذرا بھی امید باقی نہیں رہی اور کوئی تدبیر بھی کارگر ہوتی نہیں پائی گئی۔ تو آخرکار معاویہ مصداق آخر الحیل السیف ان کی ہلاکت کا درپے ہوا۔ ان کے ختم ہوتے ہی بیعت یزید کے تمام اُلجھاؤں کا فیصلہ ہوگیا۔ اور معاویہ نے اپنے خلف الرشید یزید پلید کی بیعت اہل مدینہ سے اقرار کراہی لیا۔ چنانچہ تاریخ حبیب السیر میں اس واقعہ کو اس عبارت میں لکھا ہے۔

در تاریخ حافظ آبرو از ربیع الابرار و کامل السفینہ منقول است کہ در مشہور سنہ ہجری ثمان و خمسین من الہجرۃ معاویہ ابن ابوسفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن ابی بکر و عبداللہ ابن زبیر را بہ بخشید عائشہ زبان ملامت و اعتراض بروے بکشاد و معاویہ در خانہ خویش چاہے کندہ و سر آں را بہ خاشاک پوشانیدہ و کرسی آبنوس بران نہادہ و آنگاہ عائشہ را بہ ضیافت طلب داشتہ بر کرسی نشانید تا دراں چاہ افتاد و معاویہ سر آں چاہ با آہک مضبوط نمود و از مدینہ بمکہ رفت۔

اور اسی کے قریب قریب مضمون امام جلال الدین سیوطی نے بھی کتاب اوائل میں مندرج فرمایا ہے اُسکی اصلی عبارت کو ہم ذیل میں قلمبند کرتے ہیں

وکان (معاویہ) علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ راسہا من الحجرۃ وقالت صہ صہ هل استدعی الشیوخ لبنیہم البیعۃ

قال لا قالت فیمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر و بنی لہا حفرۃ فوقعت فیہا وماتت
یعنی معاویہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بیٹھا ہوا یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا کہ عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا کہ چپ ہو چپ ہوا ے معاویہ آیا شیخین سے بھی اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ نہیں۔ عائشہ نے کہا کہ پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے۔ پس معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اُتر آیا اور اُم المومنین عائشہ کے لئے ایک گڑھا کھودا اس طریق پر کہ وہ اُس میں گر کر انتقال کر گئیں۔
حکیم نسائی جو بقول شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اولیائے کبار سے ہیں اپنے حدیقہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

عاقبت ہم بدست آں تاغی ۔۔۔ شد شہید دبکشت آں باغی
آنکہ با جفت مصطفےٰ ازینساں ۔۔۔ بدکند مرد را تو مرد مخواں

بہر حال۔ امیر صاحب مدینہ میں کسی نہ کسی طرح بیعت یزید کا معاملہ طے کرتے ہوئے مکہ پہنچے یہاں پہنچ کر بخلاف مدینہ انہوں نے بالکل نرمی اور ملائمیت اختیار کی۔ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن جعفر۔ عبد الرحمٰن ابن ابی بکر اور عبداللہ ابن زبیر پھر ان سے اُسی طرح ملے جیسے مدینہ میں پہلے مل چکے تھے۔ چنانچہ صاحب روضۃ الصفا مکہ میں ان کی ملاقات احوال یوں لکھتے ہیں۔
چوں منازل و مراحل طے کردہ بحوالی حرم رسید معاروف مکہ باستقبال او رفتند و امیر المومنین حسین علیہ السلام و عبداللہ ابن جعفر و عبد الرحمٰن و عبداللہ ابن زبیر نیز او را استقبال نمودند چوں معاویہ ایں چہار کس را دید استبشار نمود و ہر یک را بنوعی بنواخت و فرمود تا چہار جنیبت پیش ایشاں کشیدند و با ایشاں در مقام مباسطت آمدہ رواں شد و چوں در مکہ نزول کرد فراخور آں جماعت صلہ ہائے گراں مایہ فرستاد۔ امیر المومنین امام حسین علیہ السلام جائزۂ معاویہ را قبول نفرمودند
اللہ اللہ۔ کہاں تو وہ عتاب اور کہاں یہ اشفاق۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔
مدینہ میں تو اس جماعت کی تذلیل و تحقیر کے لیے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا گیا اور اب مکہ میں یہ تعظیم و تکریم۔ سبحان اللہ رب العظیم کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں کے اغراض و مقاصد حق پر نہیں ہوتے ان کے تغیر اور تلون کی ایسی ہی مختلف صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ امیر صاحب کو تجربتاً یہ ثابت ہو چکا تھا کہ ان حضرات کے مقابلہ میں سوکھی دھمکیوں سے کام

نہیں نکلیگا اور یزید کی بیعت کا پہیتا۔ سلطنت کے زور لگائے جانے سے نہ چلے گا۔ تحفہ اور انعام کی ترکیب بھی کارگر نہو سکی۔ ابن زبیر وغیرہ کی طرف سے جو اُمید ہو۔ مگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا انکار ایسا محال اور دشوار ہے کہ اُن کی طرف سے قطعی مایوسی ہی نہیں بلکہ بالکل اَن ہونی بات ہے۔

انہی اُمور پر کامل غور کرکے۔ امیر صاحب نے ان حضرات کے استمزاج لینے کی غرض سے مدینہ کی ایسی یہاں بھی ایک پرائیویٹ صحبت قایم کی اور آنحضرت کو تخلیہ میں طلب کیا اُسی طرح کہ ایک کی دوسرے کو خبر نہو ہم اس پوشیدہ مشورت کی کیفیت بھی تاریخ روضۃ الصفائی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

ازجناب امام حسین علیہ السلام معاویہ گفت کہ دو سہ کلمہ معروض راے تو خواہم کرد کہ بسمع رضا اصغانمائی و جواب نیکو بگوئی۔ امیر المومنین امام حسین علیہ السلام فرمود آن کدام است۔ معاویہ گفت کہ پیش ازیں مکتوبات باطراف ولایت فرستادہ معارف ومشاہیر را طلب داشتم تا بریزید بیعت کنند وبحکومت او رضا دہند ودر قضیہ مردم تاخیر نمودم چہ دانستم کہ ایشاں اکثر قوم و عشیرۂ او اند وبا او درایں امر ہیچ مضائقہ نخواہند کرد بالآخر چوں ازایشاں التماس نمودم کہ با یزید بیعت کنند جمعے کہ منع از ایشاں منصور ومتوقع بود با او امتناع نمودند ومن اگر دیگری را شائستہ خلافت میدانستم اورا بہ ولیعہدی اختیار می کردم۔

بیعت یزید پر امام حسین علیہ السلام راضی ہو جائیں یا اپنی رضا مندی ظاہر فرمائیں۔ خدا کی شان استغفر اللہ ربی۔ معاویہ کے اس کہدینے سے کہ خلافت یزید کی ابتدا اہل اسلام کی تحریک اور استدعا سے ہوئی ہے۔ اور وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک ایک تسلیمی مسئلہ قرار پا چکا ہے معاویہ کا یہ خیال تھا کہ امام حسین علیہ السلام بھی اتفاق کرلیں گے۔ یہ اُن کی سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ معاویہ کو اپنی ابلہ فریبیوں کے مقابلہ میں اُنہی لوگوں سے ایسی اُمید کرنی چاہیے جو صرف اپنی ضرورت نکالنے اور اپنا پیٹ پالنے کی غرض سے اجماع کے قائل ہیں۔ بخلاف ان شکم پرستوں کے جناب امام حسین علیہ السلام اُس خاندان اعلیٰ اور دودمان والا کی مبارک یادگار تھے جو اپنے استحقاق منصوصہ کے مقابل ہیں۔ اتفاق۔ اجماع اور شوریٰ کو آجتک کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے تھے۔ اور جنہوں نے ایک بار نہیں۔ ہزار بار۔ ایک موقع پر نہیں۔ ہزار موقع پر۔ اجماع کی تمام دلیلوں کی پورے طور سے قطع وبرید فرما دی تھی۔ امام حسین علیہ السلام بھی

اُسوقت اُسی اصول کو اختیار فرمائے تھے۔ پھر ایسی حالت میں امام حسین علیہ السلام پر معاویہ کی یہ لغویات کیا اثر پیدا کر سکتے تھے۔

المختصر روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ معاویہ کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ آہستہ باش اے معاویہ مردم ہستند کہ سزاوار ایں کار۔ ہم از پدر و ہم از مادر بر پسر تو فضیلت در رجحان میدارند۔

یہ مختصر مگر دندان شکن جواب سنکر امیر صاحب کے اب تو کان کھڑے ہوئے۔ پوچھنے لگے۔ مگر از یں سخن خود را می خواہی۔ امام حسین علیہ السلام نے نہایت آزادانہ جواب مگر مختصر الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا۔ کہ اگر خویشتن را خواہم دور نیست۔ اب یہ سنکر معاویہ اپنے پیارے بیٹے یزید کی کیسے ہیٹی ہونے دیں۔ کہنے لگے۔ ور آنچہ مادر و پدر تو بہتر از مادر و پدر یزید است۔ شکے نیست اما بخدا سوگند کہ یزید در اقامت لوازم خلافت و قواعد سلطنت بہتر از تو وبا وامر و نواہی حکومت سزاوار از تست۔ معاویہ کے کلام کی تردید میں امام علیہ السلام نے فوراً ارشاد فرمایا کہ طرفہ حالتے است کہ خمار۔ فاجر امت بہتر از من باشد۔ اب تو اس پردہ کے فاش کر دینے سے امیر صاحب گرمائے تو۔ مگر پھر سنبھل کر کے کہنے لگے کہ آہستہ باش کہ اگر تو در مجلس یزید مذکور کردی او بہ غیر از نیکوی در شان تو نگوید۔ امیر صاحب نے اس جواب میں اگرچہ ملائمیت کے ساتھ صرف اپنے ولیعہد بہادر کے محاسن اخلاق کا اظہار کر دیا تھا اور حقوق سے کوئی بحث نہیں کی تھی۔ مگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن کی اس تقریر کا ایسا سنجیدہ اور معقول جواب دیا کہ آخرکار معاویہ کو یزید کے اظہار محاسن کی دلائل سے عاجز آکر اپنی تقریر کے سلسلہ کو دوسرے راستہ پر پھیرنا ہوا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ من آنچہ از وے می دانم می گویم و او را نیز باید کہ آنچہ از من می داند بگوید۔ ایسا پُر معنی اور مسکت جواب تھا کہ پھر معاویہ کو اس معاملہ میں آیندہ گفتگو کی جرأت نہ ہوسکی۔ آخرکار امام حسین علیہ السلام کو رخصت کر دیا۔ مگر چلتے چلتے اتنا ضرور سنا دیا۔ یا ابا عبداللہ برخیز و بہ سعادت باز گرد و بر جان خود بترس و از اہل شام پر حذر باش و باید آنچہ من در شان یزید از تو شنیدم ایشاں نہ شنوند کہ ایشاں با تو و پدر تو در مقام عداوت و کدورت ہستند امام حسین علیہ السلام کے بعد عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کی طلبی ہوئی۔ ان سے جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

عبدالرحمٰن گفت اے معاویہ ما ترا حوالہ بخدا تعالیٰ کردہ ایم و ما با خواسے تو با یزید بیعت نخواہم کرد

مهم خلافت را به شوری باید گذاشت۔ معاویہ گفت من سفاہت ترا میدانم و آنچہ در حق تو اندیشیدہ کردم زود باشد کہ بینی۔ عبدالرحمٰن گفت خداوند عالم در دنیا و آخرت ترا براں بگیرد و عقوبت کند معاویہ دست دعا بر داشت کہ خدایا مہم ایں شخص را از من کفایت کن پس انگاہ گفت ای فلاں برو و بر جان خود بہ بخشائے و از ارباب شام حذر نما۔

عبدالرحمٰن کے بعد امیر صاحب کو جس شخص سے سامنا ہوا وہ ایسا حرفت والا اور دیدہ میں دیدہ ملا کر جواب دینے والا تھا جواب بھی اپنے آپ کو ان سے زیادہ تر خلافت کا مستحق سمجھتا تھا اور اپنے استحقاق اضافی کے اعتبار سے خلافت گزشتہ پر ان سے پہلے حملہ بھی کر چکا تھا اگرچہ شام میں اپنے آپ کو یہ خلیفہ نہیں سمجھتا تھا۔ مگر وہ حرمین میں اپنے آپ کو خلیفہ سے کم نہیں جانتا تھا۔ وہ کون تھا؟ عبداللہ ابن زبیر حضرت صدیق اکبر کے نواسے اور جناب صدیقہ کے پیارے بھانجے۔ اب ان میں اور امیر صاحب میں جیسے برابر کے جوڑ چلے اور دونوں میں جیسی گہری چھنی وہ روضۃ الصفا کی زبانی یوں ہے۔

چوں چشم معاویہ بروے (عبداللہ ابن زبیر) افتاد۔ گفت ایں روباہے است کہ ہر بار ہے کہ سوراخ او مسدود می شود از راہ دیگر بیروں رومی آورد بعد ازاں گفت اے پسر زبیر بر جان خود بترس و گرد خلافت و شقاق مگرد و براں کہ خلافت بزید قرار گرفتہ و کارے مستقیم و منتظم گشتہ مستقل باش۔ ایں زبیر گفت اے معاویہ در ضمیر من تخالف اہل اسلام نیست اما می باید کہ شوریٰ میان فتنہ ننباشی و ایں کار بہ الشوریٰ حوالہ کنی و از حکومت اگر ملول شدہ۔ دست ازاں باز دار و بہ پسر خود مدہ خلافت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امرے پر خطر است و در روز قیامت از تو سوال کنند کہ چوں از ایں عہدہ بیروں آمدی و بعد از خود بہ کہ گذاشتی و در خاتمہ و فاتحہ آنچہ در ضمیر داری بیاندیش۔ معاویہ گفت۔ اے پسر زبیر ازیں سخناں بگزر و بہ حذر باش کہ شامیان ایں کلمات را از تو نہ شنوند کہ ایشاں را طاقت استماع ایں حدیث نیست۔

اس جلسۂ مشورت کو ختم کر کے معاویہ نے پھر دو تین روز تک خاموشی اختیار کی۔ اس امید پر کہ شاید اب بھی یہ لوگ ان کی اس تجویز سے اتفاق پیدا کریں اور اپنی خموشی کی حالت میں بھی تالیف قلوب اور خوشامدانہ کوششوں سے غافل نہ ہو سکے۔ ارسال تحائف کا سلسلہ پھر ویسے ہی آغاز کیا۔ چنانچہ ہمارے مستند مورخ لکھتے ہیں کہ نزد امیر المومنین حسین علیہ السلام بیش از دیگراں ہدایا فرستادہ جانب او را از ہمہ بیچ داشت اما آنجناب صلہ او را قبول نفرمودہ روضۃ الصفا بمبئی صفحہ ۲۳

جب یہ ترکیب بھی کارگر ہوتی نہیں دیکھی تو بارِ دیگر ایک بہت بڑی مجلس حرم محترم میں منعقد کی جس میں تمام اہل اسلام خصوصیت کے ساتھ بلائے گئے۔ ایک بہت بڑا منبر بھی امیر صاحب کے لیے آراستہ کیا گیا آغاز کلام سے پہلے سابق بزرگواروں کا جو شروع سے منکرین بیعت چلے آتے تھے۔ پھر اس وقت استمزاج لینا ضروری سمجھا گیا۔ اسلیے ان لوگوں سے مخصوص مخاطب ہو کر امیر صاحب نے کہا کہ شفقت مرا بحال خویش می شناسید و این وقت آنچہ امکان داشت درباره شما خدمت شائستہ بجائی آوردم وصلہ رحم را منظور میدارم و امید وارم کہ من بعد این سعی سمت از و با دپذیرد و غرض از تشبیب این مقدمات آنکہ یزید برادر و پسر عم شماست و خاطر خواہ من انکہ بحسب ظاہر اور اخلیفہ شما رید و در معنی اختیار امور مملکت در قبضہ اختیار شما خواہد بود۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ امیر صاحب کی یہ آخری کوشش تھی۔ ہر طرف سے مجبور ہو کر آخر میں اس کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ظاہر میں تو یزید خلیفہ مان لیے جاویں اور باطن میں آپ حضرات سلطنت کے تمام کاروبار اپنے اختیار سے انجام دیں۔ معاویہ کی اس مجبوری اور مایوسی نے انکی بناوٹ اور خود غرضی کی تمام قلعی کھولدی۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ اسوقت کیسے غرض باؤلے ہو رہے تھے۔ حاضرین میں سے تو کسی نے انکی استدعا پر اعتنا نہیں فرمائی اور کچھ جواب نہیں دیا۔ مگر عبد اللہ ابن زبیر سے اسوقت بھی چپ نہ رہا گیا اور وہ تمام جلسے کی طرف سے ایک اسپیکر[۵] ہونے کی حیثیت میں ظاہر ہو کر کہنے لگے ان کی تقریر کو ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

ابن زبیر گفت اے معاویہ از سہ کار یکے را اختیار کن۔ معاویہ گفت۔ ان کدام است۔ گفت اول انکہ ہیچ کس را بخلافت تعین مکن۔ چنانکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی را تعین نکرد و چون بجوار رحمت خدائے عزوشانہ انتقال کرد مسلمانان بعد از استشار کسے را کہ اہلیت اندا شت خلیفہ ساختند۔ یعنی ابا بکر را۔ معاویہ گفت من این کار نہ توانم کرد۔ چہ درمیان شما ہیچ کس را مثل ابی بکر نمی بینم و می ترسم کہ بعد از من درمیان امت مخالفت پیدا بشود۔ عبد اللہ گفت کہ اگر این صورت مطبوع طبع تو نمی افتد ہمچنان کہ ابو بکر شخصے را از صنادید عرب قریش برگزیدہ خلافت باو داد۔ تو نیز یکے را اختیار کن بشرط آنکہ ان شخص از بنی عبد الشمس و بنی امیہ نباشد۔ و اگر این معنی ہم موافق طبع تو نیست بہ سنت عمر ابن خطاب عمل نما و تعین خلیفہ را بشوری باز گزار۔ با وجود آنکہ عمر اقربا و پسران داشت کہ ہمہ را استحقاق آن بود کہ متصدی امر خلافت ہیچ یکے از ایشان بشود۔ معاویہ گفت در اسے

---

[۵] Speaker بولنے والا۔ نمائندہ

ایں سہ وجہہ دیگر بخاطر قومی رسید ابن زبیر گفت سخن ہمیں است۔ معاویہ رو بدیگراں کردہ گفت شما چہ می گوئید۔ ایشاں گفتند ما ہماں میگوئیم آنچہ عبداللہ ابن زبیر گفتہ۔ معاویہ گفت من نمی خواہم پیش از رحیل منبر شوم و مردم را نصیحت کنم و ایں وعظ را برفرداگذاشتم و من برائے شما از اہل شام می ترسم و قد اعذر من انذر۔ عاقبت بخیر باد۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب اس ضد کا کیا علاج۔ نہ یہ مانیں گے نہ وہ جو دل سے لگی ہے کرینگے تو وہی۔ ناظرین کو امیر صاحب کی موجودہ پالیسی تو معلوم ہو گئی اگر غور کیا جاوے تو عبداللہ جس طریقہ کا پیرو تھا اُس کی ہدایت کے اعتبار سے اُس کی تجویز صحیح اور درست تھی۔ اب اگر معاویہ اُس کے ہمطریق ہوتے تو ضرور اُس کی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کر لیتے۔ ان کا انکار یقین دلا رہا ہے کہ وہ اُس طریقہ اور اُس اصول کے پابند نہیں تھے۔ اور جس کی متابعت اور اطاعت وہ کرتے تھے وہ صرف ان کی غرض اور ضرورت تھی۔ اور کچھ بھی نہیں۔ معاویہ سے حضرت عثمان کی اقتدا بھی نہیں کی گئی۔ یہ تو بخاص الخاص بنی اُمیہ سے تھے خلافت ملنے کے وقت انہوں نے کیسی عقیدت اور ادب کے ساتھ سیرت شیخین کے اتباع کا مجمع عام میں اقرار واثق کیا تھا۔ اسوجہ سے ضرور تھا کہ حضرت عثمان ہی کی عظمت مدنظر رکھکر سنت شیخین کا مسلک اختیار کیا ہوتا۔

القصہ معاویہ نے ایک نہ سُنی۔ اور سنتے تو کیسے۔ شریر عبداللہ نے تو بیعت یزید کے معاملہ کو دو ٹک کر کے اِن کے سامنے رکھدیا کہ ان کے آگے حواس باختہ ہو گئے۔ خصوصاً آنکہ اس نے بنی عبدالشمس وا از بنی امیہ نباشد کی ایسی شرط لگا دی کہ سوسے کا گھر بالکل ہی ہو گیا۔ امیر صاحب کے لئے کسی طرف سے نکلنے کی راہ باقی نہیں رہی تو آخر مجبور ہو کر ان حضرات کو رخصت کیا اور اپنے واعظ و پند کی پٹاری کو بھی تہہ کر رکھا۔ اور اُس جلسہ کو بھی موقوف کر دیا جسکے لئے اتنا بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہ دن تو اسی حجت بیجا میں تمام ہوا۔ رات آئی قیامت آئی۔ امیر صاحب نے یہ رات عجیب انتشار اور اضطراب میں کاٹی مدینہ تک تو وہ اپنا کام اپنے خاص طرز پر بنا آئے۔ مگر مکہ میں کوئی ترکیب پیش نہ چلی اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ جب ہر طرف سے مایوس ہوئے تو پھر وہی کھلی کھلی مکاری اور عیاری کی ترکیبوں کو عمل میں لائے۔ وہ اس طرح کہ مردمان ہمراہی میں چند اہل شام کو جو مخالفت اہل حجاز اور محبت یزید میں کامل تھے۔ اس سے پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا کہ کل کی موعظت میں ہم عموماً لوگوں سے ہم یہ بیان کرینگے کہ ان تینوں نے (حضرت امام حسین علیہ السلام۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ ابن زبیر) بھی بیعت یزید منظور کر لیا ہے۔ لہذا تم لوگ بھی یزید کی بیعت قبول کرو۔ تو اب تم لوگوں کو

چاہیے کہ با شمشیر برہنہ ان لوگوں کے پاس کھڑے رہنا۔ ایسا ہو کہ یہ ہماری عام فریبی کی حقیقت فاش کر دیں۔ ہم کو یقین ہے کہ وہ اپنی جان کے خوف سے ضرور ہی کہ خموش رہجائیں اور کچھ بھی نہ کہہ سکیں۔ ان کی خاموشی اور سکوت عامۃ الناس کے نزدیک ان کی رضامندی کا پورا ثبوت ہوگا اور جو ہمارا عین مقصود ہے وہ حاصل ہو جائیگا۔ اب امیر صاحب کی اس جوڑ بندی کی کیفیت تاریخی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

روز دیگر شد۔ معاویہ باستحضار وجوہ قریش فرمانداد و امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن و عبداللہ ابن زبیر نیز حاضر گشتند و معاویہ بر منبر رفتہ خطبہ آغاز کرد و بتدریج سخن مقصود رسانیدہ گفت من از مردم سخنان می شنوم کہ آنرا اعتبارے نیست۔ دیروز چنان استماع نمودم کہ جماعتے باہم می گفتند کہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن ابن ابی بکر و عبداللہ ابن زبیر بخلافت یزید راضی نیستند و با وے بیعت نمی کنند از سخن ایشان متعجب شدم و این ہر سہ کس را کہ استادان قریش و اکابر قبیلہ اند بحضور خویش طلبیدم و از این معنی شرائط استفسار بجا آوردم۔ ادعا کردند و بہ بیعت یزید اعتراف نمودند و این حدیث در حضور ایشان میگویم کہ ہر کس را در این معنی شبہہ باشد مرتفع گردد و دراین اثنا اہل شام شمشیرہا از نیام برآوردہ گفتند کہ اگر این سہ کس آشکارا بیعت کردند فبہا۔ و الا ما ایشان را می کشیم چہ ما راضی نیستیم کہ این بیعت در خفیہ واقع شود با وجود شوکت و استقلال و عظمت یزید بمتابعت این چہار کس چہ احتیاج است۔ اے معاویہ بادستوری بفرما تا این ہر چہار کس را گردن زنیم۔ معاویہ با ایشان گفت ساکن باش و شمشیرہائے خود را در غلاف کنید و طالب شر و فساد و فتنہ و خون ریختن نباشید۔ اے اہل شام از خود بترسید و فتنہ را مگیرید کہ مردم بنیان دین مبارک نباشد۔ اہالیان شام شمشیر را در نیام کردند۔ امیر المومنین امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن ابن ابی بکر و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر متحیر گشتند و با خود اندیشیدند کہ اگر گوئیم بیعت نکردہ ایم لامحالہ ما را زندہ نہ گزارند۔ لاجرم در آن محفل زبان در کام کشیدند و ہیچ نہ گفتند و دیگران با یزید بیعت کردند۔

علامہ ابن اثیر بھی اپنی تاریخ کامل میں اس مضمون کو ذیل کی عبارت میں قلمبند فرماتے ہیں۔

ثم دعا صاحب حرسه بحضرتهما قم على راس كل رجل من هولاء رجلين ومع كل واحد سيف فان ذهب رجل منهم يرد على كلمة بتصديق او تكذيب فليضرباه بسيفه ثم خرج وخرجوا معه حتى رقى المنبر

معاویہ نے اپنے پاسبان کو بلاکر ان چار آدمیوں کے سامنے کہا کہ تم ان لوگوں میں سے ایک ایک شخص کے ساتھ دو دو سپاہی مقرر کردو جو تلوار لیے ان کے ساتھ کھڑا رہے کہ اگر ہمارے خطبہ کے درمیان ان میں سے کوئی کلام کرے تو فوراً اسکی گردن ماردی جائے تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰۱۔

یہ تمام واقعات جو ہم نے بیعت یزید کے متعلق روضۃ الصفا کی اسناد سے لکھے ہیں۔ وہ بجنسہٖ تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی کے ترجمہ میں موجود ہیں۔ جو مطبع صدیقی لاہور سے چھپکر شائع ہوئی ہے۔ لیجئے مکہ میں بیعت یزید اس چالبازی اور جوڑ بندی سے عمل میں لائی گئی۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جاوے تو بیعت یزید کی شہرت بھی انہوں نے ایسی ہی کرائی۔ جیسے اپنی خلافت کے جھوٹے اور جعلی اعلان دومۃ الجندل میں کرالیے تھے۔ بیعت یزید پر اجماع نیک نیتی اور صحیح اصول کے ساتھ ہوا یا نہوا وہ ایک جداگانہ بحث ہے لیکن اُسکی حکومت کی اشاعت تو سردست ضرور ہو گئی اور امیر صاحب کا یہی مقصود تھا۔ بیعت یزید پر کیا منحصر ہے۔ دومۃ الجندل کا فیصلہ کس نیک نیتی اور دیانت سے کیا گیا تھا اور اُس کے تصفیہ کے کونسے اُصول درست تھے۔ جس نے دو دو فقروں کے ہیر پھیر میں معاویہ کو خواہ مخواہ خلافت دلواہی دی۔ اسی طرح معاویہ کی عیارانہ چالبازیوں نے حرمین میں یزید کی حکومت کا بھی رنگ جما دیا۔ ورنہ صورت واقعہ اصل وہی تھی جو پوری تصریح کے ساتھ اوپر لکھی گئی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اصلی دعویداران اور حق داران خلافت کے استحقاق ہر طرح سے نص خدا اور فرمان رسولؐ سے ثابت ہوئے تھے۔ ان کے مقابلہ میں۔ اجماع شوریٰ وغیرہ وغیرہ کے مصنوعی طریقے صرف اس غرض سے ایجاد کیے گئے تھے۔ کہ اُن کی خودغرضی اور طمع دنیاوی کے پردے فاش نہوں۔ اور اتفاق کی آڑ میں اپنی لوٹ اور استغنا کا بھی اظہار ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ قدرت کے انتظام اور انسان کے مخترعات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسلئے تین ہی برس کے بعد اس انتظام میں تغیر پیدا ہونے لگا۔ پہلے ہی خلیفہ کے بعد استخلاف کا منسوخ شدہ قانون پھر نافذ ہوا اور حضرت ابوبکر کے وصیت نامہ کے موافق حضرت عمر خلافت کی گدی پر بٹھلائے گئے۔ تعجب ہے کہ اس وصیت نامہ کے لکھنے کے وقت کسی نے بھی حسبنا کتاب اللہ کہکر حضرت خلیفہ اوّل کو قاعدہ استخلاف کے بار دیگر نفاذ کرنے سے ذرا بھی نہ روکا۔ خلیفہ ثانی کے بعد شورائے عامہ کا خلاصہ صرف چھہ آدمیوں پر محدود کر دیا گیا۔ اسی سے

سمجھ لینا چاہیئے اگر اس انتظام جدیدہ کے اصول انسانی اغراض و مطالب سے مبّرا ہوتے تو اس میں اگر ہمیشہ کے لیئے نہیں تو تھوڑے دنوں تک تو ضرور استحکام ہوتا۔ مگر یہاں تو صبح سے شام بھی نہیں ہونے پائی کہ اسکے رنگ بیرنگ ہونے لگے اور اس کی ظاہری صفائی اور اتفاق میں خودغرضی اور نفسانیت کی مہیب صورتیں دکھلائی دینے لگیں۔

معاویہ کی خواہ مخواہ خلافت کی حقیقت اسوقت کسی اصول کے قاعدہ سے معلوم نہیں ہوتی ان کے ہواخواہ انپر بھی اجماع ثابت کرتے ہیں۔ ایک تو دومۃ الجندل کے فیصلہ کے بعد مگر جب اس فیصلہ کی کوری بے ایمانی ثابت کی جاتی ہے۔ تو پھر اس اجماع کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح تک اٹھائے جاتے ہیں اور یہ دکھلاتے ہیں کہ اس صلحنامہ کے بعد انکی خلافت پر اجماع ہوا مگر اس میں بھی اختلاف ہے۔ عموماً سواد اعظم اہل سُنت والجماعت کا اسپر اتفاق ہے کہ خلافت راشدہ کے تیس سال کا محدود زمانہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ششماہی حکومت تک تمام ہوچکا۔ اب اگر ان کو خلافت ملی بھی تو خلافت نہیں تھی بلکہ ایک معمولی بادشاہت تھی اس سے نہ خلافت اسلامی کو کوئی واسطہ تھا اور نہ اجماع امت سے کوئی سروکار رہا چنانچہ ہمارے مسلمان ہمعصر خواجہ عبیداللہ امرتسری تحریر فرماتے ہیں۔ اس کے سوا خلافت راشدہ کا زمانہ منقضی ہوچکا تھا۔ اب مملکت عضوضہ کے عہد کی صبح نمودار ہونے والی تھی۔ معاویہ کے سوا اور کوئی حیا بی اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔

خلافت تو یہیں سے رخصت ہوگئی۔ اب اجماع ہوا تو کیا۔ اور نہوا تو کیا۔ اگر اجماع ہوا بھی تو ان کی معمولی بادشاہی پر۔ نہ خلافت اور نیابت رسولؐ پر۔ تعجب تو یہ ہے کہ جب انکی خلافت کے ڈھانچہ کو ان کے خیرخواہ اجماع اور اتفاق کی کمانچیوں سے درست کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے تو اجماع اور استخلاف کے اصول سے دست بردار ہو کر استیلا اور غلبہ کے طریقہ سے انکی خلافت کے مجسمہ کو قائم کرتے ہیں۔ اجماع اور استخلاف کے بعد استیلا اور غلبہ تھا جسکو انہیں کی خلافت ثابت کرنے کے لئے انعقاد خلیفہ کے مقرر اصول میں ایجاد کیا گیا۔ استیلا اور غلبہ حقیقت میں کیا ہے؟ جسکی لاٹھی اُسکی بھینس۔ اب اسی پر غور کر کے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ انکا یہ کلیہ کہاں تک دیانت اور امانت یا احکام شریعت کے مطابق ہے۔

المختصر معاویہ کے اصول خلافت کی تحقیق تو قطب جنوبی کی تحقیق کے ایسی مشکل ہے جسکی تھوڑی کیفیت اوپر بیان کی گئی۔ اب امیر معاویہ نے اپنے بعد اپنے صاحبزادے یزید کو سریر خلافت پر

بٹھلا کر ان بدعات کے سلسلہ میں ایک اور کڑی جوڑ دی اور بخلاف اجماع و سیرت شیخین صاحبزادی کو کسی نہ کسی طرح بلادِ اسلامیہ کا حاکم بنا ہی دیا۔

ہمارے اس مسلسل اور مکمل بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اصلی دعویداران خلافت کے جائز حقوق کے مٹانے اور اپنے مصنوعات و مخترعات کو سچا اور صحیح بتانے میں کیسے کیسے طوفان اٹھائے گئے اور کیسی کیسی جی توڑ کوششیں کی گئیں۔ اور کیسے کیسے جوڑ توڑ سے کام لیا گیا ان ذوات مقدسہ کے نام مٹانے اور اُن کے فضائل و مناقب منصوصہ اور مخصوصہ کے گھٹانے میں کیا کیا فکریں کی گئیں انہی مظالم کے سلسلہ میں کربلا کے قیامت ناک واقعات کی ابتدا ہوئی جس کے اقدام کا آغاز معاویہ کے زمانہ سے شروع ہوا اور اُسکی تکمیل کا سہرا یزید کے سر باندھا گیا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ان اصلی اور جائز مستحقین خلافت کے حقوق پامال کرنے اور اُن کے اختیارات منتزع کرنے کے لئے شوریٰ بالاجماع۔ استخلاف اور استیلا وغیرہ وغیرہ کے غیر محدود اصول قائم کئے گئے اور ابتدا ہی سے استحکام سلطنت کے لئے ان کے ضعف اور اضمحلال پیدا کرنے کی عملی کوششیں کی جانے لگیں اور پھر ان کے ضعیف اور مجبور بنا دینے پر ہی بس نہیں کی گئی اسکے بعد ان حضرات کے قتل کرنے اور دنیا سے ان کے نام مٹانے کی فکریں کرنے لگے۔ اور معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا کر سب سے پہلے اس خون ناحق کی ابتدا کی۔ یزید نے اس ایجاد پدری میں واقعہ کربلا کا خونی منظر دکھلا کر۔ ایسا کامل اضافہ کر دیا جس نے اُن کے نام کو ظلم و تعدی میں باپ کے نام سے ضرور بڑھا دیا۔

اپنی اس بحث کو تمام کرتے ہوئے ہم اپنے اس مضمون کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسے شدید اور سخت ترین مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھکر۔ اپنی جان کی حفاظت کیوں نہ فرمائی۔ اگرچہ اس بحث کا تصفیہ قبل از وقوع ضرور خیال کیا جائیگا۔ مگر چونکہ ہم اپنے سلسلہ بیان میں واقعات کربلا کے اسباب وقوع کو مفصل لکھتے چلے آتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ہم اس کو بھی اسی مقام پر قلمبند کریں۔

واقعات کربلا کی اصلی اغراض اور اُسکے صحیح اسباب وقوع

اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیے کہ خلافت کے تمام اختیارات منتزع کرنے جانے کے بعد بھی ان بزرگواروں نے۔ اگرچہ اس تازہ انتظام سے

کوئی مخالفت نہیں ظاہر کی اور قطعی خانہ نشینی اور خاموشی اختیار کرلی۔ مگر تاہم وہ اپنے اظہار حقوق۔ استدلال دعاوی اور استقلال فضائل سے کسی صحبت یا کسی جلسہ میں خموش نہیں رہے ایسے موقع پر وہ خود اپنی جائز حقوق کا اظہار اور اپنے سچے دعووں کا علانیہ اعلان کرتے تھے اور اپنے مقابل کے روبرو۔ قوی دلیلوں سے اپنے جائز حقوق کو ثابت کرتے تھے جن کو سنکر سننے والوں کو سوائے سکوت کے اور کچھ نہیں سوجھتا تھا۔ رفتہ رفتہ اظہار حقوق اور اعلان مراتب کے یہ طریقے بھی مخالفین کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے اور آخر میں یہی کانٹے ترقی کرکے خاراشکن سنانیں اور شعلہ فگن تلواریں بنکر کربلا کے قیامت خیز میدان میں نکل پڑے۔

یہ تو پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے کہ شروع سے آخر تک برابر جناب امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی تمام تجویزوں سے اختلاف اور انکار اختیار کیا تھا۔ اور بیعت یزید کے متعلق ان کی منت سماجت۔ خوشامد و رامد۔ تہدید تاکید غرض کسی تدبیر و ترکیب پر کوئی اعتنا نہیں فرمائی تھی۔ غضب ہوا کہ اسلام کی ناشدنی نسل اور اسکی ناہموار یادگاروں نے بیعت یزید کو بھی اجماع۔ استخلاف اور استیلا غرض تینوں طریقوں سے صحیح جانکر تمام محاسن اور حقیقت کا مجموعہ قرار دے لیا اور اسکی اطاعت اور متابعت کو اپنے اوپر واجب اور لازم گردان لیا۔ چونکہ یزید پر ان تمام مصنوعی اور قیاسی دلیلوں کا بطور سے اجماع ہوگیا تھا اس لئے اس اصول موضوعہ کے قاعدہ سے سلطنت یزید کو بھی اور دوسری گذشتہ خلافتوں کے مقابلہ میں زیادہ استحکام اور قوت مل گئی تھی۔ دُنیا کے حریص۔ خودغرض اور شکم پرست۔ بے سمجھے بوجھے۔ آمنّا و صدّقنا کہتے ہوئے۔ اس ضلالت اور گمراہی کے اندھے کوؤں میں گرے پڑتے تھے۔ طمع۔ حرص۔ اور حصول دنیا کی غیر محدود خواہشوں نے اُن کی تمیز اور ادراک کی تمام قوتوں کو زائل کردیا تھا اور ملک میں اس سرے سے لیکر اُس سرے تک ضلالت کی سیاہ چادر کھنچی ہوئی تھی۔ اور وہ زمانہ قریب آگیا تھا کہ امت محمدیہ کی کشتی دریائے ضلالت میں غرق ہوجائے ایسی مجبوری کی اخیر اور ناگزیر ضرورتوں میں۔ امام حسین علیہ السلام نے اُس ودیعت خداوندی اور فرمان ایزدی کی تعمیل کو ضروری سمجھ لیا۔ جس کی خبر جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچ چکی تھی۔ اس احکام الٰہی کی ادائی موجودہ مصنوعی اصولوں کی قطع و برید۔ تاوقتیکہ آپ کی مقدس رشتہ حیات کا خاتمہ ظالم ہاتھوں سے نہ کیا جاوے ممکن نہیں تھی۔

سر داد و نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

اسلام کے لیئے اس سے بڑھکر شرمناک اور عبرت خیز اور کون واقعہ ہوسکتا ہے کہ باوجودیکہ یزید کی حقیقت کے تمام دلائل کو سراسر غلط اور باطل بتلایا جاتا ہے مگر جب اِن مصنوعی قواعد وضوابط کی رو سے اُسکا استحقاق کما حقہ ثابت ہوتا ہے تب پھر اُسکی حقیت کا اعتراف کیا جاتا ہے اور اُسکی حکومت کو۔ اجماع۔ استخلاف۔ اور استیلا غرض تینوں دلیلوں سے صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اتنی ہی صحت پر بس نہیں کیجاتی۔ بلکہ یزید کے مقابلہ میں امام حسین علیہ السلام کے اظہار حقوق کو بیجا دست اندازی سے نسبت دی جاتی ہے اور یزید کے خلوص وعقیدت میں یہانتک اپنی پرجوشیوں کا اظہار کیا جاتا ہے کہ امام مظلوم کے مصائب کے بیانات کو بھی حرام بتلایا جاتا ہے۔

ہمارے ناظرین کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمانوں میں اس شرمناک عقیدہ کی بنا کچھ ابھی زمانہ میں نہیں ہوئی ہے بلکہ اس گمراہ عقیدہ والے جناب امام حسین علیہ السلام کی زندگی ہی میں پیدا ہوچکے تھے۔ اب ہم اپنے اِن تمام بیانات کی تصدیق اور ثبوت اپنے محترم دوست عالیجناب خان بہادر مولوی شیخ احمد حسین صاحب آنریری مجسٹریٹ ورئیس پریانواں کے۔ جو اِن تمام اعزاز کے علاوہ فی زمانناً بہت بڑی استعداد اور تحقیق کامل کے ساتھ سواد اعظم اہل سنت کے ایک معتبر اور مستند ممبر خیال کئے جاتے ہیں۔ رسالہ البلاء المبین کی بلفظہ عبارت ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جسکو اُنھوں نے واقعات کربلا کی تمہید میں تحریر فرمایا ہے۔ ہمکو یقین ہے کہ ہمارے تمام دعوے جو اوپر لکھے گئے ہیں ہمارے محترم ہمعصر کی تحریر سے کامل طور پر ثابت ہو جائیں گے۔

اگرچہ شہادت حسینی کا تیرہ وتار سانحہ ۶۱ھ ہجری میں واقع ہوا لیکن اس دیجور قیامت کی شام ظلمت اُسی وقت سے شروع ہوچکی تھی جبکہ خورشید رسالت غروب ہوا اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا۔ کیا اِسکی تفصیل کی بھی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو میں اس مقام پر جناب مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کی زبان سے وہ مختصر تقریر ادا کئے دیتا ہوں۔ جسکو اُنھوں نے اپنی کتاب رویاے صادقہ کی چودھویں فصل میں زیب ترقیم فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا۔ وہ فاطمہؑ تھیں۔ والدہ پہلے انتقال کرچکی تھیں۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہہ پیغمبر صاحب تھے۔ اور باپ بھی کیسے۔ دین و دنیا کے بادشاہ۔ ایسے باپ کا سر سے اُٹھ جانا اُسپر حضرت علی علیہ السلام کا خلافت سے

محروم رہنا اور ملک بر جراحت ترکہ پدری یعنی فدک کا دعوی کرنا اور مقدمہ ہار جانا۔ کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہنچتے تو وہ زہر کھاکر مرجاتا۔ مگر اُن کے صبر و ضبط انہیں کے ساتھ تھے پھر بھی رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینہ کے اندر اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں اُن لوگوں سے جنہوں نے اِن کو رنج دیے تھے۔ نہ بولیں۔ اور نہ بات کی یہاں تک کہ اُن لوگوں کی اپنے جنازے پر آنے کی بھی مناہی کردی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اِس مضمون صداقت مشحون کو بیان کرکے جناب مولوی صاحب ممدوح بیان کرتے ہیں کہ۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیتؑ کو پیغمبرؐ صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے نا ملایم واقعات پیش آئے کہ اُن کا وہ ادب ولحاظ جو ہونا چاہیئے تھا اُس میں ضعف آگیا اور شدہ شدہ منجر ہوا اس نا قابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جسکی نظیر تاریخ میں ملنی دشوار ہے۔

جس طرح جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی اہلبیتؑ نبوی کو مکروہات کا پیش آنا مسلم ہے اُسی طرح اس میں بھی کلام نہیں کہ اُن حضرات با برکات نے کوئی موقع ایسا نہیں چھوڑا جس میں کنایتاً یا صراحتاً قطع حجت اور دفع دخل نہ فرمایا ہو۔ دیکھو حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو تقریر بطور احتجاج کربلا میں کی اُس میں یہ الفاظ بھی تھے۔ الست ابن بنت نبیکم وابن وصیہ یعنی اے اعداے دین کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں اور تمہارے نبیؐ کے وصی کا فرزند نہیں ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام کے تقاعد اور اُن کے احتجاج واستشہاد واستحقاق کے مضامین سے اسفار معتبرہ پُر ہیں چنانچہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی رویائے صادقہ میں لکھتے ہیں کہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت علیؑ خلافت کے دعویدار ضرور تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے۔ پیغمبرؐ صاحب کے بعد داماد کہو۔ بیٹا کہو۔ بھائی کہو یہی تھے۔ اور مولوی احسان اللہ صاحب وکیل گورکھپوری نے اپنی کتاب تاریخ اسلام کے صفحہ ۴۱۶ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ صاحب کی وفات کے بعد ہی خلافت کا دعوی تھا۔ لیکن نہ اس طرح کہ کوئی فساد کریں بس یہی کہ وہ اپنے کو حقدار سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافتوں میں بھی اُن کو تامل تھا۔

کتاب الاستیعاب ابن عبد البر مکی میں ہے کہ قال علی علیہ السلام ان عز وجل لما قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قلنا نحن اھلہ واولیائہ فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبور الدین

لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم یعنی حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو ہمنے آنحضرتؐ کے اہل اور ولی ہونیکا اظہار کیا اور یہ ظاہر کیا کہ رسولؐ کی جانشینی کی بابت نزاع کرنیکا ہمسے کوئی شخص مستحق نہیں۔ لیکن قوم نے ہماری بات نہیں سُنی اور ہمارے سوا دوسروں کو والی بنالیا۔ قسم ہے خدا کی اگر قوم کے تفرقہ کا خوف نہوتا اور یہ اندیشہ نہوتا کہ مبادا کفر پھر عود کرے اور دین برباد ہو جائے تو بیشک قوم کی اس کارگزاری کو ہم بدل دیتے۔ آخر ہمکو آلام پر صبر ہی کرنا پڑا۔

اور کتاب حلیۃ الاولیائے ابونعیم۔ مسند امام حنبل۔ خصائص امام نسائی اور جواہر العقدین امام سمہودی وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے کہ علیا انشد الناس من سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی علی علیہ السلام قسم ولاتے تھے لوگوں کو کہ کسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ وقال علیؑ انشدکم ھل سمعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ علی علیہ السلام لوگوں کو قسم دیکر پوچھتے تھے کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے ہوئے نہیں سُنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اُسکا علی مولا ہے وقال انشدکم باللہ کل امرء مسلم سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یقول یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں سے قسم ولاکر پوچھتے تھے کہ تم نے روز غدیر خم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اُسکا علی مولا ہے اور شمس الدین محمد جزری صاحب حصن حصین نے اسنی المطالب میں اسی احتجاج کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی زبان سے یوں نقل فرمایا ہے۔

عن ام کلثوم بنت فاطمہؑ عن فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ورضی عنہا قالت انسیتم قول رسول اللہؐ یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ وقولہ صلعم انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰؑ یعنی ام کلثوم بنت فاطمہؑ اپنی مادر گرامی قدر جناب فاطمہؑ بنت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ فرمایا جناب سیدہؑ نے کہ کیا تم لوگ وہ قول بھول گئے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ مولا ہے اور آنحضرتؐ کا وہ قول بھی بھول گئے۔ کہ علی علیہ السلام

کو مجھسے وہ منزلت اور وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔
اور مولوی احسان اللہ صاحب عباسی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی موقع پر (غدیر خم میں) یہ بھی کہا تھا من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس کا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ مولا ہے۔ زمانہ وفات قریب تھا۔ اسلئے مسلمانوں کو آئندہ رہنمائی کے لئے یہ سب باتیں اس طور پر کی گئیں۔ جس طرح عموماً مرنے والے وصیت کے طور پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔ شوریٰ کے زمانہ میں بھی حضرت علی علیہ السلام نے کوئی شکوہ اپنی حق تلفی کا اُٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ تاریخ ابوالفدا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزری۔ تاریخ کبیر ابن جریر طبری وغیرہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی مدبرانہ پالیسی نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو امر خلافت سے محروم فرمایا تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی مخالف پارٹی کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا۔ لیس ھذا اوّل یوم تظاھرتم علینا فیہ فصبر جمیل یعنی آج کچھ یہ پہلا دن نہیں ہے جس میں تم نے ہمیں مغلوب کرنے کو آپس میں سازشیں کی ہوں۔ خیر صبر ہی بہتر ہے "
خدا خدا کرکے جب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت بھی تسلیم کی گئی تو فوراً جنگ مخالفانہ سے روبکاری ہوئی۔ اُس میں آپ نے تلوار سے احتجاج فرمایا۔ آخری مخالفت کی بادتند نے چراغ مصلحت کو خاموشی پر مجبور کیا اور شدہ شدہ یہ نوبت پہنچی کہ اُس جناب نے شقی ترین اُمت کے ہاتھ سے شربت شہادت نوش فرمایا۔ اُن کے بعد خلافت قاعدہ منضبطہ (اجماع اہل حل وعقد وبقول قائلین موافق قاعدہ قیصر وکسریٰ) اُنہی کی وصیت سے حضرت امام حسن علیہ السلام اُن کے جانشین ہوئے۔ فصول المہمہ ابن صباغ مالکی اور نزہتہ المجالس صفوری شافعی اور شہادت نامہ مولفہ شاہ انور علی صاحب کاکوروی میں بحوالہ کتب اخبار وسیر منقول ہے کہ بعد وفات حضرت علیؑ علیہ السلام کے حضرت امام حسن علیہ السلام نے مدح مرتضوی میں جو خطبہ پڑھا اُس کے ختم ہونے پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ معاشر الناس ھذا ابن بنت نبیکم ووصی امامکم فبایعوہ یعنی اے گروہ مردم دیکھو یہ تمہارے نبی کے نواسے اور تمہارے امام کے وصی ہیں۔ پس ان سے بیعت کرو۔
روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں ہے۔ کہ عبداللہ ابن عباسؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے معاشر مردمان۔ این پسر پیغمبر شما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است ووصی امام شما است بیعت بوے کنید

اور ملا محمد مبین صاحب انصاری حنفی لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ میں بذیل تذکرہ جناب امام حسن علیہ السلام لکھتے ہیں کہ بعد از وفات پدر خود علی مرتضیٰ علیہ السلام بوصیت آنحضرت بر سریر خلافت نشست۔

کتاب نزل الابرار بما صح فی المناقب اہلبیت الاطہار میں ہے کہ لما توفی ابوہ علیؑ علیہ السلام ولی الخلافۃ بوصیتہ یعنی جب حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے تو اُن کی وصیت کے موافق حضرت امام حسن علیہ السلام والی خلافت ہوئے۔ اور کتاب عقد الفرید میں امام شہاب الدین ابن عبد ربہ یوں لکھتے ہیں کہ من حدیث الهیثم بن عدی قال حدثنی غیر واحد ممن ادرکت من المشائخ ان علیؑ ابن ابیطالبؑ اصار الامام الی الحسنؑ یعنی ہیثم ابن عدی نے کہا کہ مجھ سے حدیث کی اکثر مشائخ نے۔ جن سے میں ملاقی ہوا کہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اپنا جانشین امام حسن علیہ السلام کو مقرر کیا اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ سر الجلیل میں در باب عدم اثبات زہد حضرت علیؑ علیہ السلام یوں تحریر فرماتے ہیں۔

و نیز زہد حقیقی آنست کہ نہ خود بہ لذت دنیوی پردازد و نہ اقارب و نہ اولاد خود را بداں منتفع سازد و حال حضرت ابوبکرؓ ہمیں است کہ مثل طلحہ ابن عبید اللہ برادر زادہ داشت و مثل عبدالرحمٰن پسرے و مثل عائشہ دخترے و ہیچ را ازیں ہا عامل نہ فرمود۔ ہمچنیں حضرت عمر فاروقؓ ہیچ کس را از بنی عدی عامل نفرمودہ حالانکہ مثل سعید ابن زید و ابوجہم ابن حذیفہ و خارجہ ابن خذاعہ و عبداللہ ابن عمر بودہ اند و مرتضیٰ علی علیہ السلام عبد اللہ ابن عباس را عامل بصرہ و عبید اللہ ابن عباس را بر یمن و قثم ابن عباس را بر مکہ و سعد ابن عباس را بر مدینہ و جعدہ ابن ہبیرہ را کہ ہمشیر زادہ اش بود بر کوفہ و محمد ابن ابوبکر را کہ ربیبہ او بود بر مصر مقرر فرمود و امام حسن علیہ السلام را بعد از خود خلیفہ ساختند۔

اب یہ ستم سنیے کہ امام حسن علیہ السلام کے خلیفہ ہوتے ہی لوگوں نے اُن سے منہ پھیر لیا اور ایسا منہ پھیر لیا کہ مجبوراً اُن کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی۔ اور اُس پر بھی چین نہ پڑا تو اُن کو زہر دلوایا گیا جس سے وہ چپکے ہی چپکے شہید ہو گئے اور باوجود وصیت اپنے جد امجد کے پہلو میں دفن نہ ہونے پائے۔ امام حسن علیہ السلام کے شہید ہوتے ہی اُن کے بھائی امام حسین علیہ السلام حسب وصیت امام حسنؑ اُن کے قائم مقام ہوئے۔ اور اگرچہ حضرت امام حسنؑ کے چند صاحبزادے

موجود تھے۔ لیکن اُن میں سے کوئی وصی مقرر نہیں ہوا۔ چنانچہ اسد الغابہ اور حیٰوۃ الحیوان۔ دمیری اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ وصی الی اخیہ الحسینؑ امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسینؑ کو اپنا وصی مقرر فرمایا اور تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ امام حسنؑ رضی اللہ عنہ امام حسین علیہ السلام را وصیتہا کردہ امر امامت بداں حضرت تفویض نمود اور کتاب الصفوۃ ابن جوزی محدث وتذکرۂ خواص الائمہ سبط ابن جوزی میں لکھا ہے کہ تولی امر کا اخوہ الحسینؑ امام حسنؑ کے بعد منصب امامت امام حسین علیہ السلام کے متعلق ہوا۔

پس اگر یہ امامت اور تولیت مخصوص امر امامت کی نہوتی تو اُسکا وصی اور ولی سوا فرزندان امام حسنؑ علیہ السلام کے اور کون ہوتا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ملاحظہ ہو کہ امام حسن علیہ السلام کے شہید ہوتے ہی اعدائے دین نے امام حسین علیہ السلام کو نرغے میں لے لیا اور وہ دباؤ ڈالا جو دشمن سے دشمن پر بھی مناسب نہ تھا۔ نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا اور اس میں شک نہیں کہ سوائے جان دینے اور ظلم و ستم برداشت کرنے کے اب حسینؑ کی نظر میں اپنے نانا کی امت کو طریق ہدایت و نجات بتانے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا جسکو انہوں نے قطعی طور پر بتادیا۔ بیشک اگر وہ اپنی جان گرامی اپنے جد امجد کے دین مبین پر فدا نہ کرتے تو آج ظلمت ضلالت سے نکلنے کی کوئی مشعل نہ ملتی ع ایں راہ کہ میروی بترکستان است۔ بھلا دیکھو تو خلاف اسرار خداوندی و مصالح اگر سید الشہدا کی روش استقلال علی ابن ابیطالب علیہا السلام شروع ہی سے اختیار فرماتے تو خون کے پیاسے دشمن کیا حسینؑ سے زیادہ ان کی رعایت کرتے یا چھوڑ دیتے؟ ہرگز نہیں۔ پھر اگر اُسی وقت یہ معاملہ پیش آجاتا تو دنیا میں دین محمدی کا نام بھی باقی نہیں رہتا۔ اُسوقت کی ایک ادنیٰ مخالفت نے تو ایک عالم کو خوارج کے زمرے میں داخل کر دیا۔ کاش کچھ بھی طول دیا جاتا تو سب کے سب یہود کے چچا ہو جاتے۔

سچ ہے خداوند عالم کے انتظامات کو کچھ اُسی کے خاصان بارگاہ ہی خوب جانتے ہیں۔ دیکھو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کس طرح اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ تمسک اور اُنکی اقتدا کی تاکید فرمائی تھی۔ اور اُن کے کیا کیا حقوق امت پر ظاہر کر دئے تھے۔ کیا یہ نہیں فرمایا تھا۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی وانہما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما میں تم لوگوں میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنیوالا ہوں۔ ایک قرآن دوسرے اپنی عترت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہوں گی

یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں پس خیال رکھو کہ تم لوگ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا معاملہ کروگے حضرت نے لوگوں سے کہا کہ قرآن اور اہلبیتؑ یہ دو چیزیں ہم تم لوگوں کے لئے چھوڑے جاتے ہیں۔ اس کا منشاء بظاہر یہ تھا کہ قرآن تمہارے لئے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہوں جو ضروریات زندگی میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآن کے سمجھانے کے لئے اہل بیتؑ۔ دیکھو تاریخ اسلام مولوی احسان اللہ وکیل گورکھپور۔

مگر افسوس ہے کہ اس کا مطلب امت کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ورنہ فقط قرآن خوانی اور کلمہ گوئی کو بغیر تمسک اہلبیتؑ کے کوئی وقعت سے نہ دیکھتا۔ کیونکہ علیؑ حسنؑ۔ اور حسین علیہم السلام کے مخالفین بھی تو سب کے سب کلمہ گو اور قرآن خواں تھے۔ کیا حضور نبوی نے ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ مثل اھلبیتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح سے ہے جو اسپر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا وہ غرق ہوا۔ اور کیا یہ نہیں فرمایا تھا۔ مثل اھلبیتی کباب حطۃ بنی اسرائیل میرے اہلبیت کی مثال باب حطہ بنی اسرائیل کی ہے۔ پھر آخران ہدایات کا کیا مطلب سمجھے تھے۔ یہی کہ علیؑ سے مخالفت۔ فاطمہؑ سے مخاصمت۔ حسنؑ سے عداوت قایم کریں اور حسین علیہ السلام کو قتل کرکے اُن کے حرم محترم کو ستائیں۔ بچوں کو قطرہ آب سے ترسائیں۔ اِن کے خیموں کو جلائیں۔

حیرت تو یہ ہے کہ بعض تجربہ کار صحابۂ جنین سے بعض کے اسمائے گرامی عشرہ بشرہ کی صفات اضافی سے موصوف کئے جاتے ہیں۔ وہ کیونکر علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو بُرا سمجھنے لگے دیکھو حضرات طلحہ اور زبیر نے کوفہ اور بصرہ کی صوبہ داریوں کے نہ ملنے سے حضرت علیؑ علیہ السلام کی بیعت کرکے توڑ دی جیساکہ تاریخ امام ابن جریر طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر جزری اور تاریخ حافظ ابن کثیر وغیرہ سے ثابت اور واضح ہے اور تاریخ ابن شحنہ۔ تاریخ ابوالفدا تاریخ ابن اثیر جزری۔ تاریخ ابن جریر طبری۔ تاریخ ابن کثیر اور تذکرۂ خواص الائمہ وغیرہ میں مفصل موجود ہے کہ حسان ابن ثابت۔ کعب ابن مالک۔ ابوسعید خدری۔ مسلمہ ابن مخلد۔ نعمان ابن بشیر مسلمہ۔ فضالہ ابن عبید۔ کعب ابن عجزہ۔ زید ابن ثابت۔ عبداللہ ابن سلام۔ سہیل ابن سنان۔ اسامہ ابن زید۔ قدامہ ابن مظعون۔ مغیرہ ابن شعبہ اور رافع ابن خدیج وغیرہم نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے قطعاً انکار کیا۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری تو پورے طور سے

منحرف ہی تھے۔ چنانچہ استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کان (ابو موسیٰ الاشعری) منحرفا عن علی کرم اللہ وجھہ مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بہت زور مارا کہ لوگ علی علیہ السلام کا ساتھ نہ دیں۔ امیر معاویہ اور عمر عاص کی عداوت اظہر من الشمس ہے۔ تفصیل اور سند کی کوئی حاجت نہیں سمجھی جاتی۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص اور عبداللہ ابن عمر نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کو قطعی طور سے مکروہ تصور فرمایا۔ چنانچہ تذکرۃ خواص الائمہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ قال الزھری والعجب ان عبد اللہ ابن عمر وسعد ابن وقاص لم یبایعا علیا وبایعا یزید بن معاویہ یعنی زہری کہتے ہیں کہ تعجب ہے عبداللہ ابن عمر اور سعد ابن وقاص نے علی سے تو بیعت نہیں کی اور یزید ابن معاویہ کی بیعت کرلی۔ امام مسعودی کتاب مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ قعد عن بیعتہ جماعۃ عثمانیۃ منھم سعد ابن ابی وقاص عبد اللہ ابن عمر وبایع یزید بعد ذالک یعنی حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے ایک جماعت نے تقاعد کیا جس میں ابن ابی وقاص اور عبداللہ ابن عمر تھے اور عبداللہ نے بعد اس کے یزید کی بیعت کرلی اور حافظ ابن کثیر شامی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بایع الناس علیا بالمدینہ وتربص نفر لم یبایعوا منھم ابن عمر وسعد ابن ابی وقاص لوگوں نے مدینہ میں علی کی بیعت کی۔ مگر ایک گروہ نے بیعت سے توقف کیا۔ جن میں ابن عمر اور سعد ابن ابی وقاص تھے۔ اور فتح الباری شرح صحیح البخاری میں یزید سے حضرت عبداللہ ابن عمر کی بیعت کا یوں حال لکھا ہے۔ وبایع لابنہ یزید بعد موت معاویہ لاجتماع الناس علیہ عبداللہ ابن عمر نے بعد وفات معاویہ اُنکے بیٹے یزید کی بیعت کرلی۔ اس لئے کہ اُسکی خلافت پر لوگوں کا اجماع ہو گیا تھا۔

دیکھئے عبداللہ ابن عمر ایسے جلیل القدر صحابی مفتی نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی بیعت نہ کی اور امیر شام کی اطاعت واجب خیال فرمائی۔ چنانچہ اُن کے ایسے مطیع اور وفادار تھے کہ اُن کے فرزند رشید یزید عنید و پلید کو امام برحق تسلیم کرکے بطیب خاطر اُسکی بیعت کرلی اور فقط بیعت ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہماک کے ساتھ مخالفین یزید کو اُسکی اطاعت اور بیعت یزید پر ترغیب دیتے تھے چنانچہ صحیح مسلم اور جامع الاصول ابن اثیر جزری میں یہ تحریر ہے عن نافع قال جاء عبد اللہ ابن عمر الی عبد اللہ ابن مطیع حین کان من امر الحرۃ ما کان زمن یزید ابن معاویہ فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن وسادۃ فقال انی لم اتاک لاجلس اتیتک لاحدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يقول من خلع يداً من طاعة لقي الله يوم القيامه لا حجة له ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔

یعنی نافع سے مروی ہے کہ جب حرّہ کا واقعہ عہد یزید میں ہوا تو عبداللہ ابن عمر ابن مطیع کے پاس آئے ابن مطیع نے اپنے خادم سے کہا کہ آپ کے واسطے مسند بچھاؤ۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ میں بیٹھنے کو نہیں آیا۔ بلکہ تمسے وہ بات کہنے کو آیا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام وقت کی اطاعت سے دست بردار ہوگا وہ بروز قیامت بغیر حجت پیش خدا حاضر کیا جائیگا اور جو شخص امام وقت سے بیعت کئے بغیر مرا۔ وہ جاہلیت اور کفر کی موت مرا۔

اور صحیحین مسلم و بخاری و جامع الاصول ابن اثیر جزری میں ہے کہ عن نافع قال لما خلع اهل المدينه يزيد ابن معاويه جمع ابن عمر حشمه وولده فقال اني سمعت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يقول انيصب لكل غادر لواء يوم القيمه وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله واني لا اعلم غدراً اعظم من ان يبايع رجل على بيع الله ورسوله ثم ينصب له القتال واني لا اعلم احدا منكم خلعه ولا تابع في هذا الامر الا كانت الفيصل بيني وبينه۔ یعنی نافع سے مروی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید ابن معاویہ سے خلع بیعت کیا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنی اولاد اور وابستگان کو جمع کیا اور اُن کو ہدایت کی کہ سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر غدر کرنیوالے کے لئے قیامت کے روز ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا۔ تم جانتے ہو کہ میں نے یزید کی بیعت حسب اطاعت و اتباع خدا و رسولؐ کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ کوئی غدر ہے کہ اس طرح جس شخص کی بیعت کی جائے پھر اُس شخص سے جنگ قایم کی جاوے۔ پس جو شخص یزید کی بیعت شکنی کریگا اور میرا کہنا نہ مانے گا میں اُس سے بیزاری اختیار کرونگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہی وجوہ سے امام غزالی صاحب نے یزید کا بہت پاس و لحاظ کیا ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ لا یجوز لعن یزید ولا تکفیرہ فانه من جملة المومنين وامره الى مشية الله یعنی یزید پر لعنت کرنی اور اُسکی تکفیر جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مومنین میں سے ہے اور امر اُس کا مشیت ایزدی سے متعلق ہے وقال الغزالي وغيره ويحرم على الواعظ وغيره رواية مقتل الحسنؓ والحسينؓ وحكاياتها ماجرى بين الصحابه

من المشاجر والتخاصم فانه يهيج على بغض الصحابة والطعن فيهم امام غزالی وغیرہ فرماتے ہیں کہ حالات مقتل حسنین علیہم السلام اور واقعات مشاجرات مخاصمات صحابہ کا بیان کرنا واعظ وغیرہ پر حرام ہے۔ کیونکہ بیشک ایسی باتیں لوگوں کو بغض صحابہ اور طعن اصحاب پر برانگیختہ کرتی ہیں۔ ملا علی قاری شرح بدء الامالی میں لکھتے ہیں ان الامر بقتل الحسین ع بل قتله ليس موجب اللعنة على مقتضى مذهب اهل سنة یعنی امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دینا بلکہ قتل کرنا بھی موافق مذہب اہلسنت کے لعن کا موجب نہیں ہے۔ اور شیخ ابن حجر مکی منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں قال الابن العربی المالکی لم يقتل يزيد الحسين ع بسيف جده یعنی قتل کیا حسینؑ کو یزید نے مگر انہی کے جد کی تلوار سے اس سے آگے چلکر پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ قول بعضهم لا سلام على قتلة الحسين ع لانهم انما قتلوا بسيف جده الامر بسله على البغاة وقتالهم اور بعض علما کا قول ہے کہ قاتلین حسین علیہ السلام کی سرزنش اور ملامت درست نہیں کیونکہ قاتلین نے امام حسین علیہ السلام کو انکی اس جد کی تلوار سے قتل کیا ہے جو اس بات کے آمر تھے کہ باغیوں پر تیغ کشی اور ان سے جنگ کی جاوے۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں یزید کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ انه كان مسلما ولم يثبت عنه ما تخرجه عن كونه مومنا یزید مسلمان تھا۔ اور اسکی نسبت کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی جو اسکو دائرۂ ایمان سے خارج کر دے پھر کچھ آگے چلکر بمقتضائے شفقت قلبی فرماتے ہیں۔ ولا يخفى ان ايمان يزيد محقق ولا يثبت كفره یزید مسلمان تھا اور پوشیدہ نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے کہ یزید کا ایمان ثابت ہے اور اس کا کفر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

زیادہ تر لطف کی یہ بات ہے کہ بعض آئمہ مذہب نے یزید کو خلفائے اثنا عشر منصوص علیہم میں داخل کیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر اور امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح البخاری الموسوم بفتح الباری میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفا یہ حضرات ہیں۔ ابوبکر۔ عمر۲۔ عثمان۳۔ علی۴۔ معاویہ۵۔ یزید۶ ابن معاویہ عبدالملک۷ ابن مروان۔ ولید۸ ابن عبدالملک۔ سلیمان۹ ابن عبدالملک۔ ہشام۱۰ ابن عبدالملک یزید۱۱ ابن عبدالملک۔ اور عمر ابن۱۲ عبدالعزیز۔

اور حاشیہ عقائد نسفی میں مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی یوں لکھتے ہیں ظهر بهذا خلافة يزيد

معاویہ علی ما اختارہ البعض علی تواتر استخلافہ امام عدل لہ فلو فرض فسقہ عند
اعتقاد امامتہ لم یضرہ فضلا عما بعدہ۔ خلافت یزید ابن معاویہ کی صحت موافق بعض
اخبار کے اس خبر متواتر سے ہے کہ امام برحق معاویہ ابن ابوسفیان نے اُسکو اپنا ولیعہد
مقرر کیا۔ فلہذا اگر یہ بھی فرض کیا جاوے کہ یزید انعقاد بیعت کے وقت فاسق تھا تب بھی امامت
یزید کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ چہ جائیکہ بعد خلیفہ ہونے کے اُسکا فسق ظاہر اور ثابت ہو۔ تو اُس کی
امامت اور خلافت کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اب مشکل یہ ہوئی کہ جب خلافت یزید اجماع اور استخلاف دونوں صورتوں سے ثابت ہو چکی
تو خلاف عقائد مسلمہ مجالس ذکر شہادت حسین علیہ السلام کا منعقد کرنا جسکے سبب سے لوگوں کے
دلوں میں امیر المومنین یزید کی جانب سے بغض و کدورت پیدا ہو۔ کیونکر درست ہوگا۔ اور حقیقت
اس کام کا انجرار اُسی امر کی جانب ہوگا۔ جس کی نسبت امام غزالی صاحب کا ارشاد نقل ہو چکا ہے
حیف صد حیف۔ کیا ان سب امور پر غور کرنے کے بعد بھی کوئی عاقل اور بالغ شہادت امام حسین
علیہ السلام کو شفاعت عظمیٰ کا ایک قوی سبب قرار دینے سے انکار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!!
بیشک امام تشنہ کام علیہ السلام نے اپنی جان دیکر اپنے مخلصین امت کی کشتی کو ساحل نجات پر
پہنچا دیا۔ اور اپنے ما سبق اور مابعد کھرا کھوٹا پرکھنے کی معیار قائم کردی۔ روحی لہ الفدا۔ سچ تو یہ ہے
کہ امام غزالی۔ ابن عربی۔ ملا علی قاری اور شیخ ابن حجر مکی کے اقوال پر کیا نظر کی جاوے جبکہ
ابتدا ہی سے بجائے نصرت اور رفاقت کے انحراف اور بغاوت کی ہوا چل چکی تھی۔ قیامت تو
یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوتے ہی اُن کی ودیعت اور امانت میں خیانت کی
نگاہیں پڑنے لگیں۔ اور لوگوں نے عصائے موسیٰ کے حبل متین کو چھوڑ کر سحر سامری کی وہ رسیاں
ہاتھوں میں لے لیں جنھوں نے دائرۂ عظمت اہلبیت رسالت کو اُس کے مرکز سے ہٹا کر مشرق
سے مغرب تک پہنچا دیا جسکا نتیجہ یہ تھا کہ مطلع صبح نبوت پر شام ظلمت کا دُم دار ستارہ نمودار
ہو گیا۔ یعنی نیابت نبوت کی مقدس مسند پر خاندان بنی امیہ کے اخبث ممبر۔ یزید ابن ابوسفیان
نے جلوس کر کے دودمان مصطفوی کے دشمنوں کے مقصد دلی پورے کئے۔ اور۔ اگر پدر
نہ تواند پسر تمام کند۔ کے مصرع سے قبائے سلطنت امویہ کو زینت دی یزید کی ذاتی کارگزاری
اور قابلیت امر خلافت کے حاصل کرنے میں کچھ بھی نہیں تھی۔ بلکہ یہ ساری کامیابی اُسکے تجربہ کار
اور ہوشیار باپ کی اُن کوششوں کی بدولت تھی۔ جن کو اُنھوں نے بڑے بڑے کارگردوں

اور اُستادوں سے سیکھا تھا۔ اور انقلاب کی ابتدائی حکمت عملی سے اُن کو بہت کچھ امید کا سبق بھی مل چکا تھا۔ البلاء المبین از صفحہ ۲۶ تا ۴۴۔

یہ تھے واقعات کربلا کے اصلی اسباب اور یہ تھیں اس فتح عظیم کی ظاہری وجہیں۔ اس بحث کے متعلق ہم کو خود اقرار ہے کہ ہم نے اس کے بیان میں طوالت سے ضرور کام لیا ہے مگر اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ آجتک شہادت امام حسین علیہ السلام کی نسبت یہی یقین کیا جاتا تھا کہ فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت خدا کی مشیت کے مطابق تھی۔ اور وہ معصوم ومظلوم بڑے شدائد اور سخت مصائب اُٹھا کر شہید کیے گئے مگر اس زمانہ میں جب مسلمانوں کی ناہموار نسلیں اپنی بداعمالیوں سے واقعہ کربلا کو غلط اور بے اصل ثابت کرنے کی کوششیں کرنے لگیں تو ضرور ہوا کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے اس واقعہ عظیمہ اور سانحہ شدیدہ کے تمام حالات ایک ایک کر کے بیان کر دیے جائیں اور اس کے واقع ہونے کے ظاہری اسباب اسکے برپا کرنیکی اصلی ضرورتیں۔ چنانچہ چالیس پچاس برس تک پوشیدہ اور اسرار مکتوم کی طرح اہلبیت طاہرین کے مقدس گروہ میں سینہ بسینہ چلی آتی تھیں۔ اور مصلحت خداوندی کی وجہ سے سوائے خواص کے عوام کو کم اطلاع تھی۔ دکھا دی جائیں۔

بُرا ہو اہل اسلام کی ان ناسزاوار نسلوں کا اور انکی ایسی مرتدانہ ضلالت کا جنہوں نے ایسے صریحی اور بدیہی واقعہ کی تکذیب ہی نہیں بلکہ سرے سے اُسکی قطع برید کر ہی دیا ہی اور محض اپنی شکم پروری اور خود غرضی کی ضرورتوں سے ایک ایسے مسلمہ عقائد سے انکار کیا ہے اور ایک ایسے کلیہ کی قطع کی فکر ہے جس پر آجتک اسلام کے تمام فرقے ایک دل اور ایک زبان تھے۔ قیامت تو یہ کی کہ اس واقعہ کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اس کے انکار کے ساتھ تمام علمائے کرام اور اُن کی ہزار مستند اور معتبر تالیفات کو بھی۔ بالکل جھوٹا اور سراسر بہتان ثابت کیا اور اسی کے ساتھ اُن تمام آثار واخبار قدیمہ کو جو اس واقعہ کے متعلق ان کی معتبر اور مستند صحاح۔ مسانید اور سنن میں منصوص من اللہ والرسول ثابت کیے گئے تھے۔ بالکل لغو اور جھوٹ ٹھہرایا۔ ان کے گمراہانہ عقائد سے ہر خاص وعام خیال کر سکتا ہے کہ اُن کے آگے جب خدا ورسول کی کوئی منزلت نہیں ہے تو بیچارے علمائے شریعت کی کیا حقیقت۔

ہم نے اپنی کتاب میں جس ضرورت سے اس بحث کی طوالت کو پسند کیا تھا وہ یہ تھی کہ عموماً اہل اسلام اپنی جانوں پر رحم کریں اور ان مخربین اور رجانین امت کے گمراہانہ لغویات میں پھنسکر

اپنے عقائد صحیحہ کو خراب نہ کریں اور بمصداق آیہ وافی ہدایہ و من حی علی بینہ و من ھلک علی بینہ طریق مستقیم کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور اپنے عقائد حقّہ کے ساتھ خدا و رسولؐ کے دربار میں پہنچنے کا اعزاز حاصل کریں۔

اب ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں اُن اخبار و آثار قدیمہ کو قلمبند کرتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ اس مصیبت ناک واقعہ اور اس قیامت خیز سانحہ کی خبر قریب قریب تمام انبیائے مرسلین کو پہنچائی گئی تھی اور یہ ایک ایسا ضروری اور واجب التعظیم امر تھا کہ تمام انبیائے مرسلین نے اس کی نسبت اپنا پورا خلوص اور اپنی کامل ہمدردی ظاہر فرمائی ہے۔

واقعات کربلا کی مسلسل اور تمام و کمال پیشین گوئیاں

ان اخبار و آثار کے مطالعہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جناب احدیت عزّ اسمہ نے اپنے اور ضروری اسرار کی تعلیم روحانی کے وقت اپنے اس راز کی خبر بھی جناب حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کو پہنچائی تھی۔ صاحب ناسخ التواریخ نے اس مقام پر اپنی کتاب میں بہت بڑی عرق ریزیوں سے کام لیا ہے۔ اور اس واقعہ عظیمہ کو قریب قریب تمام انبیا و مرسلینؑ کے ارشاد سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک جناب آدمؑ صفی اللہ کے حالات میں اس واقعہ کی اطلاع کو کئی طریقوں سے لکھا ہے۔ ہم اُن مختلف طریقوں میں سے صرف اُس طریقہ کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں جس کو اُنہوں نے تفسیر درّ المنثور کے اسناد سے لکھا ہے اُن کی اصل عبارت یہ ہے

تفسیر آیہ کریمہ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ میفرماید۔ خلاصہ معنی چنانست کہ آدم علیہ السلام در ساق عرش کلمۂ چند نگریست جبرئیل علیہ السلام اورا بیاموخت کہ بداں کلمات کہ اسمائے پیغمبر ما صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آل پیغمبرؐ بود پناہندہ بشود و بدینگونہ سخن بگوید یا حمید بحق محمدؐ یا عالی بحق علیؑ یا فاطر بحق فاطمہؑ یا محسن بحق الحسنؑ والحسینؑ علیہم السلام خدارا بایں کلمات سوگند داد چوں بنام امام حسین علیہ السلام رسید آتش حزن از قلبش برانگیخت و آب از چشمش ریخت گفت یا جبرئیلؑ کہ چہ شد کہ در ذکر پنجم قلب من فکار افتد و عبرمن سیلان یافت جبرئیلؑ گفت ایں فرزند تو بمصیبت بزرگ مبتلا بشود کہ ہمہ مصیبتہا در نزد آں کوچک باشد گفت اے برادر آں کدام است قال جبرئیلؑ یقتل عطشانا غریبا وحیدا فریدا لیس لہ ناصر و لا معین و لو تراہ یا آدمؑ و ھو یقول و

واعطشاه واقلة ناصراه حتے یحول العطش بینه وبین العرش وبین السماء کالدخان فلم یجبه احد الا بالسیوف وشرب الحتوف فیذبح ذبح الشاة من قفاه وینهب رحله اعدائه وتشهر رؤسهم هو وانصارہ فی بلدان ومعهم النسوان کذالک سبق فی علم الواحد المنان۔

گفت کشتہ می شود در حالتے کہ تشنہ لب باشد وبیکس باشد وتنہا باشد وفریاد باشد ادرا ناصرے وسینے نباشد اے آدم اگر اورا بہ بینی در حالتے کہ میگوید واعطشاه واقلة ناصراه تا گاہے کہ از تشنگی چشمش چناں تاریک میشود کہ آسمان را نہ تواند دید وہیچکس اورا جواب نہ گوید الّا بازبان شمشیر وشراب مرگ۔ پس اورا می کشند چنانکہ گوسفند را از قفا سر برمیدارند واحمال واثقال اورا دشمنان او بہ نہب وغارت می برند وسر او واصحاب اورا بسر سنانہا می کنند ودر شہرہا می گردانند واہلبیتؑ اورا اسیر گیرند وایں صورتیست کہ از پیش بعلم خداوند واحد برگذشتہ است۔

چوں ایں سخن بپایئے رفت آدمؑ وجبرئیلؑ چوں زن ثکلی (سوگوار) بگریستند۔

جناب نوح علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کے متعلق وہ یہ عبارت درج فرماتے ہیں۔

در تاریخ محمد نجار شیخ المحدثین اسناد بہ انس ابن مالک مرقوم میدارد قال النبی صلے اللّٰہ علیہ والہ وسلم لهما اراد اللّٰہ ان یهلک قوم اوحی اللّٰہ تعالےٰ ان اشق الواح الساج فلما شقها لم یدر ما یصنع بها نهبط جبریل فاراہ هیئة السفینة ومعه تابوت بها مائة الف مسمار فسمر بالمسامیر کلها السفینة الی ان بقیت خمسة مسامیر نضرب الی مسمار فاشرق بیده واضاء کما یضئ الکوکب الذی فی افق السماء فتحیر نوحؑ

چوں خدا خواست قوم نوح علیٰ نبینا وعلیہ السّلام را عرصہ ہلاک ودمار دارد ونوحؑ را فرمان کرد کہ الواح درخت ساج را شگافد چوں بشگافت ندانست باآں الواح چہ صنعت کند آں وقت جبرئیلؑ فرود شد واز برائے نوحؑ صورت کشتی را نمودار کرد وصندوقچے بود کہ صد ہزار مسمار داشت پس آں کشتی را با مسمارہا استوار نمود ہنوز پنج مسمار باقی بود یکے ازاں پنج را بکار بست وباسطرقہ بکوفت اشعہ ازاں مسمار بدرخشید چنانکہ شرارہ روشن در افق آسمان درخشاں کرد ونوحؑ را ازیں حدیث عجیب حیرتے فرو گشت۔ پس مسمار بطلاقت لسان ودو لاقت بیان بسخن آمد وگفت

من بنامِ خیر الانبیا محمد ابن عبداللہ صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین ہستم جبرئیلؑ فرود شد نوح گفت یا جبرئیلؑ
حال این مسمار چیست کہ من چوں ندیدہ ام گفت این مسمار باسم سید الانبیاء محمد ابن عبداللہ
است ابتدا براوّل سفینہ نصب کن۔ از طرف ایمن پس مطرقہ بر مسمار ثانی زد۔ ہمچناں نورے
طالع و ساطع گشت نوحؑ گفت این چیست جبرئیلؑ عرض کرد کہ این مسمار برادر او پسر عم و سید اوصیا علیؑ
ابن ابیطالب است و این مسمار را بر جانب الیسر سفینہ نصب کن پس مطرقہ بر مسمار ثالث زد و ہمچناں
کہ نورے تاباں و درخشاں گردیدہ جبرئیلؑ عرض کرد این مسمار فاطمہ علیہا السلام است ان را در جنب
پدرش رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم استوار فرمائی۔ آنگاہ مسمار چہارم از مضرب مطرقہ ساخت
چوں نوراں شدہ و لمعاں نمودہ جبرئیلؑ گفت این مسمار حسن علیہ السّلام است ان را در
جنب پدر جا بدہ چوں نوبت مسمار پنجم و مطرقہ بکوفت نور بالا گرفت و آثار خون پدیدار گشت
فقال جبرئیل ھذہ الدم و قصۂ شہادت حسین علیہ السّلام و کردار اُمت را بہ آں حضرتؐ
شرح کرد فلعن اللہ قاتلہ و ظالمہ و خاذلہ جناب نوح علیہ السّلام پس قاتل و خاذل
و ظالم او را بلعن و نفرین یاد کرد۔

جناب ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ السّلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

و نیز در خصال بسند بحضرت امام رضا علیہ السّلام می شود کہ فرمودگا ہے کہ خداوند امر کرد ابراہیمؑ
علیہ السّلام را کہ ذبح کند گبشے را کہ فرو فرستاد بجائے فرزندش اسمٰعیل و ابراہیم آرزومند
بودکہ ذبح کند بدست خویش اسمٰعیل را تا بازگشت کند در قلبش آنچہ بازگشت میکند در قلب پدرے
کہ بدست خویش اعزّ و اشرف و اولاد خود را بکشد و بدیں اطاعت او ادراک کند از رفع درجات
اہل ثواب را در مصائب فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ یا ابراھیمؑ من احب خلقی الیک فقال
یا رب ما خلقت خلقا ھو احب الی من حبیبک محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
فاوحی اللہ الیہ افھو احب الیک او نفسک قال ھو احب الی من نفسی قال فولدہ
احب الیک ام ولدک قال بل ولدہ قال فذبح ولدہ ظلما علی ایدی اعدائہ اوجع
لقلبک او ذبح ولدک بیدک فی طاعتی قال یا رب بل ذبحہ علی ایدی اعدائہ اوجع
لقلبی قال یا ابراھیمؑ فان طائفۃ تزعم انھا من امۃ محمد سیقتل الحسین علیہ السّلام
ابنہ من بعدہ ظلما و عدوانا کما یذبح الکبش و یستوجبون بذلک سخط
از خداوند تعالےٰ و تبارک خطاب آمد کہ اے ابراہیم علیہ السّلام از آنچہ من آفریدم دوست ترکہ و

عرض کرد آنچہ بیا فریدی محبوب تر نزد من حبیب تو محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم است خطاب
آمد او را دوست میداری کہ خویشتن را ۔ عرض کرد او را از نفس خویش دوست تر دارم خطاب
آمد کہ فرزند خود را عزیز داری یا فرزند او را ۔ عرض کرد فرزند او را ۔ خطاب آمد کہ قتل فرزند او از
ظلم بدست دشمنانِ او قلب ترا بیشتر بدرد می آورد یا قتل فرزند تو بدست تو در طاعت من عرض
کرد قتل فرزند او بدست دشمنان او دردناک تر است بر من ۔ خطاب آمد کہ اے ابراہیم
ہمانا طائفہ کہ گمان می کنند امت محمدؐ اند زود باشد کہ فرزند او حسین علیہ السلام را از ظلم
وعدوان چناں بکشند کہ گوسفند را کشتند و مستوجب غضب من گردند ۔ پس ابراہیمؑ را دل بدرد
آورد و بگریست فاوحی اللہ تعالیٰ یا ابراھیم قد فدیت جزعک علی ابنک اسمٰعیلؑ
لو ذبحتہ بیدک بجزعک علی الحسینؑ وقتلہ واوجبت لک ارفع درجات
اہل الثواب علی المصائب وذالک قول اللہ تعالیٰ و فدیناہ بذبح عظیم
از حضرت قدس مر ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام را وحی رفت کہ اے ابراہیمؑ آں جزعیکہ بر فرزندت
اسمعیل دامنگیر میگشت اگر او را فدا کردی بر گریستن بر حسین علیہ السلام و واجب ساختی از بہر خود بلند تر
درجہ از درجات اہلِ ثواب را بر مصائب داز ینجا است کہ خدا فرمودہ وفدیناہ
بذبح عظیم ۔
ازیں خبر مکشوف می افتد کہ فدا شدہ است جزع ابراہیمؑ بر فرزندش اسمعیلؑ فدیہ شود بر ذبح حسینؑ
کہ ذبح عظیم است ۔ ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی ۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات پر فریقین کا اتفاق ہے ۔ علمائے اہلسنّت واقعہ کربلا
کی پیشین گوئیوں کو ذبح اسمعیل کے وقت سے بتلا رہے ہیں اور علمائے اہلبیت اس سرِ خداوندی
کو دورِ قدیم سے شمار کرتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات
سے فریقین نے اتفاق کیا ہے ۔ اور اُسی وقت سے دونوں فرقے اس کو اخبار قدیمہ میں
داخل کرتے ہیں ۔ چنانچہ ہمارے معتبر اور مستند ہمعصر عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب اپنے رسالہ
البلاء المبین میں تحریر فرماتے ہیں ۔
حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا واقعہ تو سب کو معلوم ہے جس کی نسبت خداوند عالم
فرماتا ہے ان ھذا لھو البلاء المبین وفدیناہ بذبح عظیم ان ہذا لھو البلاء المبین
کے معنی تو صاف ہیں کہ فی الواقع یہ ایک روشن امتحان ہے لیکن و فدیناہ بذبح عظیم کا مطلب

سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے کس ذبح عظیم یعنی قربانی بزرگ کے بدلے حضرت اسمٰعیلؑ کو بچا لیا
فی الحقیقت وہ ذبح عظیم جس کا ذکر آیۂ کریمہ میں ہے۔ وہی تھا جو عاشورۂ محرم کو کربلا کے قیامت خیز
میدان میں بروز جمعہ بوقت ذبح واقع ہوا۔ اور ابراہیمؑ کے فرزند کی ناتمام قربانی کو علیؑ کے
لخت جگر حسینؑ نے کامل کر دیا۔ تھوڑا غور کرنے سے ہماری سمجھ میں آسکتا ہے کہ ذبح گوسفند
کی یہ حقیقت نہ تھی کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے مقابلہ میں ذبح عظیم کے لفظ سے تعبیر
کیا جائے۔

اخبار صحیفہ سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حسبِ منشائے حکم باری عزاسمہٗ
حضرت اسمٰعیلؑ کو قربانی کرنا چاہا اور بعدہٗ بموجب ارشادِ رحمانی اس عمل سے باز رکھے گئے تو آپکو
حزن کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوا کہ جس قربانی کے لیے کئی بار وشدّ ومد کے ساتھ مامور کیے گئے
تھے اُس سے کیوں باز رکھے گئے۔ پس حق سبحانہٗ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ان ھذا لھو
البلاء المبین وفدینٰہ بذبح عظیم یعنی واقعی یہ بہت ہی سخت امتحان ہے اور ہمنے
اسمٰعیل کو ایک بڑی قربانی کے بدلے بچا لیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بڑی قربانی کو دریافت
کیا تو ارشاد ہوا کہ تیرا فرزند حاملِ نورِ ختم المرسلین ہے اس وجہ سے ہم نے تیرا امتحان لیکر
اسمٰعیلؑ کو بچا لیا۔ پھر حق سبحانہٗ تعالےٰ نے خلیل اللہ کی نظروں سے رفع حجاب فرمایا کہ آپ
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آلِ باصفا کا رُتبۂ جلیلہ مشاہدہ فرمائیں جب آپنے
یہ منظر عالی منزلت ملاحظہ فرمایا تو بہت ہی محظوظ ہوئے اور حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام
کو دیکھکر فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جواب آیا کہ اسمٰعیلؑ کے فرزند لختِ جگر یعنی دخترِ محمدؐ مصطفےٰ
کا بیٹا حسینؑ ہے۔ اے ابراہیمؑ اپنی ذات کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمدؐ کو اپنے فرزند
اسمٰعیل کو دوست رکھتا ہے۔ یا محمدؐ کے لختِ جگر حسینؑ کو۔ ابراہیمؑ نے عرض کی کہ خداوندا میں
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے اور امام حسین علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل
سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ اے ابراہیم اسمٰعیلؑ کا فدیۂ عظیم یہی
ہے۔ اشقیائے اُمت اِس کو مع اِس کے اطفالِ خورد سال کے تین دن کا بھوکا پیاسا
غربت اور بیکسی کی حالت میں نہایت ظلم وستم کے ساتھ شہید کرینگے۔ جس کو دیکھکر شجر و حجر
آسمان و زمین اور وحش وطیور روئینگے۔ جب جناب خلیل اللہ نے یہ واقعہ سُنا۔ شدتِ قلق
سے آپ پر عالم گریہ طاری ہوا۔ اور سرشک غم دیدہ ہائے مبارک سے جاری ہوئے

خطاب آیا کہ اے ابراہیم حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونا اُسی ثواب کے برابر ہے جو اسمٰعیلؑ کی قربانی سے حاصل ہے۔ مناہج الطالبین قزوینی۔ روضۃ الشہدا، حبیب السیر، معارج النبوۃ وغیرہا۔

بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیل کو گھر سے لے چلے اور حضرت ہاجرہ نے چھُری اور رسّی لینے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک گوسفند کی قربانی کرنی ہے۔ پس حق سبحانہٗ تعالےٰ نے گوسفند قربانی بھیجکر اپنے برگزیدہ نبیؐ کے قول کو پورا کر دیا۔ اِس سرِّ عجیب کو تو دیکھو کہ با وجود صد ہا زخموں کے جناب سید الشہدا، روحی لہ الفدا کی روح مبارک نے جسدِ اطہر سے اُس وقت تک مفارقت نہیں کی جب تک کہ آپ کے گلوئے تشنہ پر خنجرِ جفا پھِر کر لفظِ ذبح کا مصداق نہ ہو لیا۔ اور اِسی لفظِ ذبح کی رعایت تھی کہ آپ کے قاتل بھی اسلام کے مدّعی تھے۔ کیونکہ ذبیحہ کے لیے کلمہ گو کی شرط ہے گو وہ زبانی ہی کیوں نہو۔ اور چونکہ شہادت کبرےٰ کی تکمیل بھی منظورِ الٰہی تھی۔ لہذا وہی اشرار و ملاعین جو برائے نام اسلام کا دم بھرتے تھے بمفحوائے کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق کفار ناہنجار سے بدتر اور نابکار ہو گئے کما قال اللہ تعالےٰ ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولٰئک ھم الظالمون پس گویا قدرت نے ذبح اور شہادت کے دونوں پہلوؤں کو ایک ہی واقعہ سے ثابت اور مکمل کر دیا۔

ہمارے لایق ہمعصر کی عبارت سے واقعۂ کربلا کی تصدیق اخبار و آثارِ ابراہیمی سے بخوبی ہو گئی۔ اب ہم اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔

جناب موسےٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے زمانے میں اِس واقعہ کی خبر کو صاحب ناسخ التواریخ اِس عبارت میں لکھتے ہیں۔

درخبر است کہ موسےٰ علیہ السّلام را با یوشع بن نون عبور بارض کربلا اُفتادہ ناگاہ نعل موسیٰ علیہ السّلام راخرقے پدید آمد و شراک نعل بگسست و خارے سخت در پائے موسےٰ خلیدہ و خون رواں گشت فقال الٰھی اے شی حدیث منی فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ان ھنا یقتل الحسینؑ وھنا یسفک دمہ فسأل دمک موافقہ لدمہ عرض کرد الٰہی چہ گناہے از من پدیدار گشت کہ بدیں کیفر گرفتار شدم خطاب آمد خون حسین علیہ السلام دریں موضع بخاک بریزد و بخونت تو بہ موافقت

خون او جاری گشت عرض کرد حسینؑ کیست فقیل له هو سبط مصطفیٰ[۴۰] و ابن علی المرتضیٰ[۴۱]
عرض کرد قاتل او کیست۔ خطاب آمد کہ لعین ماہی ودریا ملعون وحوش وصحرا وطیر ید طیور و ہوا
یزید ابن معاویہ۔ پس موسیٰ دست برداشت و بریزید لعن فرستاد و اورا بہ نفرین یاد کرد و
این وقت یوشعؑ ہم آمین گشت و از انجا بسلامت در گذشت۔
حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے متعلق اور ایک واقعہ ہے۔ جو ایک درویش خدا رسیدہ
کے ساتھ آپ کی ملاقات میں مشہور ہے بوجہ شہرت کے اُس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔
حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام و کے متعلق یہ حالات مشہور ہیں۔
مرویست کہ سلیمان علیہ السلام بر بساط خویش جائے داشت و در ہوا عبور میداد ناگاہ روزے
از زمین کربلا خواست کہ در گزرد و باد بساط او را بہ وران انداخت چنانکہ سلیمانؑ ہمنا کشند تا مبادا
او را بخاک افگند این وقت باد از جنوب بایستاد و بساط او بخاک در افتاد وقال سلیمانؑ
للریح لم سکنت فقالت ان ھھنا یقتل الحسین علیہ السلام سلیمان ترا چہ افتاد
کہ ساکن گشتی گفت مقتل حسین علیہ السلام در اینجا است سلیمانؑ پرسید حسین کیست گفت سبط
احمد مختار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و پسر علی علیہ السلام است گفت کشندۂ او کیست گفت لعین
اہل سموات والارض۔ یزید۔ پس سلیمان دست برداشت و او را لعن فرستاد و بد عائے بد یاد
کرد و این وقت جن و انس آمین گفتند و باد وزیدن گرفت و بساط طریق سلامت سپرد۔
حضرت عیسےٰ ابن مریم علےٰ نبینا وعلیہ السلام۔ مرویست کہ عیسےٰ علیہ السلام را با
حواریونؑ[۴۲] گزر بارضِ کربلا افتاد ناگاہ شرزہ شیر را نگریستند کہ طریق را بر مختاران مسدود
ساختہ پیش شد۔ وقال لم جلست فی ھذا الطریق ولاتدعنا تمر فیہ فرمود
ازچہ رو در این رہ نشستہ و بر روندگان راہ بستہ ونمی گزاری ما در گزریم آن شیر بفصیح تر زبانے
بہ سخن در آمد و گفت انی لم ادع لکم الطریق حتیٰ یلعنوا یزید قاتل الحسینؑ نمی گزاریم
شما را در گزریا الا آنکہ یزید را کہ کشندۂ حسین علیہ السلام است لعن کنید عیسےٰ علیہ السلام گفت او
کیست قال سبط محمد النبی الامی وابن علی الولی۔ فرمود قاتل او کیست گفت قاتل
او ملعون وحوش بیابانہا و درندگان صحرا خاصہ در روزہائے عاشورا۔ پس عیسےٰ دست برداشت
ولعن کرد و بر یزید نفرین فرستاد و این وقت شیر از طریق کنارے گرفت و حواریون آمین
شدند و نیز ... گفتہ ... بودند ...

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق ایک اور واقعہ مشہور ہے جسکو ہم جناب علی ابن ابیطالبؑ کے سلسلہ رواۃ میں بیان کرینگے۔ المختصر ہمارے اس مختصر سلسلۂ بیان سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ واقعۂ عظیم خدائے علیم کے علم میں قدیم سے چلا آتا ہے اور اسکی تکمیل جناب ختم النبیینؐ کے پیارے نواسے کے ذریعہ سے کربلا کے قیامت خیز میدان میں پوری ہونے والی مقدر ہو چکی تھی چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق میں ہمارے معزز اور محترم ہمعصر تحریر فرماتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند عالم نے اپنی مکرم مخلوق میں سے جسکو جیسا رتبہ عالی عطا فرمایا اُسی قدر اُس کو انتظامی تکلیف کا مورد بنایا۔ چنانچہ انبیائے عالیشان اور بانیان ادیان نے اپنوں یا بیگانوں کے ہاتھ سے جو جو مصیبتیں اُٹھائی ہیں اُن کا احصا تاریخی دنیا کی سیر کرنے والے مشکل سے کر سکتے ہیں۔ ابو البشر حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کی خلقت اور بعثت سے ہدایت اور دین الٰہی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایک طرف سے حضرت آدم انسانی نسلوں کے موجب ہو کر ہمارے لیے قانون الٰہی لائے دوسری جانب سے ستارۂ امتحان و ابتلا طالع ہوا گویا مذہب اور آزمائش فی ذلو ایک روز جلوہ افروز عالم ہوئے ضروری تھا کہ بانیان دین خداوندی اور رہبران ہدایت حق معرض امتحان و آزمائش میں لائے جائیں کیونکہ سونا اگرچہ آگ میں جلنے سے پہلے بھی سونا ہے آگ میں پڑنے سے وہ ثابت کرتا ہے کہ میں آزمائش میں کھرا اور کامل ہوں ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں ‎ ‎ ‎ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

گو ہمارے ناقص اور کمزور خیالات اس آزمائش اور ابتلاء کو کسی غیر ممدوح معنوں سے تعبیر کریں لیکن روحانی مذاق کی بنا پر اس قسم کی آزمائش محض افضال خداوندی اور برکات نامتناہی ثابت ہوتی ہے حضرت آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ حضرت موسیٰؑ حضرت ایوبؑ حضرت یونسؑ حضرت ذکریاؑ حضرت یحییٰؑ حضرت عیسےٰؑ حضرت جرجیسؑ وغیرہم صلوات اللہ علیہم و علیٰ نبینا و آلہ اجمعین کو مخالفین کے ہاتھوں سے جو ناقابل برداشت اذیتیں اُٹھانی پڑی ہیں وہ قطعی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ مردان خدا کو خدا کی راہ میں کس کس قسم کے دشمنوں سے مجاہدہ اور مقابلہ کرنا پڑا ہے خود ہمارے رسول مقبول اسلام اللہ علیہ و آلہ کو ہدایت امت کی بدولت جن جن مصائب کے سامنے ہوئے اُن کی شرح اور تفصیل کی حاجت نہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کل انبیا اور مرسلین کے سردار اور جمیع شرائع کے متمم تھے لہٰذا ضرور تھا کہ اُن کا امتحان اور ابتلا بھی اُنکے رتبۂ اعلیٰ کے موافق ہو چنانچہ وہ اُنکے اُس پیارے

فرزند کے ساتھ مخصوص ہوا جس کے ماتم کے لیے قصر عالم عزا خانہ مخلصین وفادار بنا دیا گیا اگرچہ درجۂ شہادت فی الاصل ابتلاء رسول آخرالزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک انتہائی شعبہ تھا لیکن اُس کی قرعہ اندازی حسین ابن علی علیہما السّلام روحی فداہما کے نام گرامی پر ہوئی یوں تو جس طرح حضرت نبی محترم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخالفین کی بدولت تکلیفیں جھیلنی پڑیں اُسی طرح اُن کے خاندان عظیم الشان کا ہر ایک رکن رکین شیاطین اُمت کے ہاتھوں مبتلائے مصیبت دآلام رہا لیکن درحقیقت ایک تخصیصی آزمائش اور کامل ابتلاء کا مرتبہ خامس آل عبا کی ذات فائز البرکات پر ختم ہو گیا۔ علامہ اجل شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی کتاب سر الشہادتین میں واقعۂ شہادت کی جو تمہید زیب رقم فرمائی ہے اُس کا خلاصہ مضمون یہ ہے۔

کہ جتنے کمالات جد امجد کل انبیاء میں تھے وہ سب ذات سرور کائنات میں مجتمع ہو گئے فقط ایک کمال شہادت باقی رہ گیا تھا جس کے حاصل نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بنفس نفیس شہید ہو جاتے تو شوکت اسلام ٹوٹ جاتی اور عوام کے نزدیک دین میں خلل پڑتا پس حکمت الٰہی نے چاہا کہ یہ عظیم الشان کمال بھی آنحضرت کو اُن کے اہلبیتؑ میں سے ایسے عزیز قریب تر کے ذریعہ سے پہنچے جو بمنزلۂ فرزند حقیقی کے ہو تاکہ اُن کا یہ کمال شہادت جناب رسول خدا کی ذات میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ عنایت ایزدی نے حسنین علیہما السّلام کو اُن کے نانا کا قائم مقام اور نائب بنایا اور دونوں کو دو آئینے پرتو کمال محمدی اور دو رخسارے جمال مصطفوی کے ٹھہرا کر اُن دونوں صاحبزادوں کے توسط سے یہ کمال بھی ذات آنحضرت میں داخل کر دیا۔

فی الحقیقت جناب شاہ صاحب کی یہ تحقیق اور ندرت ذکاوت اُن کے اتباع کے لیے سرمایۂ فخر و ناز ہو سکتی ہے۔ لیکن اس قدر افسوس ضرور ہے کہ شاہ صاحب نے حسینؑ ابن علیؑ کی قائم مقامی اور نیابت مصطفوی کو فقط اُن کے قتل ہی تک محدود اور منصوص کر دیا بمصداق قول شاعر ؎

از صحن کعبہ تا بہ سر بام از آن من … وز سقف خانہ تا بہ ثریا از آن تو

مؤلف (صاحب رسالۂ البلاء المبین) کہتا ہے کہ معرکۂ کربلا کا معرکۂ شہادت معنوی طور پر وہ عظیم المرتبہ امانت تھی جس کو قدرت نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ہاتھوں سے حضرت اسمٰعیل کے مقدس خاندان میں سپرد کیا تھا اور ۶۱؁ ہجری میں عاشورہ کے دن حضرت امام حسینؑ

علیہ السلام نے نہایت ہی استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ ادا کر دیا یہ وہ ودیعت تھی جو خاندان اسمٰعیل میں چلی آتی تھی۔ اور جس کے ادا کرنے اور بار اُٹھانے کا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن بالآخر اُس کے سچے امین نے نہایت خوشی سے تسلیم و رضا کے ساتھ ذبح عظیم کی پیشین گوئی پوری کر دی اور بی بی ہاجرہ کی مبارک نسل کا وعدہ بی بی فاطمہؑ کی مقدس نسل نے کامل طور سے وفا کر دیا۔ یعنی دہم محرم کو حسینؑ ابن علیؑ نے اُس وعدہ کی تکمیل کر کے اپنے دادا اسمٰعیلؑ ابن ابراہیم علیہما السلام کو سبکدوش کر دیا۔

بمضمون احادیث متواترہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شہادت حسین علیہ السلام کی خبروں کا مکرر پہنچنا ثابت کرتا ہے کہ خداوند عالم کا آنحضرتؐ کو اس واقعہ سے مطلع کرنا یونہی بے معنی نہیں تھا بلکہ یہ وہی وعدہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علی نبینا و علیہما السلام سے لیا گیا تھا اور گویا یہ ظاہر کیا گیا کہ جس قربانی کی بنا حضرت اسمٰعیل سے شروع ہوئی تھی۔ خاندان مصطفویؐ اور دودمان مرتضویؐ کے چشم و چراغ جناب امام حسین علیہ السلام کی ذات پر ختم اور کامل ہو گئی۔ دیکھو اگر امام حسین علیہ السلام چاہتے تو فقط یزید ملعون کی بیعت سے اُن کی اور اُن کے اہلبیتؑ کی گلو خلاصی ہو جاتی۔ امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے وہ منحوس سماں اور نامبارک منظر تھا جس میں وہ بے خانماں ہو کر جام شہادت پئیں گے۔ وہ بخوبی جانتے تھے۔ کہ اُن کے بعد اُن کے اہلبیت اور ذریت کے ساتھ دشمنانِ دین کمی نہیں کرینگے۔ بچوں کی آہ و زاری۔ عورتوں کی فریاد و بیقراری۔ ایسا مقام جہاں بجز ذات باری نہ کوئی مونس و غمخوار نہ ہمدم و ناصر۔ اپنی جماعت قلیل اور اشقیا کی کثرت۔ آفتاب کی تمازت۔ پانی کا مطلق بند ہونا۔ یہ سب باتیں کیا اس امر کے لیے کافی نہیں تھیں۔ کہ ایک انسان کا دل ہلا کر اُس کو امور مخالف طبع کے قبول کرنے پر آمادہ کریں؟ کیا کوئی آدمی اپنی بشری ہستی میں ایسی سختیوں اور بلاؤں کا متحمل ہو کر اپنی وجدانی صداقت اور ایمانی قوت پر قائم رہ سکتا؟ مگر ہاں فاطمہؑ زہرا کے فرزند حسین علیہ السلام نے یہ ساری مصیبت اور صعوبت اپنے سر لے لی اور آنکھوں کے سامنے ننھے ننھے بچے اور عزیز قتل ہو گئے جس دریا سے چرند و پرند سیراب ہوتے تھے وہ اُس سے محروم رکھے گئے۔ دھوپ کی تکلیف اُٹھائی۔ بھوک پیاس کے صدمے اُٹھائے خیمہ جلائے گئے۔ خود جسم لطیف پر بے شمار زخم کھائے۔ لیکن اُس ودیعت اسمٰعیلی کے ضامن اور امانت ابراہیمی کے امین نے ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ دم مارنا کیسا یہی تو

زبان سے نہ نکلا کہ خدایا اس بلا سے مجھے نجات دے۔ یا یہ آزمائش مجھ سے ٹال دے۔ مگر باوجود ہزارہا مصائب کے ذرا بھی بیقرار نہ ہوا۔ اور تمام شب اس بار کے اُٹھا لینے اور امتحان میں پورا اُترنے کی دعاؤں میں مشغول رہا۔ واقعی امام حسین علیہ السلام کیوں بیقرار ہوتے وہ ایسے نہ تھے کہ اپنے دادا کی امانت کو ادا نہ کرتے اور اپنے نانا کی اُمت کی کشتی نجات کو گرداب ضلالت میں ڈوبنے دیتے۔ بلکہ اُنہوں نے اُس جوش کو پورا کر دیا جو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں پیدا ہوا تھا اور اُس طوفان سے بچا دیا جس میں اُمتِ محمدیہ غرق ہوا چاہتی تھی۔ البلاء المبین صفحہ ۶۲ مطبوعہ کانپور۔

ہمارے معزز ہمعصر کے اس بیان سے ہمارے ناظرین کو اس واقعہ کی ضرورت اور اسرارِ خداوندی میں اس کے داخل ہونے کی پوری کیفیت معلوم ہو گئی۔ اب ہم اُن پیشین گوئیوں کو درج کرتے ہیں جو مخصوص جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار نہیں کئی بار اس عظیم المرتبہ اور جلیل الشان شہادت کی نسبت خاصکر اسی وجہ سے پہنچائی تھیں کہ آپ کے ان ارشادِ ہدایت بنیاد اور آپ کے ان فرمانِ واجب الاذعان پر تمام مسلمان کامل اعتقاد رکھکر ایسے تیرہ و تار زمانہ میں اپنے آپ کو اس کے اقدام کے مواخذہ سے بچائیں۔ اور ایسے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کریں۔ بعض ابنائے زمانہ کا یہ خیال ہوگا کہ واقعاتِ کربلا کے متعلق آنحضرت نے صرف ایک ہی بار خبر کر دی ہوگی۔ اُس وقت سے لیکر اسوقت تک کے علماء نے تالیفات میں درج کرکے اس کو متواتر کا درجہ عطا کر دیا۔ اُن کا ایسا خیال محض شبہ ہی شبہہ ہے۔ جو اُن کو عدم کتب بینی کی وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ اگر وہ کتبِ اخبار و احادیث کے مطالعہ کی طرف اب بھی توجہ فرمائیں تو اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دربارِ الہٰی سے مختلف اوقات میں متفرق ذریعوں سے برابر پہنچتی رہی ہے اور جب جب آپ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی ہے اُسی وقت اسکی اطلاع تمام اہل اسلام کو دی گئی ہے۔

واقعاتِ کربلا کی صحیح اور معتبر پیشین گوئیاں

مشکوٰۃ شریف میں تحریر ہے۔ عن اُم الفضل بنت الحارث امرأۃ العباس رضی اللہ عنہ انہا دخلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت یا رسول اللہ

رایت حلما منکر اللیلة قال ما ھو قالت رایت کان قطعة من جسدک المبارک قطعت ووضعت فی حجری فقال علیہ السلام رایت خیرا تلد فاطمہ ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرک قالت فولدت فاطمہ الحسین کان فی حجری فارضعه بلبن قثم فدخلت یوما علی النبیؐ فوضعته فی حجره ثم حانت منی التفاتة فاذا عینا رسول اللہ تھریقان الدموع فقلت یا رسول اللہ بابی انت وامی مالک قال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا فقلت ھذا فقال نعم واتانی تربة حمراء۔

امّ الفضل زوجہ محترمہ حضرت عباسؓ سے منقول ہے کہ میں نے ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میں نے رات کو ایک ایسا پریشان خواب دیکھا کہ جس کی وجہ سے مجھکو شب بھر نیند نہیں آئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ کونسا خواب ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے ایسا دیکھا ہے کہ آپ کے بدنِ مبارک کا ایک ٹکڑا جدا ہوکر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاءاللہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ایک لڑکا ہوگا جو تمہاری گود میں رہیگا۔ اُمّ الفضل کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ کے ہاں امام حسین علیہ السّلام پیدا ہوئے اور میری گود میں رہے اور میں نے اُن کو اپنے بیٹے قثم کا دودھ پلایا۔ ایک روز میں آنحضرتؐ کے پاس گئی۔ اور حسینؑ کو اُن کی گود میں دے دیا پھر دیکھا کہ آنحضرتؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے پوچھا۔ یا حضرتؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی کہ میری اُمّت اِس فرزند کو قتل کر ڈالیگی۔ میں نے کہا اسے۔ فرمایا ہاں اور مجھے سُرخ مٹی دی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ولادت ہی کے دن آنحضرتؐ کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دربارِ احدیّت سے پہنچ گئی تھی۔ ہمارے معزز اور معتبر معصر نے اِس واقعہ کو خاص جناب سیّدہ کی زبانی بھی تحریر فرمایا ہے اور وہ ایک ایسا صحیح الاسناد واقعہ ہے جس پر علمائے فریقین نے قطعی اتفاق فرمایا ہے۔ خدمت ممدوح کی عبارت یہ ہے۔

امام حسین علیہ السّلام نے اگرچہ چھپّن سال کی عمر میں شربت شہادت نوش فرمایا۔ لیکن اس واقعہ کی خبر مصیبت اثر ولادت ہی کے زمانہ میں شائع ہوکر گویا دنیوی رنج وراحت کا توام ہونا ثابت

کر چکی تھی۔ چنانچہ روضۃ الشہدا سے منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام پیدا ہوئے تو
حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ کو اپنے حبیبؐ کی خدمت میں ادائے تہنیت کے لیے
بھیجا۔ جبرئیلؑ نے تہنیت فرزند ادا کی اور اُس کے بعد ہی تعزیت بھی شروع کر دی حضرت
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ سبب تہنیت تو معلوم ہوا لیکن تعزیت کی کیا وجہ
ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ جس حلق پر آپ بوسہ دے رہے ہیں۔ آپ کے بعد تیغ دغا
سے مجروح کیا جائیگا۔ پھر کسی قدر حال کربلا عرض کیا۔ حضرت سید المرسلینؐ یہ خبر جانکاہ سنکر بہت
ہی گریاں ہوئے حضرت علی علیہ السّلام نے رونے کا سبب دریافت کیا اور جب واقعۂ
شہادت سُنا تو وہ بھی رونے لگے اور اسی حالت سے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا
کے پاس تشریف لے گئے۔ جناب سیدہ نے یہ خبر جانگزا سنی تو ایک نالۂ جگر خراش کھینچا
اور روتی ہوئی آنحضرتؐ کے حضور میں تشریف لے گئیں۔ اور فریاد کی اے پدر بزرگوار
علیؑ نے آپ کی زبانی مجھے یہ خبر سنائی ہے کہ جفاکاران اُمت گلوئے نورانی حسینؑ پر
تیغ جفا پھیرینگے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اے فاطمہؑ جبرئیلؑ نے اسی طرح مجھکو آگاہ کیا ہے
سیدہؑ رونے لگیں اور کہا کہ میرے حسینؑ نے کونسی ایسی خطا کی ہے جو طفولیت میں اُن پر
ایسا ظلم کیا جاویگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہ یہ حادثہ حسینؑ کے لڑکپن میں نہیں ہوگا
بلکہ اُس وقت میں ہوگا جب نہ میں ہونگا اور نہ تم ہوگی۔ نہ علیؑ ہونگے۔ اور نہ حسنؑ ہوں گے
یہ سُنکر جناب سیدہ زیادہ تر بیتاب ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ اے مظلوم مادر وائے بیکسی
مادر جبکہ اُس وقت تیرے جد و پدر و مادر و برادر نہوں گے تو کون ہوگا جو تیری مصیبت
کی تعزیت بجالائیگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہاتف نے آواز دی کہ امام حسین علیہ السلام کا ماتم
مصیبت زدگان اُمت قیامت تک برپا رکھیں گے اور ہر سال جب وہ وقت آئیگا
جس میں حسین علیہ السلام شہید ہوں گے تو وہ لوگ تعزیت حسینؑ کو تازہ کریں گے
اور شرط مصیبت بجالائیں گے۔

امام بغوی اپنی معجم میں تحریر فرماتے ہیں۔ عن انس ابن مالک ان النبی صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم قال استاذن ملک القطر ربہ ان یزورنی فاذن لہ وکان فی یوم
ام سلمۃؓ فقال رسول اللہ یا ام سلمہؓ احفظی علینا الباب لا یدخل علینا احد
فبینا ھی علی الباب اذ دخل الحسینؑ فاقتحم فوثب علی رسول اللہ فجعل رسول اللہ

يلثمه ويقبله فقال له الملك أتحبه قال نعم قال ان امتك ستقتله وان شئت اريك
المكان الذى يقتل به فاراه فجاء بسهلة او تراب احمر فاخذته ام سلمه فجعلته فى ثوبها
قال ثابت كنا نقول انها كربلاء واخرجه ابو حاتم فى صحيحه وروى احمد نحوه وروى
وعبد ابن حميد وابن احمد نحوه لكن فيه ان الملك جبرئيلؑ فان صح فهما واقعتان و
زاد الثانى ايضا انه صلى الله عليه واله وسلم شمها وقال ريح كرب وبلاء۔

بغوی نے معجم میں انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
فرشتہ باراں نے پروردگار عالم سے اس امر کی اجازت چاہی کہ وہ میری ملاقات کو آئے
خدا نے اسے اجازت دی اور وہ دن جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔
آنحضرتؐ نے ام سلمہؓ سے فرمایا کہ تم دروازہ کی حفاظت کرتی رہنا۔ کوئی میرے پاس
نہ آئے اس درمیان میں کہ حضرت ام سلمہؓ دروازہ پر تھیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام آگئے
اور گھر میں داخل ہوگئے۔ اور آنحضرتؐ کی گود میں اچک بیٹھے۔ آنحضرتؐ ان کو پیار کرنے
لگے تو فرشتہ نے کہا یا حضرت کیا آپ اس کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ آپ نے کہا ہاں
اس نے عرض کی کہ آپ کی امت ان کو عنقریب قتل کریگی اور اگر آپ چاہیں تو وہ جگہ
آپ کو دکھلادوں جہاں یہ قتل ہوں گے۔ پھر وہ جگہ دکھلادی۔ پس نرم مٹی یا سرخ مٹی لایا۔ پس
حضرت ام سلمہؓ سلام اللہ علیہا نے اسے لے لیا اور اپنے کپڑے میں رکھ لیا۔ ثابت کہتا ہے کہ
ہم لوگ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں۔ اور اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ابو حاتم نے اپنی صحیح
میں اور احمد ابن حنبل نے مثل ابو حاتم کے روایت کی ہے اور عبد ابن حمید اور ابن احمد
نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ لیکن اس روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ وہ فرشتہ جبرئیلؑ
علیہ السلام تھا۔ مگر اصل پیشین گوئی میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ روایت مختار
فریقین ہے۔

شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں
تحریر فرمایا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہمارے گھر ایک دن تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور تھوڑا
دودھ جو ام ایمن نے بھیجا تھا وہ بھی حاضر کیا گیا۔ آنحضرتؐ نے کھانا تناول فرمایا اور دودھ نوش
کیا۔ میں نے حضرتؐ کے ہاتھ دھلائے۔ حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں کو چہرۂ اقدس اور

ریش مبارک پر پھیرا اور دعا کی پھر سجدہ میں گئے اور رونا شروع کیا ہم لوگ کچھ دریافت نہ کر سکے
اتنے میں امام حسینؑ آپ کی پشت مبارک پر گر کر رونے لگے۔ آپ ان کا رونا ملاحظہ فرما کر
اپنا رونا بھول گئے اور فرمانے لگے۔ بابی انت وامی یا حسینؑ۔ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں
اے حسینؑ تم کیوں روتے ہو۔ حسینؑ نے کہا اے باپ ہم نے کبھی آپ کو اس قدر روتے نہیں دیکھا
ہے۔ آج کیا حال ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے فرزند آج میں تیرے جمال مسرت مآل کو
دیکھ کر ایسا مسرور ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ ناگاہ جبرئیل علیہ السلام نے خداوند عالم کی طرف سے آ کر
یہ خبر پہنچائی کہ میری اُمت تجھ کو بحالت غربت و کربت شہید کریگی۔ رسالۂ البلاء المبین صفحہ ۱۵
معجم کبیر میں امام طبرانی لکھتے ہیں۔ عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
واٰلہ وسلم لا تبکوا ھذا الصّبی یعنی حسیناً وکان یوم امّ سلمةؓ وفی البیت اراد ان
یدخل واخذته ام سلمةؓ واعتنقه وجعلت تناغیه وتسکیه فلمّا اشتد البکاء خلت
عنه فدخل حتی جلس فی حجر النبیؐ فقال جبرئیل للنبیؐ ان امتک ستقتل ابنک
ھذا فتناول جبرئیل تربة فقال بمکان کذا وکذا فخرج رسول اللہ صلے اللہ
علیه واٰله وسلّم قد احتضن حسیناً کاشف البال مغموماً فظنّت ام سلمةؓ انه
غضب من دخول الصبی فقالت یا نبیؐ اللہ جعلت لک الفداء انک قلت لنا
لا تبکوا ھذا الصّبی وامرتنی ان لا ادع احداً یدخل علیک فجاء فخلّیت عنه فلم
یردّ علیھا جواباً فخرج الی الصحابة وھم جلوس فقال لھم ان امتی یقتلون
ھذا وفی القوم ابو بکر وعمر وقال رسول اللہ صلے اللہ علیه واٰله وسلّم
ھذه واراھم اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن مسند ابی امامة الباهلی۔
ابی امامہ الباہلی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
کیا کہ اِس لڑکے یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کو نہ رُلایا کرو۔ اُس روز جناب اُمّ سلمہؓ کے گھر کی
باری تھی۔ آنحضرتؐ کے پاس حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ حضرت گھر کی کوٹھری میں تشریف
لے گئے اور ام سلمہؓ سے فرمایا کہ میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا۔ ناگہاں امام حسینؑ تشریف لائے
اور حضرتؐ کو دیکھ کر کوٹھری میں گھسنے لگے۔ جناب اُمّ سلمہؓ نے اُنہیں تھام کر اپنے گلے لگا لیا اور
اور اُن کو اندر جانے سے روک رکھا اور اُن کو رونے سے چُپ کرانے لگیں جب وہ تھمتا
رونے لگے تو جناب اُمّ سلمہؓ نے اُن کو چھوڑ دیا اور وہ حضرتؐ کے پاس جا کر گود میں

بیٹھ گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کی اُمت اس کو عنقریب قتل کریگی اور ہاتھ بڑھا کر آنحضرتؐ کو تھوڑی سی مٹی دی اور کہا کہ وہ اسی مکان میں شہید کیے جائیں گے۔
پس آنحضرتؐ امام حسینؑ کو گود میں لیے ہوئے نہایت غمگین برآمد ہوئے۔ جناب ام سلمہؓ نے خیال کیا کہ شاید حضرت امام حسینؑ کے اندر جانے سے ناراض ہوئے ہیں وہ عرض کرنے لگیں یا نبیؐ اللہ میں آپ کے قربان ہو جاؤں۔ حضور نے فرمایا تھا کہ اس لڑکے کو مت رُلایا کرو اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے پاس گھر میں نہ آنے دینا۔ جب جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو میں نے اُن کو روک رکھا۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو تو کچھ جواب نہ دیا اور صحابہ کے پاس تشریف لائے۔ سب صحابہ بیٹھے ہوئے تھے آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ بہ تحقیق میری اُمت اس کو شہید کریگی۔ صحابہ میں ابوبکر اور عمر بھی موجود تھے۔ حضرتؐ نے اُن کو دکھلا کر فرمایا کہ جہاں پر یہ شہید کیے جائیں گے وہاں کی یہ مٹی ہے۔
اس روایت سے تو آنحضرتؐ کا علے الاعلان خبر شہادت حسینؑ پہنچانا بخوبی ثابت ہو گیا۔
اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ایسے ہی عائشہ صدیقہ سے بھی واقعہ شہادت کی خبر مشہور ہے چنانچہ امام طبرانی اور ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں عن عائشہ ان النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اخبرنی جبرئیلؑ انی ابنی الحسین یقتل بارض الطف وجاءنی بھذہ التربۃ واخبرنی ان فیہا مضجعہ۔ اُم المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھکو خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین طف کی زمین پر مارا جائیگا اور یہ مٹی مجھکو لا کر دکھلائی گئی ہے۔ کہ اس میں ان کی قبر ہو گی۔
امام ترمذی اپنی صحیح میں۔ امام احمد ابن حنبل اپنی مسند میں اور امام بیہقی اپنی سنن میں تحریر کرتے ہیں۔ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نصف النہار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم ملتقط فسألہ فقال دم الحسین علیہ السلام واصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم فنظر وافوجد واقد قتل ذالک الیوم ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ ژولیدہ مو غبار آلودہ اُن کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی۔ اُس میں مٹی سے ملا ہوا خون تھا۔ حضورؐ سے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا حسینؑ اور اُس کے دوستوں کا خون ہے۔ ابن عباسؓ

کا قول ہے کہ میں ہمیشہ اُسکو دیکھا کرتا تھا ایک دن اُسکو دیکھا کہ بالکل خون ہو گئی پس معلوم ہوا کہ جناب امام
حسین علیہ السّلام شہید ہو گئے۔
حافظ ابو نعیم و امام بیہقی و اسحاق ابن راہویہ لکھتے ہیں عن ام سلمۃؓ اضطجع ذات الیوم فاستیقظ
وھو خاثر وفی یدہٖ تربۃ حمراء یقبلہا فقلت ما ھذہ التربۃ یا رسولؐ اللہ قال اخبرنی
جبریلؑ ان ھذا یعنی الحسین یقتل بارض العراق وھذہ تربتہا۔ ام سلمہؓ سے
مروی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب استراحت فرما کر
اُٹھے اُن کے دست مبارک میں سرخ مٹی تھی جس کو لوٹ پوٹ کر رہے تھے۔ میں نے عرض
کی یا حضرتؐ یہ کیسی مٹی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السّلام نے مجھکو خبر دی ہے کہ
حسینؑ عراق کی زمین میں شہید کیے جائینگے۔ یہ وہیں کی مٹی ہے۔
حافظ ابو نعیم نے پھر اسی پیشین گوئی کو ایک دوسرے موقعہ پر اس طرق سے تحریر کیا ہے۔
عن امّ سلمۃؓ قالت کان الحسن والحسین علیہما السّلام یلعبان فی بیتی فنزل
جبریلؑ فقال یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انّ امتک تقتل ابنک ھذا من بعدک
واومی الی الحسینؑ واتاہ بتربتہ فشمہا ثمّ قال ریح کرب وبلاء وقال یا ام سلمہؓ اذا
تحولت ھذہ التربۃ دما فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتہا فی قارورۃ۔
اُم المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب حسنین علیہما السّلام میرے گھر میں کھیل رہے تھے۔ پس
جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بتحقیق کہ آپکی اُمت
اس آپ کے بیٹے کو (امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے) قتل کریگی اور حضورؐ کو اُس جگہ
کی مٹی لا کر دکھلائی آپ نے اُس کو سونگھ کر فرمایا کہ اس سے تکلیف اور رنج کی بو آتی ہے اور
آنحضرتؐ نے مجھسے فرمایا اے اُم سلمہؓ جب تم اس مٹی کو دیکھو کہ خون ہو جائے تو بس
سمجھ لینا کہ میرا یہ بیٹا شہید ہو گیا۔ پس میں نے وہ مٹی ایک شیشہ میں رکھ لی۔
امام دیلمی لکھتے ہیں۔ عن معاذ ابن جبل قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نعی الی الحسین واتیت بتربتہ واخبرت بقاتلہ معاذ ابن جبل سے منقول ہے کہ جناب
رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر
دی گئی ہے اور مجھکو اُس کی مٹی دکھلائی گئی ہے اور اُس کے قاتل کی خبر دی گئی ہے۔
ہمارے معزز اور معتبر ہمعصر عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب بافتاء شواہد النبوۃ ملا جامی

لطائف اشرفی حضرت سید اشرف جہانگیر اور سعادت الکونین فی فضائل الحسنین کی معتبر اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک زانو پر اپنے نور العین حسینؑ اور دوسرے زانو پر اپنے فرزند ابراہیمؑ کو بٹھلائے تھے۔ ناگاہ حضرت جبرئیلؑ نے پیغام حق پہنچایا کہ یہ دونوں آپ کے پاس نہیں رہ سکتے ان میں سے ایک کو اختیار کیجیے۔ آہ۔ آہ۔ رونے کی جگہ ہے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ دو پیاروں میں اس قسم کا قطعی فیصلہ کس کا قلب کر سکتا ہے۔ ایک بیٹا دوسرا بیٹی کا بیٹا۔ لیکن واہ ری حسینؑ کی محبت پیغمبر دل نے کسی طرح ابراہیمؑ کو حسینؑ پر ترجیح نہ دی اور حسین ہی کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیمؑ نے رحلت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر امام حسین علیہ السلام پر پڑتی تھی تو آپ نہایت جوش کے ساتھ فرماتے تھے۔ اھلاً ومرحبا بمن فدیتہ یا بُنَیّ۔ مبارک اور مکرر ہوا۔ وہ میرے پیارے جس پر میں نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔ رسالہ البلاء المبین صفحہ ۱۲۔

صاحب ناسخ التواریخ تحریر فرماتے ہیں کہ ہند مادر معاویہ خوابے دید۔ نزد عائشہ در آمد وخواستار شد کہ خواب خویش را بعرض جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برساند۔ چوں رخصت یافت حاضر شد و بعرض رسانید کہ در خواب دیدم کہ آفتابے بر فراز سر من پدیدار شد و از آں آفتابے دیگر آشکار گشت و ماہے سیاہ فام از من متولد شد و از آں ماہ سیاہ ستارۂ تاریک بزاد و آں ستارہ بر آسماں آفتاب ثانی کہ از آفتاب نخستیں زاد حملہ افگند و آں را ابلعید پس آسماں ظلمت کدہ گشت وستارہائے سیاہ پدیدار شد کہ جہاں را فرو گرفت چوں رسولِ خدا ایں کلمات را اصغا فرمود آب در چشم مبارک بگردانید۔ ثم قال ھند اخرجی یا عدوۃ اللہ مرتین فقد حددت علی احزانی ونعیت الی احبائی پس روبہند آورد و مرّت وکرّت فرمود ای دشمن خدا بیروں شو۔ ہمانا تازہ کردی اندوہ [illegible] مرا بمن آوردی چوں ہند بیروں شد فرمود اللھم العنھا والعن نسلھا چوں از تعبیر خواب پرسش کردند فرمود آفتاب نخستیں علی علیہ السلام و آفتاب ثانی حسینؑ ابن علی علیہما السلام است و آں ماہ سیاہ معاویہ و آں ستارۂ تاریک پسرش یزید است کہ با فرزند من حسینؑ بمیاں خواہد آمد و اورا شہید خواہد کرد و ہنگام شہادت او آفتاب سیاہ و آسمان تیرہ خواہد گشت و تیرگی جہاں را فرو خواہد گرفت و آں ستارگان سیاہ بنی اُمیہ اند کہ بر جہانیاں مستولی خواہند شد۔

ہند مادر معاویہ کا خواب قریب قریب انہی الفاظ میں عائشہ کی زبانی ذکر الشہادتین مطبوعہ آگرہ میں بھی درج ہے۔
امام احمد۔ ابو یعلی۔ ابن سعد اور امام طبرانی نے علی علیہ السلام اور طبرانی نے دوسرے طریق سے باسناد ابی امامہ باہلی اور انس ابن مالک اور ابن عساکر نے ام سلمہ اور ابن سعد نے عائشہ صدیقہ اور ابو یعلی نے بار دیگر ام المومنین زینب بنت حجش اور ابن عساکر نے بار ثانی ام الفضل زوجہ حضرت عباسؓ کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قام عندی جبریلؑ من قبلی فحدثنی ان الحسینؑ یقتل بشط الفرات وقال ھل لک ان اشمک تربتہ قلت نعم فمد یدہ فقبض قبضۃ من تراب فاعطانیھا فلم املک عینی ان فاضتا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ ابھی ابھی میرے پاس سے گئے ہیں انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حسین دریائے فرات پر قتل ہوگا اور یہ بھی کہا کہ اگر کہیے تو وہاں کی خاک آپ کو سنگھا دوں۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ پس جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک مجھے دی۔ اس پر مجھ سے ضبط گریہ نہ ہو سکا۔
علامہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔
عن عائشہ قالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان جبرئیلؑ ارانی التربۃ التی تقتل علیہ الحسینؑ فاشتد غضب اللہ علی من یسفک دمہ فیا عائشہ والذی نفسی بیدہ انہ لیحزننی فمن ھذا من امتی یقتل حسیناً بعدی۔
حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے اس سرزمین کی خاک دکھلائی جس پر حسین علیہ السلام قتل کیے جاوینگے۔ اور جو شخص حسین کا خون بہائیگا۔ اس پر خدا کا غضب شدید ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اے عائشہ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس خبر نے مجھے بہت ہی غم میں ڈالا ہے۔ آہ وہ کون سفاک ہوگا میری امت سے جو حسینؑ کو قتل کریگا۔
معجم طبرانی میں ہے کہ عن زینب بنت حجش قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان جبرئیلؑ اتانی فاخبرنی ان ابنی ھذا تقتلہ امتی فقلت فارنی تربتہ
زینب بنت حجش سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ

علیہ السّلام نازل ہوئے اور مجھے خبر دی کہ میرے اس فرزند کو اُمتی قتل کر ڈالیں گے پس میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ مجھے اِس فرزندِ قتیل کے مشہد کی خاک دکھلاؤ اُنھوں نے سُرخ خاک لاکر دی۔

صواعق محرقہ۔ تذکرہ امام قرطبی اور سر الشہادتین میں امام بغوی و ابن السکن بسند ھم و ابن عساکر و ابن نعیم۔ و ماوردی کی اسناد سے لکھا ہے۔ عن انس ابن الحارث ابن منبہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول ان ابنی ھذا یعنی الحسینؑ یقتل بارض من العراق قال لھا بکربلاء فمن ادرکہ منکم او یشھدہ فلینصرہ انس ابن حارث ابن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا فرزند حسین علیہ السلام سرزمینِ عراق میں مقام کربلا پر قتل کیا جائیگا پس جو شخص کہ وہ وقت پائے اُسے چاہیے کہ حسینؑ کی نصرت کرے۔

مستدرک میں امام حاکم ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اوحی اللہ الی انی قتلت بیحییٰؑ ابن ذکریّا سبعین الفا وانی قاتل ابن بنتک سبعین الفا و سبعین الفا۔ فرمایا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے بذریعہ وحی کے مجھے خبر دی ہے کہ میں نے یحییٰ ابن ذکریّا علیٰ نبیّنا وعلیہما السّلام کے خونِ ناحق کے بدلے میں ستّر ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا اور تمہارے فرزند کے خونِ ناحق کے عوض میں ستّر ہزار ستّر ہزار (ایک لاکھ چالیس ہزار) آدمیوں کو قتل کرونگا۔

اتنی معتبر اور مستند اور متواتر حدیثیں۔ واقعہ کربلا کی پیشین گوئی کے متعلق لکھکر ہمکو یقین ہے کہ ہم اپنی بحث کے سلسلہ کو انتہا تک پہنچا چکے۔ اب ہم اِن پیشین گوئیوں کے متعلق ایک ایک واقعہ اور لکھے دیتے ہیں کہ جس سے یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائیگا کہ جناب رسالتمآب نے اپنے آخری وقت اس واقعہ کی نسبت۔ اپنے کمال حزن و ملال کا اظہار فرما کر شہادت حسینؑ کو یاد فرمایا ہے چنانچہ کتاب مثیر الاحزان میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ آنگاہ کہ مرض رسول اللہ شدت می شد و داں مرض در میگذشت امام حسین علیہ السّلام را بسینہ مبارک خود می چسپانید و عرق بدنش بر حسینؑ سیلان داشت و ہنگام جان می فرمود و میگفت مالی ولیزید لا بارک اللہ فیہ اللھم العن یزید ابن گفت و مدہوش بود چوں بہوش آمد حسین علیہ السّلام را بوسید و آب چشمش بر روئے مبارک بدوید و فرمود اما ان لی و

لقاتلك مقاما بین یدی اللہ عزوجل کہ داوری من باکشندہ حسینؑ درپیش روئے خداوند خواہد بود۔

اب ہم پیشین گوئیوں کے موجودہ سلسلہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام اور امام حسن علیہ السلام کے ارشادات بھی انہی تفصیل کے ساتھ ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ اور تمام اہل اسلام کو یہ دکھلا دیتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں ایک ہی تنہا واقعہ ہے کہ جس کی قدامت کا سلسلہ ابتدا سے لیکر انتہا تک کامل اور درست ہے۔

صواعق محرقہ اور منہج مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں ہے کہ اخرج ابن سعد عن الشعبی قال مرّ علی رضی اللہ عنہ بکربلاء عند مسیرہ الی صفین وحاذی نینوی قریۃ علی الفرات فوقف وسال عن اسم ھذہ الارض فقیل کربلاء فبکی حتی بل الارض من دموعہ ثم قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وھو یبکی فقلت ما یبکیک قال عندی جبریلؑ عندی انفا اخبرنی ان ولدی الحسین علیہ السّلام یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال لہ کربلاء ثم قبض جبریل قبضۃ من تراب شممنی ایاہ فلم املک عینی ان فاضتا ورواہ احمد مختصرا وروی الملّا وابو نعیم ان علیّا مر بقبر الحسینؑ فقال ھھنا مناخ رکابھم وھھنا موضع رحالھم وھھنا مھراق دمائھم فتیۃ آل محمدؐ تقتلون بھذہ العرصۃ تبکی علیھم السّلام والارض۔

طبقات کبریٰ میں ابن سعد سے منقول ہے کہ سفر صفین میں حضرت علی علیہ السلام کا گذر مقام کربلا میں ہوا جب آپ نینوا کے برابر (کنارِ فرات پر واقع ہے) پہنچے تو ٹھہر گئے۔ اور اس سرزمین کا نام پوچھا۔ بتایا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں۔ یہ سنکر آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ اور فرمایا کہ ایکبار میں حضور نبوی میں حاضر ہوا تو اُن حضرتؐ کو روتے ہوئے پایا۔ عرض کی کہ باعث گریہ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اُنہوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسینؑ کنارِ فرات پر موضع کربلا میں قتل ہوگا۔ پھر ایک مُشت خاک مجھے سنگھائی اُس پر مجھسے ضبط گریہ نہو سکا۔ روایت کیا اِسکو احمد ابن حنبل نے بھی اور ملّا اور ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا گزر موضع قبر حسینؑ پر ہوا تو فرمایا کہ جوانانِ آلِ محمدؐ اسی میدان میں قتل کیے جائینگے۔ یہ اُن کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور یہ اُن کے اسبابِ سفر رکھے جانے کا مقام ہے۔ اور یہ اُن کے خون گرائے جانے کا مقام ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ اور مسند ابویعلی اور مسند ابن ابی عاصم میں تحریر ہے عن یحیی انہ سافر مع علی علیہ السلام فلما حاذی نینوی وھو منطلق الی صفین نادی اصبر ابا عبداللہ بشط الفرات قلت ماذاک قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم وعیناہ تفیضان قلت یا نبی اللہ اغضبک احد ما شان عینیک تفیضان قال بلی قام من عندی جبریل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات فقال ھل لک انی اشمک من تربتہ قلت نعم فمد بیدہ فقبض قبضۃ من تراب فاعطانیھا فلن املک عینی ان افاضتا۔

یحییٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام صفین کی طرف جا رہے تھے۔ اور میں بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ جب حضرت نینوا کے قریب پہنچے تو آوازِ بلند فرمایا کہ اے ابو عبداللہ کنارۂ فرات پر صبر کرنا۔ میں نے عرض کی۔ آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا میں ایک روز جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہیں وجہ حزن وملال دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ ابھی جبرئیل میرے پاس سے گئے ہیں انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حسین کنارِ فرات پر قتل ہوگا۔ اور یہ بھی کہا کہ آپ اُس کی خاک مشہد سونگھنا چاہیں تو ممکن ہے میں نے کہا کہ میں اُسے سونگھنا چاہتا ہوں چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک اُٹھائی اور مجھے دی۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی اسی پیشین گوئی کو امام احمد ابن حنبل نے بھی اپنی مسند مطبوعہ مصر جزو اوّل صفحہ ۵۸ میں تحریر کیا ہے۔ ان کے علاوہ حافظ ابونعیم نے اصبغ ابن نباتہ اور یحییٰ الحضرمی کی اسناد سے حلیۃ الاولیاء میں بھی لکھا ہے۔ کنزالعمال اور دیگر کتب سیر وحدیث میں بھی قریب قریب یہی روایات درج ہیں۔

کتب احادیث کے علاوہ عرب کے تاریخی جریدہ میں بھی اس واقعہ کی پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے ذی قدر اور روشن ضمیر معاصر محقق عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب رسالہ البلاء المبین میں تحریر فرماتے ہیں۔

تاریخ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر اور فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ اثنائے سفر صفین میں جب امیرالمومنین علی علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے کوفہ کے پل سے عبور فرما کر مسجد ابو سبرہ میں داخل ہوئے وہاں نماز پڑھی اور تسبیح سبحان من یولج اللیل فی النھار ویولج النھار فی اللیل پڑھکر آگے روانہ ہوئے اور بعد طے منازل سرزمین بابل پر پہنچے تو گھوڑے کو تیز کیا اور لشکر والوں

کو بھی حکم دیا کہ بہت تیزروی کے ساتھ اس سرزمین سے گزر جائیں کیونکہ یہاں ایسا خسف واقع ہوگا جس میں بہت سے زندہ آدمی زمین میں دھنس جائیں گے۔ لشکریوں نے یہ سنکر بعجلت تمام اُس مقام سے سفر کیا۔ جب آپ مقام کربلا میں پہنچے تو دریائے فرات کے کنارے جہاں چند درخت خرمے کے تھے تشریف لے گئے اور عبداللہ ابن عباس سے فرمایا کہ تم کچھ واقف ہو کہ یہ کون مقام ہے اُنہوں نے عرض کی کہ ہم اس مقام کو نہیں جانتے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا اے عبداللہ اگر تم کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ کونسی اور کیسی سرزمین ہے تو بے اختیار زار زار روؤ گے۔ یہ کہکر خود امیرالمومنین علیہ السلام اتنا روئے کہ محاسن مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور فرمایا۔ افسوس ہے میرے ساتھ آل ابوسفیانؔ نے کیسی عداوت اختیار کی ہے اسکے بعد امام حسین علیہ السّلام کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے فرزند صبر اختیار کرو اور دیکھو کہ تمہارا باپ آج کے دن آل ابوسفیان کے ہاتھ سے کیا رنج اُٹھا رہا ہے کل تم کو بھی ان ظالموں کے ظلم برداشت کرنے ہوں گے۔ اس گفتگو کے بعد امیرالمومنین علیہ السّلام نے وضو کیا اور چند رکعات نماز پڑھکر ایک ساعت کے لیے آپ سو رہے جب بیدار ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو طلب فرما کر کہا کہ اے ابن عباس میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گروہ مردان نورانی چہرہ کا نازل ہوا جن میں سب لوگ شمشیریں حمائل کیے ہوئے اور سفید علم ہاتھوں میں لیے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے گرداگرد اس سرزمین کے ایک خط کھینچا اُس وقت ان خرموں کے درختوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنی شاخیں زمین پہ ٹپکا رہے ہیں اور ایک نہر خونِ تازہ کی بھری ہے حسینؑ فریاد کر رہا ہے لیکن کوئی اُس کی فریاد کو نہیں پہنچتا ہے اور وہ مردانِ سفید رو ندا کر رہے ہیں کہ اے آلِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر اختیار کرو اور آگاہ رہو کہ تم بدترین خلائق کے ہاتھوں سے قتل ہو رہے ہو اور اے حسینؑ تم کو بشارت ہو کہ بہشت تمہارے قدم کا مشتاق ہے وہ سب میرے پاس آئے اور رسم تعزیت بجا لائے یہاں تک خواب دیکھکر میں بیدار ہوگیا۔ اے عبداللہ قسم بخدائے کریم حضرت رسول خدا نے مجھے مطلع فرمایا تھا کہ میں ہنگام سفر زمین کربلا یہ خواب دیکھوں گا۔ اے ابن عباس یہ وہی زمین ہے کہ جس میں حسین علیہ السّلام اور ایک جماعت فرزندان فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا کی مدفون ہوگی۔ اہل آسمان بھی اس بقعہ کو کربلا کہتے ہیں۔ بعدازاں امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ اس سرزمین میں اُس جگہ کو تلاش کرو جہاں ہرن شب گزاری اور آرام کرتے ہیں

عبداللہ گئے۔ اور وہ مقام معلوم کرکے آئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین علیہ السّلام جس مقام کی تلاش کرنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ جگہ مل گئی۔ حضرت علیؑ نے جب یہ سُنا تو کہا کہ اللہ اکبر صدق رسول صلعم۔ پھر آپ اُس جگہ تشریف لے گئے اور وہاں پہنچکر ایک مٹھی ہرنوں کی مینگنیوں کی جن کا رنگ زعفرانی تھا اور جن میں مشک کی ایسی خوشبو تھی اُٹھا کر سونگھی اور فرمایا کہ بیشک رسولِ خدا صلعم نے مجھے ایسا ہی پتہ دیا تھا۔ اے عبداللہ مجھے آنحضرتؐ نے خبر دی ہے کہ ایک روز حضرت عیسےٰ بن مریم علے نبینا و علیہما السّلام کا گزر اِس سرزمین پر ہوا اور میری طرح بیشک آہواں دیکھکر اُنہوں نے بھی سونگھا تھا اُس وقت تمام ہرن اُن کے سامنے کھڑے تھے اور جناب عیسےٰؑ روتے تھے۔ حواریوں نے موجب گریہ دریافت کیا تو جناب مسیحؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سرزمین وہ ہے کہ جس میں فرزند محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کریں گے۔ وہ مقتول مظلوم دخترِ محمد مصطفےٰ کا لختِ جگر ہے۔ پس مسیحؑ نے مینگنیاں ہرنوں کی اُٹھا کر سونگھیں اور حواریوں سے فرمایا کہ یہ مینگنیاں اس لیے خوشبودار ہیں کہ خداوند عالم ایک روز پدرِ فرزندِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں لائیگا اور وہ اِس خوشبو سے تسلّی پائیگا اے عبداللہ یہ وہی مینگنیاں ہیں جو اس وقت میں ہاتھ میں لیے ہوں جنکو حضرت عیسےٰ علی نبینا و علیہ السّلام نے ہاتھ میں اُٹھایا تھا۔ جب امیر المؤمنین علیہ السّلام یہ فرما چکے تو بہت روئے اور فرمایا اے پروردگار عیسےٰؑ میرے فرزند کے قاتلوں کی عمر سے برکتوں کو سلب فرما۔ اور اُن کو ہمیشہ کیلیے ملعون کر۔ پھر اِس قدر روئے کہ حالتِ غشی طاری ہوگئی۔ جب ہوش ہوا تو آٹھ رکعت نماز پڑھی اور بار بار مینگنیوں کو سونگھتے تھے اور اپنے فرزند رشید حسین علیہ السّلام کو تسلّی دیتے تھے۔ اور صبر کی وصیت فرماتے تھے۔ (جلاء العیون)

جن الفاظ میں آپ نے اپنے نور العین حضرت امام حسین علیہ السّلام کو وصیت فرمائی ہے وہ اشعار ہیں۔ جو آپ کے دیوان میں درج ہیں۔ اور اُن کو ہمارے ممتاز ہمعصر جناب محمد حسن صاحب پھلواروی اور صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی اپنی تالیفات میں قلمبند فرمایا ہے اور ہم نے بھی اِس سلسلہ کی جلد اوّل میں واقعات صفین کے متعلق اِن اشعار کو مندرج کیا ہے۔ وھو ھذا۔

حسینؑ اذا کنت فی بلدۃ	غریب فعاشر بآدابھا
کانی بنفسی واعقابھا	وبالکربلاء و محرابھا

فتخضب منا اللحیتی بالدماء ۔۔۔ خضاب العروس باثوابها
مصائبا یالک من ان ترد ۔۔۔ فاعد لها قبل ملتا بها
هی المدرک الثارلی یا حسینؑ ۔۔۔ بل لک فاصبر لایتا بها
لکل دم الف والف دم ۔۔۔ بقصر فی قتل اخرابها
هنالک لاینفع الظالمین ۔۔۔ قول بعذر واعتابها
سل الله ورسا عتبروا فهم بها ۔۔۔ بان لابقاء لارب بها
لنا سمه القدر فی حکمها ۔۔۔ وصلت علینا باعرابها
احسینؑ فلا تحزن للفراق ۔۔۔ فدیناک اصبحت لتخرابها
انا الدین لاشک فی المؤمنین ۔۔۔ بایات وحی یا یجا بها
فصلّی علی جدّک المصطفی ۔۔۔ وسلم علیها وطلابها

یعنی اے حسین علیہ السلام جب تم کسی شہر میں تنہا ہو تو وہیں کی طرز معاشرت اختیار کرو۔ میری نگاہوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اور میری اولاد آج ہی کربلا میں موجود ہے۔ ہماری ڈاڑھیاں خون سے رنگی جاتی ہیں۔ جیسے دُلہنوں کو لال کپڑے پہناتے ہیں۔ اگرچہ ان واقعات کو میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن اس کے علم کی کنجیاں میرے پاس موجود ہیں۔ اے میرے نور دیدہ حسین علیہ السلام۔ ان مصیبتوں میں چند مصیبتیں ایسی ہیں جو اس کے بعد ظاہر ہونگی پس اُن مصیبتوں کے قبل تم اُن پر مستعد اور آمادہ رہو۔ تیرے ایک قطرۂ خون کے برابر ہزار ہزار خون ہیں۔ تیرے قاتل تیرے قتل کے ظلم میں ضرور قتل کیے جائینگے۔ اُن ظالموں کو اُس وقت اُس کے لیے کوئی بہانہ کرنا یا کوئی عذر پیش کرنا نفع پذیر نہ ہوگا۔ اگر تم دُنیا کے لوگوں سے اُن کے گھروں کی حالتیں دریافت کرو تو وہ کس فصاحت سے تم کو جواب دینگے کہ اصل میں وہ ایک گھر کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اے نور دیدہ حسین علیہ السّلام تم اپنے دوستوں اور عزیزوں کے فراق میں پریشان خاطر نہ ہو کیونکہ دنیا ویران ہونے ہی کو پیدا ہوئی ہے یہ ہم ہی لوگ ہیں جن کے فضائل کی نشانیاں قرآنِ مجید میں مندرج ہیں اور اُس کے مصیبتوں میں ہم ہی لوگوں پر پروردگار نے درود بھیجا ہے ہم اُن ہی آیات قرآنی اور اُن کے دیو ... کی رو سے تمام ایمان لانے والوں کے ایمان ہیں۔ پس میں تمہارے بزرگوار جناب خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر درود بھیجتا ہوں اور اُن پر بھی

ہمارا سلام ہو جو اُن کی خواہش کرتے ہیں یا اُن کو چاہتے ہیں۔
صاحب ناسخ التواریخ نے دو پیشین گوئیاں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق اور لکھی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ امیر المومنینؑ نے وصایا کے ذیل میں فرمایا یا ابا محمدؑ و یا ابا عبد اللہ کانی بکما وقد خرجت علیکما من بعدی الفتن ههنا فاصبرا حتی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین ثم قال یا ابا عبد اللہ انت شهید هذه الامة فعلیک بتقوی اللہ والصبر علی بلائه ای حسنؑ و اے حسینؑ گویا با شما حاضرم کہ بعد از من فتنها بر شما نازل می شود اینوقت صبر کنید و شکیبائی ورزید تا خداوند حکم براند کہ او بہترین حکم کنندگان است۔ ای حسینؑ شهید می شوی و این بعلم قضا رفتہ است پس بر تست پرہیزگاری و در بلا شکیبائی۔
پھر ذی قدر مورخ تحریر فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام امام حسن علیہ التحیۃ والثنا اگر یاں یافتہ فرمود۔ یا بنی اتجزع علی ابیک وغدا تقتل بعدی مسموما مظلوما و یقتل اخوک بالسیف هکذا و تلحقان بجد کما و ابیکما و امکما فرمود اے فرزند من بر پدر خود میگریی و حال آنکہ فردا بعد از من کشتہ بشوی مظلوم و مسموم و ہمچنان کشتہ میشود برادرت بشمشیر و ملحق می شود بجد خود و پدر خود و برادر خود (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۳۶)
ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ جس طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے وقت وفات تک اس مصیبت عظمیٰ کی یاد قایم رکھی ہے۔ اسی طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اپنے آخری وقت تک اس واقعہ کی خبر پہنچائی ہے۔ اب امیر المومنین علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے بھی ان واقعات سے سب کو آگاہ کر دیا ہے چنانچہ فتوحات اعثم کوفی میں یہ عبارت درج ہے۔
معاویہ کسے را بطلب امیر المومنین حسین علیہ السلام فرستاد و وے از این معنی ابا کردہ پیش او حاضر نشد حسین علیہ السلام گفت۔ اے معاویہ دست از برادرم حسین علیہ السلام بدار کہ بر خلافت تو رضا نخواہد داد تا او را نکشند و او را نتوان کشت تا اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را نکشند و اہلبیت پیغمبر را نتوانند کشت تا اشیاع ایشان را نکشند و اگر جملہ لشکر شام در سر آں شوند ایں کار اینوقت میسر نگردد۔
قریب قریب یہی عبارت روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں بھی درج ہے۔
اب ہم ذیل میں امام حسن علیہ السلام کے آخری وقت کی وصیت بھی جو اُن کے مصائب کے

متعلق حضرت امام حسین علیہ السّلام کو مخصوص فرمائی گئی تھی - ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے لکھتے ہیں -

فقال له الحسن علیه السّلام ما یبکیک یا ابا عبد الله علیه السلام قال ابکی لما صنع بک حسن علیہ السّلام فرمود اے ابا عبد اللہ علیہ السّلام چہ می گریاند ترا عرض کرد میگریم ازبرائے آں ستم کہ برتو وارد شدہ است فقال له الحسن علیه السّلام ان الذی یؤتی الی سم یدس الی فاقتل به ولکن لا یوم کیومک یا ابا عبد الله یزدلف الیک ثلثون الف رجل یدعون انهم من امة جدنا محمد صلی الله علیه وآله وسلم وینتحلون دین الاسلام فیجتمعون علی قتلک وسفک دمک وانتهاک حرمتک وسبی ذراریک ونسائک وانتهاب ثقلک فعندها یحل لبنی امیة اللعنة وتمطر السماء رمادا ودما ویبکی علیک کل شیء حتی الوحش فی الفلوة والحیتان فی البحار -

حسن علیہ السّلام فرمود ہمانا پوشیدہ مرا ایں سم خورانیدند ولیکن نیست روز من چوں روز تو اے ابا عبد اللہ علیہ السلام نزدیک است کہ سی ہزار مرد برتو بیروں می آیند کہ خود را از شمار امت جدّ ما می پندارند و دین اسلام برخود می بندند و انجمن میشوند بر قتل تو و ریختن خون تو و نابود ساختن حرمت تو و اسیر کردن فرزندان و زنان تو و نہب و غارت بردن احمال و اثقال تو ایں وقت لعن فرود می آید بر بنی امیہ و آسمان خاکستر و خون می بارد و تمامت اشیاء بر تو می گریند تا وحوش صحرا و ماہیان دریا - (ناسخ التواریخ صفحہ [illegible])

بہر حال - ہم اپنی موجودہ بحث کے طولانی سلسلہ میں - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر جناب علی مرتضے و حضرت حسن المجتبے علیہما التحیۃ والثنا تک کے مختلف ارشادات اس واقعہ کی پیشین گوئیوں میں بالتفصیل لکھ چکے - ان بزرگواروں کے بعد خاص امام حسین علیہ السّلام کے ارشادات بھی - اپنے مصائب کی پیشین گوئیوں میں تمام کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہ علے العموم تمام لوگوں کو معلوم ہیں اور عنقریب ہمارے سلسلۂ بیان میں درج ہوں گے - مگر ان تمام پیشین گوئیوں کو قلمبند کرکے ہم اپنی کتاب کے ناظرین کو عموماً اور تمام اہل اسلام کو خصوصاً یہ دکھلاتے ہیں کہ وہ ایسی ایسی متواتر شہادتوں کے ملاحظہ کے بعد بھی - کیا وہ ایسے صریحی - بدیہی اور متواتر واقعہ کے وجود سے جو اپنی قدامت

کی وجہ سے تمام تاریخی دنیا میں اپنی آپ مثال ہے۔ صرف ایک جاہل اور گمراہ کنندہ کے اغوا کی وجہ سے انکار کر سکتے ہیں۔ ثبوتِ شہادت کی روایتوں کی جیسی کچھ عالمانہ اور محققانہ تنقید ہمارے معزز اور معتبر حضرت شاہ محمد حسن صاحب پھلواروی نے اپنی کتاب شہادت حسینؓ میں درج فرمائی ہے۔ وہ تمام اہلِ اسلام کی ہدایت کے لیے پورے طور سے کافی ہے۔ فمن شاء فلیرجع الیہ۔

اُن تمام دلیلوں سے قطع نظر کرکے ہم اپنے ذی قدر معاصر کی صحابہ۔ تابعین۔ محدثین۔ مفسرین اور علمائے متقدمین و متاخرین کے بزرگ ناموں کی صرف وہ فہرست ذیل میں مندرج کرتے ہیں جس کو ذی قدر مؤلف نے اپنی بحث کے خاتمہ پر اپنی کتاب کے صفحہ ۸۴ میں قلمبند فرمایا ہے۔ اُن کی بجنسہٖ تحریر یہ ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ یہ پیشین گوئی شہادت کس قدر کثرت طرق سے مروی ہے اگر اس پر تواتر معنوی کا بھی حکم لگایا جاوے تو بیجا نہوگا۔ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضٰیؓ اور خود حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ اور حضرات امہات المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن۔ اور والدہ عبد اللہ ابن عباسؓ حضرت امّ الفضلؓ اس پیشین گوئی کی روات ہیں۔ اور ہر طبقہ کے محدثین اس کو اپنی کتابوں میں سند کرتے آئے ہیں۔ مثل امام احمد ابن محمد ابن حنبل۔ ابن ابی شیبہ۔ عبد ابن حمید کسّی۔ ابو داؤد۔ ابن سعد۔ طبری۔ امام حاکم۔ عبد الرزاق۔ ابو نعیم۔ ابو یعلی۔ ابن عساکر۔ طبرانی خطیب۔ بیہقی وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ اور پھر اُن سے اکابر محدثین اور علمائے محققین نقل کرتے آئے ہیں۔ جیسے ابن تیمیہ۔ ابن قیم۔ نووی۔ ابن صلاح۔ سبکی۔ ابن ملک۔ قاضی عیاض بیضاوی۔ غزالی۔ ابن عربی۔ قرطبی۔ ذہبی۔ مزی۔ ابن اثیر۔ ابن حجر عسقلانی۔ ابن حجر مکی۔ سیوطی سخاوی۔ سمہودی۔ شعرانی۔ جلال الدین سیوطی۔ شیخ علی متقی۔ شیخ عبد الحق۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ اجمعین۔ اور کسی محدث نے ابتدائے زمانۂ تالیف و تصنیف احادیث سے لیکر آج تک اصل پیشین گوئی شہادت کو موضوع نہیں کہا۔ بعض طرق کا واہی ہونا یا ضعیف ہونا اور بات ہے۔ تمام طرق اور اصل واقعہ کو کسی نے موضوع یا غلط نہیں سمجھا۔ موضوعات صغانی ابن جوزی۔ موضوعات سخاوی۔ موضوعات سیوطی موضوعات مُلا علی قاری اور موضوعات شوکانی وغیرہم شائع ہو چکی ہیں

مگر ان کتابوں میں اصل واقعہ کی حدیث کو نہ موضوع کہا گیا اور نہ اشارتاً و کنایتاً کسی نے بھی
اس پیشین گوئی کا انکار کیا۔ علمائے اندلس جو خاص بنی اُمیہ کی سطوت و جبروت میں تھے
اور (غالباً خود بنی اُمیہ تھے) وہ بھی اِس واقعہ کو چھپا نہ سکے اور اکابر محدثین و علمائے اندلس
مثل ابو عمرہ امام قرطبی۔ ابن حزم۔ حمیدی۔ ابن عربی مالکی۔ ابن عربی صوفی۔ ابن عبد ربہ
مقری وغیرہم رحمہم اللہ تعالے اپنی تصانیف تالیفات میں برابر شہادت امام حسین علیہ السّلام
کا مذکور کرتے آئے۔ اور اُن کی کتابیں ہم لوگوں کے ہاتھوں میں موجود اور شائع اور ذائع ہیں۔
اب تو اسلامی دنیا کو معلوم ہو گیا کہ چودہ سو برسوں کے گزر جانے کے بعد بھی امام مظلوم
کی شہادت کا واقعہ اِس دم تک مشہور بین الجمہور رہے ہم اِس کے متعلق اپنی طرف سے کوئی
تحقیق قلمبند نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم کو ایسے واقعہ کی نسبت یقین ہے کہ وہ حدِ تواتر سے
گزر کر مشاہدات کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ پھر وہ ایک مردِ لایعقل اور مہمل کے اغوا
یا غلط بیانی سے غلط نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر بیکار وقتِ عزیز کے رائگاں کرنے سے کیا حاصل
ہے اس لیے میں اپنی موجودہ بحث کو تمام کر کے اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو آگے
بڑھاتا ہوں۔

یزید پلید کی سلطنت کا زمانہ

پندرھویں رجب ۶۰ھ ہجری کو معاویہ ابن ابوسفیان نے فوت کی۔ یزید اُس وقت
اپنے ننھیال میں میسونہ بنت جندل کلبی اپنی ماں کے دیکھنے کو گیا تھا۔ مسلم ابن عقبہ اور
ضحاک ابن قیس فہری نے جو شروع سے حقوقِ یزید کے موید اور اُس کی خیرخواہی کا دم
بھرتے تھے۔ فوراً یزید کو باپ کے مرنے کی خبر پہنچائی اور وہ نہایت سرعت سے
شام میں پہنچکر اپنے باپ کا قائم مقام ہوا۔ ہم یزید کی تخت نشینی کے پورے حالات
فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔
یزید روتا ہوا اپنے باپ کی قبر پر گیا۔ وہاں بیٹھکر خوب رو یا۔ رونے میں لوگوں نے اُس کا
ساتھ دیا۔ پھر سوار ہو کر قبۂ خضرا کا رُخ کیا جو اُس کے باپ کا بنایا ہوا تھا۔ اُس وقت سیاہ عمامہ
ریشمی اُس کے سر پر تھا باپ کی تلوار کمر سے لگائے تھا۔ قبۂ مذکور میں پہنچکر قیام کیا۔
لوگ چاروں طرف سے آنے شروع ہوئے خدام نے اُس کے لیے قناتیں اور

اطلس کا قبہ کھڑا کر رکھا تھا۔ فرش کے اوپر دوسرے فرش اس قدر بچھائے گئے تھے کہ چند سیڑھیاں
چڑھکر اُس پر بیٹھ سکیں۔ یزید اُس فرش پر بیٹھ گیا۔ ادنےٰ اعلیٰ تمام قوموں کے لوگ
آکر اُسے خلافت کی مبارکباد اور معاویہ کے مرنے کا پرسا دیتے تھے۔ پھر یزید نے کھڑے
ہو کر یہ تقریر کی کہ اے شام کے لوگو! تمہیں خوشخبری ہو کہ ہم حق پر ہیں اور دین کے
مددگار۔ ہمیشہ خیر و برکت اور سعادت ہمارے ساتھ رہی ہے آگاہ ہو کہ عنقریب ہم میں
اور عراق والوں میں معرکہ آرائی ہونے والی ہے۔ کیونکہ ابھی دو تین گذشتہ راتوں کو میں نے
خواب دیکھا کہ میرے اور عراقیوں کے درمیان تازہ خون کا دریا بہہ رہا ہے۔ ہر چند میں نے
چاہا کہ اس خون کے دریا کو عبور کر جاؤں۔ مگر نہ کر سکا۔ ابن زیاد آیا اور اُس خون کے دریا کو
عبور کرنے لگا۔ میں دیکھتا رہا۔ شام کے لوگوں نے کہا ہم سب تیری خدمت گذاری کیلئے
کمر بستہ ہیں تیرے حکم اور اشارے کے منتظر ہیں ہم مستعد فرمانبرداری ہیں تو جہاں جائیگا وہیں
ہم جائینگے۔ تیرے واسطے حتی الامکان کوشش بلیغ کرینگے۔ عراق والوں نے تمہیں دیکھ لیا
ہے ہمارے ہاتھوں میں اب بھی وہی تلواریں موجود ہیں جن سے صفین کی لڑائیوں میں کام لیا گیا
ہے۔ یزید نے کہا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یہی بات ہے۔ میں اپنے معاملات کی نسبت
تم ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میرا باپ تمہارے حقوق کے لیے جیسا شفیق تھا وہ ظاہر ہے۔
عرب میں میرے باپ جیسا صاحب مروت و سخاوت اور بزرگ شخص کوئی دوسرا
نہیں ہے۔ وہ خوش بیانی سے عاجز نہ تھا گفتگو کے وقت کبھی لکنت ظاہر نہ ہوئی یہانتک
کہ دنیا سے اُٹھ گیا۔ یزید یہ کہہ ہی رہا تھا کہ سب سے پچھلی صف سے آواز آئی کہ اے دشمن خدا
تو جھوٹ بولتا ہے۔ معاویہ میں یہ اوصاف نہیں تھے۔ تو اور تیرا خاندان ان اوصاف سے بے نصیب
ہے۔ لوگ اُس شخص کا یہ کلام سنکر بگڑے اور وہ بھی جان بچا کر اُس انبوہ سے نکل گیا
ہر چند ادھر اُدھر تلاش کیا کہیں نہ پایا آخر کار وہ ہل چل جاتی رہی۔ یزید کے دوستوں میں سے
ایک شخص عطا ابن ابی صیفی نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے امیر دشمنوں کے کہنے کا تجھے
خیال نہ کر خوشی منا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے باپ کے بعد خلافت کا مرتبہ تجھے
عطا کیا۔ آج تو ہمارا خلیفہ ہے تیرے بعد تیرا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوگا۔ تجھسے اور تیرے بیٹے
سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ یزید اُس کی باتوں سے خوش ہو گیا اور خلعت
گرانبہا عنایت کیا۔

صاحب تاریخ التواریخ نے عطاء ابن ابی صفین کے ایسا عصام ابن صیفی۔ عبداللہ ابن مازن اور عبداللہ ابن ہمام کی بھی خوشامدانہ تقریریں درج کی ہیں۔
المختصر یزید نے پھر اپنے منقطع خطبہ کا سلسلہ اِس طرح اُٹھایا کہ اے لوگو معاویہ خدا کا ایک بندہ تھا۔ خدا نے اُسے عزت بخشی وہ اِن تمام شخصوں سے بزرگ تھا جو اُس کے بعد اب ہیں یا ہوں گے۔ اگرچہ وہ خلافت میں اِس درجہ کا شخص نہیں تھا۔ جو اُس سے پہلے تھا۔ میں خدا کے سامنے اُس کی تعریف نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ جیسا تھا خدا اُس کے حال سے خوب واقف ہے اگر وہ اُس کے گناہ بخشدے تو اُس کی رحمت کے اندازہ سے بعید نہیں ہے اگر مبتلائے عذاب کرے تو بھی امید ہے کہ انجام کار اُس پر رحم فرمائیگا۔ خلافت کا معاملہ آج مجھسے تعلق ہوگیا ہے۔ اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں فروگذاشت نہ کروں گا۔ اسکے انتظامات کے لیے حتے الوسع عدل وانصاف کے ساتھ کوشش کروں گا والحکم للہ واذا اراد اللہ شیئا والسّلام۔
اب یزید نے حکم دیا کہ خزانوں کے مُنہ کھولے جائیں۔ اراکین سلطنت۔ امیروں۔ رئیسوں اور سرداروں اور نامور لوگوں اور ہمرادیوں اور اعلٰے کو بہت سا مال بخشا پھر تمام اطراف سلطنت میں فرمان بھیجکر اپنی بیعت لینے کی طرف متوجہ ہوا۔ ترجمہ اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۴۷۔
اِنھی حکمناموں میں ولید عامل مدینہ کے نام بھی حکمنامہ لکھا گیا۔ یزید تو اپنی آنکھوں سے وہ سارے سامان جو ابھی چند مہینے پیشتر اُس کی بیعت کی خاص ضرورت کے لیے اُس کے باپ معاویہ ابن ابوسفیان نے کیے تھے۔ دیکھ چکا تھا۔ اور اُن حضرات کو بھی خوب پہچانتا تھا جنہوں نے اُس کی بیعت سے قطعی انکار کیا تھا۔ اور آج تک اپنے اُسی انکار پر قائم تھے۔ خدا جانے معاویہ کی حیات کے اتنے دن یزید نے خاصکر اِن حضرات سے انتقام لینے کی خواہشوں میں کس بے چینیوں سے کاٹے تھے۔ اب اِن لوگوں میں سے عبداللہ ابنِ عمر نے تو اُس کی بیعت کا کالا تاگا اپنی گردن میں ڈال ہی لیا۔ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر الصدیق غریب مر ہی چکے۔ رہے کون کون عبداللہ ابن زبیر اور حسین ابن علی علیہ السّلام مخصوص اِن دونوں کے لیے جو ولید کو لکھا گیا۔ اور اُس کی تعمیل کی جو صورت ہوئی۔ ہم اُس کو تاریخ کبیر طبری مطبوعہ لیڈن کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وھو ہذا۔
اِسی سلسلہ میں ولید ابن عقبہ ابن ابوسفیان حاکم مدینۂ منورہ کو یہ حکم پہنچا کہ حسین اور عبداللہ ابن عمر

اور عبد اللہ ابن زبیر سے فوراً سختی کے ساتھ مواخذہ کرو کہ ہماری خلافت کو تسلیم کریں اور اُن کو بغیر اقرار اطاعت رہا نہ کرو۔

محقق ابی مخنف اور دیگر صاحبانِ مقتل اور اسلامی مورخین اور محدثین اس امر پر متفق ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کے واسطے یہ حکم صاف صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ اگر حسینؑ بیعت پر راضی نہ ہوں تو اُن کا سر کاٹ کر فوراً بھیجدیا جاوے۔ المختصر اس حکمنامہ کے آتے ہی امام حسین علیہ السّلام اور عبد اللہ ابن زبیر طلب کئے گئے۔ حسین علیہ السّلام اور ابن زبیر مسجد میں تھے کہ عبد اللہ ابن عمر ابن عثمان فرستادۂ ولید نے طلبی کا حکم سُنایا اُس سے کہدیا گیا کہ چلو ہم لوگ آتے ہیں۔ ابن زبیر نے استعجاباً امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ شب کو خلافِ معمول کیوں بلایا گیا ہے۔ اُنھوں نے فرمایا اری طاغیتھم قد ھلک فبعث الینا لیاخذنا بالبیعۃ قبل ان یفشو فی النّاس الخبر معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے رحلت کی پس تجویز یہ ہے کہ خبرِ مرگ فاش ہونے سے پہلے ہم سے بیعت لے لی جاوے۔

اس مقام پر فتوحات اعثم کوفی نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ ابن زبیر نے جناب امام حسین علیہ السّلام سے پوچھا کہ آپ بیعتِ یزید کے متعلق کیا کیجیے گا۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ میں یزید کی بیعت اختیار نہ کروں گا کیونکہ معاویہ نے میرے بھائی کے ساتھ اِس شرط پر عہد کیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ اُس کے مرنے کے بعد مجھے خلافت ملیگی اور وہ ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہیں کرے گا۔ اگر معاویہ مر گیا ہے اور اُس نے اپنے قول و قرار کو پورا نہیں کیا ہے تو بڑا اہم کام واقع ہوا ہے۔ کیا تیرا خیال ہے کہ میں یزید کی بیعت اختیار کروں گا۔ یزید۔ شرابی۔ جھوٹا اور علانیہ فسادی ہے۔ ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت ہیں۔ ہم سے ایسی بات وقوع میں نہیں آسکتی۔

امام طبری لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد ابن زبیر تو مسجد سے اُٹھکر اپنے گھر آبیٹھے اور امام حسین علیہ السّلام حسب الوعدہ ولید سے جاکر اُسی وقت ملے۔ ولید نے خبرِ وفات معاویہ اور مضمونِ فرمانِ یزید سے آگاہ کردیا حسین علیہ السلام نے الفاظ تعزیت کے بعد فرمایا کہ شاید تم اِس کو اچھا نہ سمجھتے ہوگے کہ شب کے وقت خلوت میں مجھ سے بیعت لی جائے کل دربار میں جب سب کو جمع کرلینا تو مجھے بھی بلا لینا۔ ولید نے اسے منظور کرلیا۔ لیکن مروان نے کہا۔ نہیں۔ پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئیگا۔ یا تو حسینؑ اسی وقت بیعت کریں یا قتل کئے جائیں

حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ او کاذب۔ او آثم تیری یا ولید کی کیا مجال جو مجھے قتل کر سکے چند بنی ہاشم اور موالی حسینؑ جو اُس وقت ایوان ولید پر موجود اور گوش بر آواز تھے۔ تلواریں کھینچکر اندر داخل ہونا چاہتے تھے کہ حسین علیہ السّلام فوراً باہر نکل آئے اور سب کو ساتھ لیکر مراجعت فرمائی۔ مروان نے ولید کو سرزنش کی کہ کیوں اس موقعہ کو ہاتھ سے دے دیا ولید نے کہا میں تو ہرگز اسے گوارا نہ کرونگا کہ حسینؑ کا قاتل ہوں اگرچہ تمام ملک و مال دنیا وی مجھکو کیوں نہ دیدیا جاوے رسالہ البلاء المبین مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۴۶۔

علامہ ابن جریر الطبری اپنی تاریخ کبیر اخبار الرسل والملوک میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام عبداللہ ابن زبیر کا بیعت یزید سے علیحدہ رہنا عبداللہ ابن عمر کی مرضی کے خلاف تھا۔ چنانچہ کہتے تھے۔ اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین اے حسینؑ اور اے ابن زبیر خدا سے ڈرو اور جماعت مسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو مطلب یہ ہے کہ یزید سے بیعت کر کے اہل جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ (البلاء المبین صفحہ ۱۴۸)

عبداللہ ابن عمر اور امام حسین علیہ السّلام کی اس مسئلہ میں گفتگو ہم آئندہ باب میں بالتفصیل بیان کرینگے۔

مختصر۔ ولید کے پاس سے امام حسین علیہ السلام عصمت سرا میں تشریف لائے۔ غایت درجہ کے تردد اور انتشار آپ کے چہرہ مبارک سے ہویدا اور آشکار تھے۔ اور اب مدینہ میں آپ اپنا قیام کسی طرح ممکن نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ صاحب بلاء المبین کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام نے مدینہ کا قیام موجب رنج و محن خیال کیا اور حفاظت حرمت و جان دشوار سمجھے تو مکہ معظمہ کا قصد ہجرت مصمم فرمایا۔ وقت شب امام مظلوم اپنے جد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے روضہ مطہر پر حاضر ہوئے اور فرمایا۔ السلام علیک یا رسول اللہ اے جد بزرگوار میں آپ کے لخت جگر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند اور آپ کا نور نظر حسین علیہ السّلام ہوں میں وہ شخص ہوں جس کی حرمت و رعایت کے لیے آپ نے اپنی امت کو وصیت فرمائی تھی مگر آپ کی امت نے وہ وصیت نہ سنی۔ یہ کلمات فرما کر امام عالی مقام نے نسبت نماز کی فرمائی اور تمام شب رکوع و سجود میں مصروف رہے اور صبح ہوتے ہی گھر تشریف لائے اور شب کو پھر روضہ نبوی پر تشریف لے گئے اور چند رکعتیں نماز کی ادا کیں جب فارغ ہوئے تو درگاہ ایزدی میں مناجات شروع کی کہ بار خدایا یہ خاک پاک تیرے پیغمبر

اور حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اور میں ان کا نواسا ہوں اب مجھ کو
وہ واقعہ پیش آیا ہے جس سے تو آگاہ ہے۔ خداوندا۔ تو میرے حال سے واقف ہے
اور میرے ضمیر کو جانتا ہے۔ الٰہی بحق اس خاک کے اور اس شخص کے جو اس میں آرام کر رہا
ہے جو کچھ تیری اور تیرے پیغمبر کی رضا ہو اس پر مجھے ثابت قدم رکھ۔ یہ فرما کر امام علیہ السلام
بہت روئے۔ اور روتے روتے قبر شریف پر سر رکھکر سو رہے۔ ناگاہ عالم رویا میں کیا دیکھتے
ہیں کہ حضور سرور عالم جماعت انبیاءؑ کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آتے ہی اپنے فرزند
دلبند کو اپنے سینہ رحمت گنجینہ سے لگا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور رو کر فرمایا
کہ اے نور نظر وائے لخت جگر میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ ایفائے عہد کا نزدیک آگیا۔ اور عنقریب
جو لوگ اسلام کے مدعی ہیں تجھ کو کربلا کی زمین میں قتل کرینگے۔ اے حسین علیہ السلام تو پیاسا
ہوگا اور ظالم تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دینگے۔ خدائے تعالےٰ تیرے دشمنوں کو ملعون ابدی
فرمائے۔ اسی خواب میں حسین علیہ السلام نے عرض کی کہ اے جد بزرگوار مجھ کو اپنی خدمت سے
جدا نہ فرمائیے۔ مجھے اب کوئی حاجت دنیوی نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جواب دیا کہ اے فرزند شہادت کی مصیبت ناک منزل طے کرکے میرے پاس آؤ اور ان
درجات عالیہ کو جو حق تعالےٰ نے مقرر فرمائے ہیں حاصل کرو۔ رب العزت مجھے۔ تجھے
تیرے والدین اور برادر کو ایک ساتھ محشور کریگا۔ اور نعمات جنت عطا فرمائے گا۔
(ابلاء المبین صفحہ ۸۴)

یہی مضامین قریب قریب۔ فتوحات۔ اعثم کوفی۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ اور روضۃ الشہداء
وغیرہ میں بھی درج ہیں۔ اور کتاب اللہوف سید ابن طاؤس نور اللہ مرقدہ میں بھی
یہی مضامین تحریر ہیں۔

بہرحال طبری اس سے آگے لکھتے ہیں کہ اب دوسری رات آئی تو ولید کو پھر حسینؑ
یاد آئے۔ چنانچہ اس نے پھر ان کو طلب کیا۔ لیکن آپ نے کہلا بھیجا کہ اب تو
رات کا وقت ہے۔ صبح کو ہم اور تم اس معاملہ پر نظر کریں گے۔ [illegible] یہ جواب
سنکر خاموش ہو رہا۔ صاحب رسالہ ابلاء المبین تحریر فرماتے ہیں کہ جب رات ہوئی
تو پھر روضۂ نبوی پر گئے۔ اور چند رکعت نماز پڑھکر اپنے نانا سے کلمات رخصت عرض
کئے۔ اور صبح ہوتے ہی بدیدۂ اشکبار گھر میں آکر مع اہلبیت وعشائر واصحاب آیۂ کریمہ

فخرج منها خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظلمین پڑھتے ہوئے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کے رخصت ہونے کے وقت مدینہ میں عجب کہرام تھا۔ ہر شخص آپ کے یوں پریشان اور مجبور ہو کر مفارقت احباب اور ترک وطن اختیار کرنے سے ازحد متألم اور متاثر تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی عبد اللہ ابن زبیر کے ایسی کچھ پوشیدہ نہیں تھی۔ ولید کی استدعا اور یزید کی منشا سنتے ہی ترک وطن کی تمام مجبوریاں امام عالی مقام کے پیش نظر ہو چکی تھیں۔ اور آپ بخوبی سمجھ چکے تھے کہ اب مدینہ کے قیام میں کسی طرح مصلحت کی صورت نہیں ہے۔ اس لئے اسی وقت آپ نے مکہ معظمہ کی ہجرت کا قصد کر لیا۔ اور اپنے تمام عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کو اپنے قصد سے مطلع کر دیا۔ ان تمام حضرات میں حضرت محمد ابن حنفیہؓ کی رخصت نہایت پر اثر ہے۔ جس کو ہم مقتل محمد ابن ابیطالب کی عبارت سے بلفظہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وھو ھذا

این وقت محمد ابن حنفیہ از در در آمد چه دانسته بود که آنحضرت بسیج سفر می کند ونمی دانست بکدام جانب خواهد شتافت امام حسین علیہ السلام فرمود فاین اذهب یا اخی قال انزل مکة فان اطمانت بك الدار فسبیل ذلك وانکن خرجت الی بلاد الیمن فانهم انصار جدك وابیك وهم ارءف الناس وارقهم قلوبا واوسع الناس بلادا فان اطمانت بك الدار والا لحقت بالرمال وشعوب الجبال وجزت من بلد الی بلد حتی ینظر ما یؤل الیه امر الناس فانا اصوب ما تکون رایا حین تستقبل الامر استقبالا ویحکم الله بیننا وبین القوم الفاسقین حسین علیہ السلام فرمود اے برادر بکدام جانب سفر کنم عرض کرد بمکه بشو ودر آنجا باش اگر بر تو مبارک افتاد ونیکو باشد واگر نه بجانب یمن سفر بکن چه ایشان انصار جد تو اند ومردمے مهربان ورقیق القلب می باشند وبلاد ایشان پر نعمت ووسعت است واگر در آنجا نیز آسایشے بدست نشد پیوسته شو به ریگستانها وکوهسارها واز جائے جنبش میکن ونگران باش که سرانجام مردم چه خواهد بود همانا رائے صائب وشدید تر است گاهے که امر حسنه را بدین راه باید شد خداوند حکم می فرماید میان ما وآنان که بطریق فسق وفجوری وند

فقال الحسین علیه السلام یا اخی والله لم یکن فی الدنیا ملجأ ولا مأوی لما بایعت
یزید بن معاویة حسین علیه السلام فرمود اے برادر اگر تمامت عالم و دنیا بے دست من
نشود من با یزید پسر معاویہ بیعت نخواہم کرد۔ این وقت محمد ابن حنفیہ قطع سخن کردہ سخت
بگریست و نیز حسین علیہ السلام ساعتے با او گریان بود ثم قال یا اخی جزاک الله خیرا
لقد نصحت واشرت بالصواب وانا عازم علی الخروج الی مکة وقد تهیأت
لذلک انا واخوتی وبنو اخی وشیعتی وامرهم امری ورایهم رایی واما انت
یا اخی فلا علیک ان تقیم بالمدینة فتکون لی عینا علیهم لا تخفی عنی شیئا
من امورهم فرمود اے برادر ہدایت جزائے خیر باد و بشرط نصیحت بجا بردی و
صواب بہ مصلحت بجا آوردی اینک عزیمت مکہ درست کردہ ام و کار سفر ساختہ ام
و برادران من و فرزندان برادران من و شیعیان من کوچ خواہیم داد و چہ امر ایشان
امر من است و رائے ایشان رائے من است واما تو اے برادر چیزے نیست
اندر مدینہ سکون فرمائی و بر این جماعت نگران در ہیچ امرے از امور ایشان را بر من
پوشیدہ مدار آنگاہ قلم و قرطاس طلب داشت و بر این منوال وصیتے برائے
برادر نگاشت۔
بسم الله الرحمن الرحیم هذا ما اوصی به الحسین بن علی ابن ابیطالب الی اخیه
محمد المعروف بابن الحنفیة ان الحسین یشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک
له وان محمدا عبده ورسوله جاء بالحق من عند الحق وان الجنة والنار حق وان
الساعة آتیة لا ریب فیها وان الله یبعث من فی القبور وانی لم اخرج اشرا ولا
بطرا ولا مفسدا ولا ظالما وانما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی ارید
ان آمر بالمعروف وانهی عن المنکر واسیر بسیرة جدی وابی علی بن ابیطالب
فمن قبلنی بقبول الحق فالله اولی بالحق ومن رد علی هذا اصبر حتی یقضی الله بینی
وبین القوم بالحق وهو خیر الحاکمین وهذه وصیتی یا اخی الیک وما توفیقی
الا بالله علیه توکلت والیه انیب می فرماید کہ این وصیتے است از حسین ابن
علی علیہما السلام بہ برادرش محمد ابن حنفیہ و پس از شہادت بوحدانیت خدا و بہ رسالت
محمد مصطفی صلی الله علیه وآله وسلم آفریدگار از آفریدگان بسفر مایہ جہانا بہشت و دوزخ

حق است و قیامت آمدنیست و خداوند بر می انگیزد مردمان را از قبور۔ اینک من
از مدینہ کوچ نمی دہم در طلب راحت و نشاط و فزونی حشمت و انبساط و ظلم و عناد
در بلاد۔ بلکہ از برائے اصلاح حال امت و باز آوردن مردم از طریق ضلالت
بیرون میشوم و چندانکہ توانم در امر بالمعروف و نہی از منکر بسنت جدم و پدرم کار می کنم
وانکس کہ سخن مرا بپذیرد در رشد خویش دریابد وانکس کہ رد کند بر ستم او شکیبائی میفرمایم
تا خداوند در میان ما حکم فرماید اینست وصیت من با برادرم و نیست توفیقی جز از
خدائے من و من بخدا پناہ بردہ ایم۔

یہی مضمون فتوحات اعثم کوفی میں بھی درج ہے۔ اس سفر سے امام حسین علیہ السلام کا
جو کچھ مقصود تھا وہ پورے طور سے ظاہر ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام نے صاف صاف
اور شگفتہ الفاظ میں اپنے اس سفر کے اصلی اغراض بیان فرمادئے ہیں اور اپنی تمام
تجویزوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ اسلامی تاریخوں کے دیکھنے والوں پر ظاہر ہے
کہ یہ زمانہ مدینہ والوں کے لئے کیسا مصیبت ناک اور وحشت خیز ہو رہا تھا۔ اگر
امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانگی کا پورا سامان نہ فرماتے تو سلطنت کی طرف سے
ضرور اُن فسادات کے الزام آپ کے سر لگائے جاتے۔ اور اگر الزام آپ کے
دشمنوں پر ثابت بھی نہیں ہوتے تاہم بدخواہ وہاں آپ کی طرف اُن فسادات کی افواہ
ضرور مشہور کر دیتے۔

فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے روانگی کے وقت
عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی ملنے آئے۔ عبداللہ ابن عمر نے یزید سے بیعت
کر لینے کی غرض خاطر جان اختیار کرنے کے لئے بہت اصرار کیا۔ مگر امام حسین
علیہ السلام نے نہیں مانا۔ عبداللہ نے کہا کہ اے ابا عبداللہ علیہ السلام اگر تم اس
ارادہ کو پیش نظر سے ترک کر دو اور جس طرح لوگوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے تم
بھی اس سے بیعت کر لو اور اپنے مکان اور اپنے نانا جان کی تربت سے علیحدہ
نہ ہو اور اپنے اوپر اس گروہ کی حجت قائم نہ ہونے دو۔ جس کے لئے آخرت میں
کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یزید سے بیعت نہ کرو تو وہ تمہیں اس کے
[illegible] اور دشمن تمہارا اطمینان سے بیٹھنے نہیں دیگا تا وقتیکہ آپ اس کی

بیعت اختیار نہ کریں اور ممکن ہے کہ یزید کی عمر بہت تھوڑی ہو۔ اور ہم تم اُس کی طرف سے بےخوف ہو جائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ایسی باتوں پر تُف ہے۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تو سمجھ سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں اُسے بیان کر کہ میں اُس غلطی سے باز آ جاؤں۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ آپ غلطی پر نہیں ہیں اور نہ آپ سے ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول صلعم کی دختر کے فرزند کو غلطی اور سہو میں مبتلا کرے مگر آپ نے سُنا ہوگا کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ مبادا یزید آپ کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو اور کوئی حرکت ایسی کر بیٹھے جس کے مقابلہ کی طاقت آپ میں نہ ہو۔ اس لئے مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ چلے چلیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہرگز یزید کی بیعت نہ کرونگا بلکہ اپنے نانا رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت اور اپنے باپ علی مرتضےٰ علیہ السلام کی خصلت کے طریقوں پر چلونگا۔ جو شخص میری اطاعت کریگا اور حق بات کو سُنےگا نیکی اور سلامتی حاصل کریگا اور جو شخص انکار کرکے دائرہ اطاعت سے باہر ہوگا۔ تو میں اُس پر صبر کرونگا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ مجھ میں اور اُس میں فیصلہ کر دیگا۔ اور وہی اچھا حاکم ہے۔ مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۵۲

ہم تو شروع ہی سے یہ دکھلاتے آئے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر بیعت یزید کے لئے ہر شخص سے کوشاں تھے۔ اور ایسے کہ اُس کی بیعت کے منکرین کو صاف صاف باغی اور غدار کا حکم لگاتے تھے۔ یہ گفتگو جو ابھی لکھی گئی اُس سے بھی یہی مضمون نکلتے ہیں۔ ہم کو چونکہ بیعت یزید کے متعلق اس مقام پر کچھ لکھنا ضرور نہیں ہے اس لئے آئندہ ہم کو جو کچھ لکھنا ہوگا وہ یزید کے کیرکٹر میں لکھیں گے۔ اس سے بالکلیہ قطع نظر کرکے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے تمام عزیزو اقارب سے فرداً فرداً رخصت ہوئے اور بنی ہاشم کے تمام محلہ میں کہرام مچ گیا۔ حضرت محمد حنفیہ کے رخصت ہونے کی کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے۔ اب اگر ہم تمام عزیزو اقارب اور اہل وطن سے رخصت ہونے کے حالات لکھیں تو نہایت طول ہوگا۔ اس وجہ سے جیسے مردوں میں صرف محمد حنفیہ رضہ سے رخصت ہونے کا حال لکھا گیا ہے اُسی طرح عورتوں میں حضرت اُم المومنین اُم سلمہ سلام اللہ علیہا کے حالات رخصت کو صرف بیان کرینگے۔ ہم اس کتاب کے آغاز میں لکھ آئے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی پرورش جناب اُم المومنین

ام سلمہ کے سپرد ہوئی تھی۔ امام عالیمقام کو ان کے ساتھ اور اُن کو امام عالیمقام کے ساتھ ایسا کچھ روحانی تعلق تھا جس کا ہر شخص آسانی سے اندازہ کرسکتا ہے۔ ہم ان حالات کو ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

اینوقت ام سلمہؓ عرض کرد اے فرزند چگونہ روا دارم کہ تو آہنگ عراق داری و خود از جدّ تو صلی اللہ علیہ والہ وسلم شنیدم کہ فرمود یقتل ولدی الحسینؑ بارض العراق فی ارض یقال لہ کربلاء فرزندم حسینؑ در عراق کشتہ می شود کہ او را کربلا می گویند فقال لھا یا اماہ انا واللہ اعلم ذلک وانی مقتول لامحالۃ ولیس لہ من ھذا بدّ وانی واللہ لاعرف الیوم الذی اقتل فیہ واعرف من یقتلنی واعرف البقعۃ التی اقتل وادفن فیھا وانی اعرف من یقتل من اھلبیتی وقرابتی وشیعتی وان اردت یا اماہ ارک حفرتی ومضجعی۔

حسین علیہ السلام فرمود اے مادر من سوگند با خدائے من میدانم سرانجام را البتہ کشتہ میشوم و از آں چارہ نیست والبتہ میدانم آں روز را کہ کشتہ می شوم و می شناسم آنکس را کہ مرا می کشد و می شناسم آں بقعہ را کہ در آں مرا بخاک می سپارند و می شناسم آنرا کہ کشتہ می شوند از اہل بیت من و خویشاوندان من و شیعہ من و اگر بخواہم اے مادر قبر خود را با تو نمودار میکنم پس ام سلمہؓ ہائے ہائے بگریست فقال الحسینؑ یا اماہ قد شاء اللہ عزوجل ان یرانی مقتولا مذبوحا ظلما وعدوانا وقد شاء ان یری حرمی ورھطی ونسائی مشردین واطفالی مذبوحین مظلومین ماسورین مقیدین وھم یستغیثون فلا یجدون ناصرا ولا معینا۔

حسین علیہ السلام فرمود اے مادر خدا می خواہد مرا بدست ظلم و عدوان کشتہ و سر بریدہ ببیند و اہل بیت مرا و زنان مرا و جماعت مرا متفرق و پراگندہ دیدار کند و اطفال مرا مظلوم و مذبوح نگرد و ہمگان را اسیر در غل و زنجیر نظارہ فرماید در حالتے کہ ایشان واذلاہ واغوثاہ می گویند و ہیچ ناصرے و معینے نباشد فقال واللہ انی مقتول کذلک وان لم اخرج الی العراق یقتلوننی ایضا فرمود اے مادر قسم بخدا من بدیں شرح کشتہ می شوم اگرچہ بسوئے عراق نروم نیز کشتہ خواہم شد این وقت ام سلمہؓ عرض نمود کہ در نزد من تربتے است کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرا سپردہ است و اینک در قارورہ نہادہ ام پس

حسین علیہ السلام از خاک کربلا پارۂ برگرفت و او را دادہ تا در قارورۂ دیگر نہادہ فرمود این ہر دو را بدار تا گاہے کہ خون اندرین قارورہ موج زند بدان کہ مرا کشتند۔

بہر حال جناب امّ سلمہ سلام اللہ علیہا کو اس سفر کی نسبت جو جو خوف تھے اُنکو امام حسین علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے آپ ہی بیان کر دیا اور تمام اعزا و اقارب سے رخصت ہو کر قبل اس کے کہ آپ مکّہ معظمہ کی راہ اختیار فرمائیں۔ آپ پھر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مطہر میں تشریف لے گئے چنانچہ محمد ابن ابیطالب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

انگاہ دیگر بارہ بر سر قبر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد وقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی انت وامی لقد خرجت من جوارك كرهاً وفرق بيني وبينك واخذت بالانف قهراً ان ابايع يزيد ابن معوية شارب الخمور وراكب الفجور فان فعلت كفرت وان ابيت قتلت فها انا خارج من جوارك كرها على الكرة فعليك منى السلام يا رسول الله۔

عرض کرد پدر و مادرم فدائے تو باد اے رسول خدا از جوار تو بیرون شدم واز حضرت تو دور افتادم ہمانا قہراً بر من سخت گرفتند کہ با یزید شراب خوارہ وعصیان بارہ بیعت کنم۔ اگر بپذیرم براہ کفر رفتم اگر سر برتافتم تا تیغ کیفر یافتم۔ ہاں اے رسول خدا بر تو سلام باد اینک منم کہ باکراہ از پناہ تو دور میشوم۔ ایں وقت او را خوابے فرو گرفت و رسول خدا را دیدار کرد و برو سلام داد وقال یا بنی لقد لحق بی ابوك واخوك وهم مجتمعون فی دار الحيوان ولكنا مشتاقون اليك فعجل بالقدوم الينا واعلم يا بنی ان لك فی الجنة درجة معنا بنور الله فلست تنالها الا بالشهادة وما اقرب قدومك علينا فرمود اے فرزند من اینک پدر و مادر و برادر تو اندر بہشت با من اند و ہمانا بجمال تو مشتاق و بدیدار تو ہم بشتاب ہوئے ما و بدان اے فرزند ہمانا برائے تو در بہشت منزلتے است کہ مخفوف است بنور خداوند و جز بشہادت ادراک آں منزلت نتوانی کرد۔

المختصر جناب امام حسین علیہ السلام نے باطمینان رخصت کی تمام ضروریات کو انجام دیکر اپنے چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ جن میں اٹھارہ بنی فاطمہ تھے۔ اور اگر بچوں کا بھی شمار کیا جائے تو پورے اکیس ۲۱ ہوتے ہیں۔ مدینہ الحنفیہ کو ... رخصت فرمایا اور مکّہ معظمہ کی طرف

روانہ ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کی رخصت کے حالات کو لکھکر۔ ہم کو ضرور ہے کہ عبداللہ ابن زبیر کی مدینہ سے روانگی کی کیفیت بھی لکھدیں کہ ناظرین کو ان دونوں حضرات کے احوال روانگی سے اُن کے دلی مقاصد کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا۔ امام طبری کی تاریخ کبیر میں ہے۔ چونکہ ولید کے پاس اس وقت تک ابن زبیر نہیں آئے تھے۔ اس لئے دوبارہ ان کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ اور جب اس کو بھی ٹال دیا تو ولید نے خفا ہو کر اپنے بہت سے غلاموں کو ان پر مسلّط کر دیا۔ یہ لوگ ابن زبیر کے گھر چڑھ آئے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے یا ابن الکاھلیۃ فوراً امیر کے حضور میں حاضر ہو۔ ورنہ قتل کیا جائیگا۔ یہ نقشہ دیکھکر ابن زبیر نے اپنے بھائی جعفر کو ولید کے پاس بھیجا اور جعفر نے بخوشامد ولید سے کہا کہ اسوقت وہ آپکی طلبی سے متوحش ہو گئے ہیں۔ رات بھر کی مہلت دی جائے اور غلاموں کو واپس بلا لیا جائے کل وہ ضرور حاضر ہونگے۔ ولید نے مان لیا اور غلام واپس بلا لئے گئے۔ یہ وقت فرصت پاکر ابن زبیر صرف ایک جعفر کو ساتھ لیکر شباشب مدینہ سے بھاگئے اور کسی غیر متعارف راہ سے مکہ معظمہ کی طرف راہی ہوئے۔ صبح کو ولید نے ان کے تعاقب میں سواروں کو دوڑایا مگر کہیں پتا نہ لگا۔ ولید کو سارا دن دوا دوش میں گزرا۔ یزید کو جب معلوم ہوا کہ حسین علیہ السلام اور ابن زبیر بغیر بیعت کرنے کے مدینہ سے نکل گئے اور ولید نے کچھ تدارک نہیں کیا تو اس نے برہم ہو کر بجائے ولید کے عمر بن سعید کو حاکم مدینہ مقرر کیا۔ عمر ابن سعید ماہ رمضان میں مدینہ منوّرہ پہنچا اور اُس نے سب سے پہلے یہاں جو کام کیا وہ یہ تھا کہ عمر ابن زبیر کو شحنہ شہر مقرر کر کے عبداللہ ابن زبیر کے ہم نشینوں کو خوب زدوکوب کرایا۔ مدینہ کی اسی پُر آشوبی کی حالت میں عبداللہ ابن مطیع بھی ابن زبیر کے معاون خیال کئے جانے کے قصور میں قید میں پڑے۔ مگر عبداللہ ابن عمر کی سفارش سے چھوٹے۔

اِن واقعات سے کامل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی روش کو ابن زبیر کے طریقہ سفر سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اور نہ آن کے مقاصد کو آن کے مطالب سے کوئی سروکار۔ اسی لئے مخالفین نے بھی ان دونوں حضرات کے سفر کی اصلی اغراض پر کامل طور سے غور کر کے جس کے جیسے اغراض تھے۔ ویسی ہی اسکی فوری سیاست کا بھی انتظام کیا۔

مکّہ معظمہ کے قیام سے لیکر روانگی عراق تک کے حالات

مدینہ منورہ سے نکلتے ہی حضرت مسلم ابن عقیلؑ نے امام حسین علیہ السلام کو شارع عام سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کرنے کی صلاح دی مگر امام حسین علیہ السلام نے منظور نہ فرمایا چنانچہ ابی مخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں فقال لہ ابن عمہ مسلم ابن عقیل یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لو سلکنا غیر الجادۃ کان لنا خیر کما فعل عبد اللہ ابن زبیر فانا نخاف ان یلحقنا رجل یزید فقال لا واللہ ما فارقنا ھذا الطریق ابدا جناب مسلم ابن عقیلؑ نے فرمایا بہتر ہوتا کہ ہم لوگ راہ متعارف چھوڑ کر غیر متعارف اختیار کریں جیسا کہ ابن زبیر نے کیا ہے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ شاید یزید کے آدمی ہیں مل جائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم خدا کی میں شارع عام اور سیدھی راہ کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔

فتوحات اعثم کوفی اور دیگر تاریخوں میں بھی یہی عبارت درج ہے۔ ہمارے معزز ہمعصر صلاح النشائتین کے معتبر مولف تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں نہ خود حسین علیہ السلام نے قیام کیا نہ کسی نے اُن کو وہاں ٹھہرنے کی رائے دی۔ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مدینہ یعنی انصار و فرزندان انصار ہی خواہ اہل بیتؑ ضرور تھے مگر وہ اس عہد میں سخت کمزور اور پریشان حال تھے۔ ان کے ضعف کی ابتدا نزاع سقیفہ کو سمجھنا چاہیئے اور انتہا حکومت بنی امیہ بلکہ خاص عہد امیر معاویہ کو۔ کیونکہ علاوہ پُرانی رنجشوں کے زیادہ بگاڑ یہ ہوا کہ صفین و جمل میں تمام انصار حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے (صلاح النشائتین صفحہ ۵)

امام حسین علیہ السلام اپنے قافلہ کے ہمراہ جب شہر مکّہ کے قریب پہنچے اور دور سے مکّہ کے پہاڑ دکھلائی دئیے تو جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی ولما توجہ تلقاء مدین قال عسی ربی ان یھدینی سواء السبیل مکّہ کے لوگوں نے نہایت تعظیم و تکریم سے ان کا استقبال کیا اور بڑی قدر و منزلت سے پیش آئے۔ بلاد المبین میں تحریر ہے کہ مکہ معظمہ پہنچکر امام علیہ السلام نے قیام فرمایا اکثر لوگ حضرت کی شرف صحبت سے مشرف ہوتے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب عبد اللہ ابن زبیر کو مکہ میں وارد ہونے

چند ہی دن گزرے تھے لیکن اُنہوں نے اتنے ہی دنوں میں باتفاق اہل مکہ اپنی حکومت کا رنگ جمالیا تھا اور وہ رنگ روز بروز شوخ ہوتا جاتا تھا۔ (صفحہ ۴۹)

یہ تو معلوم ہو چکا کہ امام حسین علیہ السلام سے ابن زبیر پہلے پہنچ گئے تھے۔ اور اُنہوں نے مکہ میں آتے ہی اپنی سلطنت کے رنگ جمانے شروع کردئے تھے اور لوگوں کا رجوع بھی ان کی طرف ہونے لگا تھا۔ مگر امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری ان کے حصول مقاصد کے لئے مضر ثابت ہونے لگی اور اہل اسلام ابن زبیر کی حضوری کو ترک کرکے امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرنے لگے اگرچہ امام حسین علیہ السلام کی اغراض اہل اسلام کے ساتھ وہ نہیں تھیں جو ابن زبیر کی۔ اور نہ امام کو اپنے منصب منصوصہ کے اعتبار سے سوائے ہدایت کے ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی سازش یا فریب دہی کی کوئی ضرورت تھی۔ مگر ابن زبیر نے رجوع عام کے ظاہری اسباب کو دیکھکر یقین کر لیا کہ تاوقتیکہ حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف رکھیں گے ہمارے لئے کامیابی نہیں ہوگی چنانچہ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں۔

وکان الحسین علیہ السلام اثقل خلق اللہ علی عبد اللہ ابن الزبیر لانہ کان یطمع ان یبایعہ اہل مکۃ فلما قدم الحسین اختلفوا الیہ وکانوا یصلون معہ ومع ذلک کان عبد اللہ ابن زبیر یختلف الیہ بکرۃ وعشیا۔

یعنی تمام خلق سے زیادہ امام حسینؑ کا وجود عبد اللہ ابن زبیر کو گراں تھا اسلئے کہ عبد اللہ ابن زبیر اس بات کے خواہشمند تھے کہ اہل مکہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں لیکن امام حسین علیہ السلام جب وارد مکہ ہوئے تو لوگ امام حسین علیہ السلام کی طرف آمدورفت کرنے لگے اور انہی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور باوصف اس گرانی کے عبد اللہ ابن زبیر بھی صبح و شام آپ کے پاس آتے تھے۔

اور تاریخ طبری میں ہے وکان الحسین علیہ السلام اثقل خلق اللہ علی ابن الزبیر قد عرف ان اہل الحجاز لا یبایعونہ ولا یبایعونہ ابدا ما دام الحسین بالبلد وان حسینا اعظم فی اعینہم وانفسہم منہ واطوع فی الناس منہ امام حسین علیہ السلام

ترجمہ: خلق خدا سے زیادہ عبد اللہ ابن زبیر پر گراں تھے کیونکہ عبد اللہ جانتے تھے کہ جب تک حسین ابن علی علیہ السلام یہاں ہیں اہل حجاز کبھی میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کرینگے

اور بیشک حسین علیہ السلام کی عظمت اہل حجاز کی نگاہوں میں اور دلوں میں عبداللہ ابن زبیر
سے زیادہ تھی اور یہ لوگ اِن کی اطاعت کے لئے زیادہ مستعد تھے۔
عبداللہ ابن زبیر اس امر کو جنگ جمل کے واقعات سے تجربہ کر چکے تھے۔ کیونکہ حجاز کے
ترک کر دینے پر۔ باوجودیکہ انہوں نے عراق میں اپنے حصول مطالب کے اسباب
فراہم اور اُس کے سامان مستحکم کر لئے تھے اور بصرہ میں خود اور کوفہ میں ابوموسیٰ الاشعری کی
سازشوں سے اپنا قبضہ بٹھلا دیا تھا۔ یہ سب کچھ کر لیا تھا۔ مگر جب جناب امیر المومنین
علیہ السلام موقع پر پہنچ گئے تو ان کے تمام انتظام درہم برہم ہو گئے۔ اور اُن کو اپنی اغراض
ومقاصد میں کامل شکست پہنچائی۔ اس کے علاوہ عبداللہ ابن زبیر میں دو چار اخلاقی
کمزوریاں بھی ایسی تھیں جو تمام اہل اسلام میں طشت ازبام تھیں اور ہر شخص ان کی شکست
اُن معائب کا ضرور یقین رکھتا تھا۔ ان میں سب سے پہلے تو اُم المومنین عائشہ کی تمام
پریشانی اور رسوائی کے اصلی باعث یہی تھے۔ پھر بار الحوأب پہ بلفظ شہادت انہی نے
دلوائی تھی۔ جو باتفاق فریقین اسلام میں سب سے پہلی جھوٹی گواہی تھی جو دی گئی۔ انہی
وجہوں سے اہل عرب عموماً ان کو بروایت استیعاب عبدالبر کی۔ انہ خبیث بخیل [illegible]
نہایت بدخلق اور حد درجہ کا فاسد کہتے تھے۔ اور خلافت کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔
یہی وجہ تھی کہ امام حسین علیہ السلام کے آتے ہی اِن کی طرف سے اہل اسلام کا رجحان کم ہو گیا
یزید کو جب معلوم ہو گیا کہ حسین علیہ السلام اور ابن زبیر بغیر بیعت کئے مدینہ سے
چلے گئے۔ اور ولید نے کچھ تدارک نہ کیا۔ تو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اُس نے برہم ہو کر
بجائے ولید کے عمرو بن سعید کو حاکم مدینہ مقرر کیا۔ عمر ابن سعید نے آتے ہی عمر ابن زبیر کو
شحنۂ شہر مقرر کر کے عبداللہ ابن زبیر کے ہم نشینوں کو خوب زدوکوب کرایا۔ یزید کی یہ عمدہ
تدبیر تھی کہ تمام تشدد اور تنبیہ کا ظاہری رُخ تو ابن زبیر کی طرف تھا اور مقصود یہ
کہ حسین مقتول یا ماخوذ ہوں۔ اور قوی حریف سلطنت کے خوف سے اطمینان ہو۔ مگر ان
مدبروں کو امام حسین علیہ السلام نے سمجھ لیا۔ چنانچہ مذکور ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو جب
وہ بقصد عراق مکہ معظمہ سے نکلے تو فرزدق نے آپ سے کہا کہ قریب حج ہے آپ کیوں
مکہ معظمہ سے نکلے۔ اس کے جواب میں امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا لو لم اعجل لاخذت
اگر میں جلد یہاں سے نہ نکلوں تو گرفتار ہو جاؤنگا۔ صلاح الشامتین [illegible]

امام طبری نے اگرچہ ان مجبوریوں کی کوئی تفصیل نہیں کی ہے۔ مگر ہم اُس کی کافی وجہ بتلائے دیتے ہیں جس کو دیکھکر ہر شخص سمجھ جائیگا کہ امام حسین علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی ایسی جائے امن کو جہاں ایک مچھر کا خون گرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیوں ترک فرمایا۔ اور اپنے حج کو عمرہ منفردہ سے کیوں بدل دیا۔ ہمارے اکثر غلط فہم معاصر کا یہ گمان ہے کہ اہل کوفہ کی ارادت اور عقیدت کے پُرجوش مضامین کو اُن کے خطوط اور قاصدوں کی زبانی معلوم کرکے امام حسین علیہ السلام نے مراسم حج کی اداکاریوں کا انتظار بھی نہیں کیا اور عراق کی راہ لی۔
حقیقت میں یہ اعتراض خاصکر وہی لوگ کرینگے جن کو اسلام کی حقیقت اور امام کی معرفت کی نسبت کچھ بھی اطلاع نہیں ہے۔ ورنہ جو شخص اسلام کے آداب شریعت اور ائمۂ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی ذاتی وصفاتی عظمت وجلالت سے پورا واقف ہے وہ کبھی ایسے توہمات کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتا ہے۔ اور خصوصًا اُس ذات قدسی صفات کی نسبت جس نے اپنے زمانۂ حیات میں پچیس ۲۵ حج پاپیادہ ادا کئے ہوں (طبرانی معجم کبیر)
کیا کوئی اہل اسلام اس وقت یا اُس وقت کسی مسلمان کی نسبت ایسا اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام سے زیادہ حرمت کعبہ اور ثواب حج کا جاننے والا تھا؟
باقی رہا یہ امر کہ وہ کونسی مجبوری تھی جسکی وجہ سے امام نے مکّہ کے قیام کو ترک کیا اور اپنے حج کو عمرہ منفردہ سے بدل ڈالا۔ وہ یہ تھی کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید کی اُن ظاہری سیاستوں کو جو ابن زبیر کی نسبت مشہور کی جاتی تھیں اور اُن کا مقصود انہی کی طرف تھا اچھی طرح معلوم کر لیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ طبری کی عبارت سے اوپر ظاہر ہو چکا۔ اب اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کو یہ بتحقیق خبر ملی کہ میں ایام حج اور احرام کی خاص حالتوں ہی میں مار اجاؤنگا اور میرے قتل کی ضرورت کی وجہ سے حرمت کعبہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا جاویگا۔ اسی جد وجہد اور بند وبست کے لئے یزید نے اپنے آدمیوں کو حاجیوں کے قافلہ میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور اُن کو میرے خون ناحق کی تعمیل پر کامل طور سے مستعد کرکے بھیجا ہے چنانچہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام قندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں اس کے متعلق یہ عبارت لکھتے ہیں۔ وکان فیہ خروج الحسین رضی اللہ عنہ من مکّۃ الی العراق بعد ان طاف وسعی واحل من احرامہ وجعل حجہ عمرۃ مفردۃ لانہ لم یتمکن من اتمام الحجّ مخافۃ ان یقبض علیہ بمکّۃ لان یزید انفذ مع الحجاج ثلاثین رجلا من شیاطین بنی امیّۃ وامرھم بقتل الحسین علیہ السلام

فی کلّ حال یعنی اُسی دن جناب امام حسین علیہ السلام نے طواف خانۂ بیت اللہ وسعی اور تحصیل تحلیل احرام وغیرہ فرما کر اپنے حج کو عمرۂ مفردہ سے بدل ڈالا اور مکّہ سے عراق کی طرف کوچ فرمایا۔ کیونکہ آپ اتمام حج تک وہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ بوجہ اس کے کہ آپ کو خوف لگا ہوا تھا کہ آپ پر اور اس سے بھی زیادہ سختی کی جاوے گی جس کے باعث مکّۂ معظمہ میں خصوصًا موسم حج کے زمانہ میں فساد واقع ہوگا۔ کیونکہ یزید نے شیاطین بنی امیہ میں سے تیس آدمیوں کو قافلۂ حجاج کے ساتھ مخصوص اسی واسطے کر دیا تھا۔ اور اُن کو یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو جس حال سے پائیں قتل کر ڈالیں۔

یہ روایت تاریخ اعثم کوفی۔ مقتل ابی مخنف میں بھی موجود ہے۔ اور امام طبری نے بھی اس کو لکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امام عالی مقام نے مکّہ معظمہ کے قیام کو صرف امن کے خیال سے اختیار فرمایا تھا۔ مگر یہاں بھی جب آپ کو مخالفین کی یہ خفیہ سازشیں معلوم ہوئیں اور اس امر کا یقین ہو گیا کہ بنی امیہ ہماری مخالفت کی پُرجوشیوں میں حرمت کعبہ کا بھی کوئی خیال اور لحاظ نہیں کرینگے اور ہمارے قتل پر ضرور اقدام کرینگے تو آپ نے مکّہ کے قیام سے بھی علیحدگی اور کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ کیونکہ آپ مکّہ میں کسی طرح رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور علے العموم ارشاد فرماتے تھے کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا جس کے ذبح ہونے سے حرمت کعبہ ضائع کی جاوے۔ چنانچہ تاریخ کبیر طبری میں تحریر ہے کہ بعض لوگوں نے اِس قصد سے آپ کو منع کیا تو آپ نے فرمایا۔

واللّٰہ لان اقتل خارجا منہا بشبر احب الیّ من ان اقتل داخلا منہا بشبر وایم اللّٰہ لو کنت فی جحر ھامۃ من ھذہ الھوام لاستخرجونی حتی یقضوا فیّ حاجتھم واللّٰہ لیعتدن علیّ کما اعتدت الیھود فی السبت۔

واللہ اگر میں مکّہ سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ امر مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ بقدر ایک بالشت کے مکّہ کے اندر قتل کیا جاؤں قسم ہے خدا کی کہ اگر میں حشرات الارض میں سے کسی سوراخ میں بھی ہوں تب بھی لوگ مجھے اُس جگہ سے نکال کر ضرور قتل کر ڈالیں گے اور بخدا مجھ پر ایسا ہی ظلم و تعدّی کرینگے جیسا کہ یہود نے سبت میں ظلم و تعدّی کی تھی۔

اب مکّہ میں اپنے قتل ہونے سے اتنی احتیاط کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اوّل تو اسی سے

ظاہر ہے کہ آپ کسی طرح حرمت کعبہ ضائع کرنے کا الزام اپنی طرف عائد ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ آپ کی نظر اپنے جد بزرگوار کی اس مخصوص حدیث پر بھی ضرور تھی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور پیشین گوئی ارشاد فرمایا تھا کہ مکہ میں ایک ایسا قریشی قتل کیا جائیگا جس پر تمام دنیا کا عذاب ہوگا۔ جیسا کہ کنز العمال میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک مرد قریشی دفن ہوگا جس کا نام عبداللہ ہوگا۔ اُس پر عالم کے عذاب کا ایک حصہ ہوگا۔ اور دوسری روایت اسی کنز العمال میں ہے کہ اگر اس شخص کا گناہ تولا جائے تو دونوں جہان کے گناہوں سے زیادہ ہوگا۔ پھر اس کی تیسری روایت میں ہے کہ مکہ میں ایک سردار قریش کی قبر بنے گی جس کا نام عبداللہ ہوگا اسپر نصف عالم کا عذاب ہوگا۔ کنز العمال صفحہ ۳۴۲۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص مدفون ہوگا باشرک وکفر شہر مکہ میں قریش سے جس پر نصف عذاب عالم ہوگا۔

امام حسین علیہ السلام کی احتیاط کی ایک وجہ یہ بھی قائم ہو سکتی ہے۔ زمانہ کا رنگ دشمنوں کی مخالفت اور اُن کی عالم فریبی آپ کو صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ اگر آپ کا خون ناحق یہیں گرایا گیا اور یہ ذبح عظیم بھی قربان گاہ اسمعیلی (منا) کے اصلی مقام پر واقع ہوتا تو آپ کے فضائل و مناقب چھپانے والا اور آپ کے مراتب و مدارج گھٹانے والا فرقہ اس حدیث کا مفہوم ضرور آپ ہی کے دشمنوں کی طرف پھیر دیتا۔ اور پھر آپ کے قتل ہو جانے کے بعد ایک عبداللہ نہیں۔ ہزار عبداللہ مکہ میں مدفون ہوتے مگر وہ عبداللہ گویا عبداللہ ہی جانتے ہم کو اُس وقت کی سیاسی ضرورتیں جنہوں نے اور بہتان اہلبیت علیہم السلام کے متعلق تمام دنیا میں مشہور کر دیئے بتلا رہی ہیں کہ وہ اسی طرح ضرور اس حدیث کے صحیح معنی کو آپ ہی کی طرف عائد کرتے۔ امام حسین علیہ السلام کی یہ احتیاط آپ کی انتہا درجہ کی عاقبت اندیشی کی سچی دلیل ہے۔ چنانچہ ہمارے معزز ہمعصر صاحب صلاح النشاتین تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے اس وقت اپنے خیر خواہوں پر ظاہر کیا تھا کہ میرے لئے اس دور میں کہیں جائے امن نہیں۔ لہذا بپاس حرمت حرم کعبہ میں قتل ہونا گوارا نہ کرونگا۔ اگر ہم محض سیاسی نگاہوں سے اس منظر کو دیکھیں تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسین علیہ السلام کا قصد عراق فرمانا حسن تدبیر کا اعلےٰ نمونہ تھا۔ (صفحہ ۴۳)

بہرحال۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آ جاتے ہیں۔ بہرحال حج کے دن تھے۔ مکہ میں تمام بلادِ اسلامیہ کے لوگ اکٹھے ہوتے جاتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے اس بے وقت سفر سے ہر شخص کو انتشار تھا۔ خالص ہوا خواہوں نے تو اپنے خلوص اور عقیدت کے تقاضوں سے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی اور بہت سے گندم نما جو فروشوں نے سلطنت کی سازش یا اپنی نفسانیت کی خواہش سے آپ کے دلی مدعا کے تجسس اور تلاش کی۔ امام حسین علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کی خواہش کے مطابق جواب دئے۔ ہم ان میں سے صرف چار لوگوں کی گفتگو کو عنقریب قلمبند کریں گے۔
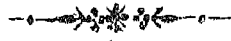
سفرِ عراق اور اہلِ کوفہ کے مفصّل حالات

ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو امام حسین علیہ السلام کی روانگی عراق کے حالات سے آغاز کرتے ہیں مگر قبل اس کے کہ ہم اپنے اصلی مضامین کو شروع کریں ہم کو ضرور ہے کہ ہم کوفہ اور اہلِ کوفہ کے مفصّل حالات مندرج کر دیں۔ جو ہمارے اکثر آنے والے مضامین کی پورے طور سے تائید کریں گے۔ ہم اس کے متعلق اپنی طرف سے کوئی اضافہ کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس مختصر نوٹ کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں جس کو ہمارے معزز ہمعصر صاحب صلائے النشاتین نے نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے۔ وہو ہذا۔

بلاذری نے فتوح البلدان میں کوفہ کا مفصّل ذکر کیا ہے از آنجملہ ملخصاً یہ ہے کہ سرسبز و شاداب سرزمین کوفہ ابتدا میں لشکر اسلام کی ایک بڑی چھاؤنی تھی جس کو سعد ابن وقاص نے سنہ ۱۷ھ میں قائم کیا تھا لیکن پھر سال ہی دو سال میں یہاں مستقل آبادی کی بنا پڑ گئی۔ اہلِ عرب کے لئے جدا جدا محلے قائم ہوئے اور کوفہ ایک وسیع شہر اور حاکمِ عراق کا دار الحکومت ہو گیا۔ شروع آبادی سے تین برس تک سعد ابن وقاص حاکمِ کوفہ رہا لیکن پھر اہلِ کوفہ نے حضرت عمر سے شکایت کی وقالوا انہ لا یحسن الصلوٰۃ اور کہا کہ ان کو ٹھیک نماز پڑھنی اور پڑھانی نہیں آتی۔ اس پر حضرت عمر نے سعد کو معزول کر دیا۔ سعد اہلِ کوفہ کی اس حرکت سے اس قدر برہم ہوئے کہ ان کے حق میں یہ بددعا کی۔ اللّٰھم لا ترض عنہم امیرا و لا ترضہم بامیر۔ خدایا نہ ان سے کوئی امیر راضی ہو اور نہ یہ کسی امیر سے راضی ہوں۔ سعد کے بعد عمار ابن یاسر

رضی اللہ عنہ حاکم کوفہ اور عبداللہ ابن مسعودؓ منتظم بیت المال مقرر ہوئے۔ مگر عمار یاسر
کو بھی اہل کوفہ نے پسند نہ کیا اور یہ کہا کہ یہ امور سیاست سے واقف نہیں ہیں۔ حضرت
عمر نے عمار کو بھی معزول کیا اور اہل کوفہ سے تنگ آ کر کہا من عذیری من اہل الکوفۃ
ان استعملت علیہم القوی فجروہ وان ولیت علیہم الضعیف حقروہ کون ہے
جو کوفیوں سے میرا عذر خواہ ہو۔ حالت یہ ہے کہ اگر کسی قوی کو ان پر حاکم مقرر کرتا ہوں
تو اسے عاجز بنا دیتے ہیں اور اگر کسی ضعیف کو ان پر والی مقرر کرتا ہوں تو اس کی تحقیر کرتے ہیں
اب اس وقت حضرت عمر نے مغیرہ ابن شعبہ کو منتخب کیا اور ان سے کہا کہ اگر میں تم کو حکومت
کوفہ دیدوں تو پھر ایسا تو نہ کروگے جیسا کہ تم پر عیب لگایا گیا تھا (یہ اشارہ ہے ناقابل ذکر
واقعۂ ام جمیل کی طرف جس کو قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بہ سلسلۂ ذکر یزید
ابن زیاد ربیعہ بن مفرغ لکھا ہے۔ اور نیز ہر مبسوط تاریخ میں مفصل مذکور ہے) مغیرہ نے
کہا کہ نہیں۔ چنانچہ مغیرہ حاکم کوفہ مقرر ہوئے۔ اور حضرت عمر کی زندگی بھر وہاں قائم رہے۔
ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے مغیرہ کو معزول کرکے
پھر سعد ابن وقاص کو حکومت دی۔ لیکن ایک ہی سال کے اندر یہ واقعہ پیش آیا کہ سعد نے
بنام نہاد قرض بیت المال سے ایک رقم کثیر لے لی اور جب عبداللہ ابن مسعود منتظم
بیت المال نے اس رقم کی واپسی کا تقاضا کیا تو سعد کو ناگوار گزرا۔ یہاں تک بات بڑھی
کہ سعد نے ابن مسعود کو غلام ہذیل کہا اور ابن مسعود نے تعریضاً سعد کو کمینہ کا جنا کہا۔ حضرت عثمان
کو خبر ہوئی تو انہوں نے سعد کو برخاست کرکے ولید ابن عقبہ ابن معیط کو حاکم کوفہ مقرر کیا۔
ولید پانچ برس تک مسلسل والی کوفہ رہا۔ ابوزبید جو عہد جاہلیت کا مشہور نصرانی شاعر جو
بنی تغلب سے تعلق رکھتا تھا ولید کا مصاحب خاص تھا۔ ولید نے مشہور کیا تھا کہ وہ
میری صحبت میں مسلمان ہو گیا ہے۔ مگر حقیقت میں ولید کو خود اسی کے اثر صحبت سے
مے نوشی کا چسکا پڑ گیا تھا۔ پہلے چھپ کر پیتا تھا۔ لیکن جب زیادہ بڑھ گئی تو راز فاش ہو گیا۔
کوفیوں نے دربار خلافت میں شکایت کی کہ شرابخوار امیر کو یہاں سے ہٹا دیا جاوے۔ چنانچہ
عبداللہ معزول ہوا اور اس کی جگہ سعید ابن العاص اموی بھیجے گئے۔ سعید نے چند روز حالات کوفہ
کا تماشا دیکھ کر کے دربار خلافت میں رپورٹ کی کہ یہاں سخت ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی
ہے۔ ادھر ادھر کے گنوار، دل کے قبیلے جو آ کر یہاں آباد ہو گئے ہیں انہی کا زور ہے اور وہ

ارباب شرف جنہوں نے قدیم ناموریاں حاصل کی ہیں، بے اثر ہوتے جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس رپورٹ پر انتظامی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کی جائے۔ حضرت عثمان نے اہل حجاز کو ترغیب دی کہ عراق کی حالت اچھی نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ وہاں سے اپنے تعلقات کو اٹھالیں اور وہاں کی جائداد دیکر اُنکی عوض حجاز میں خریدلیں۔

بہرکیف سعید نے حتے الوسع درستی نظم ونسق میں سعی کی مگر سوء اتفاق سے ایک روز باتوں باتوں میں سعید کی زبان سے نکل گیا کہ ھذا السواد بستان القریش یہ سرسبز خطہ عراق قریش کا باغیچہ ہے۔ جملہ حاضرین جلسہ کو جن میں بیشتر سرداران عراق تھے ناگوار ہوا اور اشتر نخعی نے برہم ہوکر کہا اتزعم ان السواد الذی افاء اللہ علینا باسیافنا بستان لک و لقومک واہ۔ تم یہ زعم کرتے ہو کہ جس سواد پر خدا نے ہماری تلواروں کے زور سے ہمیں قابض کیا وہ تمہارا اور تمہاری قوم کا باغیچہ ہے۔ غرضکہ اسی وقت سے برابر کشیدگی بڑھتی اور آخر یہ ہوا کہ ۳۴ھ ہجری میں کوفیوں نے سعید کو نکال دیا۔ سعید کی جگہ حضرت عثمان نے ابو موسے الاشعری کو بھیجا۔ ان کے وقت میں کوفیوں کی سرکشی اتنی بڑھی کہ بروایت ابن خلدون اہل عراق نے عامر ابن قیس کو جو مرد زاہد مشہور تھا۔ وکیل مقرر کرکے دارالخلافت میں بھیجا۔ عامر نے عین دربار میں حضرت عثمان سے کہا کہ آپ سے بڑے بڑے معاملوں میں غلطیاں ہوئیں اور اب مسلمان آپ کے بار خلافت کے متحمل ہو نہیں سکتے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ آپ خلافت سے استعفا دیکر کنارہ گزیں ہو جائیں۔ بعد ازاں اہل مصر اور اہل بصرہ کے ساتھ کوفی بھی اُس یورش میں شریک ہوئے جس میں حضرت عثمان قتل ہوئے۔ اس ہنگامہ کے وقت اہل بصرہ کی آمد ورفت طلحہ کے پاس اور اہل کوفہ کی زبیر کے پاس اور اہل مصر کی علی علیہ السلام کے پاس تھی۔ لیکن جب حضرت عثمان کے بعد مہاجرین وانصار اور خود طلحہ اور زبیر نے علی علیہ السلام کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو اہل کوفہ اور اہل بصرہ سب نے اُن کی اطاعت قبول کرلی۔

کوفہ کے متعلق یہاں تک جس قدر واقعات تھے نقل ہوئے اُن سے اندازہ ہوگا کہ کوفہ بدنظمی اور شورش کا مخزن تھا۔ حضرت عثمان تو خود ایک ضعیف خلیفہ تھے۔ حضرت عمر بھی اہل کوفہ سے عاجز آگئے تھے۔ اور اس ملک کو مغیرہ کے حوالہ کرکے انہوں نے اپنی جان بچائی تھی لیکن باوجود اس حالت کے جب امیر المومنین علی علیہ السلام کوفہ کو دارالخلافہ...

فرا دیکھ وہاں تشریف فرما ہوئے تو ان کے فیض مواعظ اور حسن سیاست سے اہل کوفہ
کی بہت کچھ اصلاح ہوئی۔ حتےٰ کہ علی علیہ السلام نے جنگ جمل و صفین میں کوفیوں سے
خوب کام لیا۔ مگر جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر عبداللہ ابن ابی ایسے
منافقوں سے خالی نہیں رہا اور ان کی وجہ سے بارہا ناگہانی ہزیمتیں اور نقصان آنحضرتؐ
کو اٹھانا پڑے۔ اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر بھی اس قسم کے احمق شریروں
سے خالی نہیں تھا چنانچہ یہی احمق گروہ دفعتاً عمرو عاص کے دام مزور میں پھنس کر خارجی
ہوگیا۔ امیر المومنین علیہ السلام کی مدبرانہ قوت نے اگرچہ فوراً اس ضعف کا تدارک
کیا اور فتنہ خوارج کو فرو کرکے پھر اہل عراق کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے تیار کر لیا مگر افسوس
کہ امیر المومنین علیہ السلام کے یکایک شہید ہونے سے عراق و حجاز میں ایک ہولناک
انقلاب وقوع میں آیا اور اسی حالت میں باغیوں نے بعض سرپرست سرداران عراق
سے سازش کرکے دار الخلافت کی طرف فوجیں بڑھا دیں حسن علیہ السلام نے جو فوج
اس یورش کے روکنے کو بھیجی۔ اہل سازش نے جھوٹی خبریں اڑا کر اس فوج میں بھی تفرقہ
ڈال دیا۔ بلکہ خاص کیمپ میں بھی ایسی شورش پھیلا دی کہ خود امام حسن علیہ السلام زخمی
ہوئے۔ اب سوائے صلح کے کوئی چارہ مسلمانوں کی جانبری کا نظر نہیں آیا۔ لہذا مجبوراً صلح
پر رضامندی ظاہر کی گئی۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ صلح ان شرطوں پر
ہوئی کہ معاویہ اپنے حین حیات حکمرانی کریں مگر ان کو اہل حجاز و عراق سے ان وظائف
کے ضبط کرنے کا منشا نہ ہوگا جو علی علیہ السلام کے مقرر کئے ہوئے تھے۔ ابن جریر نے یہی
لکھا ہے۔ وقد صالح الحسن علیہ السلام معویۃ علی امان [illegible] علی حیث
[illegible] صلح تھی کہ شیعیان علی علیہ السلام عام ہیں [illegible] ان کے امن
وامان [illegible] تعرض اور دراز دستی نہ کی جائے گی۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ [illegible]
نے معاویہ کو ترغیب دی کہ ان شرطوں پر صلح نہ کرو بلکہ وقت ہے کہ بزور شمشیر
سلطنت پر قبضہ کر لو۔ مگر معاویہ نے اس رائے کو نہ مانا کیونکہ ان کو خبر تھی [illegible] سے
کہ حسن ابن علی علیہما السلام چالیس ہزار اہل عراق سے جہاد کے لئے بیعت لے چکے ہیں
ملک پر قبضہ کرنے کے بعد امیر معاویہ نے شروط [illegible] خلاف ورزی [illegible]
[illegible]

پیروان علی علیہ السلام کو برباد کرنا شروع کیا۔ چنانچہ خود عبیداللہ ابن زیاد نے جبکہ یزید نے اسے حاکم کوفہ کیا۔ ہانی ابن عروہ پر احسان جتانا شروع کیا اور کہا کہ یا ھانی اما تعلمان ابی قدم ھذا البلد فلم یترك احدا من ھذه الشیعة الا قتله غیر ابیك ہانی۔ آیا تو نہیں جانتا کہ میرا باپ (بعہد معاویہ) حاکم کوفہ ہوکر آیا تو اُس نے شیعوں میں سے سوائے تیرے باپ کے اور کسی کو نہیں چھوڑا۔

زیاد کی نسبت اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ امیر معاویہ کو سلطان بنانا اسی کا کام تھا۔ بلکہ ابن جریر طبری نے صاف صاف لکھدیا ہے وکان زیاد اوّل شدّ امر السلطان واکد الملك لمعوية والزم الناس الطاعة وتقدم فی العقوبة وجرّد السیف واخذ بالظنة وعاقب علی الشبهة وخافه الناس زیاد ہی وہ شخص ہے جس نے حاکم وقت (معاویہ) کی سلطنت کو قوی کیا اور اُس کے تمام امور کو درست و چست کیا اور تمام لوگوں سے اُس کی بیعت لی اور تمام لوگوں پر سختی کی اور اُن کو صرف ظن اور شبہ کے لیے ہی قتل کر ڈالا۔ اور تمام لوگوں کو ڈرایا۔

ہاں۔ اس موقع پر یہ بھی ظاہر کردینا ضروری ہے کہ پدر ہانی کو زیاد نے بظاہر مروت کی راہ سے نہیں چھوڑا تھا بلکہ عروہ پدر ہانی ایک مقتدر اور محتشم شخص تھا۔ اور اُسکا قتل کرنا چنداں آسان نہیں تھا۔ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ ہانی جب کسی مہم پر نکلتا تھا تو بارہ ہزار سپاہی اُس کے ہمراہ رکاب میں ہوتے تھے اور جب وہ اُن قبیلوں کو بھی جو اُس کے حلیف تھے جمع کرلیتا تھا تو بیس ہزار کی جمعیت ہوجاتی تھی۔

غرضکہ اس طوفان خونریزی نے اکثر جو قبیلے اور خیرخواہ شیعوں کا خاتمہ کردیا تھا۔ البتہ وہ جو جانبر ہوئے جن کے قبیلے اور جتھے قوی اور صاحب شوکت تھے۔ یا وہ بچے جنہوں نے بحکم ضرورت دشمنوں سے مدارا پیش آنا شروع کیا۔ لیکن پھر بھی شیعوں کی تعداد عراق میں ہر جگہ سے زیادہ تھی۔

امیر معاویہ نے جب اپنا پیالۂ عمر لبریز کرکے ساتھ حکومت یزید پر تخواہ کو دیا اور مملکت میں ایک عظیم رد و شور ہوا تو پیروان علی علیہ السلام نے اسی وقت فوراً کوفہ میں سلیمان ابن صرد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر ایک بڑا جلسہ کیا جس میں باہمدگر عہد کیا گیا کہ نصرت اہلبیت اطہار میں اپنی جان و مال کو دریغ نہ کرینگے چنانچہ بالاتفاق فرزند

توصاف صاف الزامی الفاظ سند رج تھے۔ تو اب ضرور ہوا کہ امام زمانہ ان کے معاملات میں اُن کی ظاہری روش پر اعتبار کرکے وہی طریقہ اختیار فرمائے جو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ظاہر نما گروہ کے ساتھ قائم رکھے تھے۔

المختصر اُن کے متواتر خطوط اور کثرت اشتیاق اور اظہار عقیدت کو ملاحظہ فرما کر جیسا ہمارے معزز ہمعصر نے تحریر فرمایا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ تحریر زیب رقم فرمائی جسکو ہم بجنسہ ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من الحسینؑ ابن علیؑ الی الملاء من المؤمنین والمسلمین اما بعد فان ھانیا وسعیدا قدما علی بکتبکم وکانا اخر من قدم علی من رسلکم وقد فھمت کل الذی اقتصصتم وذکرتم ومقالۃ جلکم انہ لیس علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا لک الی الحق والھدی وانا باعث الیکم اخی وابن عمی و ثقتی من اھل بیتی مسلم ابن عقیل فان کتب الی انہ قد اجتمع رای ملاءکم وذوی الحجی والفضل منکم علی مثل ما قدمت بہ رسلکم وقرات فی کتابکم فانی اقدم الیکم وشیکا انشاء اللہ تعالی فلعمری ما الامام الا الحاکم بالکتاب القائم بالقسط الدائن بدین الحق الحابس نفسہ علی ذلک للہ والسلام

یہ خط ہے حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے جمیع مومنین و مسلمین کے نام۔ واضح ہو کہ سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خط لیکر آئے اور تمہارے نام کے سابق و لاحق خطوط میں جو مقاصد مرقوم تھے۔ میں نے اُن کو سمجھا۔ تم نے باتفاق اپنے تمام نامہ و پیام میں ظاہر کیا ہے کہ ہم لوگوں کی ہدایت کے لئے کوئی امام نہیں تم آؤ امید ہے کہ خدا ہم سب کو تمہاری رہنمائی سے راہ راست اور مسلک حق پر فائز فرماوے لہٰذا میں اپنے برادر عم زاد و معتمد کو بھیجتا ہوں اور اُن کو میں نے حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے حالات اور معاملات سے آگاہی حاصل کرکے حقیقت امر سے مجھے مطلع کردیں پس اگر انہوں نے لکھا کہ تم سب خاص و عام باتفاق طالب حق ہو اور نصرت حق پر آمادہ ہو اور تم میں جو ارباب عقل و فضل ہیں وہ سب تم سے متفق الرائے ہیں۔ جیسا کہ تم اپنے خطوط میں ظاہر کرچکے ہو تو انشاءاللہ تعالےٰ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچتا ہوں اور نیز واضح رہے کہ امام بس وہی امام ہے جو مطابق کتاب خدا عمل کرے اور طریق عدل و حق پر قائم ہو اور اپنے نفس کو ہمیشہ احکام خدا و رسول اللہ صلے اللہ

راستہ میں حضرت مسلم ابن عقیل پر گزرے اُن کو اپنی ضرورت سے زائد خیال فرما کر چھوڑ دیا ہے۔ چونکہ ہمارا مدعائے تالیف تمام حالات کی تفصیل کا ابتدا سے ذمہ دار ہے۔ اس لئے ہم کو ضرور ہے کہ ہم ان کے حالات کو بھی اُسی تفصیل سے قلمبند کریں۔

مقتل ابی مخنف میں یہ عبارت درج ہے۔

فارسل مسلم مع الدليلين وفى اثناء الطريق ضلّا ة ومات احدهما عطشا فتطير مسلم فبعث الى الحسين عليه السلام بخبره بذلك ويستعفيه عن المسير الى الكوفة فبعث اليه بامره بالمسير الى ما امره ولا تنساد فى وقته وساعته

امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم ابن عقیلؑ کو دو راہبروں کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ اتفاق وقت سے وہ راہ بھول گئے اور اُن میں سے ایک آدمی مارے پیاس کے مرگیا۔ پس حضرت مسلمؑ نے اس کو شگون بد سمجھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو لکھ بھیجا اور اپنے لئے اس سفر سے واپس آنے کی تحریک کی مگر امام حسین علیہ السلام نے انہیں یہ لکھ بھیجا کہ تم جاؤ وقت یا فساد ساعت پر کچھ خیال نہ کرو اور جس طرف جاتے ہو اُس طرف چلے جاؤ۔ فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ میں ان واقعات کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ اُسکی عبارت یہ ہے۔

حضرت مسلمؑ نے قبیلہ قیس ابن غیلان کے دو رہبر ساتھ لئے کہ غیر معروف راستہ سے کوفہ میں پہنچا دیں۔ کچھ روز چلکر دونوں راہبر راستہ بھول گئے۔ اور غلطی سے ایسے میدان میں جا پڑے جہاں پانی کا نام و نشان نہیں تھا۔ انجام کار یہ دونوں راہبر پیاس کی شدت سے مرگئے۔ اب حضرت مسلمؑ بہت پریشان ہوئے اور بہراساں ہو کر ادھر اُدھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کسی جگہ پانی نہیں ملا۔ آخر کار ایک گاؤں مضیق نام میں پہنچکر پانی پیا۔ گھیوں مویشیوں اور گھوڑوں کو بھی پانی دیا۔ پھر کچھ دیر آرام لیکر امام حسین علیہ السلام کے نام خط لکھا اور اُس میں یہ بھی تحریر کیا کہ یہ سفر مجھے مبارک نہیں ہوا۔ فال بد معلوم ہوتی ہے۔

ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۵۵

ایک روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ جسوقت حضرت مسلمؑ کو پانی دستیاب ہوا اُس وقت اُنہوں نے اپنے مُردہ راہبروں کی لاشوں کو غسل دیکر مدفون کیا۔ بہرحال۔ حضرت مسلمؑ کے اس خط کا جواب جو امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا وہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من الحسین ابن علیؑ الی ابن عمہ مسلم ابن عقیل اما بعد فقد خشیت ان لا یکون حملک علی الکتاب الی فی الاستعفاء من التوجہ الذی وجھتک الا الجبن فامض لوجھک الذی وجھتک یا بن عم انی سمعت جدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم یقول ما منا اھل البیت من تطیر ولا تطیر بہ فاذا قرات کتابی فامض علی ما امرتک والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ خط حسین ابن علی کی طرف سے مسلم ابن عقیلؑ کو لکھا گیا ہے۔ میری دانست میں تم سے تمہارے خوف نے یہ خط میرے نام لکھوایا ہے اور اسی لئے تم نے اس سفر سے جو تمہیں درپیش ہے اپنے فسخ عزم کی رائے ظاہر کی ہے۔ تم یقین کر لو کہ میں نے اپنے نانا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم اہلبیتؑ کبھی فال نہیں لیتے اور نہ کسی کو اپنے لئے فال لئے جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ پس جب تم میرا یہ خط پاؤ تو فوراً جس طرف میں نے تمہیں بھیجا ہے چلے جاؤ۔ اور جس کام کے لئے تمہیں مامور کیا ہے اسے بجا لاؤ۔ اور کوفہ کی طرف کوچ کرو۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ حکم پا کر حضرت مسلمؑ کوفہ کو روانہ ہو گئے۔ اور نہایت عجلت سے مسافت طے کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ اور مختار ابن عبیدہ ثقفی اور بروایتے سلیمان ابن صرد خزاعی کے مکان میں فرود ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر جوق جوق اہل کوفہ حاضر ہو کر داخل بیعت ہونے لگے۔ حتے کہ چند روز میں ہزار آدمیوں نے سعادت بیعت حاصل کی صفحہ ۱۵۱۔ البلاء المبین۔

عموماً تاریخوں میں اٹھارہ ہزار آدمیوں کے بیعت کرنے پر اتفاق ہے۔ چنانچہ مقتل ابو مخنف میں یہ عبارت درج ہے فاجتمع الناس الیہ فبایعہ ثمانیۃ عشر الف رجل ان بیعت کرنے والے حضرات میں ہم صرف دو حضرات کی سچی پرجوشی اور اصلی عقیدت کو ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وھو ھذا۔

چون مسلم نگریست کہ مجلس از بزرگان کوفہ آگندہ است مکتوب حسین علیہ السلام را برآورد و برآں جماعت قرأت نمود۔ مردم ازیں بشارت واشتیاق گفت شدند و آغاز گریہ فرحت نمودند و با مسلم دست بیعت قرار دادند و پیمان متابعت استوار نمودند و روز از روز انقیاد و ازدحام برافزود چندانکہ ہیجدہ ہزار کس با مسلم بیعت کرد و شرط متابعت بجامی آورد۔ اینوقت عابسؓ بکری بپائے برخواست و خدارا

سپاس گفت و مصطفیٰ علیہ السلام را دید و فرستاد و رو بمسلم آورد و قال انی لست اعلم
ما فی قلوب الناس ولکن اخبرک بنفسی و اذا دعوتمونی اجبتکم و اضرب بسیفی
عدوکم حتی القی اللہ عزوجل گفت من بر ضمیر مردم دانا نیستم لکن از اندیشہ خویشتن ترا آگاہی
میدہم روزے کہ بخوانید مرا شمارا اجابت کنم و دشمن شمارا بزنم با شمشیر خویش تا گاہے کہ در
راہ خدا کشتہ شوم این بگفت و بنشست پس حبیب ابن مظاہرؓ برخاست و بجائے او
نگران شد و قال یرحمک اللہ تعالیٰ قد قضیت ما علیک انا واللہ علیٰ مثل ذالک
فرمود اے عابس خدا از رحمت کند و آنچہ بر تو واجب بود قضا فرمودی سوگند با خدائے من
نیز بر آں عقیدہ ام کہ تو باشی۔ صفحہ ۱۰۷

حضرت مسلم کے خاص حالات میں صاحب مصباح الشائقین لکھتے ہیں۔

جب حضرت مسلمؑ داخل کوفہ ہوئے تو اہل کوفہ نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور
ان کو مطمئن کر دیا کہ ہم نصرت و اطاعت کو حاضر ہیں۔ اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بیعت
لینے کے بعد حضرت مسلم نے تقریباً گیارہ ذیقعد کو عابس ابن شبیب کے ہاتھ امام حسین
علیہ السلام کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا۔ سب واقف ہیں کہ پیش رو قافلہ اپنے اہل قافلہ
سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار میرے
ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اب مناسب یہ ہے کہ آپ بہت جلد یہاں تشریف لائیے
کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں اور سب نے آل معاویہ سے قطع تعلق کیا ہے
اس وقت یزید کی طرف سے نعمان ابن بشیر حاکم کوفہ تھا چونکہ اس نے حضرت مسلمؑ کی طرف
اعراض کیا یہ بات ہوا خواہان دولت کو ناگوار ہوئی تو چنانچہ مسلم ابن سعید حضرمی اور عمارہ
ابن ولید اور عمر ابن سعد ابن ابی وقاص نے یزید کو لکھ بھیجا کہ مسلم ابن عقیل یہاں فوج جمع
کر رہے ہیں اور کوفہ ہاتھ سے جایا چاہتا ہے۔ اگر بچانا منظور ہے تو کسی ایسے شخص کو بھیجو
جو دشمن کچلنے میں تمہارا قائم مقام ہو۔ یزید نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ارکین دولت سے
مشورہ لیا اور اپنے باپ کے منشی سرجون رومی کی ہدایت کے مطابق عبید اللہ ابن زیاد
والی بصرہ کو یہ فرمان بھیجا۔ ہمارے خیر خواہوں نے [illegible] اطلاع دی ہے کہ ابن عقیل
مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی غرض سے کوفہ میں لشکر جمع کر رہے ہیں لہٰذا تم اس نامہ کو
دیکھتے ہی وہاں پہنچو اور نہایت سرگرمی سے پتہ لگا کر اس کو قید کرو یا قتل کرو یا شہر سے نکال دو

جب یہ فرمان ابن زیاد کے پاس پہنچا اُس نے یہ حکم دیا کہ بہت جلد سامان سفر مہیا کیا جائے
کل کوفہ کی طرف کوچ ہوگا۔ عجیب اتفاق ہے کہ اُسی شب جس کی صبح کو ابن زیاد روانۂ کوفہ
ہوگا۔ منذر ابن جارود نے امام حسین علیہ السلام کا ایک خط ابن زیاد کو دکھایا جو اُسی منذر اور
دیگر اشراف بصرہ مالک ابن مسمع۔ احنف ابن قیس۔ مسعود ابن عمر۔ قیس ابن ہیثم اور عمرو
ابن عبید اللہ ابن معمر کے نام تھا اور اُس کا خلاصۂ مضمون یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام نے اوّل
یہ ظاہر فرمایا کہ ہم جانشین و وصی و وارث رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں پھر تحریر فرمایا تھا
کہ فرمانروایان حال نے شرع نبوی کو مٹا ڈالا ہے اور بدعتوں کو رواج دیا ہے لہٰذا میں تمکو
کتاب خدا اور سنّت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت کرتا ہوں۔ اگر تم میری
اطاعت کروگے اور فرمان پذیری پر رضامند ہوجاؤگے تو تمہیں سبیل ارشاد کی طرف ہدایت کرونگا
بیان کیا گیا ہے کہ منذر نے محض اس خوف سے خط دکھا دیا کہ مبادا یہ خط جعلی ہو اور یزید یا
ابن زیاد نے ہم لوگوں کے دلوں کو ٹٹولنے کے لئے یہ مکر کیا ہو۔ غرض ابن زیاد نے تو خط
دیکھتے ہی اوّل نامہ بر کو گرفتار کرکے قتل کرایا۔ پھر رؤسائے بصرہ میں سے صرف شریک
ابن الاعور کو اپنے ہمراہ لیا اور مسلم ابن عمر باہلی جو یزید کا فرمان لایا تھا وہ بھی ساتھ ہوا۔ شریک
کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ شیعہ علی علیہ السلام تھا۔ ہمراہ میں ایک جگہ بیماری کا بہانہ کرکے
رک گیا۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح ابن زیاد رستہ میں رک جائے اور ایک روز تک اور امام حسین
علیہ السلام اس سے پیشتر پہنچکر کوفہ پر اپنا قبضہ کرلیں۔ اس منصوبہ میں شریک کے اور لوگ بھی
شریک تھے۔ مگر ابن زیاد نے اس کے رکنے کی پرواہ نہیں کی۔ اور بے پرواہ رواں دواں داخل کوفہ
ہوا۔ چونکہ ابن زیاد کا داخلہ شب کے وقت ہوا اور اُن دنوں حسین علیہ السلام کی خبر گرم تھی۔
اس لئے لوگوں کو دھوکا ہوا اور ہر طرف مَرحَبًا بِکَ یَا ابنَ رَسُولِ اللہ کی صدائیں بلند
ہونے لگیں۔ نعمان بھی یہ غلغلہ سنکر دارالامارۃ میں بند ہوگیا مگر جب یہ معلوم ہوا کہ ابن زیاد ہے تو
قصر کا پھاٹک کھول دیا گیا۔ ابن زیاد اندر داخل ہوا اور اہل کوفہ جو خوشی خوشی ساتھ دوڑے
ہوئے تھے۔ حیران ہو کر واپس آئے۔ صبح کو ابن زیاد نے دارالامارۃ میں عمائد کوفہ اور شیوخ
قبائل کو جمع کرکے اوّل تخویف آمیز باتوں سے اُن کے ہوش و حواس کو پراگندہ کردیا پھر
ان لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے محلہ اور قبیلوں میں جن جن کی بابت کچھ بھی مخالف حکومت باتیں
[illegible] فہرست پیش کریں۔ ورنہ وظیفہ بند اور معافیاں ضبط کی جائینگی بلکہ چھپانے والا

گو کیسا ہی معتمد اور معزز کیوں نہ ہو قتل کیا جائے گا۔ اور اُس کا گھر بار لوٹ لیا جائیگا۔ کوفیوں میں جو ہوا خواہ بنی امیہ تھے اب وہ قوی دل ہوگئے اور ابن زیاد کی سطوت و شجاعت کو رونق دینے لگے۔ ابن زیاد نے تنہا تخویف و تہدید سے کام نہیں لیا بلکہ سرداران قبائل کے گھر رشوت سے بھر دیئے۔ حضرت مسلم علیہ السلام کے لئے خاص جو حکم دیا گیا اُس کو ہم ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ابن زیاد برخاست و با جماعت در مسجد نماز گزاشت و چون آنگاہ بر منبر صعود نمود و خدا را سپاس و ثنا گفت و ثم قال اما بعد فان ابن عقیل السفیه الجاهل قد اتی ما رأیتم من الخلاف والشقاق فبرئت ذمة الله من رجل وجدناه فی داره ومن جاء به فله دیته اتقوا الله عباد الله والزموا طاعتکم وبیعتکم ولا تجعلوا علی انفسکم سبیلا گفت اے مردم نگریستید پسر عقیل را کہ مردے سفیه و جاهل بود چه مایه خلاف و شقاق انگیخت همانا مردے کہ با مسلم در سرائے او بیابیم مالش مباح و خونش هدر است و آنکس کہ مسلم را نزد من حاضر کند بہائے دیت او را بدو دہیم هاں اے مردم از خدا بترسید و طاعت خود را از دست باز ندهید و بیعت خود را بپائے خویش متہم و خویشتن را در خطر مگذارید

ناسخ التواریخ صفحہ ۱۴۱

ہمارے معزز ہمعصر حضرت مسلم کا باقی ماندہ واقعہ اس عبارت میں لکھتے ہیں۔ ابن زیاد نے انہیں تخویف و تہدید سے کام نہیں لیا بلکہ سرداران کوفہ کے گھر رشوت سے بھر دیئے۔ اسوقت تک حضرت مسلم مختار ثقفی رضہ کے گھر میں فروکش تھے مگر رنگ بگڑا ہوا دیکھ کر ہانی ابن عروہ رضہ کے یہاں آکر مقیم ہوئے اور بدستور یہاں بھی بیش و کم لوگوں کی آمد و شد کا سلسلہ جاری رہا۔ شریک ابن الاعور بھی بصرہ سے ہانی میں آ ٹھہرا تھا اتفاق سے وہ علیل ہوگیا۔ ابن زیاد نے اُس کی علالت کی خبر سنکر کہلا بھیجا کہ کل میں تمہاری عیادت کو آؤنگا۔ شریک نے حضرت مسلم سے کہا کہ جس وقت ابن زیاد آئے اور میرے پاس بیٹھے اور میں موقع پاکر پانی مانگوں گا تو تم فوراً نکل آنا اور اُس کا کام تمام کردینا۔ اس کے بعد کوفہ تمہارا ہے اور میں پھر صحت پاکر تمہارے مدعا کے موافق بصرہ میں بھی انتظام کرلونگا اور تمام عراق پر تمہارا قبضہ ہوجائے گا۔ دوسرے روز ابن زیاد آیا اور شریک کے ساتھ باتوں میں مشغول ہوگیا۔ صرف ایک غلام اس کے ساتھ تھا۔ شریک نے عمدہ موقع پاکر

پانی مانگا۔ اور پھر دیر تک حضرت مسلمؑ کے نکلنے کا انتظار کرکے ہذیان کا لہجہ میں یہ شعر پڑھنا شروع کیا ؎

ما تنظرون بسلمی لا تحیوھا	اسقونیھا وان کانت بھا نفسی

مگر حضرت مسلمؑ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی جب ابن زیاد چلا گیا تو شریک نے حضرت مسلمؑ سے پوچھا کہ آپ نے ابن زیاد کو کیوں نہ قتل کیا حضرت مسلمؑ نے کہا دو وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ایک تو یہ کہ ہانی نے اپنے گھر میں اس قتل کا ہونا ناپسند کیا دوسرے یہ کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ ان الایمان قید الفتک ولا یفتک مومن کسی کو اچانک مار ڈالنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔

اکثر بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسلمؑ اگر ابن زیاد کو قتل کرڈالتے تو بعد ازاں جو کچھ ظلم آل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئے ان کو انتقام کے نام سے تعبیر کیا جاتا۔ مگر مجھ کو اس رائے سے اتفاق نہیں بلکہ میں شریک کا ہم خیال ہوں ہمارے لائق ہمعصر کی یہ رائے کہاں تک صحیح ہے۔ اس کی نسبت میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھ سکتا۔ مگر ہاں اپنی کتاب کے ناظرین کو اتنا ضرور دکھلا دونگا کہ اہلبیت طاہرینؑ کے سفیر سے کس گروہ کا ہر ایک ممبر اپنے جد بزرگوار کی پاک شریعت کی پابندی اتنی سختی اور اتنی احتیاط سے کرتا ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ حضرت مسلمؑ معصوم نہیں تھے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ جب غیر معصوم سے ایسی احتیاط اور سختی سے شریعت کی پابندی دیکھی جاتی ہے تو اس مقدس طبقہ میں وہ بزرگوار جو منجانب اللہ معصوم ہیں کس قدر ان معاملات میں محتاط ہونگے۔

بہرحال۔ اس کے بعد ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں کہ احوال یہ ہے کہ شریک نے اس واقعہ کے تیسرے روز اسی مرض میں دنیا سے رحلت کی اور اسی عرصہ میں ابن زیاد کے مکار غلام معقل نے جو کوفہ میں شیعہ بنا ہوا پڑا پھرتا تھا۔ حضرت مسلم علیہ السلام کا پتہ لگایا۔ ہمارے معزز ہمعصر نے اپنے مدعائے تالیف کی ضرورت سے معقل کے واقعہ کا صرف خلاصہ تحریر فرمایا ہے۔ ہم معقل کی مکاری اور عیاری تاریخ طبری کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وہو ہذا

جب ابن زیاد کو یہ اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ مسلم بن عقیل ابھی تک کوفہ میں ہیں تو اس نے شدید

پتہ لگایا کہ مسلمؑ ہانی ابن عروہ کے گھر پوشیدہ ہیں تو اس نے اس خیال سے کہ مسلمؑ کی گرفتاری کے بعد شاید ہانی انکار کر جائے معقل کو ہانی کے گھر کچھ روپیہ لیکر بھیجا اور اس سے کہدیا کہ تو ہانی کے گھر جا اور اس سے ملاقات کر کے یہ کہنا کہ میں امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں انہوں نے کچھ روپیہ دیا ہے کہ مسلمؑ ابن عقیلؑ کو دے دیا جاوے اور کہدیا جاوے کہ جہاں ان کو ضرورت ہو اس کو خرچ کریں میں مکہ سے بصرہ کی طرف جاتا ہوں اور وہاں سے فوراً کوفہ میں پہنچتا ہوں معقل ابن زیاد کے حسب الحکم ہانی کے گھر آیا اور اس کے کہنے کے مطابق پہلے ہانی سے ملا۔ ہانی بیچارہ ان عیاری اور مکاری کی چالوں کو کیا جانتا تھا معقل کو جناب امام حسین علیہ السلام کا قاصد سمجھکر حضرت مسلمؑ کے پاس لے گیا اور ملاقات کرا دی۔ صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ معقل کی رسائی ہانی کے گھر مسلمؑ ابن عوسجہ کے ذریعہ سے ہوئی تھی اور بات یہ تھی کہ غریب صاف دل مسلم ابن عوسجہ اسکی مکارانہ اور عیارانہ چالوں کو مطلق نہیں سمجھے تھے۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۱۸۲

المختصر ہمارے معزز ہمعصر اپنے قدیم سلسلہ بیان میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے اشتیاق ملاقات ظاہر کر کے ہانی کو دار الامارۃ میں بلایا اور قید کیا۔ اب حضرت مسلمؑ ہانی کے گھر سے نکلے اور قبائل کندہ و مذحج و اسد و تمیم و ہمدان میں سے ایک جماعت کثیر کو ساتھ لیکر دار الامارۃ کا محاصرہ کر لیا اس وقت ابن زیاد کو سخت ہراس ہوا کیونکہ اس کے پاس صرف چند سپاہی اور کچھ غلام تھے علاوہ ان کے ابن زیاد کی پیش بینی کا نتیجہ تھا کہ بعض معزز اشخاص شیوخ قبائل میں سے بھی اس وقت دار الامارہ میں بند تھے ابن زیاد نے انہی لوگوں سے کام لیا تین شخصوں پر اسے بھروسہ تھا ان کو تو غیر مشہور راستہ سے باہر نکالا کہ لوگوں کو بھڑکا کر مسلمؑ کے پاس سے ہٹائیں اور باقی سرداروں کو حکم دیا کہ کوٹھوں پر چڑھکر جماعت مسلم کو سلطان وقت کے عتاب سے ڈرائیں۔ جو لوگ ڈرانے اور دھمکانے کے لئے کوٹھوں پر چڑھے تھے ان میں سب سے زیادہ گویا کثیر ابن شہاب تھا جس نے بڑے زور و شور سے کہنا شروع کر دیا کہ اے اہل کوفہ جاؤ اپنے گھروں میں بیٹھ رہو۔ مفت مصیبت میں نہ پڑو اور قتل سے بچو امیر المومنین یزید کا لشکر سر پر آپہنچا اور امیر ابن زیاد نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ اسی وقت اپنے گھروں کو واپس نہ جاؤ گے تو تمہارے وظیفے یکقلم بند کر لئے جاوینگے اور تمہیں بیگاریں پکڑ کر اہل شام کی جنگ آزما

فوجوں میں بھیجدیا جائیگا۔ اور تم جیسے نافرمانوں کو چن چن کر سرتابی کا مزا چکھایا جائیگا بلکہ حاضر
تو غائب کے بدلے اور غائب کو حاضر کے عوض میں لعنت بر دی جائیگی۔ دوسرے
سرداروں نے بھی اسی قسم کی نصیحتیں کیں۔ یہ صدائیں گویا بجلیاں تھیں جن کے ہول سے
یک بیک لوگ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اور یہ حالت ہوگئی کہ عورتیں اور مرد آآکر
اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے ہاتھ پکڑتے تھے اور کہتے تھے کہ چلو کل لشکر شام آپہنچا تو کیا
بنا سکوگے۔ انجام کار نماز مغرب کے وقت تک حضرت مسلمؑ کا تمام لشکر منتشر ہوگیا
اور صرف تیس ۳۰ شخص ان کے ساتھ شریک نماز ہوئے بعد ازاں یہ سب بھی چلدیئے اور
حضرت مسلمؑ بالکل تنہا رہ گئے۔ اور پریشان تھے کہ کہاں جائیں مگر ایک ضعیفہ نے جس کا
نام طوعہ تھا۔ ان کو اپنے مکان میں شب بسر کرنے کی اجازت دی۔ البلاد المبین صفحہ ۲۱

القصہ ادھر ابن زیاد کو خبر دی گئی کہ میدان صاف ہوگیا چنانچہ وہ اسی وقت سے قصر امارت
کو چھوڑ کر باہر نکل آیا اور منادی کرادی کہ تمام شیوخ قبائل اور اہل لشکر اور پاسبانان
شہر اسی وقت مسجد جامع میں جمع ہوں۔ جب خوب جمع ہوگیا تو ابن زیاد نے بطور اعلان عام
کے سنادیا کہ مسلمؑ باغی ہے۔ جو اس کو پناہ دیگا۔ قتل کیا جائیگا۔ پھر حصین ابن نمیر
شحنۂ شہر کو حکم دیا کہ محلّوں کی ناکہ بندی کرکے گھروں کی تلاشی لی جاوے۔ اور عمر ابن حریث
کو فوراً فوج جمع کرنے کا حکم دیا۔ ان احکام پر اسی وقت سے عمل درآمد کا سلسلہ شروع
ہوگیا۔ صبح کو طوعہ کے بیٹے نے ابن زیاد کو خبر دیدی کہ مسلمؑ میرے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے
محمد ابن اشعث اور عمرو ابن عبیداللہ ابن عباس سلمی کو قبیلہ قیس کے ستر سپاہیوں کے ساتھ
حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔

یہاں تک صلاح النشاتین کی عبارت کو لکھکر ہم حضرت مسلمؑ کے اخیر دردناک واقعات
کو پھر کتاب البلاد المبین کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ وہو ہذا

حضرت مسلمؑ ہنوز نماز صبح پڑھکر ابھی جانماز ہی پر تشریف رکھتے تھے کہ دفعتاً گھوڑوں کی
ٹاپوں کی آوازیں ان کے کان میں آئیں۔ یقین ہوگیا کہ دشمن آپہنچے فوراً اٹھکر دو رکعت
نماز پڑھی۔ ہتھیار لگائے۔ اور باہر نکل کر اس فوج سے ایسا لڑے کہ ڈیڑھ سو آدمیوں کو تہ تیغ
فرمایا۔ باقی ڈیڑھ سو اپنے سروں پر پاؤں رکھکر بھاگ گئے۔ ابن زیاد یہ حال سنکر
منغص ہوا۔ اس شقی ازلی نے پھر پانسو سوار روانہ کئے اور حضرت مسلمؑ نے بزور ہاشمی

اُن میں سے بھی اکثروں کو قتل کیا تب اُن نامردوں نے دور سے پتھر پھینکنے شروع کر دئے لیکن واہ رے استقلال اور شجاعت کہ اُس پانچسو کی جماعت کو بھی درہم و برہم کر دیا جس میں سے فقط پچاس آدمی باقی رہ گئے۔ ابن اشعث سردار فوج نے پھر ابن زیاد سے مدد مانگی اُس ملعون نے کہلا بھیجا کہ مسلمؑ کو دھوکا دیکر پکڑ لو۔ ورنہ طوالت کے سوا کچھ حاصل نہوگا۔ چنانچہ اشعث قریب آکر حضرت مسلم سے بولا کہ اب آپ کو ہم پناہ دیتے ہیں۔ حضرت مسلم نے کہا تجھ پر اور تیری پناہ پر خدا کی مار۔ یہ سنکر اُن نابکاروں نے تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کرنی شروع کر دی حتےٰ کہ آپ کا جسم مبارک زخمی ہوگیا اور ایک پتھر پیشانی پر ایسا لگا کہ سارا چہرہ خون سے تر ہوگیا۔

علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسلمؑ زخموں سے چور ہو کر بکیر ابن حمران کے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اُس نابکار نے گھر سے نکل کر دفعتاً تلوار لگائی جس کی ضرب سے آپ کا اوپر کا ہونٹھ کٹ گیا۔ آپ نے اس حالت میں پھر ایسی تلوار ماری کہ بکیر کا سر کٹ کر دس قدم پر جا گرا اور پھر آپ اُسی دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ حضرت مسلمؑ کا حال پیاس سے نہایت متغیر تھا۔ اشقیائے بے دین سے ایک چلو پانی مانگا۔ اُن شیاطین نے پانی دینے کی جگہ ایکبارگی آپ پر حملہ کر دیا۔ سبحان اللہ آپ نے اُس کمزوری ہوئی حالت پر بھی بہتیروں کو مارا اور پانی کی خواستگاری کی آخر ایک شخص نے ایک کوزہ پانی کا لاکر دیا۔ لیکن مُنہ لگاتے ہی تمام پیالہ خون سے بھر گیا اور چند کو ہر دندان ٹوٹکر پانی میں گر پڑے یہ دیکھکر آپ نے مُنہ ہٹا لیا ناگاہ کسی بے دین نے پیچھے سے ایسا نیزہ مارا کہ آپ زمین پر گر گئے۔ پھر تو چاروں طرف سے گھیر کر لوگوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے بآواز بلند کہا کہ تم نے کیوں خلیفہ سے وقت سے خروج کیا تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ خلیفۂ وقت اور امام زمانہ تو حسین ابن علی علیہما السلام ہیں۔ میں نے تو جو کچھ کیا وہ رضا جوئی حق میں کیا۔ ابن زیاد نے بآواز بلند کہا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو مسلمؑ کو بالاخانہ پر لیجا کر اُن کا سر کاٹے۔

فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ میں جناب مسلم علیہ السلام اور ابن زیاد کی باہمی تقریر نہایت تفصیل سے لکھی ہے جس کو ہم ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

جناب مسلم کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس حاضر کیا تو کسی نے کہا کہ امیر کو سلام کرو۔ مسلم نے کہا

کہ پناہ بخدا وہ امیر نہیں جو اُسے سلام کروں دوسرے یہ بات ہے کہ اسوقت کا سلام
مجھے کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اگر وہ مجھے چھوڑ دیگا تو سلام کرونگا۔ عبید اللہ نے یہ گفتگو
سنکر کہا۔ اس کا سلام کرنا آسان ہے۔ اگر سلام نہ کریگا تو مارا جائیگا۔ مسلمؑ نے جواب دیا
مجھے قتل کریگا تو کیا ہوگا بیشتر ازایں تجھسے بھی بدتر شخصوں نے مجھ سے بہتر اشخاص کو قتل
کر دیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا اے عاق و شاق تو نے امام وقت پر خروج کیا امت
اور مسلمانوں کے اجماع میں اختلاف ڈالا اور فتنہ برپا کیا مسلمؑ نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے
اے پسر زیاد معاویہ امت کے اجماع سے مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہوا بلکہ دغابازی اور تغلب
سے وصی پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو کر خلافت چھین لی اور یہی یزید کی کیفیت ہے
اور فتنہ تو نے برپا کیا اور تجھسے پہلے تیرے باپ نے فساد برپا کیا تھا امید ہے کہ مجھے
اللہ تعالے بدترین شخص کے ہاتھ سے درجۂ شہادت عطا کریگا۔ خدا کی قسم میں راہ راست
پر ہوں۔ میری نیت اور اعتقاد میں ذرا بھی تبدیلی اور تغیر نہیں آیا۔ میں حسینؑ ابن علی علیہ السلام
کی فرمانبرداری میں جو امیر المومنین اور پیغمبرؐ کا خلیفہ اور جانشین اور مسلمانوں کا امام اور پیشوا ہے
ثابت قدم ہوں۔ یزید اور معاویہ کو فاسق و فاجر جانتا ہوں۔ عبید اللہ نے کہا تو معاویہ کو فاسق کہتا
ہے حالانکہ تو خود مدینہ میں شراب پیتا تھا مسلمؑ نے کہا اے کذاب ابن کذاب شراب
تو اُس شخص نے پی ہے جو ناحق مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور اُسے گناہ نہیں سمجھتا۔ اور
خونریزی سے اپنا دل خوش کرتا ہے گویا کچھ گناہ ہی نہیں ہے۔ عبید اللہ نے کہا اے
فاسق تو نے یہ سمجھکر یہ امر اختیار کی تھی کہ کام بن جائیگا مگر تو اُس عہدے کے لائق نہیں تھا
اس لئے اللہ تعالے نے تجھے کامیاب نہ ہونے دیا اور اس شخص کے نصیب کیا جس کو
اس منصب کے لائق پایا۔ مسلمؑ نے فرمایا الحمد للہ ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن خدائے
تعالے کے سامنے ہوگا۔ عبید اللہ نے پوچھا کیا تو سمجھتا تھا کہ حسینؑ کو خلافت مل جائیگی۔
مسلمؑ نے کہا جو کچھ سمجھے ہوئے تھا وہ محض خیال ہی نہ تھا۔ بلکہ یقینی امر تھا عبید اللہ نے کہا
اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ مسلمؑ نے جواب دیا تجھ جیسے خبیث چلن اور
ستمپرور طینت والے شخص کے ہاتھ سے ناحق خونریزی کا ہونا کچھ مشکل بات نہیں ہے
خدا کی قسم اگر دو آدمی بھی میرے ہمراہ ہوتے اور ذرا سا پانی مل جاتا تو تجھے اس قصر میں مزا
چکھا دیتا۔ فی الحقیقت جس شخص نے اس مکان کی بنیاد ڈالی ہے وہ ملعون تھا۔ اگر تو مجھے

مار ڈالنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے تو قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کہ میں اُس سے
کچھ وصیت کی باتیں کہونگا۔ عبید اللہ نے عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کو آپ کے پاس بھیجا
کہ جو کچھ وصیت کرنی ہے اس سے کر دی جائے۔ عمر ابن سعد نے مسلم کے پاس آکر کہا جو
وصیت ہے مجھ سے کہہ کہ میں اسے بجا لاؤنگا۔ مسلم ؑ نے کہا تو میری اور اپنی قرابت کو پہچانتا ہے
آج تیری ضرورت ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہوں واجب ہے کہ تو میری باتوں کو غور
سے سنے اور میری خواہش کو بجا لائے۔ عمر سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے اور مجھ پر فرض
ہو گیا کہ تیری وصیت کو پورا کروں گو تو نے اپنی جان پر ظلم کیا مگر تو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ جو
کچھ کہتا ہے بیان کر۔ حضرت مسلم ؑ نے کہا کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں
میرے مارے جانے کے بعد میرے گھوڑے اور زرہ اور اسلحہ کو بیچکر قرضہ ادا کرنا۔ پھر
حسین ابن علی علیہما السلام کو خط بھیجکر میرے حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا
کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لانا ورنہ جو حال میرا ہوا ہے وہی تمہارے ساتھ سلوک
ہوگا۔ عمر سعد نے عبید اللہ سے وصیت کا ذکر کیا۔ اُس نے کہا کہ گھوڑے اور اسلحہ سے
قرضہ کی ادائگی کو ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ کوئی ممانعت کر سکتا ہے مگر مسلم کی لاش پر بعد قتل
بھی ہمارا ہی اختیار رہیگا۔ جو کچھ ہم چاہینگے کرینگے اور حسین ابن علی علیہما السلام کی نسبت یہ بات
ہے کہ اگر وہ ہم پر حملہ نہ کریگا تو ہم بھی اُسپر حملہ نہ کرینگے اور اگر ہمیں ایذا دیگا اور خلافت حاصل
کرنے کے واسطے ہم سے لڑیگا تو ہم بھی خاموش نہ رہیں گے۔ اے مسلم ؑ ابن عقیل تو اس
شہر میں کیوں آیا تھا۔ حالانکہ اس جگہ کی حالت اور حاکم سب عمدہ حالت میں تھے تو نے
آکر پریشانی ڈالی۔ مسلم ؑ نے کہا میں اس شہر کے لوگوں کو متفرق اور پریشان کرنے کی غرض
سے نہیں آیا تھا مگر چونکہ تم نے بُرے بُرے قاعدے جاری کر دئے ہیں۔ مصر و روم کے
بادشاہوں اور ایران کے حاکموں جیسے قوانین کا برتاؤ کر رکھا ہے۔ خلق خدا کے ساتھ سنت
کے خلاف عمل درآمد ہوتا ہے۔ امر معروف بالکل جاتا رہا۔ کوئی شخص بدی سے نہیں رکتا اسلئے
امیرالمومنین حسین علیہ السلام نے مجھے اس جگہ بھیجا کہ امر معروف اور نہی منکر کے طریق کو جاری کر کے
خلق خدا کو اللہ تعالےٰ کے احکام اور محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلاویں کیونکہ
امیرالمومنین علی علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت ہمارا حق تھا اور تم بھی اس بات سے
خوب واقف ہو خواہ اُسے مانو یا نہ مانو۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام پر جو امام برحق تھے اور

خلیفہ مطلق سب سے پہلے تم نے خروج کیا تھا اور تمہاری کیفیت ہے جو اللہ تعالےٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ عبید اللہ ابن زیاد نے یہ کلام سُنکر بیحیائی کی اور خدا و رسول کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور امیر المومنین علیؑ و حسینؑ و مسلم علیہم السلام کی نسبت نالایق الفاظ مُنہ سے نکالے مسلمؑ نے کہا تیرے اور تیرے باپ کے اور اُس شخص کے مُنہ میں خاک جس نے تجھے امیر بنایا اے دشمن خدا تو خود ان کلمات کا سزا وار ہے تیرے باپ زیاد کا کوئی باپ ہی نہیں معلوم تھا۔ صرف معاویہ نے دائرہ اسلام سے خارج ہوجانے کے بعد زیاد ولدالزنا کو اپنے خاندان سے ملحق کرلیا تھا اور الخبیثین للخبیثات کا مضمون صادق آیا۔ اب تو جو چاہے کہہ اور کر ہم اہلبیت نبوت ہیں۔ ہمیشہ ہم پر مصائب نازل رہے ہیں ہم راضی برضا ہیں۔ عبید اللہ نے کہا کہ اسے مکان کی چھت پر لیجاکر قتل کرو۔ ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۶۳

ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہمارے معزز ہمعصر تحریر فرماتے ہیں۔ بکیر جہنمی کے بیٹے نے یہ خدمت اپنے ذمّہ لی اور حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے چلا۔ آپ ہر ہر قدم پر درود پڑھتے ہوئے اور ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین فرماتے ہوئے چلے جاتے تھے اور جب اوپر پہنچے تو مکۂ معظمہ کی جانب رُخ فرماکر بہ دیدہ اشکبار کہنے لگے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمنا تو یہی تھی کہ ایک بار اور بھی دیدۂ شوق کو زیارت آفتاب جمال سے منور کرتا لیکن افسوس کہ دنیا میں اب اس آرزو کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔ اِس تقریر کے بعد آپ نے دعا کی اور قاتل سے کہا کہ اپنا کام کر۔ چنانچہ قاتل لعین نے آپ کا سر تن سے جُدا کیا۔ یہ واقعہ تیسری ذی الحجہ سنہ ۶۰ ہجری کو ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد ابن زیاد بد نہاد نے ہانی ابن عروہ کو دار پہ کھینچا اور حضرت مسلمؑ کے دونوں کم سن بچّوں کو جن کا نام محمدؐ اور ابراہیمؑ تھا۔ نہایت سنگدلی اور بیرحمی سے قتل کیا۔ (البلاد المبین صفحہ ۵۶)

ہمعصر محقق نے جناب مسلم کے مصیبتناک واقعات کو خوب تفصیل سے تحریر فرمایا۔ اپنی ضرورت تالیف کی وجہ سے ہمارے معزز ہمعصر ہانی ابن عروہ اور دوسرے راسخ الاعتقاد جاں نثاروں کی پوری کیفیت نہ درج فرماسکے جن کا ملولا اور خالص الایمان

بزرگواروں نے حضرت مسلمؑ کی حمایت اور امام حسین علیہ السلام کی عقیدت اور متابعت میں
اپنی جانیں فدا کر دیں۔ چونکہ ہم ابتدا سے اپنی کتاب میں ہر ایک واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ
لکھتے آئے ہیں اس لیئے ضرور ہے کہ ہم ان بزرگواروں کے احوال بھی اسی تفصیل سے بیان
کر دیں۔ ان حضرات میں ہم سب سے پہلے ہانی ابن عروہ علیہ الرحمہ کی کیفیت قلمبند کر کے
دنیا کو سچے خلوص اور عقیدت کی ایسی بے نظیر مثال دکھلاتے ہیں جسکی مثال سے دنیا کے
کارنامے بالکل خالی پائے جاتے ہیں۔

ہانی ابن عروہ شہر کوفہ کے جیسے مقتدر اور محتشم بزرگ تھے وہ ہم اوپر صلاح الانشا ہیتین کی
اسناد سے لکھ آئے ہیں۔ ان کی ذاتی وجاہت اور جلالت کو یاد دلا کر اس مقام پر
ہم فتوحات اعثم کوفی کی عبارت سے ترجمہ کر کے ان کا حال قلمبند کرتے ہیں۔ ہمارے
معتبر مورخ بیان کرتے ہیں۔ عبید اللہ ابن زیاد نے محمد بن اشعث۔ عمر ابن حجاج اور اسماء ابن
خارجہ کی طرف متوجہ ہو کر حکم دیا کہ جاؤ ہانی ابن عروہ کو بلا لاؤ۔ وہ وہاں سے اٹھکر ہانی
کے گھر آئے اور دیکھا کہ ہانی گھر میں موجود ہے۔ اسے سلام کیا اور پوچھا کہ تو امیر کے پاس
کس لئے نہیں آتا۔ اس نے تجھے کئی مرتبہ یاد کیا ہے۔ اور تیرے حاضر نہونے سے آزردہ خاطر
ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہ جا سکا۔ چلنے پھرنے کی طاقت
ابھی تک نہیں آئی۔ اس نے کہا کہ میں نے تیری طرف سے یہی عذر پیش کیا تھا۔ اسنے
قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں سنتا ہوں کہ وہ تندرست ہو گیا ہے۔ باہر نکلتا ہے اور اپنے گھر
کے دروازہ پر بیٹھتا ہے اور آدمی اس کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ پس مناسب ہے کہ
تم اس کے پاس چلے چلو کیونکہ وہ صاحب قوت ہے۔ ایسے شخص سے ملنا جلنا بہت
اچھا ہے۔ ہانی نے کہا بہت اچھا میں چلوں گا۔ اسکے بعد اپنی پوشاک منگا کر اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ دارالامارہ میں پہنچا۔ اب اس کا دل گھبرایا اور بدی اور شرارت
کے برتاؤ ہونے کا خیال گزرا۔ اسماء ابن خارجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بھائی مجھے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ بدسلوکی وقوع میں آئیگی۔ اسماء نے کہا سبحان اللہ
یہ کیا بات ہے۔ اے چچا تیرے یہ خیالات بالکل غلط ہیں۔ اپنے دل سے تشویش دور کر۔
اور ہر طرح مطمئن رہ بھلائی کے سوا کوئی اور امر ظاہر نہ ہوگا۔ غرض اس کو عبید اللہ ابن
زیاد کے پاس لائے۔ اس وقت قاضی شریح بھی عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا۔

جس وقت ہانی کو دروازہ سے آتے دیکھا تو ابن زیاد نے شریح کو مخاطب کرکے یہ شعر پڑھا

قد یترک من جلك من مراد		ارید حیاته ویرید قتلی	

ہانی یہ شعر سنکر گھبرایا اور کہا اے امیر یہ کیا ضرب المثل ہے جو تو نے زبان سے نکالا اُس نے کہا خدا کی قسم ہانی تو نے مسلمؑ ابن عقیل کو اپنے گھر میں لاکر رکھ چھوڑا ہے اور اُن کو پناہ دیکر بہت سے لوگوں کو مسلح کرکے مکان کے اردگرد فراہم کیا ہے اور تو یہ جانتا ہے کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں یقین کرلے کہ تیری تمام باتیں مجھے معلوم ہیں ہانی نے کہا کہ مجھے ان امور کی کچھ بھی خبر نہیں ہے عبید اللہ نے کہا۔ تیرا کہنا بالکل سچ ہے۔ پھر معقل کو بلاکر ہانی سے کہا کہ تو اس کو پہچانتا ہے۔ اب ہانی سمجھ گیا کہ یہ کیا بات تھی۔ اور معقل عبید اللہ کا جاسوس تھا۔ فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست نہیں تھا۔ عبید اللہ کو اس سے سب حالات معلوم ہوگئے۔ اب ہانی نے اقرار کرلیا۔ اور کہا اللہ تعالےٰ امیر کو محفوظ رکھے۔ خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو مسلم کے بلانے کے واسطے نہیں بھیجا۔ نہ اُسے بلایا۔ مگر نصف شب کے وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ میرے گھر پناہ کا طالب ہوا۔ مجھے اس بات سے شرم آئی کہ اُسے پناہ نہ دوں۔ اور تنہا چھوڑ دوں۔ اس لئے اُس کو پناہ دی۔ اب مجھے اُس کا حال معلوم ہوگیا ہے۔ اجازت دے کہ واپس جاکر اُس سے عذر کروں کہ کہیں اور چلا جائے۔ اور میں عہد کرتا ہوں کہ جب اُس شخص کو اپنے گھر سے رخصت کردونگا تو پھر تیرے پاس چلا آؤنگا۔ اُس نے کہا کہ جب تک تو مسلم کو یہاں حاضر نہ کریگا میرے پاس سے نہ جاسکیگا۔ ہانی نے کہا کہ میں کبھی ایسی بات نہیں کرونگا۔ کیونکہ از روئے شرع و مروّت جائز نہیں ہے کہ پناہ دیئے ہوئے شخص کو دشمن کے حوالے کردوں۔ اہل عرب کے حالات۔ عادات اور خصلتیں ایسے نہیں ہیں۔ تو مجھے ان کے قتل کے لئے تکلیف نہ دے۔ میں ہرگز اسے تیرے سامنے نہ لاؤنگا۔ اور اپنے واسطے اس عیب اور عار کو گوارا نہ کرونگا۔ مسلم ابن عمر باہلی نے کہا کہ اے امیر ذرا سی دیر کی مہلت دے کہ میں ہانی سے دو دو باتیں کرلوں۔ عبید اللہ نے کہا کہ اسی مکان میں جو کہنا ہو کہہ لے۔ مسلم ابن عمر نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور ایک کونے میں لیجا کر کہا کہ تو اپنی زندگی سے کیوں بیزار ہے۔ اپنے بچوں اور کنبہ والوں پر رحم کر۔ مسلم ابن عقیل کے واسطے سب کو ہلاک نہ کر اگر ہم جیسوں میں سے کوئی برا بھلا

مجھ سے طلب کرتا تو عیب کی بات تھی مگر جب ایک زبردست شخص جس کے پنجہ میں تو گرفتار ہے اس کو مانگتا ہے تو اس کے حوالے کر دینا کوئی عیب اور شرم کی بات نہیں ہے۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم ہزار عیب سے بڑھکر یہ بات ہے۔ میں اس شرم کو کبھی گوارا نہ کرونگا اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے قاصد کو ہرگز دشمن کے حوالہ نہ کرونگا جب تک کہ زندہ ہوں اور میرے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں۔ اور دوست و آشنا اور عزیز و اقارب میرے زندہ ہیں۔ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی قسم اگر میں تنہا بھی رہ جاؤنگا اور میرا کوئی مددگار اور غمخوار بھی نہیں رہیگا تب بھی یہ عار نہ اٹھاؤنگا۔ مسلم ابن عمر ابن زیاد کے پاس واپس آیا اور کہا اسے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی اور مسلم ابن عقیل علیہ السلام کو تیرے حوالہ نہ کریگا۔ ابن زیاد غضبناک ہوکر بولا۔ خدا کی قسم اگر تو مسلم کو میرے پاس نہ لائیگا تو میں تیرا سر اڑادونگا۔ ہانی نے کہا کس کی مجال ہے جو میرے ساتھ اس طرح پیش آئے اگر تو ایسا خیال بھی دل میں لائیگا تو جماعت کثیر میرے خون کے قصاص میں اٹھکر تیرے گھر کو گھیر لے گی۔ ابن زیاد نے کہا تو مجھے اپنے عزیزوں سے ڈراتا ہے یہ کہکر ایک آہنی عمود جو سامنے رکھا تھا ہانی کے منہ پر مارا جس سے ان کے لب اور ناک پھٹکر خون بہنے لگا۔ قریب عبید اللہ ابن زیاد کا ایک سپاہی تلوار لئے کھڑا تھا۔ ہانی نے اس کے قبضہ پر ہاتھ کھا مگر چاہا کہ تلوار سونت لے مگر ایک اور سپاہی نے ہاتھ پکڑ لیا اور عبید اللہ نے چیخکر کہا اسے گرفتار کرکے اس مکان کی ایک کوٹھری میں بند کردو۔ ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۴۰۔

طبری نے ہانی کا جواب جو حضرت مسلم کی طلب میں ابن زیاد کو دیا۔ وہ یہ لکھا ہے کہ ہانی نے کہا کہ میں اپنی اہانت کی وجہ سے آل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم کی ہلاکت کا باعث نہیں ہوسکتا ہوں۔ اگر مسلم ابن عقیل میرے پاؤں کے نیچے بھی ہو تو تا ہم میں اپنا پاؤں زمین سے نہ اٹھاؤنگا کہ تو دیکھ لے ابن زیاد نے یہ سنکر ہانی ابن عروہ کے سر پر اپنے عمود آہنی کی ایک ضرب لگائی جس سے ہانی کی پیشانی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ طبری صفحہ ۲۲۱

مقتل ابی مخنف میں بھی قریب قریب یہی مضمون درج ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

وقال واللہ لو کانت رجل علی طفل من اطفال آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ما رفعها حتى انقطع ثم قتله ابن زیاد بعمود اگرچہ ابی مخنفؒ نے ہانی کی شہادت بھی اُسی وقت لکھی ہے۔ مگر یہ خلاف جمہور ہے۔ حقیقت میں ہانی کی شہادت اُس وقت نہیں ہوئی بلکہ حضرت مسلمؑ کے شہید ہو جانے کے بعد ہانی ابن عروہ کو شارع عام پر سولی دیگئی۔ یہ تھی ہانی ابن عروہؓ کے ایسے جلیل المراتب اور عظیم الشان رئیس کوفہ کی مصیبتناک سرگذشت جس کی ذلت اور جس کا خون امام حسین علیہ السلام کی اطاعت کے قصور میں جائز سمجھا گیا۔ ہانی ابن عروہ ایسے مشہور اور معتمد رئیس کو مار کر پھر تو ابن زیاد اپنی شقاوت اور قساوت کی آبائی مسند پر چار زانو ہو بیٹھا اور شیعیان علی علیہ السلام کو چُن چُن کر قتل کرنے لگا ہمارے معتبر مورخ صاحب ناسخ التواریخ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مسلمؑ ہانی کے گھر سے رات کے وقت یکہ و تنہا اس خیال سے نکلے کہ کہیں جائے امن ملے۔ آپ اُس وقت گھوڑے پر سوار تھے کہ یکایک آپ کو سعید ابن احنف ملا اور اُس نے آپ کو پہچان لیا اور کہنے لگا اے سید و مولا ہمارے آپ اس وقت کہاں تشریف لئے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ شہر کی پر آشوبی دیکھکر میں اس قصد سے نکلا ہوں کہ کسی جائے امن میں پوشیدہ ہوں تاکہ وہ جماعت جس نے مجھ سے بیعت کی اور میری نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ میری مدد اور حمایت کریں۔ سعید ابن حارث نے جواب دیا حاشا و کلّا تمام دروازے شہر کے بند ہیں اور تمام محلوں کی ناکہ بندی ہو چکی ہے اور پہرے بیٹھ چکے ہیں کہ جہاں آپ کو دیکھیں قید کریں۔ تب حضرت مسلمؑ ابن عقیل نے کہا کہ اچھا اب تمہاری کیا صلاح ہے سعید نے کہا کہ میرے ساتھ آئیے تاکہ میں آپ کو ایک جائے امن میں پہنچا دوں سعید حضرت مسلمؑ کو محمد ابن کثیر کے گھر لایا اور اُس کو دستک دیکر بلایا۔ جب ابن کثیر آیا تو اس سے کہا حضرت مسلمؑ ہیں۔ اتنا سُننا تھا کہ وہ ان کے قدموں پر گر پڑا اور نہایت تعظیم و تکریم سے ان کو گھر میں لے گیا۔ اور آپ کی تشریف آوری کو نعمات الہی جانکر خدا کے شکر ادا کئے اور اپنے گھر کے تہہ خانہ میں چھپایا اور آپ کے آرام و راحت کے سامان مہیا کر دئے۔ جاسوسوں نے اس کا بھی پتہ لگا لیا اور ابن زیاد کو خبر دی۔ اُس نے اپنے بیٹے خالد کو تھوڑی سی فوج دیکر محمد ابن کثیر کے گھیرنے کے لئے بھیجا۔ خالد نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور محمد ابن کثیر اور اوسکے بیٹوں کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے آیا اور حضرت مسلمؑ کو ہرچند تلاش کیا اس کے گھر میں نہ پایا۔ ابن زیاد نے محمد اور اُس کے بیٹے کو قید خانہ میں بھیجا۔ محمد کی گرفتاری نے شیعیان کوفہ کی رگ و پے

میں ایک غیر معمولی جوش پیدا کیا اور سلیمان ابن صرد خزاعی مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی۔ رفاع ابن عازب اور قریب قریب تمام اشراف کوفہ نے یہ مشورہ کیا کہ صبح کو لشکر جمع کر کے محمد ابن کثیر کی خلاصی کی تدبیر کیجاوے۔ اتفاقاً رات سے ابھی صبح بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ عامر ابن طفیل بارہ ہزار فوج شام لیکر کوفہ میں داخل ہوا۔ یہ وہی فوج تھی جسکو ابن زیاد نے یزید سے اپنی کمک کے لئے مانگا تھا۔ دوسرے دن اُسکے محمد ابن کثیر کا معاملہ پیش ہوا اور یہ سامنے لائے گئے۔ محمد ابن کثیر کو دیکھتے ہی ابن زیاد نے فحش گالیاں دینی شروع کردیں۔ محمد ابن کثیر نے اُس کو ڈانٹا اور کہا کہ یہ بیہودہ گوئی انسانیت نہیں ہے۔ تیری یہ مجال نہیں ہے کہ تو مجھ سے بات کرسکے میں تجھ کو اور تیرے حسب و نسب کو خوب جانتا ہوں۔ تیرے باپ کی نسبت ابوسفیان کے ساتھ بالکل غلط ہے۔ تیرے باپ کے بُلا لینے سے جو غرض تھی وہ یہی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ظلم و تعدی آج بروئے کار ظاہر ہو رہی ہے۔ محمد ابن کثیر سے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اشراف کوفہ جنکی تعداد چالیس ہزار تھی مسلح ہو کر محمد کی خلاصی کے لئے دارالامارۃ کے دروازہ پر موجود ہوگئے۔ کواڑ تو بند ہو چکے تھے۔ وہ محاصرہ کے لئے کھڑے رہے۔ ابن زیاد نے لشکر شام کو اُن سے مقابلہ کا حکم دیا۔ اور خود محمد ابن کثیر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد مجھ کو اپنی جان اور یزید کے سر کی قسم ہے کہ میں اس سے زیادہ تجھ سے نہیں کہتا کہ تو مسلمؑ ابن عقیل کو میرے حوالہ کردے ورنہ میں تجھ کو شمشیر سے قتل کرونگا۔ محمد ابن کثیر نے جواب دیا کہ تیری اتنی مجال نہیں ہے کہ ایک بال بھی تو ہمارے جسم سے جُدا کرسکے ابن زیاد کا غصہ اور بڑھا۔ اُس نے تھوڑی دیر تک تحمل کر کے پھر محمد سے پوچھا کہ تو اپنی جان کو زیادہ عزیز رکھتا ہے یا مسلم کی جان کو۔ محمد نے جواب دیا کہ مسلمؑ کی جان کا خدا ئے جان آفریں معین و ناصر ہے اور میرے تیس ہزار اقربا و مددگار ہیں کہ تیرے دارالامارۃ کو ایک ساعت میں پارہ پارہ کردینگے۔ اتنا سُننا تھا کہ ابن زیاد میں اب تحمل کی طاقت نہیں رہی ایک دوات اُسکے سامنے رکھی تھی اُٹھا کر محمد کی طرف پھینکی اور وہ اس کی پیشانی پر جا لگی جس سے اُسکی پیشانی پر سخت صدمہ پہنچا اور خون جاری ہوگیا۔ محمد نے تلوار میان سے لے لی اور ابن زیاد کی طرف بڑھا حاضرین نے اُس کو پکڑ لیا۔ معقل ابن زیاد کا غلام تھا وہ محمد کے سامنے آگیا۔ محمد نے لپک کر اُس کو اپنی تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ محمد کی یہ شجاعت دیکھکر ابن زیاد وہاں سے اُٹھ گیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ محمد کو پکڑ کر مار ڈالو۔ غلاموں نے چاروں طرف سے اُس کو گھیر لیا اور وہ بھی

چاروں طرف سے اُن پر حملہ کرتا رہا۔ محمد نے ان غلاموں میں سے دو نفر کو مار ڈالا۔ اتفاق سے اس گیر ودار میں محمد کا پاؤں پھسل گیا اور وہ گر پڑا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے فرصت پا کر اُسے پکڑ لیا۔ محمد کے بیٹے بھی لڑائی میں مشغول تھے اور ابن زیاد کی موجودہ جماعت کو متفرق کرکے یہ چاہتے تھے کہ دروازہ تک پہنچکر نکل جائیں۔ اُس نے اپنی اسی کوشش میں ابن زیاد کے اکیس ۲۱ آدمیوں کو مار ڈالا۔ وہ اجل نصیب قریب تھا کہ دروازہ پر پہنچکر باہر نکل جائے کہ یکایک ایک غلام نے اُسکو اپنی شمشیر سے قتل کر ڈالا۔ رحمۃ اللہ علیہ واسعنا۔

یہاں تو یہ حال ہوا۔ اب اہل کوفہ اور اہل شام کے مقابلہ کی یہ کیفیت ہوئی کہ فریقین کشت وخون میں مصروف تھے کہ ابن زیاد نے کہا کہ محمد اور اُسکے بیٹے کے سر کاٹکر اہل کوفہ کی جماعت میں پھینک دئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا لیکن تاہم کوفیوں نے لڑائی موقوف نہیں کی اور صبح سے شام تک برابر لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ شام ہو گئی تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مسلم علیہ السلام طوعہ کے گھر اسی رات کو داخل ہوئے۔ تاریخ ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۱۹۲

محمد ابن کثیر اور اُن کے بیٹے کے مارے جانے کے بعد عبد اللہ ابن یقطر کا درد انگیز واقعہ پیش ہوا۔ فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کے غلاموں میں ایک شخص مالک ابن یربوع تمیمی تھا اُس نے آکر سر دربار ابن زیاد کو اطلاع دی کہ امیر کو اللہ محفوظ رکھے ایک سخت واقعہ کی خبر ہے وہ یہ کہ میں اس وقت سیر کی ضرورت سے شہر کے باہر گیا دیکھا کہ ایک شخص نہایت تیزی سے مدینہ کی طرف جا رہا ہے۔ میں نے اُس کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اُس کو پالیا تو پوچھا تو کون شخص ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں۔ پھر میں نے گھوڑے سے اُتر کر اُس سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے اُسنے کوئی اقرار نہیں کیا تو میں نے اُس کے کپڑوں کی تلاشی لی اُس کے سربند میں ایک خط پایا وہ یہ ہے اور اُس شخص کو امیر کے دروازہ پر پہرہ کے اندر دیدیا ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے خط کھول کر دیکھا تو اُس میں یہ مضمون لکھا تھا۔

مسلم ابن عقیل کی طرف سے حسین ابن علی علیہما السلام کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا تمام شیعوں سے ملا اُن سے آپ کی بیعت لی۔ بیس ہزار شخصوں نے دلی رضا و رغبت سے آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ میں نے ان کے نام لکھ لئے ہیں۔ آپ اس خط کے مضمون سے اطلاع

پاتے ہی فوراً چلے آئیں کسی وجہ سے دیر نہ کریں کیونکہ کوفہ والے دل سے آپ کے خیر خواہ اور دوست ہیں اور یزید ابن معاویہ سے متنفر ہیں۔ والسلام

ابن زیاد نے کہا جس شخص کے پاس سے خط لایا ہے اُس کو میرے پاس لا۔ مالک جا کر لے آیا۔ ابن زیاد نے پوچھا تو کون ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں بنی ہاشم کا ہوا خواہ ہوں پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا عبد اللہ ابن یقطر۔ پھر پوچھا کہ یہ خط تجھ کو کس نے دیا ہے کہ حسین علیہ السلام کے پاس لیجاوے۔ اس نے جواب دیا کہ ایک بوڑھی عورت نے دیا تھا تو اُس نے کہا کہ تو اُسکا نام جانتا ہے۔ اُسنے کہا میں اُسکے نام سے واقف نہیں ہوں۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا تو دو باتوں میں سے ایک بات کر۔ یا تو اُس کا نام بتلادے جس نے تجھے یہ خط دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے بچ جاوے۔ ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالونگا۔ اُس نے کہا میں ہرگز اُسکا نام نہیں بتلاؤنگا اگر میری جان بھی جاتی رہے تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ فتوحات اعثم کوفی صفحہ ۳۵۹

عبد اللہ ابن یقطر جو کوفیوں کے قاصد تھے ان کا حال لکھکر اب ہم امام حسین علیہ السلام کے ایک اور قاصد کا حال ذیل میں ناسخ التواریخ کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے نکل کر ارض حاجر تک پہنچے اور وہاں سے آپ نے بطن رمہ کی طرف آگے بڑھنے کا قصد فرمایا تو اُس وقت تک آپ کو حضرت مسلم کی کوئی خبر معلوم نہیں ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اضطرار و انتشار قلب مبارک پر مستولی تھا لیس آپ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط اپنی تشریف آوری کی اطلاع اور تجسس احوال مسلم کی ضرورت سے تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسین ابن علی الی وجوہ اخوانہ المومنین والمسلمین سلام علیکم وانی احمد الیکم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو اما بعد فان کتاب مسلم ابن عقیل جاءنی یخبرنی فیہ بحسن رأیکم واجتماع ملائکم علی نصرنا والطلب بحقنا فسالت اللہ ان یحسن لنا الصنیع وان یصیبکم علی ذالک اعظم الاجر وقد شخصت الیکم من مکۃ یوم الثلثاء لثمان مضین من ذی الحجۃ یوم الترویۃ فاذا اقدم الیکم رسولی فانکمشوا فی امرکم وجدوا فانی قادم علیکم فی ایامی ھذہ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ خط ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے سائر مومنین کے نام لکھا جاتا ہے پس خدائے تعالےٰ کا شکر و سپاس تحریر فرما کر لکھا جاتا ہے کہ مسلم ابن عقیل کے خط سے معلوم ہوا کہ تم لوگ اپنے حسن رائے اور طریقہ پر متفق ہوئے ہو اور ہماری نصرت و اعانت پر کمر بستہ ہو اور ہمارے طلب حقوق کے لئے ہم داستان ہو گئے ہو۔ اور میں حق سبحانہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ تم کو میرے امور میں نیکی عطا فرمائے اور ان امور میں مجھ کو اجر عظیم عنایت کرے میں بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجۃ یوم الترویۃ کو مکہ سے باہر نکلا اور اب تمہاری طرف آرہا ہوں پس جب ہمارا قافلہ تمہارے پاس پہنچے تو اپنے امور میں کوشش اور جلدی کرنا اور میں بھی تمہارے پاس بہت جلد آتا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ خط لکھکر اور اپنی مُہر لگا کر عبد اللہ ابن یقطر کو دیا اور وہ اسے لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جب قادسیہ میں پہنچے تو حصین ابن نمیر کے لشکر کے جاسوسوں نے اُن کو گرفتار کر لیا اور حصین ابن نمیر کے پاس لے گئے حصین نے اُن لوگوں سے کہا کہ اس کی تلاشی لو دیکھو کوئی خط تو اسکے پاس نہیں ہے جب عبد اللہ ابن یقطر نے یہ سُنا تو وہ خط نکالکر ایسا پارہ پارہ کیا کہ کوئی اُن کے پرزوں کے ذریعہ سے مضمون خط کی نسبت کچھ نہ معلوم کر سکے پس حصین ابن نمیر نے عبد اللہ ابن یقطر کے ہاتھ گردن سے باندھ دئے اور ابن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ جب وہ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو ابن زیاد نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو عبد اللہ ابن یقطر نے نہایت آزادی سے جواب دیا کہ میں شیعیان علی اور دوستان حسین علیہما السلام سے ایک شخص ہوں۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ اُس خط کو تو نے کیوں پارہ پارہ کر دیا۔ عبد اللہ نے پھر اُسی صفائی سے جواب دیا کہ خاصکر اس وجہ سے کہ تو اُسکو نہ پڑھ سکے اور اُس میں جو کچھ لکھا ہے تجھ کو کچھ بھی نہ معلوم ہو سکے۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ وہ خط کس کا تھا عبد اللہ نے کہا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کا خط کوفہ کی ایک جماعت کے نام تھا۔ اُس نے پوچھا اُن لوگوں کے کیا نام ہیں عبد اللہ ابن یقطر نے کہا کہ میں اُن کے نام نہیں جانتا۔ اب ابن زیاد کا غصہ اور بڑھ گیا اُسنے عبد اللہ سے کہا کہ تم کو اُن لوگوں کے نام بتلانے ہونگے۔ اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہما السلام پر (معاذ اللہ) لعنت کرنی ہوگی نہیں تو میں تجھے ضرور مار ڈالونگا۔ یہ سُنکر عبد اللہ ابن یقطر نے کہا کہ میں اُس جماعت کا نام تو بتلاؤنگا نہیں لیکن تیرے حکم ثانی کی تعمیل کے لئے میں منبر پر جاتا ہوں اور تو جتنا کہیگا اتنی لعن میں

ضرور کرونگا۔ ابن زیاد نے اُس کو اجازت دی اور وہ منبر پر گیا۔ پہلے اس نے خدائے سبحانہ تعالیٰ کی حمد ادا کی اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا کی پھر جناب علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا اور اُن کے اہلبیت طاہرین پر متواتر صلوات بھیجی اُس کے بعد عبید اللہ ابن زیاد اور اُسکے باپ اور اول سے آخر تک تمام بنی امیہ پر بر سر منبر لعنت کی پھر با آواز بلند کہا کہ اے معشر الناس سنو میں حسین ابن علی علیہ السلام کا تمہاری طرف قاصد ہوں۔ میں نے اُن کو بطن زبیۃ کی منزل میں چھوڑا ہے۔ پس تم لوگ اپنے امام کی اطاعت اور متابعت اختیار کرو۔ اتنا سُننا تھا کہ ابن زیاد کو سناٹا ہو گیا۔ اُس نے حاضرین سے کہا کہ اس کو منبر سے فوراً اُتار لو۔ الغرض عبد اللہ ابن یقطر منبر سے نیچے اُتارے گئے اور سقف بام پر لیجا کر قتل کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ واسعۃً۔ پھر اُن بیرحموں نے بحکم ابن زیاد ان کی لاش کو اُس بلندی سے اس سختی کے ساتھ پھینکدیا کہ مُردے کی تمام ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ رمقے جان باقی تھی کہ عبد الملک ابن عمیر نے اٹھکر سر کاٹ لیا۔ ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۲۱۴

انہیں حضرات کے ایسے رشید ہجری اور میثم تمار رضی اللہ عنہ کے بھی پر درد واقعات ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں حضرات حضرت مسلم کی نصرت یا حمایت کے لئے مخصوص قتل نہیں کئے گئے۔ بلکہ صرف اہلبیت کے دوستدار اور علی علیہ السلام کے اصحاب ہونے کے جرم میں گردن زدنی کے سزاوار سمجھے گئے۔ چونکہ یہ دونوں واقعات امام حسین علیہ السلام کے داخلہ عراق سے دس روز قبل واقع ہوئے اس لئے ضرور ہوا کہ ہم اُن کی دلخراش داستانیں بھی اپنے اسی سلسلہ بیان میں مندرج کر دیں۔

رشید ہجری علیہ الرحمہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے معزز اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔ اِن کو جو خلوص اور عقیدت خاندان رسالت اور دودمان امامت کے ساتھ تھی۔ وہ عموماً ظاہر تھی۔ باوجودیکہ کوفہ میں عبید اللہ ابن زیاد کے ظلم و تعدی نے قیامت عظیم مچا رکھی تھی مگر یہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد کے اعلان و اظہار سے کبھی باز نہ آتے تھے۔ اور تمام لوگوں کو آپ کے وہ ارشاد سُنایا کرتے تھے جو مخصوص ان حضرت کو بتلائے گئے تھے۔ شدہ شدہ دشمنوں نے یہ خبر ابن زیاد بد نہاد کو پہنچا دی۔ اُس نے رشید کو بُلا بھیجا۔ یہ آئے تو ان سے پوچھا کہ تمہارے چھوٹے امام نے (معاذ اللہ) تم کو تمہاری موت کی کیا صورت بتائی ہے۔ رشید ہجری رضی اللہ عنہ نے نہایت

بیباکی سے جواب دیا کہ تیرے منہ میں خاک نہ میں جھوٹا ہوں نہ میرا امام دروغگو ہے میری موت کی نسبت میرے امام برحق نے خبر دی ہے کہ تو مجھ سے کہیگا کہ میں اُن حضرت پر معاذ اللہ لعنت کروں میں اسے قبول نہ کرونگا پس تو میرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیگا۔ اُس لعین نے کہا قسم بخدا میں تمھارے امام کو جُھٹلاتا ہوں اور معاذ اللہ ان کو دروغ گو ثابت کرتا ہوں پس یہ کہکر اُس نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں تو کاٹ ڈالو مگر زبان نہ کاٹو۔ پس ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور ان کے تڑپتے ہوئے جسم معطل کو ان کے گھر بھیجدیا۔ واقعہ سُنکر تمام ہمسایہ کے لوگ جوق جوق اُن کے پاس آ گئے۔ اور اُن کی موجودہ حالت پر افسوس کرنے لگے۔ پس رشید ہجری رض لوگوں سے امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد بیان کرنے لگے اور واقعات حال و آیندہ بھی جو ان کو امیر المومنین علیہ السلام کے ذریعہ سے معلوم ہوئے تھے لوگوں کو سنانے لگے۔ اس کی خبر بھی لوگوں نے ابن زیاد بدنہاد کو پہنچائی اور یہ بیان کیا کہ ان کے مواعظ سے قریب ہے کہ تمام شہر میں فتنہ و فساد برپا ہو اُس ملعون اشقی نے جواب دیا کہ اس کے امام برحق نے جھوٹ نہیں کہا۔ جاؤ۔ اس کی زبان بھی کاٹ ڈالو پس اُن کی زبان بھی کاٹ ڈالی گئی۔ اور وہ بزرگوار اُسی رات کو رحمت الٰہی واصل ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ و رحمۃ واسعتا۔

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو شیخ طوسی رح کی اسناد سے لکھا ہے اور شیخ طوسی رح نے ابو حسان عجلی کی اسناد سے رشید ہجری علیہ الرحمہ کی خاص صاحبزادی۔ امۃ اللہ کی زبانی نقل فرمایا ہے۔ ترجمہ جلاء العیون جلد دوم صفحہ ۲۰۷

رشید ہجری کے ایسا میثم تمار رضی اللہ عنہ کا بھی پُردرد واقعہ ہے۔ میثم تمار اصل میں بنی اسد کے غلام تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے خرید فرما کر ان کو راہ خدا میں آزاد کر دیا تھا۔ ان کا اصلی نام سالم تھا۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق ان کا نام میثم رکھا گیا انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں مثل رشید ہجری اور دیگر اکابر صحابہ کے سالہا سال تعلیم پائی تھی۔ اور علم التفسیر اور حدیث میں بہت بڑی کامل دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ عبداللہ ابن عباس رض کو علم التفسیر کے متعلق اپنے اخیر زمانہ میں بہت کچھ بتلا گئے اور لکھوا گئے تھے۔ میثم تمار بھی اُن مخصوص بزرگواروں میں تھے جنکو واقعہ کربلا کی کیفیت پوری تفصیل کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام نے بتلا دی تھی۔ اور رشید ہجری رض کی طرح ان کو بھی

ان کی موت کے حالات سے اطلاع فرما دی تھی۔ چنانچہ جب آخر سال یہ مکہ میں حج کے
قصد سے آئے تو حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آن سے امام
حسین علیہ السلام کی زیارت کا شوق ظاہر فرمایا۔ امام عالیمقام باہر تشریف رکھتے تھے
زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ مگر تاہم انہوں نے ام المومنین سے امام حسین علیہ السلام
کے واقعات کی پیشین گوئی بیان کی۔ جناب ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے یہ سنکر اپنی لونڈی کو
حکم دیا کہ ان کی ریش کو معطر کر دے۔ عرب میں یہ بہت بڑی تعظیم و تواضع کے اظہار
کا عام دستور ہے۔ کنیز نے فوراً تعمیل حکم کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہ اشفاق دیکھکر میثم تمار
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج تو آپ میری ریش کو معطر فرما رہی ہیں مگر وہ زمانہ بہت قریب آپہنچا
ہے کہ اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی محبت میں میری ڈاڑھی خون سے
رنگین کیجاوے۔ بہرحال میثم حج سے فارغ ہو کر متوجہ کوفہ ہوئے تو معرّف کوفہ سے کہتے
تھے۔ (معرف اصطلاح عرب میں اس آدمی کو کہتے ہیں جو بادشاہ یا امیر کے آگے آگے
ناواقف لوگوں کے حسب و نسب سے اس کو آگاہ کرتا چلے) کہ بہت جلد ایک حرامزادہ
بنی امیہ میں سے مجھے طلب کریگا اور تو اس سے مہلت چاہے گا۔ اور آخر الامر مجھے اس کے
پاس لیجائیگا۔ یہاں تک کہ دروازہ خانہ عمر ابن حریث پر مجھے سولی چڑھائیگا۔ پس ابن زیاد ملعون
جب کوفہ میں آیا اور معرّف کو بلا کر میثم رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو معرّف نے کہا کہ وہ حج کو گئے ہیں۔
ابن زیاد نے کہا قسم بخدا اگر انہیں نہیں لاؤ گے تو تمہیں قتل کرونگا۔ پس معرف نے مہلت مانگی
اور مقام قادسیہ میں میثم کے استقبال کو گیا اور وہاں قیام کیا تا آنکہ میثم وہاں پہنچے پس
میثم کو پکڑ کے ابن زیاد کے پاس لے گیا جب میثم رضی اللہ عنہ داخل مجلس ابن زیاد شقی ہوئے
تو حاضرین مجلس نے کہا یہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے نزدیک مقرب ترین مردم سے تھے۔
اس شقی نے کہا وائے ہو تم پر۔ اس عجمی کا وہ اسقدر اعتبار فرماتے تھے۔ سب نے کہا۔ ہاں۔
ابن زیاد نے کہا اے میثم پروردگار تمہارا کہاں ہے۔ میثم نے کہا کمین ظالمین میں اور تو انہی
ظالمین میں ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم اس درجہ جری ہو کہ اس طور سے کلام مجھ سے کرتے ہو۔
اب لازم ہے کہ ابو تراب پر لعنت کرو۔ میثم نے کہا میں ابو تراب کو نہیں جانتا۔ ابن زیاد
نے کہا علی ابن ابیطالب علیہ السلام پر۔ میثم نے کہا اگر میں ان پر لعنت نہ کروں تو تو کیا کریگا۔
ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم میں تمہیں قتل کرونگا۔ میثم نے کہا کہ میرے مولا علی ابن ابیطالب علیہ السلام

نے مجھے خبر دی ہے کہ تو مجھے سولی پر مع نو آدمیوں کے دروازہ عمر ابن حریث پر لٹکا دیگا
ابن زیاد نے کہا کہ میں تمہارے امام کے قول کی مخالفت کرتا ہوں تاکہ اُن کا دروغ ظاہر
ہو جاوے میثم نے کہا کہ میرے مولا نے دروغ نہیں کہا ہے اور جو کچھ کہا ہے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے اور رسول خدا نے جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے
خداوند جلیل سے۔ پس تو اُن کی مخالفت کیونکر کر سکیگا اور میں جانتا ہوں تو جس طرح مجھے
قتل کریگا اور جانتا ہوں جہاں پر تو مجھے سولی دیگا اور سب سے پہلے اسلام میں جس کے
منہ پر لگام باندھینگے وہ میں ہی ہونگا پس ابن زیاد نے حکم دیا کہ میثم اور مختار ان دونوں کو
قید کریں۔ قید خانہ میں میثم نے مختار کو خبر دی کہ تم چھوٹ جاؤگے اور طلب خون امام حسین علیہ السلام
کروگے اور ابن زیاد کو قتل کروگے۔ جب مختار کو قتل کرنے چلے تو یزید کی طرف سے
قاصد پہنچا اور ایک حکمنامہ پہنچا اُس میں لکھا تھا کہ مختار کو چھوڑ دو۔ پس میثم تمار کو بلایا اور حکم دیا
کہ ان کو عمر ابن حریث کے دروازہ پر سولی چڑھادو۔ پس اُس وقت عمر ابن حریث نے چاہا کہ وہ
جو مجھ سے میثم نے کہا تھا کہ اپنے ہمسایہ کی رعایت کرنا اُسکی مراد یہی وقت تھی پس اپنی کنیز کو
حکم دیا کہ انکی سولی کے نیچے جھاڑو دے اور خوشبو روشن کرے۔ پس میثم نے احادیث فضائل
اہلبیت علیہم السلام بیان کرنی شروع کردیں۔ اور بنی امیہ پر لعنت کی اور دیگر امور قتل و
وانقراض عہد بنی امیہ کے خبر دیتے رہے۔ تب تو لوگوں نے ابن زیاد سے کہا کہ اس شخص نے تمکو
بدنام کیا۔ اس نے حکم دیا کہ انکے منہ پر لگام باندھکر سولی پر کھینچیں کہ آیندہ بات نہ
کر سکے جب اُن کو سولی پر بیٹھے بیٹھے تین دن گزرے تو تیسرے دن ایک ملعون آیا
اُس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا اُسنے کہا کہ بخدا سوگند میں یہ حربہ تم پر مارونگا۔ باوجودیکہ
جانتا ہوں تم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور راتوں کو عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے
پس وہ حربہ اُس شقی ترین مردم نے ایسا مارا کہ میثم کا پہلو قطع ہو گیا۔ اور آخر روز خون اُنکے
سوراخہائے دماغ سے جاری ہو کر ریش وسینہ میثم پر جاری ہوا اور اُن کے مرغ روح
نے بابہائے ریاض جنان کی طرف پرواز کیا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ورضی اللہ عنہ وعن جمیع
اشیاع وموالی ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین الے یوم الدین ۔

مکہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی

یہ تھے ائمہ معصومین کے خالص الایمان فدائی اور یہ تھے اہلبیت طاہرین کے سچے اور راسخ الاعتقاد شیدائی۔ انہی کے خلوص اور عقیدت پر اسلام اور ایمان کی مہر یں ہیں اور یہی اسلام کے سچے پیرو اور امت مرحومۂ محمدیہ کے متبرک خطاب سے مخاطب ہونے کے لائق تھے۔ اب ہم ان بزرگواروں کے حالات کو ختم کر کے اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم اس کے پہلے جناب امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے عراق کی طرف عزیمت اور حج سے عمرۂ مفردہ کے بدل دینے کی ناگزیر ضرورتوں کو اوپر لکھ چکے ہیں۔

بہر حال۔ جس طرح مدینۂ منورہ سے مراجعت کے وقت بہت سے لوگوں نے آپ کو مرقد رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہونے کے لئے اصرار کیا تھا اُسی طرح بلکہ اُس سے زیادہ مکہ سے نکلنے کے وقت لوگ سفر عراق کے لئے بھی مانع ہوئے مگر جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ آپ نے مدینہ میں ہر شخص کو اُس کے سوال اور اُسکے فہم کے مطابق جواب دیا۔ اُسی طرح یہاں بھی آپ نے ان لوگوں کو اس کا باعث سمجھا دیا۔

حج کے ایام تھے مکۂ معظمہ میں اسلام کے خاص و عام کا مجمع تھا عبداللہ ابن جعفر اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ ابن عمر مدینہ سے مکہ میں بقصد حج آئے ہوئے تھے سب سے پہلے عبداللہ ابن عمر اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو واقع ہوئی۔ بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن عمر حضرت امام حسین علیہ السلام کا قصد مصمم دیکھکر آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو اُن کی طرف سے پوری احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو اُن سے بچانا لازم ہے۔ آپ اُن کے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے اور مکہ والے بھی دولت و زر کی لالچ سے اُسی کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ آپ کا ساتھ چھوڑ دینگے۔ یا آپ کو شہید کر دینگے۔ آپ کے قتل ہو جانے سے تمام اہلبیت برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ امن و امان سے گھر بیٹھ رہیں اور تمام

جھگڑوں اور مخمصوں سے الگ تھلگ رہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابن عمر افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ لوگ مجھے گھر بھی بیٹھنے نہیں دینگے مجھ سے خواہ مخواہ اُلجھیں گے اور اگر میں کسی لامعلوم جگہ بھی چلا جاؤنگا تو بھی یہ ڈھونڈھ نکالینگے اور مجھ کو بیعت یزید کے لئے مجبور کرینگے۔ اگر میں انکار کرونگا تو مجھے قتل کرینگے۔ اے اباعبدالرحمٰن تو نے سُنا ہوگا کہ بنی اسرائیل نے پو پھٹنے سے سورج کے نکلنے تک ستر پیغمبروں کو قتل کیا۔ اسکے بعد باطمینان تمام بازاروں میں جابیٹھے اور اپنے لین دین میں مصروف ہوگئے خدا نے اُن کو ایسے بڑے گناہوں کی سزا دینے میں توقف فرمایا اور اُن پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کی۔ مگر انجام کار اُن کو پکڑ لیا اور خدا ہی سب سے بہتر بدلہ لینے والا ہے۔ ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۵۳

اسی طرح عمر ابن عبدالرحمٰن بھی آپ کے اس قصد سے مطلع ہوکر امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ ایسے شہر و دیار کی طرف جاتے ہیں جہاں یزید کے عاملوں اور میروں کا قبضہ ہے اور مال و زر کے خزانے انہی کے زیر تصرف ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں۔ پس مجھے خوف ہے کہ کہیں وہی لوگ جنہوں نے آپ سے عہد نصرت و متابعت کیا ہے۔ حکام وقت کے خوف یا طمع زر سے آپ سے لڑنے کو تیار نہ ہوجائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھائی خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے نہایت عاقلانہ بات کہی۔ میں عام اس سے کہ تمہارے مشورہ کے موافق عمل کروں یا نہ کروں۔ مگر تم میرے نزدیک بہترین اہل شورہ اور بہترین خیر خواہوں میں سے ہو۔ ایسے ہی عبداللہ ابن زبیر سے بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ جب ان سے امام عالی مقام نے سفر عراق کا ذکر کیا تو اوّل اُنہوں نے تائید کی اور کہا کہ بلاتامل وہاں جانا بہتر ہے۔ مگر پھر یہ خیال کرکے کہ مبادا امام حسین علیہ السلام کچھ اور سمجھیں اور بیان کیا کہ حجاز میں بھی اگر آپ مکہ ہی میں قیام کریں تو کوئی آپ کے خلاف دم نہ ماریگا اور میں خود آپ کی نصرت اور بیعت کے لئے موجود رہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا ہوں جس کے ذبح ہونے سے حرمت کعبہ میں فرق آئے۔ (صلاح القنانیتیں صفحہ ۲۳)

اُن کو جو جواب دیا گیا وہ صاف بتلا رہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اسکے اخیر نتیجوں کی خبر انکو دے رہے ہیں اور اپنا نتیجہ ان کے ایسا ہونا کسی طرح پسند نہیں کرتے۔

طبری کا قول ہے کہ عبداللہ ابن جعفرؓ کی استدعا کے جواب میں آپ نے فرمایا انی رایت رویا فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وامرت فیہا بامر انا ماض لہ علی ما کان اولی فقال لا لہ فما تلک الرؤیا قال ما حدثت احداً بہا وانا محدث بہا حتی القی ربی میں نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت نے ایک امر کے لئے (جس کی تعمیل مجھ پر واجب ہے) مجھے مامور فرمایا ہے جس کو میں انجام دینے والا ہوں۔ عبداللہ نے پوچھا کہ وہ کون امر ہے جس پر آپ مامور فرمائے گئے ہیں حضرت نے جواب دیا کہ جس امر پر میں مامور ہوں وہ نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ بیان کروں گا جب تک کہ اپنے رب تعالے سے لاقی نہ ہوں۔

علامہ حسین دیاربکری تاریخ الخمیس میں اور علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن جعفر کے جواب میں صرف اتنا ہی فرمایا گیا رایت فی المنام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وامرنی بامر انا فاعل ما امر یعنی جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا اور آنحضرتؐ نے ایک امر خاص کی نسبت مجھے حکم دیا ہے پس جس بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے میں اسکی تعمیل کرنے والا ہوں۔

مگر ان تمام حضرات کے برخلاف جناب محمد حنفیہؓ کو یہ خواب بھی بتلادیا گیا اور واقعات کربلا کے مصائب اور اپنے شہید ہونے کی پوری حالت بتلادی گئی تھی۔ اس کا باعث یہ تھا کہ آپ نے چلتے وقت انہی کو اپنا قائم مقام اور وصی مقرر فرمایا تھا اور اپنا وصیت نامہ انہی کے حوالہ کیا تھا چنانچہ مقتل ابومخنف کی یہ عبارت ہے۔

ثم ان محمد ابن حنفیۃ سمع ان اخاہ الحسین رضی اللہ عنہ یرید العراق بکی بشدیدا ثم قال لہ ان اہل الکوفۃ قد عرفت غدرہم بابیک واخیک فان قبلت قولی اقم بمکۃ فقال یا اخی انی اخشی ان تقاتلنی جنود بنی امیہ فی مکۃ فاکون کالذی یستباح دمہ فی حرم اللہ ثم قال یا اخی فسر الی الیمن فانک امنع الناس بہ فقال الحسین علیہ السلام یا اخی لو کنت فی بطن صخرۃ لاستخرجونی منہا فیقتلونی ثم قال لہ الحسینؑ یا اخی سانظر فیما قلت فلما کان وقت السحر عزم علی المسیر الی العراق فاشتد محمد ابن الحنفیۃ زمام ناقتہ وقال یا اخی ما حملک انک عجلت فقال جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اتانی بعد ما

فارقتك وانا نائم فضمني الى صدره وقبل بين عيني وقال لي يا حسين يا قرة عيني اخرج الى العراق فان الله عز وجل قد شاء ان يراك قتيلا مخضبا بدمائك فبكى محمد ابن الحنفية بكاء شديدا فقال يا اخي اذا كان الحال هكذا فلا معنى لحملك هؤلاء النسوة فقال قال لي جدي صلى الله عليه وآله وسلم ايضا ان الله عز وجل قد شاء ان يراهن سبايا مهتكات يساقون في اسر الذل وهن ايضا لا يفارقني ما دمت حيا فبكى محمد ابن الحنفية بكاء شديدا ثم قال اودعتك الله يا حسين في دعة الله يا اخي۔

یعنی جب محمد ابن حنفیہؓ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ہمارے بھائی جناب امام حسینؑ ملک عراق کی طرف تشریف لیجانے کا قصد رکھتے ہیں تو آپ زار و قطار روئے پس آپ نے عرض کی کہ اے بھائی آپ اہل کوفہ کے غدر کو اپنے پدر بزرگوار اور برادر عالی مقدار کے ساتھ خوب جانتے ہیں پس اگر آپ میری عرض پذیرا فرمائیں تو مکہ ہی میں قیام کریں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہے کہ لشکر بنی امیہ مجھ کو مکہ ہی میں نہ قتل کر ڈالے اور کہیں میں وہ شخص نہ ہوں جس کا خون بہانا حرم محترم میں مباح ہو۔ محمدؒ ابن حنفیہؓ نے کہا کہ آپ یمن کی طرف تشریف لے جائیں کہ وہاں کے لوگ مخالفوں کو آپ تک نہ آنے دینگے۔ امام عالیمقام نے جواب دیا کہ اے برادر عزیز۔ اگر میں پتھر میں بھی سما جاؤں تاہم یہ بے دین مجھ کو وہاں سے نکال لائینگے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ پس جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بھائی۔ جو جو میں نے تم سے کہا ہے اُس پر خبر دار رہنا کیونکہ علی الصبح میں عراق کی طرف جانے کا پورا قصد کرتا ہوں۔ یہ سُنکر محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کی اے بھائی اتنی عجلت فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے رخصت ہو جانے کے بعد میں سو گیا تو میں نے عالم رویا میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور آپ نے مجھ کو اپنے سینۂ اقدس سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے حسین علیہ السلام میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ عراق کی طرف روانہ ہو کیونکہ خدائے سبحانہ تعالے کی مرضی ہے کہ تم قتل ہو اور اپنے خون میں رنگین ہو۔ اتنا سُننا تھا کہ حضرت محمد حنفیہؓ نہایت زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ اے بھائی جب آپ

اس حال سے خود واقف ہیں تو پھر عورتوں کو کیوں ساتھ لئے جاتے ہیں۔ پس جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے میرے جدّ بزرگوار حضرت احمد مختار صلے اللہ علیہ وآلہ الکبار نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ ہماری عورتیں بھی اسیر ہوں اور لوٹی جائیں اور زمرۂ اسرامیں داخل ہوں۔ اور تاوقتیکہ میں زندہ ہوں یہ مجھ سے جدا نہ ہوں گی۔ یہ سُنکر پھر حضرت محمد حنفیہ زار و قطار رونے لگے اور فرمایا یا حسینؑ ابن علیؑ میں تم کو وداع کرتا ہوں اور اے بھائی میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

روانگی کے وقت عبداللہ ابن عباسؓ بھی موجود تھے۔ فرمانے لگے قرّت عینک یا بن الزبیر ھذا حسین علیہ السّلام یخرج الی العراق و علیک بالحجاز۔ اے ابن زبیر اب تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں دیکھو حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہوتے ہیں اب حجاز میں تم ہی تم ہو۔ یہ کہکر ابن عباس نے یہ شعر پڑھے ؎

خلا لک الجو فبیضی واصفری	یا لک من قنبرۃ بمعمّرۃ
	ونقری ما شئت ان تنقری

اے چنڈول خوشحال تیرا کہ جائے آب و دانہ ہیں ہے۔ تیرے لئے میدان خالی ہے شوق سے انڈے دے اور بچے نکال اور انڈے دینے کی جگہ کو جس قدر چاہے نرم اور درست کرلے (جلاء العیون باسناد طبری صفحہ ۵۰)

صاحب ناسخ التواریخ ذیل کے دو شعر اور زیادہ لکھتے ہیں ؎

ورفع الفخ فما ذا تحذری ھذا الحسین خارج فا نشری	قد رحل الصیاد عنک فابشری لا بدّ من صید لک یوما فاصبری
	الی العراق راجیا للظفر

اے چنڈول۔ صیاد چلا گیا تو خوش ہو۔ جال اُٹھ گیا جس سے تجھ کو اندیشہ تھا۔ لیکن تاہم تجھ کو شکار سے چارہ نہیں جسکا تو انتظار کرتا رہا۔ دیکھ لے کہ یہ امام حسین علیہ السلام بامید کامیابی عراق کی طرف تشریف لئے جارہے ہیں۔ صفحہ ۲۰۹

مکہ سے روانگی کے وقت عمالان بنی امیہ نے آپ کے روکنے کے لئے کوشش ضرور کی تھی مگر اس میں ان کو مطلق کامیابی نہ ہوئی اُن کی یہ مزاحمت اسی لئے تھی کہ یزید کا وہ بندوبست جس کی تعمیل کے لئے قافلہ حجاج میں پوشیدہ طور سے تیس آدمی مقرر کرکے روانہ کئے گئے تھے۔ اور عمر ابن سعد کو خاص اسی اہتمام کی درستی اور تعمیل کے لئے امیر حجاج بنایا گیا تھا۔ خاطر خواہ انجام پاجاوے۔ اسی وجہ سے جب سعید ابن العاص حاکم مکہ کو امام عالیمقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بھی اپنے بھائی یحیٰے ابن ابن سعید کو تھوڑے سے لشکر کے ساتھ آپ کو سفر سے باز رکھنے کے لئے روانہ کیا۔ ہم اس واقعہ کو ناسخ التواریخ کی عبارت سے لکھتے ہیں۔

این وقت عمر ابن سعید ابن العاص کہ عامل یزید بود نہ پسندید کہ حسین علیہ السلام سفر عراق کند مبادا باعردم اتفاق کند پس رزم آغازد وخلل در ملک یزید اندازد ولاجرم برادر خود یحیٰے ابن سعید ابن العاص را بنزد آنحضرت فرستاد و ایشان پر سیدند و بعرض رسانیدند کہ بکجا می شوی مراجعت فرما و در جائے خویش اقامت نما۔ درمیان فریقین سخن بلا ونغم افتاد۔ عوانان جانبین یکدیگر را بتازیانہ زحمت کردند و آسیب زدند حسین علیہ السلام آں جماعت را اجابت نفرمودہ ایشان را باز فرستاد و طریق عراق پیش داد مردم عمر ابن سعید بانگ دردادند۔ قالوا یا حسین الا تتقی اللہ تخرج من الجماعۃ و تفرق بین ھذا الامۃ گفتند اے حسین علیہ السلام از خدا نمی ترسی بیکسو می شوی۔ جماعت را متفرق می کنی امت را فقال لی عملی ولکم عملکم انتم بریون مما اعمل وانا بری مما تعملون فرمود مرا کاریست وشمارا کاریست۔ شما نکوہیدہ میدارید کار مرا ومن بیزارم از کارگزاری شما آں بگفت و رواں گشت۔

بہرحال۔ جناب امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے عراق کی طرف تشریف لے چلے۔ شہر سے کچھ دور گئے تھے کہ حضرات عون و محمد علیہما السلام صاحبزادگان جناب عبداللہ ابن جعفر اپنے والد بزرگوار کے فرستادہ مع اُن کے عقیدت نامہ کے حاضر ہوکر شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔ عبداللہ ابن جعفرؓ نے جو عریضہ اپنے خوردسال بچوں کے ہمراہ روانہ خدمت کیا تھا اُس کی عبارت یہ تھی۔

اما بعد فانی اسئلک باللہ ان تنصرف حین تنظر فی کتابی ھذا فانی مشفق علیک من ھذا الوجہ الذی توجہت لہ ان تکون فیہ ھلاکک واستیصال اھل بیتک

وان هلکت الیوم طفی نور الارض فانک اعلم المھتدین ورجاء المومنین ولا تعجل فی السیر فانی فی اثر کتابی والسلام میگوید ترا باخدا سوگند میدہم وگاہے کہ دیدارمی کنی مکتوب مرا از سفر عراق فسخ عزیمت فرمائی ہما نابر تومی ترسم کہ پیش داری تباہ بشوی واہلبیت تو سرگشتہ وپریشاں حال بشوند وچوں تو نباشی نورخدا در زمین ناپدید ار بشود زیراکہ تو نورخدا ہستی ونور ہدایت مسلماناں وامیدگاہ مومناں۔ اکنوں درطے منازل عجلت مفرمائی کہ من ہم بر اثر مکتوب خویش میرسم

جب اس خط کا بھی کوئی اثر ہوتے نہیں دیکھا تو عبداللہ ابن جعفرؓ منزل تنعیم (منزل تنعیم جو مکہ سے آپ کی پہلی منزل تھی تشریف لائے اور انہیں کلمات کا خدمت مبارک میں بار دیگر اعادہ فرمایا۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم سب سے کہہ چکا ہوں کہ میں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک ایسے امر کی تعمیل میں جاتا ہوں جس کو میں کسی پر تاوقتیکہ زندہ ہوں ظاہر نہیں کرسکتا اور میں اس کو کبھی کسی سے نہ کہونگا۔ تاوقتیکہ اپنے رب سے نہ ملوں۔ عبداللہؓ یہ سنکر خاموش ہوگئے۔ اور آخرکار اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلاکر وصیت فرمائی کہ امام عالیمقام کی رکاب سے کسی وقت جدا نہ ہوں اسی منزل میں عبداللہ ابن عباس رضؓ کے آنے اور ان کے ساتھ ہی امام علیہ السلام کی ایسی ہی گفتگو فرمانے کے حالات بھی بتلائے جاتے ہیں۔ مگر امام عالیمقام نے ان سے صرف اسی قدر فرمادیا کہ میں سفر عراق پر مامور ہوچکا ہوں اور معہذا قطعی مجبور ومعذور ہوں۔ اسی منزل میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ کے ساتھ ابوبکر ابن حارث ابن ہشام کی بھی گفتگو تاریخوں میں درج پائی جاتی ہے۔ جنہوں نے اہل کوفہ کی بے وفائی اور عہد شکنی کی مثالیں جناب امیرالمومنین اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے عہد میں دکھلا کر آپ کو سفر عراق سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی امام حسین علیہ السلام نے ان کی طول وطویل استدعا کے جواب میں صرف اتنا فرمایا جزاک اللہ خیرا یا ابن عم فقد اجتھدت رایک ومھما یقض اللہ یکن حق سبحانہ تعالیٰ تمہیں اس مشفقانہ شورے کے لئے جزائے خیر دے۔ لیکن جو کچھ کہ خداوند عالم کا حکم ہوچکا ہے وہ ضرور ہوگا۔

بہر حال۔ اب ہم امام حسین علیہ السلام کے موجودہ سفرنامہ کے متعلق۔ مکہ معظمہ سے لیکر کربلائے معلےٰ تک کی ہر منزل کے علیحدہ علیحدہ حالات لکھتے ہیں۔ اور داخلۂ کربلا کے متعلق

جو آخر منزل ہے۔ آپ کے اس سفر کا ایک نقشہ بھی ضمیمہ کے طور پر لگا دیتے ہیں جو جغرافی ضروریات کی نسبت کافی اطلاع ناظرین کتاب کو پہنچائیگا۔

دوسری منزل ذات العرق ۔منزل تنعیم سے یہ مقام چار فرسخ کے قریب ہے۔ فی زمانناً بارہ۱۲ میل کے قریب ہوا ذات عرق کی نسبت جغرافیہ عرب میں لکھا ہے۔

ذات عرق منهل اٰل عراق و هو الحدّ بین تهامه و نجد و قیل عرق جبل بطریق مکّة و منه ذات عرق آل عراق کے نام سے مشہور ہے۔ اور تہامہ اور نجد کی حد فاصل ہے اور عرق ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکّہ کی راہ میں واقع ہے اور یہی اسکی وجہ تسمیہ ہوئی۔ اسی منزل میں عرب کا مشہور شاعر فرزدق آپکی زیارت سے مشرف ہوا۔ اُسکی ملاقات کی کیفیت یوں ہے کہ۔ فرزدق کا اصلی نام ہمام ابن غالب ہے۔ وہ اپنی ماں کو حج کے قصد سے لئے آرہا تھا اور مکہ جا رہا تھا۔ ذات العرق کی منزل پر پہنچکر اس نے دو رنگ میدان میں خیمے نصب دیکھے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام تشریف فرما ہیں فوراً آستان مقدس پر حاضر ہوا۔ دیکھا کہ سراچۂ بیرونی میں آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں تسلیم بجا لاکر فرزدق کھڑا رہا۔ امام عالی مقام نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب سلام عطا فرما کر اس کو اپنے پاس بٹھلا لیا۔ فیمابین گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ فرزدق نے عرض کی اعطاک اللّٰہ سؤلک واملک فیما تحب بابی انت و امّی یابن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه و اٰله و سلّم ما اعجلک من الحج یابن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه و آله وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ خدائے تبارک و تعالےٰ آپ کی دعاؤں کو مستجاب کرے اور آپ کے مطالب و مقاصد دلی کو پورا کرے۔ حضور نے ایام حج میں کیوں اتنی جلدی فرمائی کہ بغیر ادائے حج راہ سفر اختیار فرمائی۔ امام علیہ السلام نے حسرت بھری آواز سے ان مختصر الفاظ میں اُسکو جواب دیا لولم اعجل لاخذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو میں گرفتار کرلیا جاتا۔ اتنا فرما کر آپ نے اُس سے اپنی طرف سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور استفسار فرمایا اخبرنی عن الناس خلفک قال الخبیر سئلت قلوب الناس معک و اسیافهم علیک و القضآء ینزل من السّمآء و اللّٰہ یفعل ما یشاء قال صدقت اللّٰہ الامر من قبل و من بعد و کل یوم ربنا هو فی شان ان نزل القضآء بما نحب فنحمد اللّٰہ علی نعمآئه و هو المستعان علی ادآء الشکر و ان حال القضآء

دون الرجاء فلم يبعد من كان الحق نيته۔
اب تو مجھ کو بتلا اور اہل کوفہ کی خبر سنا۔ فرزدق نے عرض کی کہ آپ اُن لوگوں کے حالات مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں جو دل سے تو آپ کو دوست رکھتے ہیں اور آپ کے دیدار کی تمنائے دلی کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب لڑائی کا وقت آئیگا تو وہی لوگ آپ کے منہ پر تلواریں کھینچیں گے اور آپ کو قتل کرینگے۔ بس جو حکم مشیت ہوگا اور جو خدا چاہیگا وہ ظاہر ہوگا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے فرزدق جو کچھ تو نے کہا وہ سب راست ہے اور حکم آئندہ وگذشتہ سب اُسی قادر مطلق کے دست اختیار میں ہے اور ہر روز اُسکے لئے ایک نئی شان ہے۔ اگر اُس کا حکم ہمارے مقصد کے مطابق ہوا تو ہم اُسکا شکریہ ادا کرینگے اور پھر بھی وہی ہمکو اس سپاس گزاری کی توفیق وقوت عطا فرمائیگا۔ اور اگر ہمارے مقصد کے مطابق اُس کا حکم جاری نہ ہوا۔ تاہم وہ اپنے سے کبھی اُن لوگوں کو دور نہ کریگا۔ جو راہ حق میں سالک اور طریق تقوٰے کے رہرو ہیں۔ امام علیہ السلام کا یہ بلیغ جواب سنکر فرزدق کے حواس گم ہو گئے۔ نہایت ادب سے خدمت مبارک میں عرض کی بلغك الله ما تحب وكفاك ما تحذر حق سبحانہ تعالےٰ آپ کو آپ کی خواہشوں پر فائز المرام فرمائے اور جن امور کی طرف آپ کو اندیشہ ہے اُن میں آپ کی اعانت فرمائے۔

اِس کے بعد فرزدق نے امام علیہ السلام سے حج کے متعلق چند ضروری مسائل پوچھے اور اُن کا جواب پاکر مکۂ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ فرزدق کی ملاقات کے حالات تمام تاریخوں میں درج ہیں اور اس قدر مشہور ہیں کہ کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

تیسری منزل ثعلبیہ۔ ذات العرق سے کوچ فرماکر امام حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ منزل ثعلبیہ پر وارد ہوئے۔ علمائے جغرافیہ ثعلبیہ کی تحقیق میں لکھتے ہیں وھی منزل بطریق مکۃ قد کانت قریۃ فخربت وھی مشھور وھی بفتح اوّلہ۔ مکہ کی راہ میں ایک منزل ہے۔ ایک قریہ تھا جو خراب اور ویران ہو گیا۔ اور یہی مشہور ہے۔ اور ثعلبیہ بالفتح اوّل ہے۔ اسی منزل میں ابوہرہ کوفہ سے آکر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مواجب تسلیم و تعظیم بجالاکر پوچھنے لگا کہ حرم خدا اور حرم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑکر حضور کے سفر فرمانے کا کیا باعث ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس کے جواب میں ارشاد فرمایا ویحك یا اباھرۃ ان بنی امیۃ اخذ واما لی فصبرت نشتموا عرضی فصبرت

وطلبوا دمی فهربت وایم اللہ لتقتلنی الفئة الباغیة ولیکسنھم اللہ ذلا شاملا و
سیفا قاطعا ولیسلطن علیھم من یذلھم حتی یکونوا اذل من قوم سبا اذا
ملکتھم امراۃ منھم فحکمت فی اموالھم و دمائھم اے ابا ہرہ افسوس ہے
تجھ پر بنی امیہ نے میرے حقوق کو غصب کر لیا اور میں صبر کرتا رہا وہ مجھ کو علانیہ سب و شتم
سے یاد کرتے رہے میں اُن کی حرکات پر بھی صبر کرتا رہا۔ یہانتک کہ جب وہ میرے قتل کے
درپے ہوئے تو میں نے وہاں سے مجبور ہو کر نکل جانے کا قصد کیا۔ خدا کی قسم یہ فرقہ گمراہ مجھے
مار ڈالے گا اور خدائے تعالے اُن پر اپنے قہر کو مسلط کریگا اور تلواروں کے نیچے رکھ لیگا اور
اُن لوگوں پر ایسے شخص کو حکمراں کریگا جو اُن لوگوں کو شہر سبا کے آدمیوں سے بھی زیادہ ذلیل
و خوار کریگا۔ جس وقت کہ اُن پر ایک عورت (بلقیس) سے زیادہ اُن لوگوں کو ذلیل و
ورسوا کرے گا۔

اسی منزل میں طرماح بن حکم رض بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کیفیت یہ ہے کہ طرماح
اپنے اہل و عیال کے لئے سال بھر کا غلہ اور خوراک وغیرہ تمامی ضروریات ایک بار بہم پہنچا
کر لیتے تھے۔ چنانچہ وہ اس وقت اپنی ان تمام ضروریات کو فراہم کر کے گھر لئے جاتے تھے
کہ منزل ثعلبیہ میں امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر سُنکر آستان مقدس پر حاضر
ہوئے۔ اور کہنے لگے اذکر فی نفسك لا یغیرنك اھل الکوفة فو اللہ لئن دخلتھا
لتقتلن وانی لاخاف ان لا تصل الیھا فان کنت مجمعا علی الحرب ما انزل اجاء
فانہ جبل منیع واللہ ما نالنا فیہ ذل قط وعشیرتی یرون جمیعا نصرك فھم یمنعونك
ما اقمت فیھم۔ میں آپ کو آگاہ کئے دیتا ہوں تاکہ آپ پر اہل کوفہ کا فریب نہ چل سکے
خدا کی قسم اگر کوفہ میں آپ داخل ہونگے تو آپ کو وہ لوگ زندہ نہ چھوڑینگے پس مجھ کو خوف
ہے کہ آپ کوفہ تک بھی بسلامت نہ پہنچ سکیں گے۔ اگر آپ نے جنگ کا ارادہ کیا ہے تو
جبل اجاء میں قیام فرمائیں کہ وہ نہایت محفوظ جگہ ہے۔ خدا کی قسم ہم لوگ آج تک کسی
دشمن کے ہاتھ سے ذلیل و رسوا نہیں ہوئے۔ جتنی مدت تک آپ وہاں قیام پذیر رہیں
ہم اور ہمارے تمام عشیرہ کے لوگ آپ کی پوری نصرت کرینگے۔

جبل اجاء بوزن فعل مع ہمزہ۔ یمن میں قبیلہ بنی طے کے دو مشہور پہاڑوں میں سے
ایک کا نام ہے اور اہل عرب اس کو بلا فصل بروزن قید بھی کہتے ہیں اور یہ پہاڑ

مکہ سے کوفہ جانیوالی راہ میں واقع ہے۔

بہرحال۔ طرماح کی یہ استدعا سنکر امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا انّ بینی وبین القوم موعداً اکرہ اخلفھم فان یدفع اللہ عنا فقدیما انعم علینا وکفی وان یکن مالا بد منہ ففوز وشھادۃ انشاءاللہ مجھمیں اور اُس قوم (اہل کوفہ) میں وعدہ ہوگیا ہے۔ جس سے اختلاف کرنا میں بالکل مکروہ سمجھتا ہوں۔ اگر خدائے سبحانہ وتعالےٰ نے اس امر میں مجھ سے میرے دشمنوں کو دفع کردیا تو میں اُسکی عنایت وکفایت کے شایاں سمجھا جاؤں گا اور اگر اُس کا حکم اس کے خلاف ہوا تو میں ماجور ہونگا اور سعادت شہادت پر فائز۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

غریب طرماح آپ کا یہ حکم سُنکر مع اپنے اسباب واثقال کے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور گھر کی تمام ضروری ترتیب کرکے امام علیہ السلام کی نصرت کے قصد سے گھر سے نکلے تو معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے۔ یہ بے نیل مرام واپس آئے۔

ثعلبیہ سے امام عالیمقام نے عبداللہ ابن یقطر رضؓ کو کوفہ بھیجا تھا جن کا پورا واقعہ اوپر درج ہوچکا ہے۔ ثعلبیہ سے امام علیہ السلام کو راہ مخدوش معلوم ہونے لگی۔ اُس کی حقیقت یہ ہے حضرت مسلم کے معاملات سے فارغ ہوکر ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے سدّراہ ہونے کی بہت جلد فکر کرنی شروع کردی اور ان سامانوں سے اُسکی اصلی غرض یہی تھی کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ پہنچنے سے پہلے راہ ہی میں گرفتار کرلئے جاویں۔ یا کم سے کم سوائے اُس راہ کے جسکو وہ مکہ سے اختیار فرماچکے ہیں اور کوئی دوسری راہ نہ اختیار کریں اور کسی قوم اور قبیلہ کے لوگ بھی۔ ان سے مل سکیں پس اپنی اسی تجویز کے موافق اُس نے تمام راستوں کا معقول اور مستحکم بندوبست کرلیا اور حصین ابن نمیر کو ایک معتدبہ جماعت دیکر راستہ کی حفاظت وحراست کے تمام ضروری انتظام سپرد کردئے۔ حصین ابن نمیر نے قادسیہ کو اپنی لشکرگاہ بنایا۔ اور وہیں سے تمام اندرون وبیرون راستوں کی ناکہ بندی کے لئے منتخب افسروں کی ماتحتی میں رسالے اور فوجیں روانہ کیں۔ اور مخصوص مکہ سے واقصہ (متعلق کوفہ) شام اور بصرہ جانے والے راستوں کی نہایت سختی سے حفاظت کی گئی۔ واقصہ بالکسر قاف والصاد منزل فی طریق مکۃ وھی دون زبالۃ بمرحلتین بالطریق ۔۔۔ الضاد۔ مکہ سے کوفہ جانے والے راستہ میں ایک منزل ہے جو منزل زبالہ سے دو منزلیں پیچھے ہے۔ واقصہ کی خاص حفاظت سے ابن زیاد کی خواہش یہ تھی کہ

امام حسین علیہ السلام کوفہ آرہے ہیں۔ سوائے واقصیہ کے کوئی اور دوسری راہ نہیں ہے
جس کی کامل حفاظت کر دی گئی۔ اب وہ سوائے کوفہ آنے کے اور کسی طرف نہیں جا سکتے
اب وہ براہ مستقیم شہادت مسلمؑ سے موثر ہو کر یزید کے پاس شام بھی نہیں جا سکتے۔ کیونکہ
کوفہ سے وہاں تک کی ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ اور کوفہ سے قادسیہ اور قادسیہ سے شام تک
بھی فوجیں بیٹھ چکی ہیں۔ بصرہ کی راہ بھی مسدود ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ کوفہ کے اخبار معلوم
کرکے آپ بصرہ کا رخ نہ کریں۔

ابن زیاد کے ان انتظامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس بدبخت ازلی کی خواہش دلی یہ تھی کہ
امام حسین علیہ السلام کسی نہ کسی طرح میرے سامنے کوفہ میں لائے جائیں کہ تمام مملکت میں
اس کی قوت و اقتدار کی شہرت ہو اور امام عالی مقام کی ذلت۔ چنانچہ منزل ثعلبیہ سے
آگے بڑھتے ہی جا بجا لوگوں کی مختلف جماعتیں آپ کو نظر آنے لگیں اور آپ جو قبائل عرب
راستے میں آپ کو ملتے گئے۔ اور آپ اُن سے راستوں کی کیفیت استفسار فرماتے
گئے تو اُن لوگوں نے سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں دیا کہ ہمکو کسی امر کی اطلاع
نہیں ہے۔ لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ آجکل تمام راہیں مسدود ہیں ان راہوں سے نہ کوئی
شخص باہر جا سکتا ہے اور نہ باہر سے اندر آسکتا ہے۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ابن زیاد
کے ان انتظامات کے متعلق لکھا ہے۔

ابن زیاد نے کوفہ کا پورا بندوبست کر کے حصین ابن نمیر کو کئی ہزار سوار دیکر بیرونی مقامات کی
حفاظت اور راہیں مسدود کرنے کے لئے متعین کیا۔ حصین ابن نمیر نے قادسیہ میں اپنا
کیمپ قائم کیا اور سوا اُس راستہ کے جس پر امام حسین علیہ السلام آرہے تھے ہر طرف
کی راہوں پر سواروں کی چوکیاں بٹھا دیں کہ مشتبہ حالت میں کوئی شخص گزرنے نہ پاوے
یعنی کوئی شخص کسی طرف سے آکر امام حسین علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے پاوے
اور نہ امام عالی مقام کسی دوسری طرف جا سکیں۔ صلاح النشاتین صفحہ ۲۴۲۔

چوتھی منزل واقصیہ۔ اسی منزل میں زہیر ابن القین بجلیؓ امام علیہ السلام کے قافلہ سے
مل گئے۔ ان کی پوری کیفیت یہ ہے کہ زہیر ابن القین البجلیؓ قوم فزارہ اور قبیلہ بجیلہ
کے رئیس اور شہر کوفہ کے ممتاز اور جلیل القدر باشندوں میں تھے۔ مکہ سے وہ امام حسین
علیہ السلام کے ہم سفر اور ہم طریق تھے۔ مگر بنی امیہ کی مخالفت اور ظلم و تعدی کی وجہ سے

منزل پہنچکر ایک جا خیمہ نہیں کرتے تھے۔ منزل ثعلبیہ تک تو یوں ہی ہوتا آیا۔ مگر یہاں
یعنی منزل حزیمیہ پہنچکر زہیر ابن القین اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چاشت (ناشتہ)
کے لیئے دسترخوان پر بیٹھ چکے تھے۔ کہ ایک قاصد نے آکر امام حسین علیہ السلام کی طرف سے
ان کو طلبی کا حکم سنایا۔ امام حسین علیہ السلام کی طلبی کا مضمون سنکر بنی امیہ کے خوف سے
اُس تمام مجمع کو ایک سخت انتشار واقع ہوگیا۔ اور وہ ایسے ششش و پنج میں گرفتار ہوگئے
کہ جماعت کی جماعت نے موجودہ غور و فکر میں زانوئے تشویش پر اپنے سر جھکا لیئے۔ اور
کانّما علیٰ روسہم الطّیر کے پورے پورے مصداق ہوگئے۔ ان کی اسی غور و فکر اور پس و
پیش کی عین حالتوں میں دیلم بنت عمر۔ زہیر ابن القین کی بی بی اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے
شوہر کو مخاطب کرکے کہنے لگی کہ سبحان اللہ فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا خاص
آدمی تیرے پاس بھیجے اور تجھ کو تیرے شرف حضوری سے خود اعزاز بخشے اور تو اُس کی
دعوت نہ قبول کرے۔ استغفر اللہ ربّی۔ اتنا سُننا تھا کہ اسکی مردانہ غیرت نے اُسکی
عقیدت اور ارادت میں ایک غیر متحمل جوش پیدا کیا اور زہیر ابن القین بے اختیار ہوکر اپنی
جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیر تک آپ سے باتیں
کرکے جب پھر اپنے خیمہ میں آیا تو نہایت مطمئن۔ فرحناک اور مسرور الحال تھا۔ اُس نے
آتے ہی حکم دیا کہ ہمارے خیمے اور تمام بار برداری کے اسباب اسی وقت یہاں سے اُٹھائے
جائیں اور امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے ساتھ قائم کئے جائیں۔ یہ کہکر وہ اپنی خوش عقیدہ
بی بی کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور تجھ کو اجازت دی کہ تو اپنے
میکے کو واپس جا۔ میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ تو قید ہونے اور لوٹے جانے کی مصیبتیں اُٹھائے
یہ کہکر تمام مال و متاع اپنے بنی اعمام کو مع دیلم اپنی زوجہ کے سپرد کیا۔ اور یہ کہا کہ اس عورت
کو اس کے قبیلے تک پہنچا دیں۔ بیچاری دیلم سکتے میں آگئی اور اپنے شوہر سے رخصت
ہوتے وقت بہت روئی اور کہنے لگی کہ خار اللہ لک اسئلک ان تذکرنی
فی القیمۃ عند جدّ الحسین علیہ السلام پروردگار عالم خیر تیرے حصہ میں عطا فرماوے
میری التجا تم سے یہی ہے کہ تم جناب امام حسین علیہ السلام کے جد بزرگوار کی خدمت میں جانا
تو میرے ذکر سفارش کو نہ بھولنا۔
خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی فتوحات میں لکھتے ہیں کہ دیلم زوجہ زہیر ابن القین رضی اللہ عنہا نے شوہر کی

یہ تقریر سُنکر جواب دیا کہ تم تو فرزند مرتضےٰ علیہ السلام کی رکاب میں حاضر رہکر اپنی جانبازی سے
جوہر دکھاؤ تو پھر میں کیونکر دختر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں رہکر سعادت ابدی
نہ حاصل کروں۔ اپنی خالص الایمان اور کامل الاعتقاد بی بی کا ایسا پُراثر جواب سُنکر زہیر کو
سوائے سکوت کے اور کچھ کہتے بن نہیں پڑا۔ وہاں سے اُٹھکر وہ اپنے ہمراہیوں کے
پاس آیا اور اُن میں سے ہر ایک شخص کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں عام طور سے تم
لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص چاہے وہ میری ہمراہی اختیار کرے اور
جو چاہے وہ اپنی راہ لے۔ میں بخوشی و رغبت اس کو رخصت کرتا ہوں کہ یہ میرا آخری عہد
ہے۔ مگر میں تم لوگوں سے رخصت ہوتے ہوئے جناب سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا ایک
تذکرہ بیان کرتا ہوں۔ اُسکو سُن لو۔ جس وقت کہ غزوہ بحرین میں ہم لوگوں کا اور اُن کا ساتھ
ہوا اور خدائے سبحانہ تعالےٰ نے اُس جنگ میں ہماری فتح عنایت فرمائی اور غنیمت وافر
ہمارے ہاتھ آئی تو سلمان رضؓ نے ہم لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا افرحتم بما فتح اللہ علیکم
فقلنا نعم قال اذا ادرکتم سیّد شباب اٰل محمّد فکونوا اشد فرحا لقتالکم
معه مما اصبتم الیوم من الغنائم فاما انا فاستودعکم اللہ تعالیٰ یعنی فتح موجودہ
سے جو تم کو حق تعالےٰ نے عنایت فرمائی ہے تم خوش ہوئے یا نہیں۔ ہم لوگوں نے
عرض کی کہ بیشک ہم کو خوشی حاصل ہوئی ہے۔ جناب سلمانؓ نے فرمایا کہ جس وقت تم
لوگ سید جوانان آلِ محمدؐ کی رکاب میں قتال کروگے تو تم کو واجب ہو جائیگا کہ
تمکو اُس دن آج کی حصول نعمت سے زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔ کیونکہ اُس دن غنیمت جنات
عدن تمہاری قسمت کا حصہ ٹھیریگی۔ پس میں آج تم لوگوں سے وداع ہوتا ہوں۔
کیونکہ میں اُس وقت تک زندہ نہ رہوں گا۔ الحاصل زہیر ابن القین البجلی اپنی باوفا اور
خالص الاعتقاد بی بی کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور آپکے
ہمراہ معرکۂ کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے جیسا کہ معرکۂ کربلا کے تفصیلی واقعات میں
عنقریب بیان ہوگا۔ خواجہ احمد اعثم کوفی کی یہی عبارت معتبر اور مستند ہے اور
اور علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم نے بھی اسی مضمون پر اتفاق کیا ہے۔
پانچویں منزل خزیمیہ۔ واقعہ یہ ہے کہ بعد اس منزل پر قیام ہوا۔ خزیمیہ کی نسبت لکھا ہے
کہ یہ ایک چھوٹی سی آبادی مکہ کی راہ میں قریۂ رمل کے بعد ہے۔ اسی آبادی میں ایک قصر

خزیمیہ کے نام سے مشہور تھا اور اسی محل کی مناسبت سے اس بستی کا نام خزیمیہ مشہور تھا۔ بہر حال۔ امام حسین علیہ السلام ایک شبانہ روز اسی منزل میں قیام فرما رہے۔ اس منزل کا نام زرود بھی ہے۔ اسی منزل پر اور امام طبری اور ابن اثیر کے نزدیک منزل ثعلبیہ ہی میں آپ کو حضرت مسلم۔ ہانی ابن عروہ اور عبد اللہ ابن یقطر کی مصیبتناک شہادت کی خبریں ایک بارہ پہنچیں۔ اس کی خلاصہ کیفیت یہ ہے کہ عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر ابن اسمٰعیل قبیلۂ بنی اسد کے دو شخصوں نے مکہ ہی سے آپکی ہمراہی اختیار کی تھی منزل زرود پر پہنچکر امام عالی مقام نے ایک سوار کو کوفہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا اور اُس سے کوفہ کا حال دریافت فرمانا چاہا۔ مگر وہ اپنی رَو میں کچھ ملتفت نہ ہوا اور اپنی راہ چلا گیا عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر ابن اسمٰعیل نے اسکے پیچھے اپنے ناقے دوڑا دئے اور اُس سے جا ملے۔ اُس سے حال پوچھنے لگے تو اُس نے کہا کہ میرا نام بکر ہے اور میں قبیلۂ بنی اسد کا ایک آدمی ہوں۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم بھی اسی قبیلہ کے ہیں پھر اُس سے کوفہ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ میں نے حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بلکہ اُنکی لاشوں کو کوفہ کی گلیوں میں تشہیر ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ بکر سے یہ حال سُنکر اُنکے تو حواس اُڑ گئے رہے۔ اور صدمہ کے باعث امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خبر نہ کر سکے۔

چھٹی منزل۔ زبالہ۔ یہ منزل واقصیہ اور ثعلبیہ کے درمیان واقع ہے۔ عبد اللہ اور منذر نے امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ کا واقعہ عرض کر دیا اور کہا کہ اب آپ کا یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھنا کسی طرح قرین مصلحت نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب آپ واپس ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کی باتوں کا تو کچھ جواب نہ دیا مگر فرزندان عقیل کی طرف آپ نے دیکھا۔ وہ سب کے سب یکزبان ہو کر کہنے لگے لا واللہ لا نبرح حتی یدرک ثارنا او نذوق ما ذاق اخونا نہیں واللہ ہم نہ ٹلیں گے جبتک کہ انتقام نہ لے لیں یا ہم بھی مثل اپنے بھائی کے شہید ہو جائیں۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا لا خیر فی العیش بعد ھؤلاء یعنی اِن کے ایسے عزیزوں کے بعد زندگی کا کوئی مزا نہیں۔ صلاح النشاتین صفحہ ۲۶۔

خواجہ احمد اعثم کوفی اس واقعہ میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ حضرت مسلم کی ایک صغیر السن لڑکی

(رقیہ بنت مسلمؑ) جو اُن سے بہت مانوس تھی۔ آپ حضرت مسلمؑ کی شہادت سُنکر انا للہ و انا الیہ راجعون فرماتے ہوئے عصمت سرا میں داخل ہوئے اور اُن صاحبزادی کو بلایا اور اُن کے حال پر روز سے زیادہ شفقت وعنایت فرمانے لگے۔ اُس معصومہ نے پوچھا کہ آج اِن اشفاقِ کثیرہ کی کیا وجہ ہے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے باپ غربت کے سفر میں ہلاک کئے گئے۔ اُس نادان کی اس تقریر کو سُنکر امام عالی مقام میں زیادہ تحمّل کی تاب نہ رہی۔ آپ بھی بے اختیار ہوکر رونے لگے۔ پھر کیا تھا۔ تمام اہلبیتؑ میں خبر پہنچ گئی۔ اور قیامت کا کہرام مچ گیا۔

مقتل ابو مخنف میں حضرت مسلم علیہ السلام کے شہید ہونے کی خبر پہنچانے کو ہلال ابن نافع اور عمر ابن خالد کے متعلق لکھا ہے۔ اُن کی عبارت یہ ہے۔

فبینما الحسین رضی اللہ عنہ فی المسیر اذ جاء ھلال ابن نافع وعمر ابن خالدؓ من الکوفۃ فسئل عنھما احوال الناس فقالا اما الاغنیا فقلوبھم الی ابن زیاد و اما باقی الناس فقلوبھم الیک وان مسلمؑ وھانیؓ وقیسؓ الذی کان رسولک نقتلوا فقال اللھم اجعل الجنۃ لنا ولا شیاعنا منزلا کریما انک علی کل شیٔ قدیر ثم خطب وقال قد نزل بنا ما ترون وان الدنیا قد تغیرت وتکدرت وادبر معروفھا ولم یبق الا کصبابۃ الاناء لا یعمل الحق ولا یلتنھی عن الباطل ولا یری المؤمن الموت الا سعادۃ والحیات مع الظٰلمین الا خسارۃ۔

امام حسین علیہ السلام کی زیارت بابرکت سے راہ کوفہ میں ہلال ابن نافع اور عمر ابن خالد مشرف ہوئے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے پاس بلا کر کوفہ کا حال دریافت فرمایا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ شہر کے امرا اور اہل دول کے قلوب تو ابن زیاد کی طرف رجوع ہیں۔ اور باقی آپ کے مشتاق ہیں۔ اور حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ اور ہانی ابن عروہؓ اور قیس ابن مطہر قاصد بصرہ مارڈالے گئے۔ اتنا سُنکر جناب امام حسین علیہ السلام انتہا محزون ہوئے اور فرمانے لگے تو ہم کو اور ہمارے شیعوں کو جنّت عطا فرما اور تو ہی تمام چیزوں پر قادر ہے۔ پس آپ کھڑے ہوئے۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایّہا النّاس ہم پر واقع ہوا جو کہ تم نے دیکھ لیا پس دنیا ہمیشہ تغیّر اور کدورت پیدا کرنے والی ہے اور مٹ گئے اِس کے معروف اور نہیں باقی رہتے اِس میں مگر وہی جو بدترین زمانہ تھے۔ جو کبھی عمل نہیں کرتے حق پر اور نہیں انتہا کرتے باطل سے اور نہیں دیکھیگا

اس دنیا میں مومن اپنی موت کو سوائے سعادت اور نیکی کے اور نہیں دیکھیگا ظالم اپنی حیات کو سوائے نقصان اور گھاٹے کے۔

صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ منزل زبالہ ہی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو عبداللہ ابن یقطر رحمۃ اللہ علیہ کی خبر شہادت پہنچی۔ یہاں پہنچکر آپ نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اکٹھا کرکے عام طور سے یہ حکم دیا تھا جس کو ہم مقتل ابی مخنف کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں

ایھا النّاس فمن کان یصبر علی حد السیف وطعن الاسنۃ فلیقم معنا والا فلینصرف عنّا جو لوگ تلواروں کی آنچ اور نیزوں کے بھالوں کا تحمل کرسکیں وہ تو ہمارے ساتھ رہیں اور جو ان مصائب کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے وہ ہم سے علیحدہ ہوجائیں

صاحب ناسخ التواریخ خطبہ کی یہ عبارت درج فرماتے ہیں۔

اما بعد فقد اتانا خبر فظیع قتل مسلم ابن عقیل وھانی ابن عروہ وعبداللہ ابن یقطر وقد خذلنا شیعتنا فمن احبّ منکم الانصراف فلینصرف فی غیر حرج ولیس علیہ ذمام۔

اے گروہ مردم خبر وحشت خیز اور دہشت انگیز مشعر قتل مسلم ابن عقیل وہانی ابن عروہ وعبداللہ ابن یقطر مجھ کو پہنچی اور معلوم ہوا کہ میرے شیعوں کو ذلیل وخوار کیا پس جس کو ہماری ہمراہی سے دست بردار ہونے اور چلے جانے کا قصد ہو وہ چلا جاوے اسکے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اُس کے اوپر کوئی قصد نہیں ہے (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۱۵)

حقیقت حال یہ ہے کہ عرب کے طماع اور حریص طبیعت کے لوگ جن کو امام حسین علیہ السلام کے اس سفر کی اصلی اغراض کے متعلق خبر نہیں تھی۔ یہ سمجھ کر کہ فرزند رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام تسخیر ممالک کے ارادہ سے تشریف لئے جاتے ہیں حصول غنیمت اور نزول دولت کی خاص ضرورت سے آپ کے ہمراہ ہوگئے تھے۔ اور مکہ سے یہاں تک آپ کے ہمراہ چلے آئے تھے۔ اور ان کے علاوہ راستہ میں ان کے ہمخیال اور ہم طبیعت قوم وقبیلہ کے لوگ اس قافلہ کے ہمراہ ہوگئے تھے۔ اس وجہ سے آپ کی رکاب میں ایک معتدبہ جمعیت ہوگئی تھی جس کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔

اس منزل پر پہنچکر جب جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اپنے اس سفر کی اصلی اغراض کو صاف صاف لفظوں میں بیان کردیا تو اب ایسے لوگوں کے ارادوں میں

استقلال کہاں۔ وہ تلواروں اور نیزوں کے مصائب کا نام سنتے ہی کانوں پر ہاتھ دھرنے
لگے۔ چنانچہ مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے۔ فجعل القوم یتفرقون فلم یبق الا
اهل بيته ومواليه وهو نيف وسبعون رجلا وهم الذين خرجوا
معه من مكة فتراً بهم یعنی یہ اعلان سنکر تمامی لوگ متفرق ہوگئے اور اُن کے
ساتھ سوائے اہل بیت طاہرین اور اصحاب مخصوصین کے کوئی دوسرا نہیں رہا۔
اور یہ حضرات وہی تھے جو مدینہ منورہ سے ہمراہ تشریف لا رہے تھے اور اُن کی تعداد
بہتّر آدمی تھی۔ اور یہی بزرگوار آپ کے ساتھ آگے بڑھے تھے۔
اسلام کی بدنام کرنے والی قومیں۔ جو واقعات کربلا کو معمولی ملک گیریوں سے تعبیر کرتی
ہیں وہ ان حالات کو پڑھ کر اپنی غلط فہمی اور سوء ظنی کی کامل اصلاح فرمالیں۔ کیا ایسے
واضح اور روشن احوال پڑھکر بھی وہ اپنے غلط شبہوں پر اصرار کرتے رہینگے؟ کیا اب
بھی وہ نہیں سمجھیں گے کہ اگر امام عالی مقام کے وہی ارادے ہوتے۔ جیسا وہ خیال
فرماتے ہیں تو آپ کبھی ان لوگوں کو یوں علانیہ رخصت کر دیتے؟ کیا کوئی ملک گیر اپنی
فتوحات کی کوششوں میں۔ دیدہ و دانستہ اپنی جماعت کو پریشان کرنے کے عوض گھٹانے یا کم
کرنے کا خیال کرسکتا ہے؟ اور کم کرنا بھی ایک ایسی مختصر تعداد کا جو فوج کشی یا ملک گیری
کی ضرورتوں کو کہاں تک اپنی ضروری حفاظت کے لئے بھی پورے طور سے کافی
نہیں ہوسکتی۔ ان واقعات کو پڑھکر ایسے شبہات کرنے والے حضرات کو یقین کر لینا چاہئے کہ واقعات
کربلا کی ضرورت کسی طرح دنیاوی تعلقات سے ملحق نہیں تھی۔ بلکہ اس کی بنا اس
احکام الٰہی اور فرمان رسالت پناہی پر قائم تھی۔ جیسی کہ خبر پچاس برس پیشتر جناب
مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی معلوم ہوچکی تھی۔ اس راز خداوندی کو ایک
مدت تک پوشیدہ رکھنا ضروریات سے تھا۔ چونکہ دربار ایزدی سے اس مقدس
اور عدیم المثال خدمات کی تعمیل جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مخصوص فرمائی
گئی تھی۔ اس لئے آپ نے اس کو اب تک یہاں تک علانیہ ظاہر نہ فرمایا۔ اب جبکہ
آخری کا زمانہ بالکل قریب پہنچ گیا تھا اور یہ بھی ضرور تھا کہ جمعیت [illegible] ان شہدا [illegible]
[illegible] کی مطلق قوت نہیں رکھتی تھی۔ روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی۔ ان کو خبردار کرنا
اور اپنے اصلی نتیجوں کو بتلا دینا ضروری تھا۔ اس لئے آپ نے اُن کو علانیہ ظاہر کیا اور

سے اپنے موجودہ سفر کے صحیح اور حقیقی نتیجوں کو بتلا دیا اور وہ لوگ آپ کے ارشاد کو اپنی
موجودہ خواہشوں کے بالکل مخالف پاکر آپ سے علیحدہ ہوگئے۔

بہرحال۔ ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ منزل زبالہ سے کوچ ہوا۔ دوسرے
دن جناب امام حسین علیہ السلام اپنے رفقا کے ہمراہ جن کی تعداد بہتّر تھی قصر مقاتل میں
تشریف فرما ہوئے۔

ساتویں منزل قصر مقاتل۔ قصر مقاتل بین عین التمر و الشام منسوب الی مقاتل
بن حبان وھو قرب القطقطانہ۔ عین التمر اور شام کے درمیان واقع ہے
اور شہر قطقطانیہ سے قریب ہے۔ اور یہ قصر مقاتل ابن حبان کی طرف منسوب ہے۔ قصر بنی مقاتل
میں پہنچکر دور تک اونچے اونچے خیمے نصب دیکھے گئے اور میدان کا میدان گھوڑے
اور سواروں اور ہتھیاروں سے بھرا ہوا دیکھا گیا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ حُر ابن زیاد
ریاحی اور اُس کے ہمراہی فردکش ہیں اور یہ سب اُسی کا لشکر ہے۔ تاریخ کبیر طبری میں قصر مقاتل
کی جگہ اس منزل کا نام اشراف لکھا ہے۔ وہ حر کی ملاقات کی کیفیت کا خلاصہ یوں
لکھتے ہیں۔

کہ حضرت امام حسین علیہ السلام منزل اشراف سے آگے بڑھے تھے کہ لشکر یزید کے
ہزار سواروں نے ان کو گھیر لیا۔ حر ابن یزید ان سواروں پر افسر تھا۔ چونکہ یہ ٹھیک دوپہر
کا وقت تھا اور سواران حر دھوپ کی شدت سے بدحواس تھے اس لئے امام حسین
علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ پانی کی مشکیں جو ہمراہ ہیں لیجاؤ۔ اور اس لشکر
کو سیراب کرو۔ چنانچہ وہ لوگ دوڑے اور سب کو پانی پلایا۔

منزل اشراف میں حر کی ملاقات اور اُس کے سیراب کرنے کے حالات

صاحب ناسخ التواریخ نے اس واقعہ کو اپنی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ اُن کی عبارت
یہ ہے حسین علیہ السلام خادمان خویش را امر فرمود تا سپاہ حر را سیراب کنند و اقداح و اوانی
ایشاں را پر از آب نمودند انگاہ نوبت بہ سقایت فرس و حمل رسید۔ اسپہا نیز کرۃً بعد کرۃً

آب دادند تا نیک سیراب گشتند۔ علی ابن الطعان المحاربی گوید من با سپاہ حربودم و از قفائے همگاں رسیدم چوں امام حسین علیہ السلام مرا دید و تشنگی مرا و اسپ مرا بدانست فرمود جمانتر راویہ را بخوابانید ندو مرا آب دادند انگاہ مرا فرمان کرد کہ عطف راویہ بیکن تا نیک بر آب سیلان گیرد من بر امتثال این امر دانا بودم آنحضرت علیہم السلام خود برخاست و بدست مبارک ان خدمت کرد تا من سیراب شدم و اسپ خود را سیراب کردم صفحہ ۲۱۹۔

بہر حال۔ فرزند ساقی کوثر کی اخلاقی فیض رسانیوں سے حر کا تمام لشکر سیراب ہوگیا اور پیاس سے ان کے جلتے ہوئے دل اور دہکتے ہوئے کلیجے کی آگ بالکل ٹھنڈی پڑگئی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خاص محاسن اخلاق کے اظہار میں بالنفس النفیس جیسا کچھ اہتمام فرمایا تھا وہ ابھی علی ابن الطعان المحاربی کی زبانی اوپر کے واقعات سے ظاہر ہوچکا۔ لشکر حر کی سیرابی میں یہاں تک عرصہ ہوگیا کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی جماعت میں حجاج ابن مسروق کو اذان کہنے کے لئے حکم دیا اور خود خیمۂ طاہر میں تشریف لے گئے۔ جب تک باہر اذان دی گئی آپ نے اندر کپڑے بدل لئے۔ اور خیمۂ مقدس سے باہر جماعت میں تشریف لے گئے۔ تمام تاریخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جماعت میں حر اور اس کے تمامی ہمراہی شریک تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے امامت نماز فرمانے سے پہلے حر اور اس کے ہمراہیوں کو مخاطب فرماکر ذیل کا خطبہ آغاز فرمایا جس کو ہم تاریخ طبری کی عبارت سے لکھتے ہیں۔

اما بعد ایہا النّاس فانکم ان تتقوا و تعرفوا الحقّ لاهلہٖ یکن رضی اللہ و نحن اهل البیت اولی بولایۃ هذا الامر علیکم من هولآء المدعین مالیس لهم والسائرین فیکم بالجور والعدوان وان انتم کرهتمونا وجهلتم حقنا وکان رائکم غیرما اتتنی وکتبکم وقدمت بہ علی رسلکم انصرفت عنکم۔

ایہا الناس خوشنودی خدا اسی میں ہے کہ پرہیزگاری اختیار کرو اور اہل حق کو پہچانو۔ ہم اہلبیت رسالت ہیں اور خلافت و امامت ہمارا حق ہے نہ ان جھوٹے مدعیوں کا جو تم پر جور و عدوان حکمران بنے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے انجان بنتے ہو اور جو تم نے خطوں اور سفیروں کے ذریعے عہد کیا ہے اسکے خلاف ہوتے ہو۔ تو خیر میں واپس چلا جاؤں گا یہ ارشاد سنکر امام طبری کا بیان ہے کہ حرؒ نے کہا کہ ہم آپ کے خطوں اور سفیروں کے

معاملہ کو نہیں جانتے۔ امام حسین علیہ السلام نے عقبہ ابن سمعان کو حکم دیا اور وہ دو تھیلیاں خطوں سے بھری لائے اور حرؓ کے سامنے اُن خطوں کو پھیلا دیا۔ حرؓ نے کہا کہ ہم لوگ انکے کاتبوں میں نہیں ہیں اور ہم کو حکم ہے کہ ہم آپ کو لیجا کر امیر ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیں حسین علیہ السلام نے فرمایا تمہاری موت اس مقصد سے زیادہ قریب ہے بعد ازاں بہت ردّ و قدح کے بعد یہ قرار پایا کہ ابن زیاد کو لکھا جائے اور تاوقتیکہ کوئی جواب نہ آوے واپسی کی راہوں کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف سفر کیا جاوے۔

خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی تاریخ میں بھی قریب قریب یہی مضمون لکھتے ہیں ان تمام واقعات کو وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر میں حرؓ بھی آپ کے قریب آ بیٹھا اور تمام آدمی اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے کھڑے تھے کہ اتنے میں حرؓ کے پاس کوفہ سے خط آیا کہ حکم ہذا سے مطلع ہوتے ہی حسین ابن علی علیہما السلام اور ان کے اصحاب کو نظر بند کر لینا اور خود اُن کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہونا یہاں تک کہ انہیں میرے پاس حاضر کر دو اور میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ رہے۔ جب تک کہ تو اس حکم کو پوری طرح انجام نہ دے لے اور میری فرمانبرداری کا حق ادا نہ کر لے۔

ہمارے معزز اور محترم دوست عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ پرتاب گڑھ ضلع پرتاب گڑھ اپنے رسالہ البلاء المبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ امام عالی مقام نے فرزدق شاعر کے باب میں یہ کلمہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میں مکہ سے باہر نکلنے میں خود عجلت نہ کروں تو دشمن اسیر اور مجبور کر کے مجھ کو لے جائیں گے۔ چنانچہ حرؓ کے ارادہ سے ظاہر ہو گیا کہ امام کی بات ظنی نہیں تھی بلکہ حضرت کا وہ کلمہ مطلق علم امامت اور سیر شہادت کے اعتبار پر تھا۔ بلاء المبین صفحہ ۵۸۔

المختصر اعثم کوفی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ حرؓ نے ابن زیاد کے مضمون خط سے مطلع ہو کر اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور کہا یہ مردود بدبخت ابن زیاد مجھے لکھتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کر کے حاضر کر اور جہاں تک میں سوچتا ہوں میرا دل مجھے ایسی بات اور ایسے کام پر آمادہ ہونے نہیں دیتا جس سے امام حسین علیہ السلام رنجیدہ ہوں میں اس امر سے سخت پریشان ہوں۔ حرؓ کا ایک ہمراہی ابو الشعثا ابن زیاد کے قاصد سے کہنے لگا کہ تیری ماں تیری جدائی میں روئے تو کس کام کے لئے یہاں آیا ہے اُس نے کہا میں نے اپنے امام کی فرمانبرداری

کی اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے۔ اپنے امیر کا حکم تم کو پہنچا دیا ابوشعثاء نے کہا مجھے اپنے سر اور جان کی قسم ہے تو اپنے امام کی فرمانبرداری کے سبب خدا کی درگاہ میں گنہگار ہوگیا تو نے اپنے آپ کو تباہ کر ڈالا۔ اپنی دنیا و آخرت دونوں خراب کر دیں اور دوزخ کی آگ اپنے واسطے سلگائی ہے۔ تیرے امام کی تعریف میں حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ امام حسین علیہ السلام نے موذن سے کہا کہ اذان دے۔ پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور پھر ویسے ہی خطبہ ارشاد فرمایا جیسا کہ ابھی ابھی اوپر لکھا جا چکا ہے۔ ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۶۸۔

تحریر الشہادتین میں بھی مولوی سلامت اللہ صاحب حُر رضی کی زبانی تحریر فرماتے ہیں پس تا نی گزارم ترا تا آنکہ ببرم ترا پیش ابن زیاد اور مقتل ابی مخنف میں بھی یہی مضمون درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قال الحر رض لہ لا نفارقک حتیٰ ادخلنک عند ابن زیاد میں آپ کی ہمراہی تاوقتیکہ آپ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس نہ لیجاؤں نہ چھوڑوں گا۔ امام حسین علیہ السلام نے حُر کے جواب میں فرمایا الموت الذی ادنی الیک من ذالک ثم قال لاصحابہ قوموا فارکبوا کہ تمہاری موت تمہارے اس ارادہ سے جلد آجائے گی۔ یعنی تاوقتیکہ ان کوششوں میں تم اپنی جانیں نہ کھپالو۔ ممکن نہیں کہ تم اپنے ان خیالوں میں کامیاب ہوسکو یہ فرماکر آپ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اُٹھو اور سوار ہو۔ حکم پاتے ہی تمام اصحاب سوار ہوگئے اور مخدرات علیہ کو بھی محملوں میں سوار کرلیا۔ جب حُر رض کے لشکر نے ہمراہیان امام حسین علیہ السلام کی یہ تیاری دیکھی تو وہ بھی آراستہ ہوکر عین راستہ پر کھڑا ہوکر حائل ہوگیا۔ امام علیہ السلام نے یہ حُر رض کی گستاخانہ مزاحمت دیکھکر فرمایا ثکلتک امک ماترید تیری ماں تیرے غم میں روئے تو نے یہ کیا ارادہ کیا ہے۔ حُر رض نے نہایت ادب سے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا۔

اما لو غیرک من العرب یقولھا لی وھو علیٰ مثل ھذہ الحال التی علیھا ما ترکت ذکر امہ بالثکل کائنا من کان ولکن واللہ مالی الیٰ ذکر امک من سبیل الا باحسن ما نقدر علیہ۔ اگر حضور کے سوا اور کسی اہل عرب میں سے دوسرے شخص نے تیری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی ضرور اُس کی ماں کو ان ہی الفاظ سے یاد کرتا۔ لیکن خدا کی قسم

ہیں آپ کی مادر گرامی کو سوائے نیکی اور بہتری کے اور کسی لفظوں سے نہیں یاد کرسکتا۔ اتنا سنکر امام حسین علیہ السلام نے کہا واللہ لا اتبعک فقال اذا واللہ لا ادعک قسم خدا کی میں تو تیرا کہنا نہیں مانونگا۔ حرؓ نے کہا میں آپ کو جانے نہ دونگا۔

مورخین کا بیان ہے کہ فیما بین تین بار انہی کلمات کی تکرار رہوئی۔ آخر امام حسین علیہ السلام نے حرؓ سے کہا کہ جب تیرا قصد میرے ساتھ ایسا ہی ہے تو تو ہی تنہا ہوکر اپنی فوج سے نکل آ۔ اور ہم بھی اپنی جمعیت سے یکہ و تنہا تیرے مقابلہ میں نکل آتے ہیں۔ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کرکے باہم سمجھ لیں۔ اور قصہ چکُ جائے۔ حُرؓ نے یہ سُنکر جواب دیا کہ ہم کو آپ کے ساتھ تیغ آزمائی اور معرکہ آرائی کی اجازت نہیں ہے۔ جو کچھ کہ مجھ کو حکم ہوا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ آپ کو جہاں پاؤں وہاں سے کوفہ پہنچا دوں۔ اور اگر آپ نے میرے اس کلام کو قبول نہ فرمایا تو آپ اب ایسی راہ اختیار فرمائیں جو نہ مدینہ کی طرف جاتی ہو اور نہ کوفہ کی جانب اور یہی حالت اُس وقت تک قائم رہیگی جب تک کہ عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے میرے اطلاعنامہ کا جواب نہ آوے۔ چنانچہ ہمارے معزز ہمعصر صلاح النشاتین میں طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے مقام عذیب سے جو قادسیہ سے ۳۸ میل کے فاصلہ پر ہے وہ راستہ جس پر چلے آرہے تھے چھوڑ دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دمشق کی طرف چلے منزل آٹھویں۔ ہجائن النعمان میں طرماح ابن عدی اور مجمع ابن عبداللہ ملے جو کوفہ سے آرہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سے احوال کوفہ دریافت کیا۔ مجمع نے بیان کیا کہ عموماً سرداران کو بڑی بڑی رشوت کی رقمیں دیکر ابن زیاد نے ملا لیا ہے اور ان سب نے آپ کے خلاف اتفاق کرلیا ہے۔ باقی اہل کوفہ کے دل آپ کی طرف مائل ہیں۔ مگر اس سے کیا حاصل۔ کل کو انہی کی تلواریں آپ پر کھنچی ہونگی یعنی ابن زیاد اور وہ رشوت خوار لوگ ان کو کھڑکا کر یاد باؤ دکھلا کر آپ کے مقابلہ میں لائینگے۔ حسین علیہ السلام نے پوچھا ہمارے قاصد قیس ابن مسہر کا بھی کچھ حال معلوم ہے۔ مجمع نے کہا کہ وہ شہید کئے گئے۔ یہ سنکر حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آیہ وانی ہدایہ منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا پڑھکر یہ دعا فرمائی اللھم اجعل لنا ولھم الجنۃ و اجمع بیننا وبینھم فی مستقر من رحمتک ورغائب مذخور ثوابک

بعدازاں طرماح نے عرض کی کہ میں دیکھتا ہوں تو آپ کے ساتھ اتنی قلیل جماعت ہے
کہ اس کے لئے یہی لشکر حرؓ جو آپ کو گھیرے ہوئے ہے - کافی ہے - اور اُدھر کی
یہ کیفیت کہ میدان کوفہ میں اس قدر فوجوں کا جماؤ ہے کہ قبل ازیں میں نے کسی میدان
میں اس کثرت سے فوجوں کا مجمع نہیں دیکھا تھا - وہاں دریافت کرنے سے معلوم ہوا
کہ جائزہ لینے کے بعد یہ تمام فوجیں آپ کے مقابلہ میں بھیجی جائینگی -

قصر بنی مقاتل سے کچھ دور آگے کوچ ہوا تھا تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے
حضرت علی اکبر علیہ السلام سے اپنے ایک خواب کا یوں ذکر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے
کہ اب ہمارا وقت شہادت قریب ہے - حضرت علی اکبر نے عرض کی کہ جبکہ مسلم ہے
کہ ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کچھ پرواہ نہیں ہے - ہم کشادہ دلی سے حق پر جان دینگے
امام حسین علیہ السلام نے فرزند سعید کو دعا دیکر فرمایا جزاک اللہ من ولد خیر ما جزا
ولدا عن والدہ -

نویں منزل ذی حم - اس منزل پر پہنچکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب
سے فرمایا کہ معاملہ نے جو صورت اختیار کی ہے وہ تمہارے سب کے پیش نظر ہے
دنیا کا رنگ بدل گیا - نیکیاں مفقود ہوگئیں - اور کچھ یونہی سے آثار خیر باقی ہیں - باطل کا
دور ہے اور حق پر عمل کرنے والے نہیں رہے - ایسا وہ وقت آگیا کہ اشرار غدار
سے کنارہ گزیں ہوکر مومن محض اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے - مجھ کو ظالموں
کے ساتھ جینا شاق ہے - اور میں اپنی موت کو شہادت سمجھتا ہوں -

اس تقریر کو سنکر زہیر ابن القین نے تمام اصحاب کی طرف سے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب نے آپ کا ارشاد سنا - واللہ اگر یہ بھی ہو کہ ہم آپ کی
نصرت و رفاقت سے دست بردار ہو جائیں تو دنیا ہمارے لئے دین بنے اور ہم
ہمیشہ کے لئے اس میں رہنے والے ہوں تو بھی ہم دنیا میں رہنے پر آپ ہی کی بیعت
کو اختیار کرینگے - طبری صلاح صفحہ ۲۹ -

ناسخ التواریخ میں بھی یہی مضمون قریب قریب درج ہے - مگر اتنا اضافہ اس میں ضرور
ہے کہ زہیر ابن القین کے اظہار رفاقت کے ساتھ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کے خلوص
و عقیدت کو بھی اُن کی زبانی قلمبند کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ہلال ابن نافع - زہیر ابن قین

کی عقیدتمندانہ تقریر کے ختم ہوجانے کے بعد فرمانے لگے۔ واللہ ماکرھنا لقاء ربنا وانا علی بنا تنا وبصائرنا نوالی من والاک ونعادی من عاداک قسم خدا کی ہم اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے کو مکروہ نہیں جانتے اور ہماری موت ہم کو ناگوار نہیں ہے ہم اپنی صاف نیتوں پر مستحکم ہیں ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور آپکے دشمنوں کے دشمن ہیں۔

ہلال بن نافع کی یہ پرجوش تقریر سنکر بریر ابن خضیر کھڑے ہوگئے۔ اور فرمانے لگے واللہ یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لقد من اللہ بک علینا ان نقاتل بین یدیک فینقطع منک اعضائنا ثم یکون جدک شفیعنا یوم القیمۃ اے فرزند جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم خدا کی۔ خدائے سبحانہ تعالے کا یہ بھی بہت بڑا احسان ہو اگر ہم آپ کے سامنے لڑائی میں مصروف ہوکر داد رفاقت لیں اور ہمارے تمام اعضا آپکے لئے پارہ پارہ کردئے جائیں تاکہ بروز قیامت آپ کے جدّ بزرگوار کی شفاعت ہم سب کو نصیب ہو۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲۴۔

المختصر ذی خم سے طرماح ابن عدی اس چھوٹے سے قافلہ کے رہبر بنے اور شارع عامّہ کو چھوڑ کر ایک اندرونی راستہ سے روانہ ہوئے۔ حُرؓ کا لشکر بھی ان لوگوں کا نگراں بنکر ساتھ ساتھ ہوا اور گھوڑے آگے پیچھے سے ملتا جلتا چلا۔ جب امام حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں سمیت زمین نینوا سے بالکل قریب پہنچ گئے تو یکایک ایک قاصد نہایت تیزی سے کوفہ کی طرف سے آتا ہوا دیکھا گیا۔ جس نے آتے ہی اپنی کمان کاندھے سے اُتار دی۔ دونوں لشکروں کے لوگ اُس کے انتظار میں کھڑے ہوگئے۔ اُس نے قریب پہنچکر عمدًا امام حسین علیہ السلام کی طرف کوئی التفات نہ کی یہاں تک کہ آپ کو سلام بھی نہیں کیا۔ اور کمر سے ابن زیاد کا خط نکال کر حُرؓ کو حوالہ کیا۔ حُرؓ نے اُس خط کی عبارت کو چلّا کر پڑھا اور دونوں طرف کی لشکر والوں کو بلفظہٖ سُنا دیا۔ اُس کی عبارت یہ تھی۔

اما بعد فجعجع بالحسین حین یبلغک کتابی ھذا اویقدم علیک رسولی ولا تنزلہ الا بالعراء فی غیر حصن وعلی غیرماء وقد امرت رسولی ان یلزمک ولا یفارقک حتی یاتینی بانفاذ امری والسلام۔

جس وقت میرا یہ قاصد اور میرا یہ فرمان تمہارے پاس پہنچے حسین کو قید کرو اور تنگ پکڑو

اورکسی ایسے چٹیل میدان میں ٹھہراؤ جہاں پانی اور کوئی محفوظ مقام نہ ہو اور میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ برابر اُس وقت تک تمہارے ساتھ ساتھ رہے جب تک تم اس کی (ہمارے حکم کی) تعمیل نہ کرو اور پھر آکر مجھے اُسکی خبر دے۔ والسلام۔ تاریخ کبیر طبری۔ ناسخ التواریخ۔
بہرحال۔ حُرؑ ابن یزید الریاحی نے اس خط کے مضمون سے مطلع ہو کر ابن زیاد کے حکم کی تعمیل پر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امام حسین علیہ السّلام اپنے وفادار رفقا کے ساتھ ارض کربلا پہنچ گئے۔

دسویں منزل۔ کربلا میں امام حسین علیہ السّلام کا نزول

تاریخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ دوسری محرم پنجشنبہ کے دن سنہ ۶۱ ہجری کو امام حسین علیہ السلام کی سواری کا گھوڑا چلتے چلتے ایک بار رک گیا۔ ہر چند امام حسین علیہ السلام نے اپنے رہوار کے آگے بڑھانے کی بڑی کوشش فرمائی۔ مگر اُس کا قدم آگے نہ بڑھا۔ اکثر روایات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آپ نے متعدد سواریاں بھی بدلیں۔ مگر کسی ایک نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی۔ ابو مخنف اپنے مقتل میں اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں۔

فسار وا جمیعا الی ان انتھوا الی الارض الکربلاء اذا وقف جواد الحسین علیہ السلام وکلما حثہ علی المسیر لم ینبعث من تحتہ خطوۃ واحدۃ فقال الا مایقال ھٰذہ الارض قالوا نسمی کربلاء فقال ھٰذہ واللہ ارض کرب بلاء ھٰھنا تقتل الرجال وترمل النساء وھٰھنا محل قبورنا ومحشرنا وبھٰذہ اخبرنی جدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ثم نزل عن جوادہ۔

یہ جمعیت وہاں سے روانہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ارض کربلا میں پہنچی۔ امام حسین علیہ السلام کی سواری کا گھوڑا کھڑا ہو گیا۔ آپ نے ہر چند اُس کے آگے بڑھانے کی کوشش فرمائی مگر وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا۔ تب امام عالی مقام نے استفسار فرمایا کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے جواب میں عرض کیا کہ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں اُن سے یہ جواب سنکر امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا قسم خدا کی یہی زمین مصیبت و بلا کی ہے اور یہی وہ زمین ہے جہاں ہمارے مردوں کے خون بہائے جائیں گے اور ہماری عورتوں کی ہتک حرمت کی جائیگی۔ یہ وہی مقام ہے جہاں سے ہم قیامت کے دن اُٹھائے جائیں گے۔ اور ان تمام باتوں کی خبر

مجھکو میرے جدّ بزرگوار احمد مختار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفصل فرمادی ہے - یہ فرماکر آپ گھوڑے سے اُتر پڑے -

یہی روایت صواعق محرقہ میں ابن حجر نے اور ضیاء العین فی مقتل الحسینؑ میں امام ابو اسحاق اسفرائنی نے بھی قلمبند فرمایاہے - امام ابو اسحاق کا بیان ہے کہ سواری کے رُک جانے کے بعد آپ نے ایک مشت خاک وہاں سے اُٹھائی اور اس خاک کو اُس خاک سے ملایا جس کو آپ نے اپنی جیب سے نکالا - پہلے دونوں کے رنگ کو ملایا پھر دونوں کی بو کو سونگھکر تمیز فرمایا تو دونوں کی بو کو ایک ہی پایا اور ارشاد فرمایا کہ مٹی وہی ہے جس کو حضرت جبرئیل امینؑ خدا کی جانب سے میرے جدّ امجد رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تھے - اور کہا تھا کہ یہ مٹی تربت امام حسین علیہ السلام کی ہے - پھر اُس خاک کو آپ نے اپنے ہاتھوں سے پھینکدیا اور فرمایا کہ ان دونوں کی بُو یکساں ہے - اور یہی وہ زمین ہے جہاں میرے حرم قید کئے جاوینگے - واللہ اسی جگہ میرے اطفال ذبح کئے جاویں گے - واللہ یہی جگہ ہماری قبروں کی ہے - واللہ یہی زمین ہمارے حشر و نشر کی ہے یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے عزیز ذلیل ہوں گے - قسم بخدا یہی وہ زمین ہے جہاں میرے گلے کی شہ رگیں کاٹی جائینگی - اور میری ڈاڑھی خون سے مخضب ہوگی - اور اسی زمین پر میرے دادا - نانا اور ماں باپ کو ملائکہ تعزیت دیں گے - قسم خدا کی یہی وہ مقام ہے کہ جہاں کا پروردگار نے میرے نانا سے وعدہ کیا ہے اور خدا اپنے وعدہ سے تخالف نہیں کرتا - یہ فرماکر حضرت اُترے اور تمام اقارب و اصحاب نے اسی جگہ نزول فرمایا - عربی نسخہ اصل صفحہ ۲۶ ترجمہ مطبوعہ بنارس صفحہ ۷۶ -

ارض مقدس کربلائے معلّے - ہمکو لازم ہے کہ ہم ارض مقدس کربلائے معلّے کا پتا جغرافیہ عرب سے بتلا دیں - ارض مقدس کربلا شہر کوفہ سے ڈھائی ۲½ فرسخ تقریباً دس میل پر واقع ہے ارض مطہر کربلا ایک غیر آباد ریگستان کا نام تھا جو دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا - اور فی الحال کربلائے معلّے تو ایک عظیم الشان اور پُر فضا شہر ہے جو مروجہ نقشہ جات عراق میں مشہد حسینؑ کے نام سے مندرج پایا جاتا ہے اِس غیر آباد ریگستان سے اُس وقت کئی ایک چھوٹی چھوٹی بستیاں ملی ہوئی آباد تھیں - جن میں اہل عرب کے مختلف قبائل آباد تھے - جن میں سب سے زیادہ نمودار بنی اسد کا قبیلہ تھا - یہ چھوٹی چھوٹی بستیاں

نینوا - غاضریہ - سقیہ - اور ماریہ کے نام سے مشہور تھیں ان میں سب سے بڑی یعنی غاضریہ تھی - جس میں سب سے زیادہ لوگ بستے تھے کربلا کی غیر آباد زمین بھی مختلف ناموں سے مشہور تھی - اور اس کو ارض الطف - شط الفرات بھی کہتے تھے -
المختصر امام حسین علیہ السلام ارض کربلا پر پہنچے اپنی اصلی وعدہ گاہ کی پوری تحقیق فرما کر اپنی سواری سے اُترے تھے - اور ابھی اسی فکر ہی میں تھے کہ مقام راحت تجویز فرما کر قیام فرما ہوں کہ اسی اثنا میں حرؓ کا لشکر یکایک آکر حائل ہوگیا - چنانچہ "تاریخ طبری کبیر" میں مندرج ہے کہ حرؓ نے مضمون ابن زیاد سے مطلع ہوکر امام حسین علیہ السلام کو آبادی اور پانی سے دور اُترنے پر مجبور کیا - ہر چند کہا گیا کہ قریہ نینوا یا غاضریہ یا سقیہ میں ٹھیریں مگر حرؓ نے یہ نہ مانا اور کہا کہ ابن زیاد کا ایلچی تعمیل حکم کی نگرانی کے لئے ساتھ ساتھ ہے - زہیرؓ ابن القین نے عرض کی کہ اے فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں سے جنگ آسان ہے اور فوجیں آنے والی ہیں اُن کا مقابلہ سخت دشوار ہوگا - مگر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے جنگ نہ کروں گا - صلاح النشا تین صفحہ ۲۹ -
ہم شروع سے اس وقت تک بہ تواتر ثابت کرتے آرہے ہیں کہ اس زمانہ کے خام تحقیق والے بعض بعض حضرات واقعات کربلا کو معمولی فوج کشی اور ملک گیری سے تعبیر کرتے ہیں - وہ آنکھ کھولکر امام حسین علیہ السلام کے اس جواب کو دیکھکر اپنی غلط فہمیوں کی اصلاح کرلیں - زہیرؓ ابن القین جو اپنے زمانہ کے نبرد آزما اور بہت سے معرکہائے جنگ کے آزمودہ کار بہادر ہیں - امام عالی مقام کو حریف کی موجودہ قوتوں کے توڑنے اور اُس کو شکست پہنچانے میں کیسی مفید اور مناسب صلاح دے رہے ہیں - اور امام حسین علیہ السلام اُنؓ کی ایسی مدبرانہ اور مخلصانہ صلاح کو یکقلم متروک اور مسترد فرمارہے ہیں تو ایسی حالت میں کون شخص ایسا عقل سے بے بہرہ ہوگا جو یقین کریگا کہ امام حسین علیہ السلام کے واقعات کربلا ملک گیری یا ناحق فوج کشی سے کسی قسم کا لگاؤ رکھتے تھے بہر حال - امام عالی مقام نے اپنے جانباز اور کامل الایمان غمخوار زہیر ابن القین کے مشورہ سے اتفاق نہ فرمایا اور حرؓ کے ہمراہی لشکر کی گستاخانہ سبقت پر بھی کوئی التفات نہ فرمائی اور اُسی غیر آباد بے آب ودانہ ریگستان اور چٹیل میدان میں اپنے خیمے نصب کرو دیئے - مُلا ابو اسحاق اسفرائنی اپنے مقتل میں تحریر فرماتے ہیں کہ حرؓ کا لشکر آپ کے

لشکر سے تین میل کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے جا اُترا۔ اُس وقت جناب
امام حسین علیہ السلام کی یہ حالت تھی کہ آپ اپنے ہتھیاروں کی طرف دیکھتے تھے
اور کہتے جاتے تھے۔

یا دھر اف لک من خلیل　　کم لک بالاشراق والاصیل
من طالب لحفہ قتیل　　والدھر لا یقنع بالبدایل
وکل حی سالک سبیلی　　ما اقرب الوعد من الرحیل
وانما الامر الی الجلیل　　سبحان ربی ما لہ مثیل

ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲۵ اور امام ابواسحاق اسفرائنی نے اپنے مقتل میں یہ تین اشعار
زیادہ لکھے ہیں۔

اھل العراق ھل لکم خلیل　　ولکم الاشراف والفضیل
والامر فی ذلک للجلیل　　وکل حی سالک سبیل
وما فوق النقلة والرّحیل　　وکل شئ لہ دلیل

اے اہل عراق آیا تمہارا کوئی دوست ہے۔ آیا تم کسی کو شریف اور صاحب فضیلت
سمجھتے ہو۔ اس معاملہ میں انصاف اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہر ذی حیات ایک روز مریگا
اور میں اب نہ یہاں سے نقل و حرکت کرتا ہوں اور نہ کہیں کوچ کرتا ہوں۔ خدا ہر ایک کا
راہنما ہے۔ اصل نسخہ عربی صفحہ ۲۶ ترجمہ مطبوعہ بنارس صفحہ ۶۶۔
صاحب ناسخ التواریخ اور امام اسفرائنی باتفاق خود ہا تحریر فرماتے ہیں کہ جناب علی
ابن الحسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار ان اشعار آبدار کو مکرر فرماتے
تھے اور اپنی تلوار اور آلات حرب کو صاف کرتے جاتے تھے۔ میری آنکھوں میں بھی
آنسو بھر آئے لیکن میں نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا اور قطعی سکوت اختیار کیا لیکن
میری والدہ نے یہ اشعار سُنے تو اُن سے ضبط نہ ہو سکا۔ اپنے حزن و خوف کو ظاہر کیا
اور وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف چلیں کہ دامن زمین سے گھسٹتے جاتے تھے
اور حضرت سے عرض کی کہ اے مولا کاش مجھے موت آجاتی۔ اے خلیفہ گزشتگان اور

اسے حامیٔ واماندگان یہ باتیں تو ایسی ہیں جیسے کسی کو اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے۔ میرا دل آپ کے یہ اشعار سُنکر کباب ہو گیا ہے اور اُنھوں نے میرے جگر کو جلا دیا ہے۔ یہ کہکر سخت روئیں۔ اور اُن کے رونے سے سب رونے لگے اور اُمّ کلثوم علیہا السلام نے فرمایا وامحمّداہ واعلیّاہ وافاطمتاہ واسفاہ اے فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وائے ہو ہم پر کہ ہم تمہارے بعد زندہ رہیں۔ آپ نے سب مخدّرات کو تسلّی اور تشفّی دیکر فرمایا کہ اے بہنو۔ تم مطابق تقرب خدا کے ماتم داری کرو کہ آسمان کے رہنے والے بھی ایک روز فنا ہو جائیں گے اور ساکنین زمین بھی مرینگے اور تمام مخلوق فنا ہونے والی ہے۔ اے اُمّ کلثومؑ اے فاطمہؑ۔ اے عاتکہؑ۔ اے سکینہؑ۔ جس وقت کہ میں قتل کیا جاؤں میری لاش پر اپنے گریبان کو چاک نہ کرنا اور اپنے مُنہ کو زخمی نہ کرنا۔ پھر یہ مخدّرات خیموں میں گئیں اور وہاں بآواز بلند چیخ چیخ کر رونے لگیں حتے کہ اُن کی صدائے گریہ وزاری و نوحہ و بکا بہت بلند ہوئی تو پھر حضرتؑ اُن کے پاس خیمہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے اہلبیتؑ صبر کرو۔ حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا کہ آپ کے مرنے پر صبر نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہم کو بعد آپ کے زندگی خوش آتی ہے۔ جبکہ تم ایسی باتیں کرتے ہو تو ہم کیونکر نہ روئیں ہیں تم کو مقتول اور تمہارے مال و اسباب کو دشمنوں کے ہاتھوں سے غارت ہوتا ہوا اور حرم محترم کو قیدہ اور آپ کے جسم شریف پر راہوار چلتے ہوئے دیکھوں گی کہ وہ بے گور و کفن پڑا ہو گا پھر کیونکر نہ نوحہ کریں نسخۂ عربی صفحہ ۳۵ ترجمہ صفحہ ۷۸۔

مقتل ابو مخنف میں بھی قریب قریب یہی مضمون مندرج ہے اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بھی یہی لکھا ہے۔ اور امام قندوزی نے ینابیع المودۃ مطبوعۂ بمبئی کے صفحہ ۲۸۲ میں بھی یہی مضمون قلمبند فرمایا ہے۔

المختصر پردگیان عصمت اور نو گرفتاران مصیبت کو اچھی طرح تسلّی اور تشفّی دیکر امام حسین علیہ السلام عصمت سرا سے باہر تشریف لائے اور اپنے تمام اعوان و انصار کو قریب قریب اپنے خیموں کے نصب فرمانے کا حکم دیا۔ فوراً جاں نثاروں نے تعمیل حکم کی اور اُس چٹیل میدان میں اِس ترتیب سے اُن وفاداروں نے اپنے اپنے خیمے اور سراپچے لگائے کہ خیام اہلبیتؑ کرام سے ملے ہوئے خیمے تو عزیز و اقارب امام عالی مقام کے کھڑے ہوئے۔ اور اُن کے بعد اصحاب جان نثار نے اپنی اپنی فرودگاہیں درست کیں

ان کے بعد راحلہ اور دوسری سفر کی ضرورتوں کے لئے خادموں اور غلاموں نے اپنے پڑاؤ ڈال دئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ خیمے سب اس قرینہ سے یکے بعد دیگرے ملے جُلے لگائے تھے کہ ایک دوسرے سے اپنی ضرورت کے وقت نہایت آسانی سے ملاقات کرسکتا تھا۔ اور دوسری محرّم سے دسویں محرم تک جبتک کہ ظلم ونفاق کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے اِن کو خاک سیاہ نہ کر ڈالا اُس وقت تک ان میں باہمانہ آمد ورفت اسی طرح قائم رہی اور تمام عزیز واقارب اہلبیت کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور اسی طرح اصحاب وانصار کی عورتیں بھی ان مخدّرات عظمےٰ کی زیارت سے باریاب ہوا کرتی تھیں۔

کوفہ کے حالات اور ابن زیاد کا عمر سعد کو امیر لشکر بنا کر کوفہ کی طرف بھیجنا

جب ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے نزول کربلا کی تحقیق خبر پالی تو وہ نہایت اطمینان سے قتل حسینؑ اور قوّت سلطنت یزید کے کامل بندوبست کرنے لگا۔ یہانتک کہ حُرؓ ابن یزید الرّیاحی کی آخر رپورٹ دربار میں پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام کو مع اُن کے ہمراہیوں کے کوفہ کی راہ سے پھیر کر کربلا تک پہنچا چکا ہوں اور اب یہاں سے وہ کسی طرح آگے جانے نہیں پاوینگے اِس رپورٹ کے سُنتے ہی اُس نے امام حسین علیہ السلام کا وہیں قتل کیا جانا کوفہ میں لائے جانے سے بہتر سمجھا۔ اور حصین ابن نمیر کو قادسیہ سے کربلا پہنچ جانے کے لئے سخت تاکید لکھ بھیجی۔ کوفہ سے بھی کربلا میں فوجیں روانہ کرنے کے انتظام کرنے لگا۔ پہلے اُس کا خیال یہ تھا کہ مشکل سے کوئی امام حسین علیہ السلام پر ہاتھ اٹھانے کے لئے راضی ہوگا۔ اِس لئے وہ پس وپیش کرتا تھا۔ مگر عمر ابن سعد نے اس خون ناحق اور ایسے ذبح عظیم کے اقدام پر اپنی پوری آمادگی دکھلا کر اُسکی موجودہ تشویش کو بالکل رفع کردیا۔ چنانچہ علامہ ابو اسحٰق اسفرائنی اور خواجہ محمد ہاشم کوفی عمر سعد کے حالات میں لکھتے ہیں۔

حُرؓ ابن یزید الریاحی کا خط پاکر ابن زیاد نے کوفہ میں منادی کرادی کہ جو شخص حسین علیہ السلام کا سر لائیگا اُس کو میں اس برس کے لئے مُلک رَیّ دے دونگا۔ اور ایسی ہی عام منادی شہر بصرہ میں بھی ہوگی۔ عمر ابن سعد ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام

کا سر لاؤں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ بہتر جاؤ اور امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کردو اور اُن کا سر میرے پاس لاؤ۔ اُس نے کہا سمعاً و اطعناً۔ پس اُسی وقت اُس نے ایک علم کھڑا کیا اور چھ ہزار اُس کے نیچے دیکر اُس کو کربلا کی روانگی کا حکم دیا۔ پس عمر ابن سعد اپنے گھر آیا تو اُس کے پاس مہاجرین و انصار ساکنان کوفہ کی اولاد آئی اور اُس سے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر اے عمر تو ہرگز امام حسین علیہ السلام سے لڑنے کو نہ جا۔ اُس نے کہا اچھا۔ میں ایسا نہ کرونگا۔ بعد اُس کے مُلک رے کی طمع اور حضرت کی لڑائی میں متفکر ہوکر سوچتا رہا جب اُس کے پس وپیش کی خبر ابن زیاد کو پہنچی اُس نے عمر ابن سعد کو بلاکر سخت سرزنش کی۔ چنانچہ صاحب صلاح النشاتین طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ عمر امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر جب اُسکو یہ دھمکی دی گئی کہ فرمان حکومت رے۔ جو اُسے مل چکا ہے۔ واپس لے لیا جائیگا۔ تو حرص دنیا اُس کی عقل پر غالب آگئی۔ امام اسفرائنی نے لکھا ہے کہ آخرکار اُس نے ملک رے کو اختیار کیا اور اپنی تشویش کے اظہار میں اُس نے یہ اشعار نظم کئے ؎

فواللہ ادری وانی لواقف	افکر فی امری علی خطرین
أأترک ملک الری والری منیتی	ام ارجع ماثوما بقتل حسین
فان صدقوا فیما یقولوا فاننی	اتوب الی الرحمان توبۃ مین
وان کذبوا افزنا بدنیا دنیہ	وملک عقیم دائم الحجلین
الا انما الدنیا بخیر معجل	وما عاقل باع الوجود بدین
فان انا اقتلہ فقد فاز موعدی	یقیننا واعلموا عالم الجثیین
ولکن رب العرش یغفر زلتی	ولم تکن فیھا اظلم الثقلین

قسم خدا کی میں متفکر اور متامل ہوں اور کچھ نہیں جانتا ہوں دو بڑے امور میں آیا ملک رے کو ترک کروں اور اپنی تمنا کو چھوڑ دوں یا حسین علیہ السلام کے قتل کرنے میں گنہگار بنیں۔ پس اگر تصدیق کریں جو اس امر کو کہتے ہیں کہ توبہ قبول ہو جاتی ہے تو میں توبہ کرلونگا خدا سے اگرچہ بڑی توبہ ہو گی اور اگر وہ جھوٹے ہیں پس میرا دین بمقابلہ دنیا کے جاتا رہا۔ اور برابر ملک عقیم

کے جو دائم الحلین ہے۔ خبردار ہو کہ دنیا ایک خوبی معجل ہے یعنی نقد اور کوئی عاقل ایسا نہیں ہے کہ جو شئے موجودہ کو قرض کے عوض میں فروخت کرے اگر میں اُسکو قتل کرونگا غالباً پروردگار عرش میری اس خطا کو بخش دیگا اگرچہ میں دونوں جہان میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں۔ ترجمہ مقتل ابو اسحاق اسفرائنی مطبوعہ بنارس صفحہ ۸۰

مقتل ابو مخنف اور صواعق محرقہ میں بھی یہی مضمون درج ہے۔ صواعق محرقہ کی عبارت یہ ہے

ثم نادی ابن زیاد فی عسکرہ من یاتینی راس الحسین علیہ السلام فلہ الجائزۃ العظماء واعطیہ ولایۃ الرّی سبع سنین فقام الیہ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص وقال انا فقال امض الیہ وامنعہ عن شرب الماء وائتینی براسہ فدخل علی عمر اولاد المہاجرین والانصار قالوا یا بن سعد لاتخرج الی حرب الحسینؑ وابوک سادس الاسلام فقال لست افعل ذلک ثم اجعل یفکر فی ملک الرّے وقتل الحسین علیہ السلام فاضلہ الشیطان واعمی قلبہ۔

عبید اللہ ابن زیاد نے اپنے لشکر میں تمام منادی کرادی کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کا سر میرے پاس لائیگا میں اُسکو بہت بھاری انعام دونگا اور ملک رے کا محصل بھی سات برس تک اُس کے لئے معاف کر دونگا۔ یہ سنکر ابن سعد کھڑا ہوگیا اور ابن زیاد سے کہا میں جاؤنگا یہ سنکر ابن زیاد نے کہا کہ اچھا جاؤ اور امام حسین علیہ السلام پر یک قلم پانی بند کردو اور اُن کا سر کاٹکر میرے پاس لاؤ۔ یہ حال سُنکر مہاجرین و انصار باشندگان کوفہ کی اولاد عمر سعد کے پاس آئی اور کہا کہ اے عمر تو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ لڑنے کا قصد ہرگز نہ کر کیونکہ تیرا باپ اُن لوگوں میں سے چھٹا شخص ہے جو سب سے پہلے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اُن کے یہ کلام سنکر اُس نے جواب دیا کہ اچھا میں یہ امر اب نہ کرونگا۔ یہ کہکر وہ ملک رے اور قتل امام حسین علیہ السلام کی طرف سوچنے لگا پس شیطان نے اُس کو گمراہ اور اُس کے قلب کو اندھا کردیا۔

بہرحال۔ عمر ابن سعد چھ ہزار اور بروایتے نو ہزار جمعیت کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر ابن زیاد بدنہاد جامع مسجد کوفہ میں آیا اور تمام لوگوں کو جمع کرکے ذیل کا خطبہ پڑھا۔

انکم بلوتم آل ابوسفیان فوجدتموھم کما تحبون وھذا امیر المؤمنین یزید قد عرفتموہ حسن السیرۃ محمود الطریقۃ محسنا الی الرّعیۃ ویعطی العطاء فی حقہ

قد امنت السبیل علی عھدہ وکذالک کان ابوہ معویۃ فی عصرہ وھذا ابنہ من بعدہ یکرم العباد ویغنیھم بالاموال ویکرمھم وقد زادتکم فی رزاقکم مأۃ مأۃ وامرنی ان اوفرھا علیکم واخرجکم الی حرب عداوہ الحسین علیہ السلام فاسمعوالہ واطیعوا۔

ایہا الناس تم نے آل ابوسفیان کی پورے طور سے آزمائش کر لی اور وہ تمہارے امتحانوں میں ٹھیک ٹھیک اُترے اور تم نے اپنے امیر المومنین یزید کو بھی اچھی طرح دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ اُسکی عادات شائستہ اور سیرت آراستہ ہے اور رعایا و برایا کی ہدایات اور حسنات کے متعلق وہ ہمیشہ کوشاں اور سخی ہے اور اُس کا دورۂ سلطنت نہایت امن واماں کا ہے۔ وہ اپنی زیر حکومت رعایا کے ساتھ اُسی طرح سلوک کر رہا ہے جس طرح اس کا باپ معاویہ تم لوگوں کے ساتھ سلوک کیا کرتا تھا۔ اب یزید اُسی باپ کا بیٹا ہے جس نے عوام الناس کے ساتھ اچھے سلوک قائم رکھے تھے۔ اور لوگوں کو مختلف طور سے اموال عنایت فرما کر غنی اور مالدار بنا دیا اور تم لوگوں کے ساتھ عطایائے مقررہ میں سینکڑوں روپیہ سالانہ کا اضافہ فرمایا اب اُسی شخص نے مجھ کو حکم کیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ان عطایائے مقررہ میں اور اضافہ کروں اور تم کو جنگ حسینؑ کی طرف جو تمہارے بادشاہ زماں یزید کا دشمن جانی ہے روانہ کروں پس تم ان احکام کو سُنو اور دل وجان سے اس کی تعمیل کرو۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد منبر سے نیچے اُتر آیا اور اہل کوفہ کے لئے خزانوں کا منہ کھولدیا۔ پھر کیا تھا۔ دنیا پرست ایمان فروش لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ اور ہر شخص اپنی لیاقت کے مطابق جائزہ پا کر اور امام علیہ السلام کے خون ناحق کا بیڑہ اُٹھا کر کربلا کی طرف روانگی پر مستعد ہو گیا۔ ابن زیاد نے نہایت عجلت سے اپنے لشکر کو درست کیا۔

اس لشکر کی تعداد میں مورخین اور علما نے بہت اختلاف کیا ہے جسکی وجہ سے صحیح تعداد کا معلوم ہونا دشوار ہے علمائے اہلبیتؑ میں سید ابن طاؤس ؒ ابن زیاد کی لشکر کی تعداد بیس ۲۰ ہزار بتلاتے ہیں اور ملا مجلسی نور اللہ مرقدہ بیس ۲۰ ہزار سے لیکر تیس ۳۰ ہزار لکھتے ہیں۔ اور علمائے اہلسنت میں ابو اعثم کوفی بیس ۲۰ ہزار۔ علامہ ابن جوزی چھ ہزار۔ امام یافعی بائیس ۲۲ ہزار۔ علامہ ابو الفراس پچاس ۵۰ ہزار اور ابن صباغ مالکی بائیس ۲۲ ہزار لکھتے ہیں۔ اور بعضوں کا قول تو دو لاکھ سے لیکر نو لاکھ تک پہنچا ہوا ہے۔ مگر ان تمام واقعات پر غور

کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن زیاد کی فوج کربلا میں کم سے کم بیس ہزار اور زیادہ سے زیادہ اکیاون ہزار تھی۔ اور اسی فیصلہ پر اکثر اسلامی مورخوں کا اتفاق ہے ناسخ التواریخ صفحہ ۲۳۲۔

ابن زیاد نے اپنے اس کثیر التعداد لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ عمر ابن سعد کو چھ ہزار سوار دے کر سب سے پہلے روانہ کر دیا پھر شبث ابن ربعی کو بلوایا۔ وہ اس وقت کوفہ میں نہ تھا۔ اپنے گھر تھا۔ ابن زیاد کی طلبی پر پہلے تو اس نے علالت کا بہانہ لکھ بھیجا مگر جب ابن زیاد نے اس کو حقوق بنی امیہ کی غیرت دلائی تو وہ ایمان فروش بھی راضی ہو گیا اور اس کو کوفہ کے مجموع لشکر کا جو تعداد میں چوبیس ہزار تھا افسر بنا کر عمر سعد کی ماتحتی میں دیا۔ شبث کے بعد اس نے عروہ ابن قیس کو ایک نشان عطا کیا اور چار ہزار سوار دے کر اسے بھی عمر کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ عروہ کے بعد سنان ابن انس نخعی کو بھی ایک علم عطا کیا اور چار ہزار اور بروایتے دس ہزار سوار دیے۔ سنان کے بعد حصین ابن نمیر متعینہ قادسیہ کو چار ہزار سواروں کے جدید اضافہ کے ساتھ کربلا کی روانگی کا حکم دیا۔ حصین کے بعد شمر ذی الجوشن الضبابی کو بھی چار ہزار سوار دیے۔ شمر لعین کے بعد مضائر ابن رہینہ المازنی کو تین ہزار فوج دی اور یزید ابن رکاب الکلبی کو دو ہزار سوار دیے گئے۔ اور نصر ابن خرشہ کو بھی دو ہزار سوار دیے گئے۔ اور محمد ابن اشعث کو بھی ہزار سوار ملے عبد اللہ الحصین کو بھی ہزار سوار دیے گئے اور خولی اصبحی کے لیے بھی ایک جداگانہ علم آراستہ کیا گیا اور اس کو بھی دس ہزار سواروں کی سرداری دی گئی۔ بکر ابن کعب ابن طلحہ کو تین ہزار اور حجار ابن الحر کو بھی ہزار سوار ملے۔ ان کے علاوہ حر ابن یزید ریاحی تو تین ہزار سواروں کے ساتھ کربلا میں پہلے ہی مقیم تھا۔

بہر حال اس فوج جرار اور اس لشکر خونخوار کی تفصیل وار ترتیب تو یہی تھی جو اوپر لکھی گئی اس کا مجموعہ بہتر ہزار ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس تعداد میں اختلاف واقع ہوا ہو۔ اور علماء متقدمین نے تعیین تعداد میں کمی و بیشی کا خیال نہ رکھا ہو۔ بہر حال تعداد میں گو اختلاف ہو مگر ان افسران فوج کے تعیین اور تفصیل میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے جو لشکر بھیجا گیا تھا اس کے افسر یہی تھے۔ عمر ابن سعد۔ شبث ابن ربعی۔ عروہ ابن قیس۔ سنان ابن انس۔ حصین ابن نمیر۔ شمر ذی الجوشن۔ مضائر ابن رہینہ المازنی

یزید[8] ابن رکاب الکلبی۔ نضر[9] ابن خرشہ۔ محمد[10] ابن اشعث۔ عبد اللہ[11] الحصین۔ خولی[12] ابن یزید اصبحی
بکر[13] ابن کعب ابن طلحہ۔ حجار[14] ابن ابحر۔ حر[15] ابن یزید الریاحی۔
المختصر۔ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کی ماتحتی میں چھ ہزار سوار مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کیے گئے
اور محمد ابن سیرین کی روایت کے مطابق عمر ابن سعد کی نسبت پیشین گوئی صحیح طور سے ثابت
ہو گئی۔ چنانچہ علامہ مذکور لکھتے ہیں۔
کہ ایک روز امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام عمر سعد را دید ہنگامے کہ او جوان
بود پس بود و گفت ویحک یا ابن سعد کیف بک اذا قمت یوما مقاما تخیر فیہ
بین الجنۃ و النار فتختار النار۔ فرمود اے پسر سعد چگونہ خواہی بود آں روز کہ متخیر باشی
در اختیار بہشت و دوزخ پس اختیار خواہی کرد دوزخ را۔
المختصر بمصداق الکلمۃ من سعد سعید فی بطن امہ۔ سب سے پہلے عمر ابن سعد اپنے چھ ہزار
سواروں کے ساتھ داخل کربلا ہوا اُس کے بعد شبث۔ خولی۔ عروہ ابن قیس وغیرہ وغیرہ
تمام سرداران لشکر باری باری سے آتے رہے اور ملتے گئے۔ امام طبری کے مطابق
سوم محرم کو عمر ابن سعد کربلا میں داخل ہو گیا۔ اور ایک منزل کے فاصلہ پر امام حسین علیہ السلام
کے خیمے کی طرف سے اپنے لشکر کے پڑاؤ ڈال دیئے۔

واقعات کربلا کی ابتدائی چھیڑ چھاڑ

عمر ابن سعد کو جب فرودگاہ کے ضروری انتظاموں سے فراغت ہو چکی تو اس نے عمرہ
ابن قیس الاحمسی کو بلا کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجنا چاہا مگر عمرہ نے انکار کیا اور کہہ دیا
کہ میرے عوض میں کسی دوسرے کو بھیجا جاوے۔ چونکہ تمام اشراف کوفہ نے امام حسین
علیہ السلام کو خط لکھ کر بلایا تھا۔ اس لیے جس کسی سے عمر ابن سعد امام حسین علیہ السلام کے
پاس جانے کے لیے کہتا تھا وہ منہ چھپاتا تھا۔ اور ٹال کر انکار کرتا تھا۔ بہزار مشکل کثیر ابن عبد اللہ
شعبی مستعد ہوا اور عمر ابن سعد سے کہنے لگا کہ میں جاتا ہوں۔ اور اگر تو حکم دے تو اسی وقت میں
آنجناب کا سر لے آؤں۔ پھر چلا اور کثیر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں چلا۔ جب خیمہ مطہر سے
قریب پہنچا تو ابو ثمامہ صیداوی رضی اللہ عنہ نے اس کو آتے دیکھ کر امام عالی مقام سے
عرض کی اصلحک اللہ یا ابا عبد اللہ کثیر ابن عبد اللہ جو تمام کوفیوں میں سب سے زیادہ مائل فساد

اور اصل بیداد ہے آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہے۔ یہ عرض کرکے ابو ثمامہ صیداوی باہر
چلے آئے اور کثیر کو روک کر کہنے لگے کہ اگر تیرا ارادہ جناب امام حسین علیہ السلام سے ملنے کا ہے
تو اپنے ہتھیار کھولکر رکھدے اُس نے کہا کہ میں اپنے ہتھیار نہیں رکھونگا۔ اگر امام علیہ السلام
سُنینگے تو میں خدمت رسالت اُن سے عرض کرونگا اور اگر وہ نہ سُنینگے تو میں واپس جاؤنگا
ابو ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تیری تلوار لیے رہتا ہوں تو خدمت امام میں جا کر اپنا
معروضہ پیش کر۔ کیونکہ تو جس طبیعت کا آدمی ہے ہم خوب سمجھتے ہیں کثیر ابن عبداللہ کو یہ
سُنکر غصہ آگیا اور ابو ثمامہ صیداوی سے دیر تک کج بحثی کرتا رہا مگر اُس خالص جان نثار نے
اِس شریر کو بغیر ہتھیار رکھے نہ جانے دیا۔ نہ جانے دیا۔ کثیر آخرکار مجبور ہو کر واپس گیا۔
کثیر کے واپس جانے کے بعد عمر ابن سعد نے قرۃ ابن قیس حنظلی کو بلایا اور امام حسین علیہ السلام
کی خدمت میں روانہ کیا جب وہ خیمہ مقدس کے قریب پہنچا تو امام حسین علیہ السلام کی نظر
اُس پر پڑی اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اِس کو پہچانتا ہے۔ حبیب ابن مظاہر
رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ شخص قبیلۂ بنی حنظلہ سے ہے اور قرابت میں میرا بھانجہ
ہوتا ہے اور اِس وقت تک یہ ہمارے ساتھ خلوص اور حسن عقیدت کے ساتھ پیش آتا
ہے۔ وہ جب بالکل قریب آگیا۔ تو زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ نے آگے روک کر پوچھا کہ تیرا
یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے اُس نے نہایت ملائمت سے جواب دیا کہ عمر ابن سعد
کی طرف سے کچھ پیام لیکر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اگر حضوری کا شرف
مجھکو عطا فرمایا جاویگا تو عرض خدمت کرونگا۔ زہیر ابن القین رض نے فرمایا کہ اچھا ہتھیار کھول کر
رکھدو قرہ نے اُسی وقت حبّاً و کرامۃً کہکر اپنے تمام ہتھیار رکھدیے۔ اور امام
حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر نہایت عجز و انکسار سے آداب بجا لایا اور
آستان اقدس کے بوسے لیے امام حسین علیہ السلام نے جواب سلام دیکر نہایت خلق
سے اُس کو اپنے قریب بٹھایا اُس نے آنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ
شہر کوفہ کے عمائد اور رئیسوں نے مجھکو بلایا اور میں نے اُن کی دعوت کو قبول کیا اب اگر
میری نسبت اُن کی رائے خلاف ہوگئی ہے اور میرے آنے کو وہ اچھا نہیں سمجھتے تو بہتر
ہے میں جس طرف سے آیا ہوں اُسی طرف چلا جاؤں۔ قرہ نے عرض کی کہ جن لوگوں نے حضور
کو تکلیف دی۔ خط لکھ لکھکر بلوایا اور اتنے دور و دراز سفر کی زحمت دی ایسے ہی لوگ

آپ کو چھوڑ کر ابن زیاد کی حاشیہ بوسوں میں شامل ہیں۔ خدا اُن پر لعنت کرے۔ یہ کہکر قرہ نے وہاں سے اُٹھکر جانا چاہا تو حضرت حبیبؓ ابن مظاہر نے اُس سے کہا کہ قرۃ نہایت افسوس کی بات ہے۔ اب تو کہاں جاتا ہے یہیں رہجا اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کر۔ کیونکہ تو نے انہی کے بزرگواروں کی توفیق سے اسلام کی دولت حاصل کی ہے۔ قرہ نے کہا وہ کون بیوقوف ہوگا جو جہنم کو بہشت پر ترجیح دیگا۔ مگر بات یہ ہے کہ میں قاصد ہوں میرا فرض ہے کہ میں عمر سعد کے سوال کا جواب اُس کے پاس پہنچا آؤں تو اُس کے بعد مجھے اپنے معاملہ میں پورا اختیار ہوگا۔

ابو مخنف نے بھی یہ روایت درج کی ہے۔ مگر پہلے قاصد کی جگہ کثیر ابن شہاب کا نام درج ہے اور ابو ثمامہ صیداوی کی جگہ زہیر ابن القین لکھا ہے۔ اور دوسرے قاصد کا نام قرہ ابن قیس کی جگہ عزیمہ لکھا ہے۔ ابو مخنف کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ عزیمہ امام عالی مقام کے لشکر میں رہ گیا اور شہید ہوگیا۔ مگر ایک محقق کے نزدیک ابو مخنف کا یہ اضافہ بالکل تنہا ہے جس کو دوسرے مورخین نے کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ امام طبری نے بھی ان رسالتوں کا ذکر کیا ہے اور قرہ ابن قیس کے پیغام لانے کی تصریح کی ہے مگر امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں رہ جانے اور اُن کے ہمراہ مارے جانے کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔

المختصر قرہ ابن قیس امام حسین علیہ السلام سے رخصت ہو کر عمر ابن سعد کے پاس آیا اور امام عالی مقام کا جواب اُس سے کہدیا۔ عمر ابن سعد نے اُسی وقت ابن زیاد کے پاس خط لکھا جس کی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد فانی حیث نزلت بالحسین بعثت الیہ رسولی نسئلتہ عما اقدمہ وما ذا یطلب فقال کتب الیّ اہل ھذہ البلاد واتتنی رسلھم نسئلونی القدوم ففعلت فاما اذا کرھتمونی وبدا لھم غیر ما اتتنی بہ کتبھم فانا منصرف عنھم۔ میں جس وقت کربلا میں داخل ہوا میں نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا اور اُن سے دریافت کیا کہ آپ کیوں آئے ہیں آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کوفہ کے لوگوں نے کثرت سے خطوط میرے نام لکھکر روانہ کیے اور یکے بعد دیگرے اپنے قاصد میرے پاس بھیجے اور میرے آنے کے خواستگار ہوئے میں نے اُن کی دعوت کو قبول کیا۔ اب اگر وہ اپنے قول سے پھر گئے اور اُن کی رائے

دگرگوں ہو گئی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔
حسان ابن قائد عبسی کہتا ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس اُس وقت دربار میں حاضر تھا جس وقت ابن سعد کا یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا۔ اُس نے خط کا مضمون پڑھ کر شعر برجستہ پڑھا ؎

الآن اذ علقت مخالبنا به	یرجو النجاة ولات حین مناص

اب ہمارے پنجے میں پھنسکر امام حسین علیہ السّلام نکل جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ رہائی معلوم۔ بعد ازاں عمر سعد کو جواب میں لکھ بھیجا امّا بعد فقد بلغنی کتابك وفهمت ما ذكرت فاعرض على الحسین ان یبایع لیزید ابن معویه هو وجمیع اصحابه فاذا فعل ذلك رائینا۔
تمہارا خط مجھے ملا اور میں نے اُس کے مضمون کو سمجھا پس تم امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ یہ معاملہ پیش کرو کہ وہ خود اور اُن کے اصحاب بیعت یزید کریں اور بیعت کرنے کے بعد ان لوگوں کے بارے میں جو ہماری رائے ہوگی اُس پر عمل کیا جائے گا صلاح النشاتین باسناد طبری صفحہ ۲۰۳ ابن زیاد کے متعلق حالات لکھکر اب ہم امام حسین علیہ السّلام کے خاص حالات قلمبند کرتے ہیں۔ جب قیام گاہ کے ضروری انتظاموں سے فراغت ہو چکی تو آپ نے سب سے پہلے جناب محمد حنفیہ کے نام خط لکھا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے۔

لما ورد جدی الحسین علیه السلام بکربلا کتب الی اخیه محمد بن الحنفیه من الحسین ابن علی علیهما السلام الی محمد ابن علی والذین عنده من بنی هاشم اما بعد فانی قد ترکت الدنیا وما فیها وانتظر الشهادة العظمی وعلمت ان الدنیا کانها لم تکن والاخرة کانها لم تزل واثرت الاخرة علی الدنیا والسلام۔

یہ خط ہے حسین ابن علی علیہما السّلام کی طرف سے محمد ابن علیؑ اور اُن کے نام جو فرزندان بنی ہاشم میں ہیں اور اُن کی حفاظت وحمایت میں سپرد کیے گئے ہیں۔ امابعد واضح ہو کہ میں نے ترک زندگانی کی اور اب منتظر شہادت ہوں اور دنیا کو اب جانتا ہوں گویا ہرگز تھی ہی نہیں اور آخرت کو ہمیشہ رہنے والی جانتا ہوں اور میں نے بمقابلہ دنیا کے آخرت ہی اختیار کی مروی ہے کہ جناب امام حسین علیہ السّلام نے تمام ارض کربلا یا کوئی حصہ اُس کا وہاں کے

زمینداروں سے خرید فرمایا چنانچہ بحر المصائب میں اس واقعہ کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے
ان الحسین لما نزل ارض کربلا امر باحضار اهل القری اهل نینوی وقال
لهم انی اریدان اقیم فی ارضکم هذه واحب ان اجعلها مسکنی فان بعتموها
علی کان فی ذلک رضاء فقال یابن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
قد سمعنا من آبائنا الاولین ان آدم و نوحا و ابراهیم وغیرهم من النبیین
والوصیین یرد احد منهم علی هذه الارض الا وقد اصابته بلیة عظیمه
ومصیبة فخیمة فایاک وان تسکن فیها فقال الحسین علیه السلام وکیف
لا وقد جای به القضاء من یوم خلقت السموات والثری فاشتری منهم
النواحی التی فیها البرکة والشفا الی اربعة امیال بستین الف درهم وفیها
قبر ستین الانس والجان وقبور اصحابه الی الاثم تصدق بها علیهم تشرطین
احدهما ان لا یزارعو فیها قط وثانیهما ان یرشد والی قبره من الحق من شیعته
لزیارته ویضیفوه ثلاثة ایام فرضوا بهما ورجعوا الی منازلهم وکان ذلک فی
الیوم الثانی من المحرم۔

امام حسین علیہ السلام نے ارض کربلا میں پہنچکر حکم فرمایا کہ باشندگان نینوی کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوئے۔ اُن سے فرمایا کہ میں تمہاری اس زمین پر رہنا چاہتا ہوں اور مجھے پسند ہے کہ میں اس زمین کو اپنا مسکن قرار دوں۔ اگر تم اس زمین کو فروخت کرو میرے ہاتھ تو اس میں میری خوشنودی ضرور ہوگی۔ اُن لوگوں نے عرض کی کہ اے فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اپنے آبا و اجداد سے سُنا ہے کہ حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ وغیرہم علیہم وعلے نبینا السلام جو جو حضرات اس سرزمین پر گزرے ہیں وہ بلائے عظیم اور مصیبت شدیدہ میں مبتلا ہوئے ہیں۔ آپ ہرگز اس زمین پر سکونت نہ اختیار فرمائیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا میں کیونکر اس زمین پر نہ رہوں گا۔ کیونکہ قضائے الہی اسی طرح جاری ہو چکی ہے جس دن خدائے عالم و عالمیاں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا یہ کہکر آپ نے اُن لوگوں سے ساٹھ ہزار درہم دیکر اُن مقامات کو خرید کر لیا جن میں خدائے سبحانہٗ تعالےٰ نے برکت اور شفا رکھی تھی۔ اور مساحت میں وہ زمین چار میل تک ہے اُسی متبرک زمین میں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام واقع ہے جو سردار اولاد آدمؑ اور

بنی جان ہیں اور قبریں آپ کے اصحاب کی بھی اُسی زمین پہ آج تک بنی ہوئی ہیں۔ بعد اُسکے اُس زمین کو پھر اُنہی لوگوں پر وقف کر دیا۔ دو شرطوں پر۔ اُن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اُتنی زمین پر جس کو آپ نے خرید فرمایا ہے۔ کبھی کھیتی نہ کریں اور دوسری شرط یہ تھی کہ جو ہمارا دوست زیارت قبر کے واسطے آئے اُس کو نشانِ قبر بتلادیں۔ اور تین روز تک اُس کو اپنا مہمان رکھیں۔ اہل نینوی ان دونوں شرطوں پر راضی ہوئے اور قیمت لیکر اپنے اپنے گھروں کو پلٹ آئے۔ یہ معاملہ دوسری محرم کو واقع ہوا۔

اب واقعاتِ کربلا کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب عمر ابن سعد کے نام ابنِ زیاد کا یہ تاکیدی حکمنامہ پہنچا کہ پہلے امام عالی مقام اور اُن کے اصحاب کرام سے یزید کی بیعت لی جاوے تب اُن کی نسبت جو کچھ مناسب ہوگا کیا جاوے گا۔ تو عمر سعد کو سخت انتشار ہوا جیسا کہ امام طبری کا بیان ہے کہ ابن زیاد کا حکمنامہ پڑھکر اُس نے کہا کہ ابن زیاد عاقبت کا طالب نہیں ہے۔ عمر سعد کو جنگ چھیڑ دینے میں تامّل رہا۔ اِن ایام تعویق میں ایک مرتبہ اور بروایتے چند مرتبہ شب کے وقت اُس نے امام حسین علیہ السّلام سے مابین ہر دو لشکر کے تنہائی میں ملاقات کی اور دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی اور ہنوز کوئی امر فیمابین طے نہیں ہونے پایا تھا کہ خولی ابن یزید اصبحی جو شقاوت و عداوتِ خاندانِ رسالت میں سب سے آگے تھا۔ عمر سعد کی ان حرکتوں سے سخت ناراض ہوا اور اُس نے ابن زیاد کو اِس مضمون کا خط لکھ بھیجا۔

اما بعد ایها الامیر ان عمر ابن سعد یخرج کل لیلة ویبسط بساط ویدعو الحسین علیه السلام ویتحدثان حتی یمضی من اللیل شطره وقد ادرکته الحسین الرحمة والرافة فامره ان ینزل عن حلملته ویصیر الحکم لی وانا اکفیك امره

اے امیر۔ عمر سعد تمام رات اپنے لشکر سے نکلکر کنارِ فرات فرش بچھاکر امام حسین علیہ السّلام سے انواع واقسام کی باتیں کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رات کا بہت حصہ اِن امور میں اُسکو گزر جاتا ہے۔ اور میں اُس کو ہمیشہ امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ بملائمت اور بہ شفقت پیش آتے دیکھتا ہوں پس اُس کو آپ لکھ بھیجیں کہ وہ اِس خدمت سے علیحدہ ہو جائے اور اُس کی یہ خدمت میرے سپرد کی جاوے کہ میں اُس کو باحسن الوجوہ انجام دوں"

یہ خط جس وقت ابن زیاد کو پہنچا تو وہ عمر سعد سے سخت ناراض ہوا اور اُس کو فوراً یہ خط لکھا

اما بعد یا ابن سعد قد ابلغنی انک تخرج فی کل لیلة وتبسط بساطاً عن الحسین وتتحدث معه حتی یمضی اللیل شطرہ فاذا قرأت کتابی فامرہ بنزل علی حکمی فان اطاع والا امنعه من شرب الماء فانی حللته علی الیهود والنصاریٰ وحرمته علیه وعلی اهلبیته فحل بین الحسین علیه السلام و اصحابه و بین الماء فلا یذوقوا منه قطرة کما صنع بالتقی النقی عثمان امیرالمؤمنین مظلوماً۔

اے پسر سعد مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تو تمام رات اپنی لشکرگاہ سے برابر باہر رہتا ہے اور کنارۂ فرات پر فرش بچھا کر خود بیٹھتا ہے اور امام حسین علیہ السلام کو بلا کر بٹھلاتا ہے اور اُن سے ہر اقسام کی گفتگو کرتا ہے اور اُن سے ملائمیت پیش آتا ہے۔ پس جس وقت میری یہ کتابت تجھکو ملے اور تو اس کو پڑھے اور اپنی بھلائی چاہے تو یک قلم آبِ فرات کو امام حسینؑ پر بند کردے اور تو اُن میں اور فرات کے درمیان حائل ہو جا۔ اور میں نے اس وقت سے آب فرات کو یہود و نصاریٰ پر حلال اور حسینؑ اور اُن کے اہل بیتؑ و اصحابؑ پر حرام کیا پس تجھکو مناسب ہے کہ تو نہر فرات کا پورا محافظ اور نگہبان رہ تاکہ وہ لوگ پانی پینے نہ پاویں اور اُس میں سے ایک قطرہ نہ لیجاویں اپنے اُن افعال کی پاداش میں جو انہوں نے مظلوم اور متقی امیرالمومنین عثمان کے ساتھ کیے۔

بندش آب اور دریائے فرات کی حفاظت

ابن زیاد کا یہ حکمنامہ ساتویں محرم کو پہنچا اور اُسی دن سے امام حسین علیہ السلام اور اُن کے ہمراہیوں پر پانی بند ہو گیا۔ عمر سعد نے عمرو ابن الحجاج کو پانچسو سواروں کے ہمراہ گھاٹ کے ہر طرف پہرہ رکھنے کے لیے مقرر کر دیا اور اس امر کی پوری تاکید کر دی کہ فرات سے ایک قطرہ امام حسین علیہ السلام کے خیمۂ مطہر میں نہ جانے پاوے۔ پھر کیا تھا حکم کی دیر تھی فرات کے کنارے کنارے دور تک گھاٹ پر پہرے بیٹھ گئے اور وہ سنگدل خدا نا ترس امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ہمراہیوں کو پانی دکھلا کر خود نہر سے پیٹ بھر بھر کر پانی پی لیتے تھے۔ اور دکھلا دکھلا کر زمین پر بہا دیتے تھے۔ چنانچہ اُن ہی بے رحموں میں ایک بدبخت کا نام عبداللہ ابن حصین الازدی تھا۔ یہ شقی دریا کے کنارے کھڑا ہوا

اور امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ یا حسین الا تنظرون الی الماء
کانہ کبد السماء واللہ لا تذوقون منہ قطرۃ واحدۃ حتی تموتوا عطشا
فقال الحسین علیہ السلام اللھم اقتلہ عطشا ولا یغفر لہ ابدا یعنی اُس نے
چلا کر کہا کہ اے حسین علیہ السلام دیکھو یہ آب فرات گویا زلال آب باراں اور جگر پارۂ
آسمان ہے۔ قسم خدا کی اگر تم پیاسے مر بھی جاؤ تو بھی اس میں سے پانی کا ایک قطرہ نہ پاسکو گے
امام حسین علیہ السلام نے یہ سنکر کہا کہ اے پروردگار تو اسکو پیاسا مار اور اسکو کبھی نہ بخشیو
حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ قسم خدا کی میں نے عبد اللہ الحصین کو دیکھا کہ فرط تشنگی سے وہ چاروں طرف
فریاد کرتا پھرتا تھا۔ لوگ اُس کو پانی پلاتے تھے اور وہ پیٹ بھر کر گلے تک پانی پی لیتا تھا مگر
فوراً قے کر دیتا تھا اور اُس کی پیاس ویسی ہی کی ویسی ہو جاتی تھی اور پھر وہ اُسی طرح پیاس
سے فریاد کرتا تھا۔ پھر پانی پیتا تھا اور استفراغ کرتا تھا یہاں تک کہ اُسی حالت میں وہ
تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ کامل ابن اثیر۔
علامہ ابن جوزی تذکرہ خواص الائمہ میں لکھتے ہیں کہ عمر ابن حجاج نے بھی اسی طرح امام حسین
علیہ السلام کو آواز دی اور کہا کہ یا حسین ھذا الماء یلغ فیہ الکلاب وتشرب
منہ الخنازیر اھل السواد والحمیر والذیاب ولا یذوق منہ واللہ قطرۃ حتی
یذوق الحمیم فی نار الجحیم۔
اے حسین علیہ السلام یہی آب فرات ہے کہ جسکو کتے پیتے ہیں اور تمام جانوران جنس صحرائی
مثل سوئر گدھے اور بھیڑیے سب کے سب پیتے ہیں اور تم کو ایک قطرہ نہیں مل سکتا
یہاں تک کہ (خاک بدہان او باد) تم دوزخ میں ماء حمیم پیو۔

خیمہ مطہر میں پانی کا قحط۔ پیاس کی شدت اور حضرت عباس علیہ السلام کی پہلی سقائی

بہر حال۔ امام حسین علیہ السلام نے ان بے دینوں کی گستاخیوں کا کچھ جواب نہیں دیا۔ بلکہ
بالکل خاموشی کے ساتھ خیمہ مقدس کی طرف مراجعت فرمائی۔ ساتویں تاریخ سے پانی
بند ہوگیا۔ اور آٹھویں کی شام ہوتے ہوتے بوڑھوں۔ جوانوں اور بچوں کی حالتیں پیاس کی مارے

تغیر ہونے لگیں تو حضرت عباس علیہ السلام نے پے در پے دو کوئیں کھودے مگر وہ دونوں پانی سے خالی نظر آئے۔ اور پانی کی جگہ اُن میں پتھر نکلا۔ چنانچہ ابو مخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں۔

لما اشتد العطش قال الامام لاخیه العباس اجمع اهل بیتك واحفروا بئرا وافعلوا ذلك فوجدوا فیها صخرة ثم حفروا اخری فوجدوا کذلك

یعنی جب پیاس کی شدت ہوئی تو امام عالی مقام نے اپنے بھائی جناب عباسؑ سے فرمایا کہ اہلبیت علیہم السلام کو جمع کر کے کوئیں کھودو۔ چنانچہ حضرت عباس نے اور سب نے مل کر کوئیں کھودے لیکن اُن میں پتھر نکل آئے۔ اور پھر دوبارہ کنواں کھودا تو اُس کو بھی اُسی حالت پر پایا۔

حضرت عباس علیہ السلام کی جاں نثاری بہت قدر اور وقعت کے قابل ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے ایسا ملک عرب کے سنگلاخ میدانوں میں کنواں کھودنا کوئی آسان اور معمولی بات نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عرب کی زمین میں بھی پانی نکلتا ہے۔ مگر یہاں پانی نکالنے میں انسان کو اتنی محنت کرنی ہوتی ہے جو آسمان سے لانے کی شدت کے برابر قیاس کی جاتی ہے۔

المختصر جب ان کوششوں میں بھی کامیابی کی کوئی صورت نہیں دکھائی دی اور پیاس کا غلبہ بڑھتا گیا اور ہر شخص ایک تو شدتِ عطش دوسرے اس محنتِ شاقہ میں ناکامیاب رہنے کی وجہ سے اور چور چور ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام نے پھر اپنے وفادار اور جاں نثار بھائی سے کہا یا اخی امض الی الفرات وائتنا الماء فقال سمعا وطاعتا اے بھائی آب فرات کی طرف جاؤ اور پانی لاؤ۔ اُس جاں نثار نے عرض کی ابھی لایا۔ اب حضرت عباس علیہ السلام کے محاسن خدمات کی تفصیل یہ ہے۔

فلما اشتد العطش بالحسین علیه السلام دعی باخیه العباس فضم الیه ثلاثین فارسا وعشرین رجلا وبعث معه عشرین قربة فاقبلوا یوف اللیل حتی دنوا من الفرات قال عمرابن الحجاج من انتم فقال رجل من اصحاب الحسین یقال له هلال ابن نافع البجلی ابن عم لك جئت اشرب من هذا الماء فقال عمر اشرب هنیئا فقال ویحك تامرنی ان اشرب والحسین ابن علی ومن معه یموتون

من العطش فقال عمر صدقت ولكن امرنا بامر لا بدان تنتهي اليه فصاح هلال
باصحابه فدخلوا الفرات قال فصاح عمر بالناس فاقتتلوا اقتتالا شديدا
فكان قوم يقاتلون وقوم يملئون حتى ملئوها ولم يقتل من اصحاب الحسينؑ
احد ثم رجع القوم الى معسكرهم فشرب الحسين عليه السلام ومن
كان معه فلذلك سمي العباسؑ سقاء۔

جب پیاس کی شدت جناب امام حسینؑ پر زیادہ ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت
عباس علیہ السلام کو بلایا اور تیس سوار اور بیس پیدل آپ کے ہمراہ روانہ کئے اور بیس
مشکیں آپ کے ہمراہ کر دیں۔ یہ سعادتمند قریب نصف شب کے روانہ ہوئے تا آنکہ
فرات کے قریب پہنچے۔ عمر ابن حجاج جو سب سے پہلے پانی روکنے کو مقرر ہوا تھا
اور جس ملعون کی سخت کلامی ابھی اوپر کی روایت سے معلوم ہو چکی ہے اُس نے پکار کر
کہا کہ تم لوگ کون ہو جو فرات پر آئے ہو۔ ایک شخص نے اصحاب حسینؑ میں سے جس کا
نام ہلال ابن نافع تھا۔ جواب دیا کہ میں ہوں تیرا چچازاد بھائی۔ پیاسا ہو کر فرات سے پانی
پینے آیا ہوں۔ عمر ابن حجاج نے کہا کہ اچھا پانی پیو۔ گوارا ہو تم کو یہ پانی کا پینا۔ ہلال ابن نافع
کہنے لگے وائے ہو تجھ پر اے شقی تجھے تو پانی پینے کی اجازت دیتا ہے ایسے وقت میں کہ
جناب امام حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہی پیاس سے مرے جاتے ہیں۔ عمر ابن حجاج
نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ کہتے ہو۔ میں بھی جانتا ہوں لیکن ہم لوگوں کو حکم ہوا ہے ضرور ہے
کہ اُسکی تعمیل ہم کریں۔ اور انتہا تک اُسکو انجام دیں۔ پس ہلال ابن نافع اپنے ہمراہیوں
کو پکارے کہ اس مرد کے روکنے سے نہ رکو پس وہ سعادتمند فرات میں داخل ہوئے۔
ادھر عمر نے اپنے ہمراہیوں کو بلایا پس دونوں گروہ میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ اور یہ لڑائی
اس انداز سے واقع ہوئی کہ کچھ لوگ اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام سے لڑتے تھے اور
کچھ لوگ مشکوں میں پانی بھرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیسوں مشکیں پانی سے بھر لیں اور ایک
شخص بھی امام حسین علیہ السلام کے اصحاب سے شہید نہیں ہوا۔ بعد پانی بھر لانے کے وہ
پچاس دیندار اور خالص جان نثار جناب عباس علیہ السلام کے ہمراہ پانی لئے اپنی فرودگاہ
لشکر کی طرف پلٹ آئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی پانی پیا اور آپ کے کل
ہمراہیوں نے بھی پانی پیا۔ اُسی دن کے پانی پلانے کی جہت سے جناب عباس علیہ السلام

کا لقب سقا ہوا ہے۔ مأتین فاضل کنتوری مدظلہ صفحہ ۱۳۵ باسناد تاریخ محمد ابن ابیطالب۔
بہر حال۔ عمر ابن الحجاج حضرت عباس علیہ السلام کی اس دلیرانہ ہمت سے سخت نادم ہوا۔ عمر ابن سعد نے صبح ہی سے پہرہ کا انتظام اور مستحکم کر دیا اور ایک روایت کے مطابق چھ ہزار اور دوسری روایت کے موافق آٹھ ہزار فوج کا پہرہ تمام گھاٹوں پر چاروں طرف پھیلا دیا۔ جو ننگی تلواریں لئے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک دریا پر طلایہ پھرتے رہتے تھے۔ خبر پہنچانے والوں نے اسکی خبر بھی ابن زیاد کو پہنچا دی مگر چونکہ کاتب بھی پانی لے جانے دینے کے جرم میں ملزم ہوسکتا تھا۔ اس لئے اُسنے پانی لے جانے کے واقعہ کو تو نہ لکھا۔ مگر کوئیں کھودنے کی اطلاع اُس کو لکھ ہی بھیجی۔ ابن زیاد بد نہاد نے اس مضمون پر مطلع ہوکر سخت آزردگی کے ساتھ عمر سعد کو ذیل کی عبارت میں یہ خط لکھا۔

اما بعد بلغنی ان الحسین (علیہ السّلام) لیحفر الآبار ویصیب الماء فیشرب ھو واصحابہ فانظر اذا اورد علیک کتابی فامنعھم من حفر الآبار ما استطعت وضیق علیھم ولا تدعھم یذوقوا الماء وافعل بھم کما فعلوا بالزکی عثمان

مجھ کو خبر لگی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب کوئیں کھود کر پانی نکالتے ہیں۔ خود بھی پیتے ہیں اور اپنے اصحاب کو بھی پلاتے ہیں۔ خوب ہوشیاری کرو جس وقت میرا یہ خط تجھ کو ملے جہاں تک تجھ میں قوت ہو ایسی فکر کر کہ یہ لوگ پانی نہ پینے پاویں اور پانی پینے کا کوئی سامان بھی نہ کرنے پاویں۔ اور اُن کے ساتھ بھی وہی سختی کرو جو عثمان کے ساتھ کی گئی تھی۔

اس حکمنامہ کو پڑھکر عمر ابن سعد نے اور سختی سے امتناع آب کا کامل انتظام کر لیا۔ اصحاب امام عالی مقام نے پہرہ والوں کی یہ سختی دیکھکر یقین کر لیا کہ اب ہمارے لئے فرات سے ایک قطرہ پانا سخت دشوار ہے۔ اس لئے ان میں سے ہر شخص اپنے فہم و شعور کے مطابق اپنے خلوص و عقیدت کے اظہار کے ساتھ پانی ہاتھ آنے کی جدا جدا فکریں سوچنے لگا۔ ان بزرگوں میں سب سے پہلے یزید ابن حصین نے جناب امام حسین علیہ السلام سے یہ استدعا کی کہ مجھکو عمر سعد کے پاس بھیجدیجئے میں اسکو جاکر بطور خود فہمائش کروں۔ شاید کہ وہ قدیم تعارف اور اتحاد کی وجہ سے ہم کو پانی لینے کی اجازت دیدے۔ امام عالی مقام نے یزید ابن حصین کو اجازت دی اور وہ عمر سعد کے پاس روانہ ہوئے۔ ہم اس واقعہ کو محمد ابن طلحہ الشافعی

کی کتاب مطالب السؤل کے فارسی ترجمہ سے ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں۔
یزید ابن حصین بنزد عمر ابن سعد آمد و از اسلام نہ گفت ابن سعد گفت یا اخا ہمدان چہ چیز ترا
از سلام من مانع آمد مگر من مسلمان نہ بودم و خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را نمی شناسم
یزید گفت اے پسر سعد اگر تو چنانکہ گوئی مسلمانی۔ چگونہ بر عترت جناب رسول صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم بیروں نشدی و مقاتلت اور اتصمیم عزم دادی وایںنک آب فرات است کہ
کلب و خنزیر ازاں می آشامند و حسین ابن علی علیہما السلام و برادران و زنان و فرزندان
او از تشنگی ہلاک می شوند و درمیان ایشاں حاجز و حائل می شوی و گمان می کنی کہ مسلمان
ہستی و خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را می شناسی۔ عمر سعد خجل شد و سخت سر فرو داشت
پس سر برآورد فقال یا اخا ہمدان ما اجد نفسی تجیبنی الی ترک الری لغیری اے
برادر ہمدان چندانکہ با نفس خود کاوش کردم اجابت نفرمود کہ ولایت رے را دست باز دارم
تا دیگرے بدست گیرد۔ پس یزید ابن حصین باز شتافت و عرض کرد یا ابن رسول اللہ پسر سعد
رضا دادہ است کہ ترا عرصۂ ہلاک و دمار درآرد تا از حکومت رے برخوردار گردد۔
تاریخ اعثم کوفی میں بھی بجنسہ یہی مضمون درج ہے۔ مقتل ابو مخنف میں بھی ایسا ہی واقعہ
انس ابن کاہل رضی اللہ عنہ کے متعلق مندرج ہے جسکی عبارت یہ ہے۔
فانطلق انسؓ فدخل علی ابن سعد لم یسلم علیہ فقال ابن سعد لم لم
لا تسلم علی الست مسلما قال واللہ لست انت مسلم لانک تریدان تقتل ابن رسول اللہ
فنکس راسہ فقال واللہ انی لاعلم ان قاتلہ فی النار ولکن لابد من انفاذ حکم
الامیر عبیداللہ ابن زیاد فرجع انس الی الحسین علیہ السلام واخبرہ بذلک
پس انس رضی اللہ عنہ عمر سعد کے پاس پہنچے تو اُسے سلام نہ کیا۔ عمر نے پوچھا کہ کیا تم مجھ کو
مسلمان نہیں سمجھتے ہو۔ انس نے کہا کہ میں تجھ کو کیونکر مسلمان سمجھوں کیونکہ میں تجھ کو فرزند
رسول مقبول علیہ السلام کے قتل پر بالکل آمادہ دیکھتا ہوں۔ یہ سنکر عمر سعد نے سر جھکا لیا۔
اور تھوڑی دیر تامل کرکے کہا کہ حقیقت میں یہ امر مجھ کو خود معلوم ہے کہ اُنکا قاتل ضرور جہنمی ہے
لیکن امیر ابن زیاد کے حکم سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ سنکر انس خدمت امامؑ میں واپس آئے
اور جو کچھ سُنا تھا عرض کردیا۔
ان دونوں رسالتوں سے عمر سعد پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ مگر اتنا کہ جب آٹھویں تاریخ تمام ہوکر

نویں محرم کی شب آئی تو وہ اپنے مخصوص اصحاب کے ساتھ اپنے لشکر سے جُدا ہوا اور ایک علیحدہ خلوت میں جناب امام حسین علیہ السلام کو بُلا بھیجا۔ آپ تشریف لے گئے۔ گفتگو یوں ہوئی۔

امام عالی مقام اور عمر سعد کی گفتگو۔ عمر سعد نے امام عالی مقام سے پوچھا کہ اب تو آپ نے اہل کوفہ کی عہد شکنی اور بے وفائی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالی۔ آپ نے فوراً جواب میں ارشاد فرمایا من خادعنا فی اللہ انخذ عنا لہ جس نے خدا کے کاموں میں میرے ساتھ مکر کیا تو میں اُس کے مکر ہی پر اعتبار کرتا رہونگا۔ کیونکہ وہ بظاہر خدا کا طالب ہے۔ عمر سعد نے کہا اب تو جو معاملات ہونے والے ہیں وہ سب آپ کے پیش نظر ہیں۔ اب آپ کیا تجویز فرماتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا دعونی ارجع فاقیم بمکۃ اوالمدینۃ اواذھب الی بعض الثغور فاقیم بہ کبعض اھلہ مجھ کو چھوڑ دو کہ میں واپس جاؤں اور مکہ معظمہ میں خواہ مدینہ منورہ میں قیام کروں اور نہیں تو بلاد اسلامی کے کسی دور دراز سرحدی مقامات میں مثل اور اہل اسلام کے نکل جاؤں۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ جواب سنکر عمر سعد کو ایک گونہ اطمینان سا ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ صحبت برخاست ہو گئی۔ جانبین کے لوگ اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس گئے۔ عمر ابن سعد نے آتے ہی ابن زیاد کے پاس ایک تیز رفتار قاصد کی معرفت اس مضمون کا خط لکھا۔

اما بعد فان اللہ قد اطفاہ النائرۃ وجمع الکلمہ واصلح امر الامۃ ھذا الحسین (علیہ السلام) قد اعطانی عھدا ان یرجع الی المکان الذی منہ اتی اویسیر الی ثغر من الثغور فیکون رجلا من المسلمین لہ مالھم وعلیہ ماعلیھم اویاتی امیر المومنین یزید فیضع یدہ فی یدہ فیری فیما بینہ وبینہ فیری رایہ وفی ھذا لک رضی وللامۃ صلاح۔

یعنی خدائے سبحانہ تعالے نے بھڑکی ہوئی آگ کو بجھا دیا۔ اور سخنان پراگندہ کو جمع کر دیا اور امورات کو اصلاح کی طرف مائل کیا۔ ابھی ابھی امام حسین علیہ السلام نے یہ اقرار مستحکم کئے ہیں کہ اُن کو ان شہروں کی طرف (مکہ یا مدینہ) واپس جانے کی اجازت دی جائے جہاں سے وہ تشریف لائے ہیں۔ یا دور دراز بلاد اسلامی کی طرف نکل جانے کا حکم ہو کہ وہ وہاں مثل اور مسلمانوں کے اپنی زندگی اختیار کریں۔ یا یزید کے پاس جانے کا فرمان ہو کہ وہ بالنفس النفیس

خود جا کر اُس سے بیعت کرلیں تو فیما بین جو کچھ قرار پائے۔ ہم اُسکی تعمیل کریں۔ پس میری دانست میں تیری خوشنودی اور صلاح امت کے لئے یہی امر بہتر ہے۔

عمر سعد کی خط میں حرفت - اس خط میں ایک امر نہایت ضروری تنقیح طلب ہے۔ وہ یہ کہ عمر کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر اپنی رضامندی ظاہر کردی اور یہ امر بالکل خلاف جمہور اور مخالف مشہور ہے بخلاف اس کے اسلام کے تمام فرقوں میں یہی اعتقاد مسلّم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید کی نسبت کبھی کسی وقت اشارتاً و کنایتاً بھی اپنی رضامندی ظاہر نہ فرمائی پھر ابن سعد نے آپ کی طرف سے اس شرط کا اضافہ کیسے کردیا۔

اس واقعہ کی نسبت علمائے متقدمین اور متاخرین نے جو تحقیق فرمائی ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد نے صرف قتل حسینؑ کے الزام سے کسی نہ کسی طرح بچنے کے لئے اپنی طرف سے ابن زیاد کو لکھ بھیجا تھا۔ ورنہ امام حسین علیہ السلام نے ایسی شرط ہرگز نہیں کی تھی۔ ہمارے معزز اور مستند ہمعصر سید غضنفر علی صاحب نے صلاح النشاتین میں جو کچھ اس واقعہ کی نسبت تحقیق فرمائی ہے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اُسی سے اس واقعہ کی پوری توضیح ہوجائے گی۔ وھو ہذا۔

اس جگہ سنا سب مقام یہ امر تنقیح طلب ہے کہ آیا جیسا عمر سعد نے اپنے خط میں ظاہر کیا امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر کی یا نہیں۔ بعض روایتوں سے اسکا پتہ چلتا ہے کہ اُس عہد میں ضرور یہ چرچا ہوگیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام بیعت یزید پہ راضی ہوگئے تھے۔ چنانچہ ابن جریر طبری نے ابو مخنف سے ایک روایت نقل کی ہے جسکو اُس نے ایک جماعت محدثین کی طرف منسوب کیا ہے۔ اُس میں صاف صاف لکھا ہے۔

قال الحسین علیہ السلام) اختار وامنّی خصالا ثلاثا اما ان ارجع الی المکان الذی اقبلت منه واما ان اضع یدی فی یزید بن معویة فیری فیما بینی وبینه رایه واما ان میرونی الی ای ثغر من ثغور المسلمین شئتم فاکون رجلا من اهله الی مالهم وعلی ماعلیهم۔

لیکن اسی روایت کے ساتھ ابن جریر طبری نے عقبہ ابن سمعان سے یہ روایت بھی نقل کردی ہے۔

عن عقبه بن سمعان قال صحبت حسیناً فخرجت معه من المدینة الی المکّة
ومن المکة الی العراق ولم افارقه حتیٰ قتل ولیس من مخاطبه النّاس
کلمه بالمدینة ولا بالمکّة ولا فی الطّریق ولا فی العسکر الی یوم مقتله الا وقد
سمعتہا الا واللہ ما اعطا ھم ما یتذاکر النّاس ومایزعمون من ان یضع
یدہ فی یدہ یزید ابن معاویة ولا ان یسیّرہ الی ثغرمن ثغور المسلمین ولکنّہ
دعونی فلا ذھب فی ھٰذہ الارض العریضة حتّیٰ ینظر الی مایصیر امر النّاس

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں مدینہ سے مکّہ اور مکّہ سے عراق تک برابر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اور تا وقت شہادت آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوا۔ امام عالی مقام نے مدینہ۔ مکّہ۔ عراق یا کربلا میں تا بوقت قتل جو جو باتیں لوگوں سے کیں اُن میں سے کوئی کلمہ ایسا نہیں تھا جو میں نے نہ سُنا ہو یہ جو لوگوں کا زعم ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر کی۔ بالکل غلط ہے۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ مثل دیگر اہل لشکر کے کسی سرحدی مہم پر بھیجا جانا منظور فرماتے تھے۔ البتہ امام علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ میری راہ نہ روکو کہ اس زمین وسیع پر کسی طرف چلا جاؤں اور دیکھوں کہ قوم کا معاملہ کیا صورت پیدا کرتا ہے۔ علامہ ابن اثیر نے "تاریخ کامل میں اور علامہ ابن جوزی نے خواص الائمہ میں اسی روایت کو معتبر سمجھا ہے۔

اتنی کامل تحقیق فرما کر ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں کہ تمام واقعات سابقہ ولاحقہ پر غور کرنے کے بعد ہمارے نزدیک یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عقبہ ابن سمعان کی روایت معتبر ہے لیکن یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر فرمائی اس حیثیت سے غلط نہیں کہا جاسکتا کہ عمر سعد کے خط میں یہ مضمون ضرور تھا۔ اور بظاہر اس سے عمر کا مقصود یہ تھا کہ سر دست جنگ ملتوی ہوجائے۔ اور میں اس پیچ سے نکل جاؤں لیکن اُس کی یہ تدبیر نہ چلی۔ صلاح النشاتین صفحہ ۳۳۔

اس واقعہ کی اصلی کیفیت یہ ہے جو اوپر لکھی گئی۔ اب وہ کون عقل سے خارج ہوگا جو اس کا سوتے جاگتے بھی خیال کریگا کہ امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر اپنی مستعدی ظاہر کی۔ بہرحال۔ اب اس خط کا ملاحظہ ہو۔ عمر سعد کی اس جعلسازی اور انشاپردازی کی کیفیت امام طبری یوں لکھتے ہیں کہ جب یہ خط ابن زیاد کی نظر سے گزرا تو پہلے اُسنے بھی

عمر سعد کی رائے کو پسند کیا اور کہا کہ ھذا کتاب رجل ناصح لامیرہ مشفق علی قومہ یہ تحریر ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جو اپنے امیر کے لئے ناصح ہے اور اور اپنی قوم کا مشفق ہے۔

شمر ذی الجوشن کا اغوا اور اس کی کربلا کی طرف روانگی

شمر ذی الجوشن حاضر دربار تھا۔ ابن زیاد سے کہنے لگا کہ امام حسین علیہ السلام آپ کی حدود محروسہ سے اگر بغیر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے چلے گئے تو یہ امر اُن کی قوت اور آپ کے ضعف و عجز کی دلیل سمجھا جائیگا۔ عمر کی رائے میرے نزدیک ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ سُنا جاتا ہے کہ اُس نے امام حسین علیہ السلام سے سازش کر لی ہے۔ اور رات رات بھر باہم مشورے اور صلاح ہوا کرتی ہے۔ دیوانہ را ہوئے بس است۔ ابن زیاد شمر کے اغوا میں آ گیا اور اسی وقت درشتی کے ساتھ عمر ابن سعد کو جواب لکھا گیا۔

انی لم ابعثك الی الحسین لتتکف منہ و لا لتطاولہ لتمنیہ السلامۃ والبقاء و لا لتقعد رعنہ و لا لتکون لہ عندی شفیعا انظر فان نزل حسینؑ و اصحابہ علی حکمی وا ستسلموا انا بعث بھم الیّ سلما و ان ابوا فازحف الیھم حتی تقتلھم وتمثلھم فانھم لذلك مستحقون فان قتلت حسینا فاوطی الخیل صدرہ وظھرہ فانہ عات ظلوم ولست اری ان ھذا یضر بعد الموت شیئا ولکن علی قول قد قتلتہ لو قتلتہ لفعلت ھذا بہ فان انت مضیت لامرنا فیہ جزیناك جزاء السامع المطیع وان ابیت فاعتزل عملنا وجندنا وخل بینہ شمر ابن ذی الجوشن وبین العسکر فانا قد امرناہ بامرنا۔

اے پسر سعد میں نے تجھ کو اس واسطے نہیں بھیجا ہے کہ تو وہاں بیٹھکر لڑائی سے اپنی جان بچا اور تجھ کو اس واسطے نہیں روانہ کیا ہے کہ عین معرکہ آرائی کے وقت تو سستی اور استمالت اختیار کر اور میں نے تجھ سے نہیں کہدیا ہے کہ تو امن و امان حسینؑ کا مجھ سے مستدعی اور خواستگار ہو اور اُس کے قصوروں کی نسبت مجھ سے عذر خواہ ہو اور میں نے تجھ کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ تو اُن کی سفارش مجھ سے کر۔ پس ان کے معاملہ میں بہت بڑی ہوشیاری سے کام لے اگر امام حسینؑ میری متابعت کے لئے اپنی تسلیم کی گردن جھکا دیں تو اُنکو صحیح و سلامت

میرے پاس بھیجدے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو امام حسینؑ اور اُن کے اصحاب پر شدید حملے کر اور تلوار سے اُن کی گردنیں کاٹ ڈال اور جب اُن کو قتل کر چکنا تو اُنکی لاشوں کے ناک کان آنکھ کاٹ لینا۔ کیونکہ یہ سب کے سب میرے نزدیک ان ہی آزاروں کے سزاوار ہیں۔ اور جب امام حسینؑ کو قتل کر چکنا تو گھوڑوں کے سموں سے اُن کی لاش کو روند ڈالنا اگرچہ مرنے کے بعد لاشوں کے ساتھ یہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ مگر چونکہ میں نے امام حسینؑ کے لئے پہلے ہی سے اپنے دل میں ارادہ کیا ہے۔ اس لئے میں نہیں پسند کرتا کہ جو کچھ زبان سے نکال چکا اُس کی تعمیل نہ کی جاوے پس تجھ کو لازم ہے کہ میرے تمام احکام کی پوری تعمیل کر۔ اے عمر سعد۔ اگر تو نے میرے اِن تمام احکام کی پوری تعمیل کی تو ضرور میں تجھ کو اپنے انعام گرانمایہ سے بہت جلد محظوظ کرونگا اور اگر تو نے میرے حکم خلاف کیا تو ہمارے لشکر سے فی الفور علیحدہ ہو جا اور اپنے عہدے کے تمام امور شمر ذی الجوشن کے سپرد کر دے۔ قریب قریب یہی مضمون تاریخ طبری اور اعثم کوفی میں بھی درج ہے۔ یہ خط لکھکر جب تیار ہو گیا تو حاضرین دربار سے ایک شخص جس کا نام جریر ابن عبداللہ ابن مخلد الکلابی تھا اُٹھ کھڑا ہوا اور ابن زیاد سے کہنے لگا کہ ہماری چچازاد بہن ام البنینؑ کا عقد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے ہوا تھا۔ جس کے بطن سے چار فرزند موجود ہیں۔ اور میرے یہ چاروں حقیقی بھانجے اس وقت اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں حاضر ہیں اگر تو مجھ کو حکم دے تو میں اُن چاروں کے لئے تیری طرف سے خط امان لیکر کربلا میں بھیجدوں اور تیرا یہ حکم ہمارے سر پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ ابن زیاد نے جریر کی استدعا کو قبول کیا اور اُن صاحبزادوں کے لئے خط امان لکھوا کر اپنے غلام عرفان کی معرفت کربلا میں بھجوا دیا۔ اعثم کوفی اور طبری میں بھی یہی مضمون مندرج ہے۔

کربلا میں شمر کا داخلہ شمر ذی الجوشن علیہ اللعن اپنے ماتحت لشکر کے ساتھ مع عرفان کے جس کا حال ابھی ابھی لکھا گیا۔ بعجلت تمام کربلا میں داخل ہوا اور عمر سعد کو ابن زیاد کا خط دے دیا۔ عمر نے ابن زیاد کا خط پڑھکر شمر کی طرف نظر کی اور کہا واللہ لقد ثبتہ عما کان فی عزمہ واذ عزیۃ ولکنک شیئا لمن فعلت ما فعلت قسم خدا کی تو نے اُس کی رائے بدل دی اور اُس کے قصد کو متغیر کر دیا اور اُسکو تو نے سخت مواخذہ کی حالت میں ڈالدیا۔ اور تو شیطان ہے۔ اب تو تو کر چکا جو تجھے کرنا تھا۔ اعثم کوفی اور طبری بھی یہی بیان کرتے ہیں۔

تھوڑی سی کج بحثی کے بعد شمر نے عمر سے پوچھا کہ اب تیرا کیا ارادہ ہے۔ ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کریگا یا نہیں۔ اگر تجھ کو اُسکے حکم کی تعمیل منظور ہے تو امام حسین علیہ السلام سے کھُل کر مقابلہ کر اور لڑ۔ نہیں تو اُس کی ہدایت کے مطابق اپنا عہدہ میرے سپرد کر عمر سعد نے کہا لَا وَلَا کَرَامتًا لَکَ۔ میں فوج کی سرداری نہیں چھوڑوں گا۔ تو جس طرح سے اپنی فوج پیادہ کا سردار بنکر آیا ہے اُسی طرح اپنے سابق منصب پر قائم رہ۔ میں امام حسینؑ سے جنگ کرنے کا پورا انتظام کرلیتا ہوں۔ یہ کہکر عمر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے امور میں نہایت سختی اور شدت سے کام لینا شروع کیا اور اسی وقت حجر ابن الحر کو بلا کر چار ہزار فوج کے ہمراہ غاضریہ کے گھاٹ کی حفاظت کے لیئے مقرر کیا۔ کیونکہ یہی ایک گھاٹ اس وقت تک چھوٹا ہوا تھا۔ جس کی طرف سے لشکر گاہ حسینیؑ میں پانی پہنچنے کی امید تھی اور جب حجر ابن الحر کی طرف سے کچھ شبہہ ہوا تو شیث ابن ربعی کو ہزار سوار دیکر حجر کے معاملات کا نگراں بنایا اور اس جماعت کو بھی غاضریہ کی جانب روانہ کیا۔ اور سخت تاکید کر دی کہ پانی کی ایک بوند بھی اہلبیت علیہم السلام کے خیام میں نہ جانے پاوے۔

ان جور و ستم کے مستحکم انتظاموں کی کیفیت معلوم کرکے جاں نثاران حسینی میں جو انتشار لاحق ہوا وہ ہرگز بیان کے قابل نہیں۔ سمجھنے کے لیئے اتنا کافی ہے کہ اُسی وقت سے ہر شخص معاملات کی یکسوئی کی امیدوں سے تو درکنار اپنی اور بال بچوں کی جانوں کے امن و امان ہی سے قطعی مایوس ہوگیا۔ بعض اصحاب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ابن زیاد کی اُس تحریر کا خلاصہ بھی عرض کر دیا جو شمر کی معرفت ابھی ابھی وصول ہوئی تھی۔ جب آپ نے اُس مایۂ فساد کا بیعت یزید کے معاملہ میں یہ اصرار دیکھا تو فرمایا واللّٰہ لا وضعت یدی فی ید ابن مرجانۃ ابدا۔ قسم خدا کی میں تو کبھی ابن مرجانہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دونگا۔ یہ فرماکر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؂

لا ذعرت السوام فی غسق اللیل	مغیرا و لا دعوت یزیدا
یوم اعطی من المهانة ضیما	والمنایا ترصدنی اجیدا

یہ فرماکر آپ نے اپنے تمام اصحاب کو علیحدہ ہٹ جانے کا حکم دیا۔ اور صرف جناب عباس اور حضرت علی اکبر علیہما السلام کو ہمراہ لیکر کنارے ہٹ آئے۔ آپ نے وہاں سے عمر سعد کو

طلب فرمایا۔ وہ بھی اُسی طرح مجرّد۔ اپنے بیٹے حفص اور اپنے غلام کو ہمراہ لیکر آیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اُس کو مخاطب کرکے کہا فقال لہ الحسین علیہ السلام ویلک یا ابن سعد اما تتقی اللہ الذی الیہ معادلک اتقاتلنی وانا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من علمت ذرھولاء القوم وکن معی فانہ اقرب لک الی اللہ۔ تجھ پر افسوس ہے اے عمر ابن سعد۔ کیا تو اپنے اُس خدا سے نہیں ڈرتا ہے جس کی طرف تیری بازگشت ہونے والی ہے اور تو میرے ساتھ مقابلہ کرنے میں ذرا بھی خوف نہیں کرتا۔ حالانکہ تجھکو خوب معلوم ہے کہ میں اس امت کے رسول کا فرزند ہوں۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ تو میری ہمراہی اختیار کر اور میرے فرمان کو قبول کر اور اپنے خدا کو شاد و خوشنود رکھ۔ آپ کا یہ ارشاد سُنکر ابن سعد نے جواب دیا کہ یہ کام میں کیسے کر سکتا ہوں۔ ابن زیاد میرا گھر کھود ڈالیگا۔ آپ نے فرمایا اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں تیرے لئے اس سے بہتر گھر بنوا کر دے سکتا ہوں۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ میرے تمام مال و متاع اور جائداد کو ضبط کرلے گا۔ آپ نے فرمایا اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں تجھ کو یہ تمام چیزیں فراہم کر سکتا ہوں۔ ابن سعد نے کہا اہل و عیال کے لئے سخت خوف زدہ ہوں۔ امام حسین علیہ السلام اب اُس کے لاغو اور ضعیف عذرات سُنتے سُنتے عاجز آگئے تو آخر آپ نے سمجھ لیا کہ یہ شقی ازلی اور بے نصیب ابدی ابن زیاد لعین کی متابعت میں ہمارا خون ناحق ضرور بہائیگا اور جور و ستم کے اظہار سے کبھی باز نہ آئیگا۔ تو آخر کار آپ نے اُس سے یہ کہکر اُس کو رخصت کر دیا مالک ذبحک اللہ علی فراشک عاجلا ولا غفرلک یوم حشرک فواللہ انی لارجوان لاتاکل برا من العراق الا یسیرا یہ تجھ کو کیا سوجھا ہے خدا سبحانہ تعالیٰ تجھ کو تیرے فراش راحت ہی پر قتل کرائے۔ اور تجھ کو روز قیامت وقت پرسش حساب کبھی نہ بخشے۔ خدا کی قسم ہے مجھ کو امید ہے کہ تجھ کو گندم عراق سے بہت کم کھانا نصیب ہوگا۔ یہ سُنکر ابن سعد اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بطور استہزا کہنے لگا فی الشعیر کفایۃ عن البر یعنی اگر مجھ کو گیہوں نہ ملیگا تو میں جو ہی پر قناعت کرونگا۔ اُسی وقت سے عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی۔ اور فارسی میں بھی اسکا بجنسہ ترجمہ کرلیا گیا ع گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است۔ طبری۔ اعثم کوفی وغیرہ۔

بہرحال۔ ابن سعد تو اپنے لشکر کی طرف واپس ہوا اور امام حسین علیہ السلام اپنے خیام کی جانب

چلے آئے۔ اور دیر تک اپنے آیندہ مصائب پر غور فرماتے رہے۔

امام حسین علیہ السلام کا خطبہ اور اصحاب جاں نثار کی خوش عقیدگی اور حسن ولا

امام حسین علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ نے کسی طرح اس امر کی اجازت نہیں دی کہ آپکے جاں نثار اور خالص الاعتقاد اصحاب آپ کی نصرت اور حمایت میں اپنی غریب جانیں قربان کرنے کے لئے مجبور کئے جاویں کیونکہ کربلا کے معاملات اپنی انتہا تک پہنچ چکے اور یکسو ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہو چکیں۔ امام علیہ السلام نے اپنے عہدۂ امامت کے مناسب ہدایات کو پورے طور سے اِلَّا الْبَلَاغ کی انتہائی حدود تک پہنچا دیا۔ اور ایک بار نہیں کئی بار ایک موقع پر نہیں کئی موقعوں پر صحبت۔ خلوت اور جلوت میں عمر ابن سعد کو سمجھا دیا کہ وہ اپنے آپ اور اپنے ہمراہی مسلمانوں کو فرزند رسول کے خون ناحق میں شریک ہونے سے بچالے۔ مگر ان تمام ہدایات کے خلاف آپ نے یقین کر لیا کہ عمر سعد کے حالات قلوب لا یفقھون بھا کی حدود تک پہنچ گئے اور اب یہ سنگدل۔ خدا ناترس۔ ہمکو ضرور قتل کریگا۔ ایسی حالت میں آپ کے اخلاق اس کے مقتضی نہ ہوئے کہ ایک ہماری جان کے لئے ہمارے عزیز و اقارب اور ہمارے جاں نثار اصحاب بھی قتل کئے جاویں۔ کیونکہ اعدائے دین کو میری صرف تنہا ذات سے مخالفت اور خصومت ہے تو ایسی حالت میں ان قلیل الجماعت وفاداروں کو اپنے ساتھ معرض ہلاکت میں ڈالنا خُلق و مروّت سے بعید ہے۔ مناسب ہے کہ ان لوگوں پر صورت معاملہ کھول دی جاوے اور ان کو اس محاصرہ سے نکل جانے پر پورا اختیار دے دیا جاوے۔ امام حسین علیہ السلام دیر تک ان خیالوں میں مصروف رہے۔ پھر اپنی تمام جمعیت کو جن میں آپ کے عزیز و اقارب بھی تھے جمع فرمایا اور نہایت اطمینان سے اُٹھکر اُن کو یہ خطبہ سنایا۔

اثنی علی اللہ احسن الثناء واحمدہ علی السرآء والضرآء اللھم انی احمدک علی ان اکرمتنا بالنبوۃ وعلمتنا بالقرآن وفھمتنا فی الدین وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدۃ واجعلنا من الشاکرین اما بعد لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا من اصحابی ولا اھل بیت ابر ولا اوصل من اھلبیتی فجزاکم اللہ عنی خیرا الا وانی لاظن یوم ما لنا من ھولاء

الا وانی قد اذنت لکم فانطلقوا جمیعا فی حل لیس علیکم حرج منّی ولا ذمام ھٰذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ولیاخذ کل رجل بید رجل من اھلبیتی وتفرقوا فی سوادکم ومدائنکم فانّ القوم انّما یطلبوننی ولو قد اصابونی لھوعن طلب غیری۔

آپ نے پہلے خدائے سبحانہ تعالےٰ کی حمد کی اور بعد حمد وستائش خدائے آفرینش کے تمام اصحاب وعزیز واقارب کو مخاطب فرماکر ارشاد فرمایا کہ اے پروردگار عالم میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اس لئے کہ تو نے مجھ کو منصب امامت پر ممتاز فرمایا اور رموز وغوامض کلام ربّانی مجھ کو عنایت فرمائے اور ارکان دین کی تعلیم عنایت فرمائی اور مجھ کو گوش حق نیوش۔ دیدۂ بینا اور دل دانا مرحمت کیا۔ اور مجھ کو شکر کرنے والوں کی جماعت میں شمار کیا۔ پس اے لوگو! اس میں شک نہیں کہ میں نے اپنے اصحاب کے ایسے وفادار کسی کے اصحاب اور اپنے عزیز واقارب سے اچھے کسی کے عزیز واقارب نہیں دیکھے۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ تم کو ان کے لئے جزائے نیک عطا فرمائے۔ مجھ کو اس وقت تک اس جماعت (اہل کوفہ وشام) کی طرف سے دوسرے خیال تھے۔ اور میں اس سے طریق اطاعت اختیار کرنے کی امیدیں رکھتا تھا۔ لیکن اب مجھ کو ان کے انداز دگرگوں معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے میں تم سے اپنے تمام عہد وپیمان اُٹھائے لیتا ہوں اور تم کو اپنی اطاعت کے بارسے بالکل سبکبار کئے دیتا ہوں اور بکمال رغبت تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ۔ ابھی شام ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد چاروں طرف اطراف عالم میں تاریکی چھا جائے گی۔ تم لوگ اپنے ناقے درست کرلو اور میرے اہلبیتؑ سے ایک شخص کو ہر ایک آدمی اپنے ساتھ لے لے اور ملک کے مختلف حصّوں میں اپنے گھروں کی طرف چلا جاوے۔ کیونکہ یہ لوگ صرف ہمارے خون کے خواہاں ہیں۔ جب یہ لوگ ہمکو پالینگے تو پھر دوسرے لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کرینگے۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ سنتے ہی آپ کے تمام عزیز واقارب اور اعوان وانصار کی رگ وپے میں سچے خلوص اور وفاداری کا ایک غیر متحمل جوش پیدا ہوگیا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ عقیدت کی سچی تصویریں ارادت کی اصلی صورتیں کامل الایمانی کے کامل مجسمے۔ راسخ الاعتقادی کے تیار پیکر۔ جن کے چھوٹے بڑے ملاکر بہتّر سے زیادہ نہیں تھے اپنی جاں نثاری اور وفاداری کی پرجوشیوں کے باعث اپنے آپ میں نہ رہے

اُن کی قلیل التعداد جماعت میں سب سے پہلے آپ کے صاحبزادوں نے صاحبزادوں کے بعد بھائیوں نے۔ بھائیوں کے بعد بھتیجوں نے۔ بھتیجوں کے بعد بھانجوں نے۔ بھانجوں کے بعد تمام اصحاب نے عجیب خلوص کے لہجوں میں یکزبان ہو کر کہا لا ارنا اللہ ذالک ابدا! خدا ہم کو یہ دن کبھی نہ دکھلائے۔

اس خطبہ میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ ہمارے اصحاب کے ایسے کسی دوسرے کے اصحاب نہیں ہیں۔ اور ہمارے اعزا کے ایسے کسی اور کے عزیز۔ حضرت کا یہ مقولہ کہاں تک صحیح ہے؟ یہ تو واقعات کربلا ہی سے ظاہر ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ان جاں نثاروں نے جیسا شفیق اور مہربان سردار اور آقا اپنی خوش قسمتیوں سے پایا ہے وہ بھی ایسا عدیم المثال ہے جو آج تک کسی جاں نثار اور مطیع و فرمانبردار کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ امر آپ کے ان احکام سے خود بخود ظاہر ہے کہ باوجودیکہ آپ کو اپنی موت ہر صورت سے متیقن ہے اور ایسی بیکسی اور بے بسی کا عالم پیش نظر ہے جو کسی کے کبھی دیکھنے کیا سننے میں بھی نہیں آیا۔ مگر تاہم یہ سمجھ کر کہ مخالفوں کو صرف آپ کی تنہا ذات سے تعارض ہے۔ اس لئے آپ کے اعلےٰ درجہ کے اخلاق۔ جن کی مثال سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں۔ ہرگز اس امر کے متقاضی نہیں ہوئے کہ آپ کی رفاقت کے جرم میں ان کی جانیں بھی تلف کی جائیں۔ اس لئے آپ ان کو اور اپنے تمام اہلبیت کو بکمال رغبت ترک رفاقت کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اپنی تنہا ذات پر بیکسی و تنہائی کے تمام مصائب گوارا کرنے کے لئے راضی ہیں۔ مگر اُن کے خون ناحق ہونے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔

واقعات کربلا کو معمولی فوج کشی تصوّر کرنے والے وہم پرست حضرات آنکھیں کھول کر اس خطبہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ کو غور سے پڑھیں کہ اسکے مضامین معاملات دنیاوی سے امام عالی مقام کی کیسی بے لوثی اور بے سروکاری ثابت کرتے ہیں۔ کیا کوئی عقل کا اندھا اب بھی خیال کرسکتا ہے کہ ایک ملک گیر جو فوج کشی کے ارادے سے میدان جنگ تک پہنچ گیا ہو اور اُس کو یہ امر بھی متیقن ہو چکا ہو کہ صبح ہی شام میں جنگ کا آغاز ہوا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں وہ اپنے اصحاب و انصار کو۔ جن پر اُس کی جمعیت کا دار و مدار ہے اس طرح ان کو ترک رفاقت پر مجبور کریگا اور ایسے نازک وقت میں اُن کو اپنے پاس سے جدا کریگا۔ اس موقع پر کچھ منحصر نہیں شروع سفر سے لیکر اس وقت تک برابر

ہم امام حسین علیہ السلام کے مختلف خطبات سے لکھتے آئے ہیں اور دکھلاتے آئے ہیں کہ آپ ہرگز ان ارادوں کے ساتھ مدینہ سے کربلا تک نہیں آئے تھے۔

بہرحال۔ اتنا لکھکر ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام اور اصحاب کرام نے اپنے خلوص اور عقیدت کے اظہار میں نہایت پرجوشیوں سے جواب دیئے ہم اُن میں سے چند کامل الایمانوں کے جوابات ذیل میں لکھتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے جو بزرگوار اُٹھے وہ مسلم ابن عوسجہ تھے وہ امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔

انحن نخلی عنك فیما تعتذر والی الله فی اداء حقك لا والله حتی اطعن فی صدورهم برمحی واضربهم بسیفی واثبت قائمه فی یدای ولو لم یکن معی سلاحی اقاتلهم به لقذفتهم بالحجارة والله لا نخلیك حتی یعلم الله انا قد حفظنا غیبة رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم فیك اما والله لو علمت انی اقتل ثم احیی ثم احرق حیا ثم اذری یفعل ذلك لی سبعین مرة ما فارقتك حتی القی حمامی دونك فکیف لا افعل ذلك وانما هی قتلة واحدة ثم هی الکرامة التی لا انقضاء لها ابدا۔

اے فرزند رسولؐ۔ کیا آپ پسند کرینگے کہ میں ایسا شخص ہو جاؤں کہ اپنا ہاتھ آپ کی نصرت ورفاقت سے اُٹھالوں۔ پس میں خدائے سبحانہ وتعالےٰ کے آگے آپ کے ادائے حقوق کے ثبوت میں کیا حجّت پیش کرونگا۔ خدا کی قسم مجھ سے ایسا نہ ہوگا۔ میری کوئی حالت ہو میں اُسی طرح مستقل ہوں۔ میں آپ کے دشمنوں کے سینوں کو اپنے نیزہ کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑونگا۔ اور اُن کے جسم کو اپنی تلوار کا نیام بناؤنگا۔ اور اگر مجھ میں جنگ کی صلاحیت اور طاقت بھی نہیں رہیگی۔ تو ہم اُن پر سنگ باراں کرینگے۔ اور اپنے مقابلہ کا کام پورا کرینگے۔ خدا کی قسم۔ میں آپ کی خدمت سے ہرگز علیحدہ نہ ہونگا تاکہ خدا کی درگاہ میں مورد طعن نہ ہوں۔ اور خدائے سبحانہ تعالےٰ پر بھی یہ ثابت ہو جائے کہ غیبت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم اُن کے فرزند دلبند کے محافظ تھے اور ہم نے اپنی حفاظت کے مناصب کو کما حقّہٗ ادا کر دیا۔ قسم خدا کی ہم کو معلوم ہو جائے کہ ہم مارے جائیں گے اور جلائے جائینگے اور پھر زندہ ہوکر جلائے جائیں گے اور جلائے جانے کے بعد

ہماری خاک ہوا میں اُڑائی جائیگی اور یہ امر ستر بار کیا جاویگا تاہم باوجود ان مصائب شدیدہ کے ہم آپ کی خدمت سے جدا نہیں ہونگے۔ یہانتک کہ ہم آپ کے ہمراہ مارے جائیں گے اگرچہ یہ شہادت دیکھنے ہیں کئی بار واقع ہو گی مگر حقیقت میں ہلاکت ایک ہی بار ہو گی۔ اور اُس کے بعد پھر ہمیشہ کے لئے راحت ہے۔ جو کبھی تمام ہونے والی نہیں ہے۔

مسلم ابن عوسجہؓ کی اس پرجوش تقریر کے تمام ہو جانے کے بعد زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے واللہ ولوارددت انی قتلتم لنشرت ثم قتلت حتیّ اقتل ھکذا الف مرّۃ وانّ اللہ یدفع بذالک القتل عن نفسک وعن انفس ھولاء الفیتان من اھل بیتک قسم خدا کی اگر میں مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور یہ واقعات ہزار مرتبہ پیش آئیں مگر تاہم مجھ کو اپنے یہ تمام مصائب قبول ہیں اگر آپ کے عوض میں آپ کے اور آپ کے اہلبیت علیہم السلام کے سر سے یہ آئی ہوئی بلا ٹل جائے۔

یہ امر بھی یاد کر لینا چاہیئے کہ ان خالص جاں نثاروں کے جوش عقیدت زبانی نہیں تھے۔ ان کامل الایمانوں نے معرکہ کارزار میں دھوپ۔ پیاس اور اضطراب کی عین حالتوں میں حریف سے مقابلہ کرکے اور ایک نے دس دس بیس بیس کو مار مار کر ثابت کر دیا کہ ہم ہیں سچے وفادار اور ہم ہیں اصلی بہادر۔ معرکہ کارزار کے گرم ہوتے ہی شوق وغا میں ان کی غیر متحمل آمادگیاں اُن کی شجاعت کی عدیم المثال نظیریں ہیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ جنگ کے شروع ہوتے ہی ان میں عجیب پرجوشی پھیلی ہوئی تھی۔ اور ایک دوسرے پر شہید ہو جانے کے واسطے گرا پڑتا تھا۔ اور ایک دوسرے کو آگے جاتا ہوا دیکھ کر صف سے نکلا پڑتا تھا۔ اور اُس کا ہاتھ تھام کر پیچھے کر دیتا تھا۔ اور آپ آگے بڑھ جاتا تھا۔ ان سعادتمندوں میں محمد ابن بشر الخضرمی کا واقعہ اُن کی کامل الولاء اور راسخ الاعتقاد ہونے کے لئے آج تک یادگار ہے۔

محمد کو عین اس وقت میں جب جانبین سے صف آرائی ہو کر جنگ آغاز ہوا چاہتی تھی۔ خبر ملی کہ اُن کا بیٹا مملکت رَے کی سرحدوں میں گرفتار ہو گیا ہے۔ وہاں کوئی آدمی اُس کے قبیلہ کا ایسا نہیں ہے جو اُس کی دیت دیکر اُس کی مخلصی کی کوئی تدبیر کرے۔ اب تاوقتیکہ اُس کی دیت ادا نہ کر لی جاوے اُس کی رہائی قطعی محال ہے۔ ایسی وحشت ناک خبر سُنکر

کیا کسی باپ کا دل اپنے آپ میں رہ سکتا ہے اور کیا وہ اُس کو رہائی دلوائے بغیر مطمئن ہوسکتا ہے ۔ مگر محمد کی پاداری اور استقلال حقیقت میں اپنی آپ مثال تھا جسکی نظر سے دنیا کے تمام کارنامے بالکل خالی ہیں ۔ محمد ابن بشر الحضرمی رضی اللہ عنہ نے اس خبر کے پہنچنے پر بھی کوئی اعتنا نہیں فرمائی اور صاف صاف کہدیا کہ اگر وہ اسیر ہوگیا تو میں بھی اب خود اُسکے بعد زندہ نہیں رہنے کا جو اُسکی ذلت و خواری کو دیکھونگا ۔ یا اُس کے لئے مطعون کیا جاؤنگا ۔ میں ایسے وقت میں اُس کی نصرت کو حسین علیہ السلام کی نصرت پر بہتر نہیں سمجھتا ۔

یہ ہے راسخ الاعتقادی اور یہ ہے خالص جاں نثاری ۔ اگر محمد اُس وقت چلے بھی جاتے تو دنیا میں کوئی شخص اُن پر الزام نہ لگاتا اور معترض نہوتا ۔ مگر ان کے متبرک نفس نے خود اپنے بیٹے کی نصرت اور رسولؐ خدا کے بیٹے کی نصرت کے فرق مابہ الامتیاز کو سمجھ لیا ۔ بہرحال ۔ جب امام حسین علیہ السلام نے اس خبر کو اور محمدؓ کے اس جواب کو سُنا تو محمدؓ کو پاس بُلاکر خود فرمانے لگے رحمک اللہ انت فی حل من بیعتی فاعمل فی فکاک ابنک فقال اکلتنی السباع حیا ان فارقتک قال واعط ابنک ہذا الاثواب البرود یستعین بہا فی فداء اخیہ فاعطاہ خمسۃ اثواب قیمتہا الف دینار ۔ خدائے سبحانہ تعالے تم پر اپنی رحمت نازل کرے ۔ میں نے اپنی اطاعت کا بار تم سے اُٹھالیا اور تم کو اختیار دیا کہ تم جاکر اپنے بیٹے کو قید سے رہائی دلواؤ ۔ محمدؓ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں ایسا کروں اور آپ کا ساتھ چھوڑدوں تو جانوران درندہ مجھے پھاڑ ڈالیں اور میں انکا شکار ہوجاؤں ۔ پس امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ یہ بُردیمانی اُس کے بھائی (قاصد) کو دو اور اُس سے کہدو کہ اپنے بھائی کا فدیہ دیکر اُس کو چھڑالائے اور پانچ عدد بردیمانی اُس کے بھائی کو دئے جن کی قیمت ایک ہزار روپیہ تھی ۔

ان جاں نثاروں کے احوال میں سے ہم نے صرف اُنھی دو بزرگواروں کے خلوص و عقیدت کے احوال لکھدئے جن سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگیا کہ انکی نسبت امام حسین علیہ السلام کا وہ کلام جو ابھی ابھی آپ کے خطبہ میں لکھا جاچکا ہے کیسا صحیح اور فی الواقع ہے ۔ اگر انکے احوال پر تحقیق کی نظر اور وسیع کی جاوے تو [illegible] ہوجائیگا کہ حقیقت میں کسی نبی کے اصحاب بھی ایسے صادق الاقرار اور کامل الاعتقاد نہیں ثابت ہوتے ۔ دور کیوں جاؤ جناب عیسیٰ مریم علیہ السلام اور ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی

حالات معارک جنگ میں پڑھ لو۔ جناب عیسیٰ مریمؑ کو تو اپنے زمانۂ نبوت میں کسی معرکۂ جنگ سے سامنا نہیں ہوا۔ مگر ہاں آپ کی گرفتاری کی رات البتہ بہت بڑے امتحان کا وقت تھی۔ اس رات کو آپ کے حواری (اصحاب) بھی آپ کے ساتھ پوشیدہ تھے اور خدمت مقدس نے اُن کے نفوس مختلفہ کا موازنہ کرکے بتلا دیا تھا کہ خدا سے دعا مانگو کہ امتحان میں نہ پڑو بلکہ اُس وقت اپنی اطاعت بھی (مثل امام حسینؑ کے) اپنے حواری کے ذمہ سے اُٹھالی تھی۔ لیکن آپ کے ان ظاہر نما جاں نثاروں نے اپنے خلوص کو بہت بڑی پرجوش بول میں ظاہر کیا۔ اور **شمعون** نے تو یہاں تک دعوے کیا کہ میں آپ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون گراؤنگا۔ مگر جب **ہردوس** کے ملازم اُس مظلوم رسول کا سراغ لگاتے ہوئے اُنکی پوشیدگاہ تک پہنچ گئے تو ان میں سے ہر ایک مست خواب کو اُس پیغمبر شب زندہ دار نے۔ جو شام ہی سے ان خونخواروں کا انتظار کر رہا تھا۔ جگایا اور اُن کو اُن کے بستر استراحت سے اُٹھایا۔ آنکھیں ملتے بستروں سے اُٹھے اور سیدھے چلتے ہوئے **فطرس مقدس** تو کوچے میں بیٹھکر فصیل قلعہ سے نیچے کو پڑے۔ شمعون نے باوجود اتنی دلیری اور شجاعت کے صرف اپنے ایک مخالف کا کان کاٹ لیا اور چلتے ہوئے **یہوداہ** نے تو وہ ایمان فروشی اختیار کی کہ العیاذ باللہ تیس روپیہ لیکر **ہردوس** کے سپاہیوں کو وہ جگہ بتلادی جہاں جناب عیسیٰؑ مریم اپنے اور اپنے اصحاب کو لئے پوشیدہ تھے۔ پھر جائزہ سلطانی کے وقت جب یہ لوگ دربار عام میں اس امر کی تحقیق کے لئے کہ یہ لوگ شریعت عیسےٰ کے حامی اور پیرو ہیں بلائے گئے تو انہی لوگوں نے صاف طور سے شریعت عیسےٰ کی پیروی سے قطعی انکار کر دیا اور جناب عیسےٰ مریمؑ کو معاذ اللہ گالیاں دیکر کہا کہ ہم تو انکو پہچانتے بھی نہیں۔ دیکھو انجیل متی کا ریفرینس باب المراسلات۔

یہ تھے ایک پیغمبر اولی العزم صاحب شریعت کے اصحاب و فادار اور یہ تھے امام حسین علیہ السلام کے خالص جاں نثار۔ حضرت عیسیٰ مریم کے حواریوں کے احوال سے قطع نظر کرکے اب ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب کے واقعات پر غور کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ ان حضرات میں بھی کثرت سے ایسے بزرگوار تھے جو مختلف غزوات میں اور ایسے خاص موقعوں میں بھی جن میں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم موجود تھے آنحضرت کو معاندین اور دشمنان دین کے نرغہ میں یکہ و تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

اور ایسا منہ پھیرا کہ پھر یہ بھی نہیں دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا کس حالت میں ہیں اور لشکر اسلامی کی کیا حالت ہوئی۔ دو دو تین تین روز تک روپوش رہے۔ **جنگ احد اور جنگ حنین** کے واقعات عموماً تمام مسلمانوں کے پیش نظر ہیں۔ ان کے واقعات کو اصحاب حسین علیہ السلام کی وفاداری اور جاں نثاری سے ملایا جاوے تو ضرور ہے کہ انہی مظلوموں کا پلہ بھاری ہوگا۔

شب نہم محرم۔ آٹھویں کا دن بھی جیوں تیوں کرکے تمام ہوگیا اور امام حسین علیہ السلام کو معاملات کے یکسو ہونے کی طرف سے قطعی مایوسی ہوگئی۔ اپنی اور اپنے تمام اعوان و انصار کی موتیں آپ کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگیں اور ہر شخص ایک انتشار اور سخت اضطرار کی حالت میں گرفتار ہوگیا۔ ہم نے ان حضرات کے انتشار و اضطرار کی خاص حالتوں کی نسبت تحقیق کیا ہے تو ہم کو یہی امر پورے طور سے ثابت ہوا ہے کہ ان خالص الایمانوں کو اپنی جانوں کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں تھا اور نہ اپنے اہل و عیال کی بربادی و تباہی کا کوئی اندیشہ۔ وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے نتیجوں کی نسبت پہلے ہی سے فیصلہ کرچکے تھے کہ جو ہماری جانوں کا نتیجہ ہوگا وہی فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس جان کا۔ جو اُن کے اہلبیت کی حالت ہوگی وہی ہمارے اہل و عیال کی۔ اب اگر وہ اپنی جانوں کو اور اپنے اہل و عیال کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی جان اور اُن کے اہلبیتؑ سے افضل و بہتر سمجھتے تو البتہ اُن کو غم بھی ہوتا اور افسوس بھی۔ مگر بخلاف اسکے وہ آیۂ وافی ہدایہ النبی اولی بانفسکم کے مفہوم کو خوب سمجھے ہوئے تھے۔ تو اب اُن کو اپنے سید و آقا کی رکاب میں سوائے جان دیکر شرف سعادت اور درجۂ شہادت حاصل کرنے کے اور کچھ بہتر معلوم نہیں ہوتا تھا اور وہ تمام بزرگوار اوّل سے لیکر آخر تک اِسی مسلک پر قائم رہے ؎

من واقفم ایا تو در ہر نماز سے	ہیں بست تا زندہ ام نبتِ من

بہرحال۔ یہ تو اصحاب جاں نثار کے حالات تھے۔ اب اعزا و اقارب کے خلوص کا نمونہ یہ ہے۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کے ہمراہ حضرت عباس علیہ السلام کے ماموں نے اپنے غلام عرفان کو بھیجا تھا اس غرض سے کہ وہ ابن زیاد کا خط امان

دکھلاکر حضرت ام البنین کے چاروں صاحبزادوں کو میدان جنگ سے واپس لائے۔ اور حضرت عباسؑ کو اپنے خاص خط میں لکھ بھیجا کہ زمانہ پر آشوب ہو رہا ہے۔ حفاظت جان اور اہل و عیال ضروری ہے۔ مناسب ہے کہ تم اس وقت بھائی کی نصرت سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اور پھر کسی وقت آگے چل کر اس کی تلافی کر لینا۔ تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے لئے خط امان جاتا ہے جو ایسے نازک وقت میں تمہارے لئے نعمت غیر مترقبہ سے ہرگز کم نہیں ہے۔ پس تم ابن زیاد کے فرمان اور میرے خط کی تعمیل میں تعجیل کرو۔

آٹھویں کا دن تمام ہو کر نویں تاریخ کی شب کو عرفان نے وہ خط بجنسہ حضرت عباس علیہ السلام کو دیا۔ اور آپ نے پڑھکر فوراً وہ خط زمین پر پھینکدیا۔ اور عرفان سے کہدیا کہ تو جا کے ہمارے ماموں سے کہدینا کہ تمہارے بھانجے ایسے نہیں ہیں جو فرزند رسول کو چھوڑ کر پسر زیاد کی بیعت کریں۔ ہم کو اُس کی امان کی کوئی قدر نہیں ہے۔ ہمارے لئے خدائے قادر و توانا کی امان کافی ہے۔ جو کچھ ہمارے لئے اس کی مشیت میں مقدر ہو چکا ہے وہی ہر حال میں بہتر اور مناسب ہے۔

عرفان تو یہ جواب سُنکر شمر سے سارا ماجرا دُہراتا ہوا اُسی وقت کربلا سے کوفہ کو واپس ہوا۔ شمر ذی الجوشن بھی قبیلۂ بنی کلب سے تھا۔ اور بنی کلب قبیلۂ بنی خضرمیہ کی ایک متصل شاخ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے شمر ذی الجوشن کو بھی حضرت عباس علیہ السلام سے ایک گونہ قرابت کا دعولے ضرور تھا۔ عرفان سے جناب عباس علیہ السلام کی تقریر سُنکر اُس نے ظاہری طور پر تو اپنی قرابت کے حقوق کا اظہار کرنا چاہا مگر باطن میں اُس کی ان کوششوں سے صرف حضرت عباس علیہ السلام کا جُدا کر لینا منظور تھا۔ اس لئے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت و دلیری اُس وقت زبان زد خاص و عام ہو رہی تھی۔ امام حسین علیہ السلام کی قوت توڑنے کے لئے اُس نے اس امر میں پہلے ہی کوشش کی۔ وہ کچھ رات گئے اپنے لشکر سے خیام امام علیہ السلام کی طرف آیا اور قریب پہنچکر باواز بلند پکارنے لگا این بنو اختی عبداللہ وجعفر وعباس وعثمان کہاں ہیں میری بہن کے لڑکے۔ عبداللہ۔ جعفرؑ۔ عباسؑ اور عثمانؑ۔ مجھ کو اُن سے کچھ کہنا ہے۔ اتفاق سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے خود اُسکی آواز کو سُنا اور فوراً جناب عباس علیہ السلام کو بلا کر ارشاد کیا کہ اگرچہ شمر فاسق ترین مردم ہے۔ مگر چونکہ قرابت میں وہ تمہارا ماموں ہے تو ضرور ہے کہ تم اُس کے سوال کا جواب دو۔

امام عالی مقام کا حکم پاکر وہ چاروں بھائی خیمہ سے نکل کر وہاں پہنچے جہاں شمر علیہ اللعنۃ اُنکے انتظار میں کھڑا تھا۔ حضرت عباسؑ نے پوچھا۔ تو نے کیوں ہم لوگوں کو بُلایا ہے۔ اُسنے کہا کہ سنو تم سب میری بہن کے لڑکے ہو۔ تمہارے لیئے یزید کی طرف سے حکم امان ہے پس تم علیحدہ ہوجاؤ اور امام حسین علیہ السلام کی طرف سے شریک جنگ نہ ہوا اور بیکار اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور یزید کی بیعت اور اطاعت اختیار کرو۔

اتنا سُننا تھا کہ وہ چاروں وفادار اپنے آپ میں نہ رہے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے خشم آلود نگاہوں سے اُسکی طرف دیکھکر کہا تبت یداك ولعن ما جئت بہ من امانك یا عدو اللہ اتامرنا ان نترك اخانا و سیدنا الحسین ابن فاطمۃ علیہا السلام وندخل فی طاعۃ اللعناء واولاد اللعناء۔ تؤمننا وابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا امان لہ تیرے ہاتھ کاٹے جائیں۔ تجھ پر اور تیری اس امان پر جو اپنے ہمراہ لایا ہے دونوں پر لعنت ہو۔ اے دشمن خدا تو ہم سے کہتا ہے کہ ہم اپنے آقا اور بھائی حسین ابن فاطمہ علیہا السلام کی رفاقت سے ہاتھ اُٹھائیں اور اپنا سر ایک فاسق اور فاجر کی اطاعت میں جھکائیں۔ تو ہم لوگوں کو امان دیتا ہے اور فرزند رسول علیہم السلام کے لیئے امان نہیں ہے۔ اتنا سُننا تھا کہ شمر کے حواس باختہ ہوگئے اور وہاں سے وہ چلتا ہوا۔ اور اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ اعثم کوفی صفحہ ۳۴۳۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۴۱

حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے ارشاد کو کلمۂ تبت یدا سے آغاز کیا ہے۔ اس سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آپ شمر کی قرابت کو اس وقت اپنے ساتھ ایسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابولہب کی قرابت۔ اسی بنا پر آپ نے شمر کو انہی الفاظ سے خطاب فرمایا جن الفاظ سے ابی لہب کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اُس کے مظالم اور گمراہی کی پاداش میں متنبہ فرمایا ہے۔ طبری۔ روضۃ الصفا اور دوسری تاریخوں میں بھی یہ قصہ بالتفصیل درج ہے۔ امام طبری اور امام اسفرائنی وغیرہ نے عرفان کے واقعہ کو نہیں لکھا ہے۔ صرف شمر کی گفتگو کو لکھا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ واقعات کربلا جس طرح سے جناب امام حسین علیہ السلام کے صبر رضا تسلیم اور کمالات نفسی کے بے نظیر اور عدیم المثال تفصیلی دفتر ہیں اُسی طرح یہ واقعات آپ کے اعوان و انصار کی جاں نثاری۔ وفاداری۔ خلوص و عقیدت کے خوشنما آئینہ

ہیں جن میں ان کے اخلاقی کمالات کے بیش بہا جواہر آفتاب عالمتاب کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ ہمارے موجودہ سلسلۂ بیان میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جس سے امامؑ عالی مقام کے صبر و رضا اور ان بزرگواروں کے صدق و صفا کے پورے ثبوت نہ ہوتے ہوں۔ اب ہم آیندہ واقعات میں ان کے استقلال اور اطمینان کے سچے واقعات قلمبند کرتے ہیں۔ جو ایسے انتشار و اضطرار کی خاص حالتوں میں انسانی طبیعتوں سے قطعی دشوار اور محال ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ بزرگوار بجائے اسکے کہ شدید ترین مصیبتوں میں منتشر مضطرب غمگین اور محزون ہوں وہ اپنی مستقل المزاجی اور اطمینان قلبی کی وجہوں سے نہایت خوش تھے اور حد درجہ کے مسرور۔ چنانچہ محمد ابن ابیطالب اپنی تاریخ میں اور ملا مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار جلد دہم اور جلاء العیون میں اور صاحب ناسخ التواریخ اپنی جلد ششم میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی رات یعنی شب نہم محرم کو جب شمر حضرت عباس علیہ السلام کے دندان شکن جواب سنکر اپنی لشکرگاہ کو واپس گیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک خیمہ علیحدہ نصب کرا کے اپنے تمام اعوان و انصار کو حکم فرمایا کہ وہ خلوت میں جاکر آداب طہارت بجالائیں۔ پانی تو کہاں میسر تھا جو غسل کے لئے مہیا کر دیا جاتا۔ مگر ہاں امام حسین علیہ السلام نے ایک پیالہ میں مشک۔ نورہ اور خوشبو کے تمام مصالحے رکھوا دئے تھے حکم امام پاکر آپ کے اعوان و انصار باری باری سے اس خیمہ میں جاتے تھے اور آداب طہارت بجالاتے تھے چنانچہ بریر ابن خضیر ہمدانی اور عبدالرحمٰن ابن عبد ربہ الانصاری بھی پہنچے۔ جب اس خیمہ کے دروازے پر پہنچے تو بریرؓ نے عبدالرحمٰنؓ سے مزاح کی عبدالرحمٰنؓ نے ان سے فرمایا کہ ایسے مصیبت خیز اور قیامت انگیز وقت میں باہم مزاح اور مطائبہ کا کون موقع ہے۔ ان کا کلام سنکر بریرؓ نے نہایت اطمینان سے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا۔

فقال بریرؓ لقد علم قومی انی ما احببت الباطل کہلاً ولا شاباً و انما افعل ذٰلک استبشاراً بما نصیر الیہ فواللّٰہ ما ھو الا ان نلقی ھؤلاء القوم باسیافنا نعالجھم ساعۃ ثم نعانق الحور العین۔

ہمارا تمام قبیلہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی نہ اپنی جوانی میں اور نہ پیری میں کسی امر باطل کو دوست رکھا اور نہ کبھی دنیا کے لہو و لعب میں مصروف رہا۔ اور اس وقت جو مزاح تم مجھ سے سرزد ہوتے

دیکھتے ہو وہ اُس جاودانی بشارت کا تقاضا ہے جس کی طرف ہم لوگ بہت جلد پہنچنے والے ہیں۔خدا کی قسم تھوڑی دیر میں ہم لوگ اس فوج مخالف کے ساتھ لڑینگے اور باہم تیغ وسناں سے کام لینے کی نوبت پہنچیگی۔اور اس کے بعد ہمارے ہاتھ حوروں کی گردنوں میں حمائل ہونگے۔ یہ تھے اپنے محاسن خدمات پر کامل اطمینان اور یہ تھے اپنے کامل اعتقادات پر مستحکم استقلال۔بہرحال۔جب شب نہم نصف سے زیادہ کٹ گئی اور آپ کے اعوان انصار اپنے اپنے خیموں میں بکمال خضوع وخشوع عبادت گزاری اور تحمید و تمجید جناب باری عزّ اسمہ میں مصروف ہوئے اُس وقت جناب امام حسین علیہ السلام اپنے سراپردہ مطہر کے دروازے پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے کہ اتنے میں لشکر مخالفین سے چند بے دین خیام مقدس کی طرف آتے دکھائی دئے۔جب وہ اشقیا اصحاب باوفا کے خیموں کے قریب پہنچے تو اُن میں سے عبداللہ ابن سنجر جو بہت بڑا دلیر اور دریدہ دہن مشہور تھا آگے بڑھا تو اُس نے امام عالی مقام کو یہ آیہ تلاوت فرماتے ہوئے سنا ولا تحسبن الّذین کفروا انّما نملی لھم خیرا لانفسھم انّما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتّٰی تمیز الخبیث من الطیّب جو لوگ کہ کافر ہوگئے۔ یہ نہ خیال کریں کہ ہم نے اُن کو مہلت دیدی ہے یا اُن کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ تحصیل ثواب کریں بلکہ اس لئے اُن کو فرصت دی گئی ہے کہ وہ اور گنہگار رہوں اور اُنکے لئے عذاب مہین مقرر ہے اور خدائے سبحانہ تعالےٰ مومنین سے وہ چیزیں نہیں واپس لیتا ہے جس کے تم خواستگار ہو۔کیونکہ اُسکی مرضی ہے کہ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے علیحدہ کرکے بتلا دے۔اُس نے یہ آیہ مبارکہ سُنی اور اُسکے مفہوم کو سمجھا تو بمصداق الحق مرّ باآواز بلند کہنے لگا قسم برب کعبہ کہ طیّبون پاک لوگ ہم ہیں جو تم لوگوں سے علیحدہ بتلائے گئے ہیں۔ امام عالی مقامؑ نے تو اُسکی مہمل تقریر کا کوئی جواب نہیں دیا اور اُسکی دریدہ دہنی پر آپ نے صبر وخاموشی سے کام لیا مگر جب بریر ابن خضیر ہمدانی جو ابھی ابھی خدمت مبارک سے رخصت ہوکر اپنے خیمہ میں گئے تھے عبداللہ ابن سنجر کے بیہودہ کلمات سنکر اپنے آپ میں نہ رہے اور اُس کو اپنی بلند آواز سے مخاطب کرکے کہنے لگے کہ تیرے ایسے فاسق کا یہ مُنہ ہے کہ خدا تجھے گروہ طیّبین میں کبھی شمار کرے گا۔آواز سنکر اب تو عبداللہ کے بھی کان کھڑے ہوگئے۔کہنے لگا کہ اے آواز دینے والے شخص بتلا تو کون شخص ہے۔ بریرؓ نے جواب دیا

کہ میں ہوں بریر ابن خضیر۔ عبد اللہ ابن سنجر اور بریرؓ میں ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ شمر ذی الجوشن جو اس جماعت میں موجود تھا۔ کہنے لگا۔ اے بریرؓ مجھ کو پورا یقین ہے کہ ہم گروہ طیبون میں داخل ہیں اور تم (معاذ اللہ) طائفہ خبیثون میں شامل ہو۔ اسکی دریدہ دہنی کے جواب میں بریرؓ نے کہا کہ اے کافر تو اپنے آپ کو طیبون میں اور فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہیوں کو (معاذ اللہ) خبیثون میں شامل بتلاتا ہے عنقریب ہے کہ تو اپنے کفر و الحاد کی پاداشوں کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے عقوبت دوزخ میں گرفتار رہے گا۔ جس سے تجھ کو پھر کبھی مخلصی نہ ہوگی۔ یہ سنکر شمر نے جواب دیا کہ آج دن بھر تک جو جو دل میں آئے کہہ لو کل تو تمہاری گردنیں ہیں اور ہماری تلواریں۔ بریرؓ نے کہا اے دشمن خدا تو ہم کو ہماری موت سے ڈراتا ہے خدائے غالب اور قادر پر خوب روشن ہے کہ ہم امام عالی مقام علیہ السلام کی رفاقت میں مرینگے اور اگر اپنی موت سے نہ مرینگے تو مارے جائیں گے۔ اور ہمارے لئے یہ اُس سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ کیونکہ ہم ایسی موت کے بعد نعمت ازلی اور دولت ابدی سے ہمیشہ کے لئے بہرہ یاب ہوں گے اور تا ہم زندہ رہیں گے اور بخلاف ہمارے قسم خدا کی تم کو جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبھی نہیں نصیب ہوگی۔ اور سوائے جہنم کے تمکو کہیں اور پناہ نہیں ملیگی۔

اپنے وفادار جاں نثار کی پوری تقریر سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس کو آیندہ زبانی مشاجرت سے روک دیا اور فرمایا کہ تمہاری مثال اُن لوگوں کے ساتھ اُن دونوں مومنوں کے ایسی ہے جو آل فرعون کو موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ السلام کی تصدیق کے لئے بارہا ہدایت کرتے تھے۔ مگر اُن پر کچھ مفید کارگر نہ ہوتا تھا اور وہ ان کی ہدایتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ تم نے بھی اس وقت انہیں دونوں بزرگواروں کے طریق پر اپنی طرف سے حق موعظت ادا کیا لیکن کچھ فائدہ نہ نکلا۔ پس ہم کو اور تم کو خدا پر شاکر رہنا چاہیئے رضینا بقضاء اللہ امام حسین علیہ السلام کے صبر و رضا اور آپ کے اعوان و انصار کے صدق و صفا کے چند واقعات لکھکر اب ہم عمر سعد کی شقاوت قلبی کی ایک نقل بھی ذیل میں درج کرتے ہیں۔

شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے خیر خواہی کی نیت سے اُس وقت عمر ابن سعد سے

پوچھا کہ تو نے باوجود دعوئے اسلامیت کے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے قتل کو کیسے گوارا کر لیا اُس نے جواب دیا عضضت بالجندل انك لوشهدت
ماشهدنا لفعلت ما فعلنا ثارت علينا عصابة ايديها في مقابض سيوفها
كالاسود الضارية تحطم الفرسان يمينا وشمالا وتلقى انفسها على الموت لا
تقبل الامان ولا ترغب في المال ولا يحول حائل بينها وبين الورود على
احياض المنية والاستيلاء على الملك فلو كففنا عنهم رويدا لاتت على
نفوس العسكر بحذافيره فما كنا فاعلين لا ام لك اگر تو نے ان باتوں کے کہنے کے
عوض پتھر چبایا ہوتا تو بہتر تھا (اہل عرب کا خاص محاورہ ہے) اگر تو ان معاملات کو ایسا ہی
سمجھتا ہوتا جس طرح ہم نے سمجھا ہے تو یقین ہے کہ تو بھی وہی کرتا جو ہم لوگ کر رہے ہیں۔ اصل معاملہ
یہ ہے کہ جماعت (جماعت امامؑ) ہم پر چڑھ آئی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں تلواروں کے
قبضے ہیں اور وہ مانند شیران درندہ کے صفوف کو یمین و شمال سے توڑنے والے ہیں
اور ملک و دولت کی طلبگاری میں اپنی جانوں کو موت کے مُنہ میں ڈالتے ہیں وہ ہرگز
امان و صلح پر راغب نہیں ہیں اور نہ اپنے مال کی خبر رکھتے ہیں۔ اُن کے اور اُنکی موت
کے درمیان کوئی شے مانع نہیں ہے۔ یا تو عروس مُلک سے وہ ہمکنار ہونگے یا اپنی موت
سے دوچار۔ اگر میں ان لوگوں سے نہ لڑوں یا ان کے ساتھ رفق و مُدارا کے سلوک
کروں تو یہ تمام لشکر کو اپنی تلوار سے قتل کر ڈالیں گے پس اب تو ہی انصاف کر کہ ہم
اب تیرے اس طعن و تشنیع کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔

بہر حال۔ اب تو عمر ابن سعد کی زبانی جیسا کہ اُس کو امام حسین علیہ السلام سے خلوص تھا
معلوم ہوا۔ اُس کی اس تقریر کو سُنکر اور پڑھکر کون خیال کر سکتا ہے کہ امام عالیمقام کے
ساتھ اس کو ہمدردی کے خیالات تھے یا شروع سے لیکر آخر تک وہ ان واقعات میں
شریک ہونے سے کراہت یا احتیاط کرتا تھا؟ یہ سب ترقی خواہان دولت امویہ
کے حاشیے ہیں۔ جو کتابوں میں اصلی واقعات پر چڑھائے گئے ہیں اُس زمانہ کے اکثر وہم پرست
حضرات جو واقعات کربلا کو ملک گیری یا عام فوج کشی میں شمار کرتے ہیں وہ اصل میں عمر
ابن سعد کے اسی بتائے ہوئے اصول پر چلتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ خیال
عمر ابن سعد کا خاص ایجادی نہیں بلکہ اس اختراع کا سہرہ سب سے پہلے عبداللہ ابن عمر کے

سر باندھا گیا ہے اور سب سے پہلے اُن ہی نے بیعت یزید سے امام حسین علیہ السلام کے انکار کو بغاوت ٹھیرایا ہے۔ اور بخلاف امام علیہ السلام کے خود اس کی بیعت کر لی اور دوسروں کو جو اُس کی بیعت سے احتیاط کرتے تھے۔ اُن پر بھی بغاوت کا حکم لگایا۔ المختصر۔ ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ پر آجاتے ہیں۔ اسی رات کے واقعات میں بعض مؤرخین نے حضرت عباس علیہ السلام کی پھر کوئیں کھودنے کا حال لکھا ہے جیسا کہ شب ہشتم کی واقعات میں اوپر بیان کیا گیا۔ غرضکہ انہی انتشار و اضطرار میں وہ رات تمام ہوئی اور نویں تاریخ شروع ہوئی۔

روز نہم محرم کے واقعات

امام حسین علیہ السلام نے بتجدید تیمم اپنے اصحاب و انصار کے ساتھ نماز صبح ادا فرمائی۔ ذکر و اذکار معمولہ سے ابھی فرصت بھی نہیں ہوئی تھی۔ اور زوال کا وقت بھی داخل نہیں ہوا تھا کہ شمر ذی الجوشن کی ہدایت سے عمر ابن سعد نے تمام سپاہ شام کو کمر بندی کا حکم دے دیا اور لشکر میں چاروں طرف یا خیل اللہ ارکبی و ابشری بالجنّۃ کا غُل مچ گیا۔ سواروں نے جلدی جلدی وردیاں پہنکر لجام فرس تھام لی اور اُسی طرح پیادوں نے بھی سلاح حرب سے آراستہ ہو کر جنگ کی پوری تیاری کر لی۔ عمر ابن سعد شمر ذی الجوشن کو ساتھ لیکر مع اپنی فوج کے خیام امام علیہ السلام کی طرف بڑھا یہاں تو یہ سامان تھے۔ وہاں امام حسین علیہ السلام اپنی سوگوار بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے اپنا ایک خواب جو ابھی ابھی آپ نے دیکھا تھا۔ بیان کر رہے تھے۔ اور وہ مصیبت زدہ بہن اپنے مظلوم بھائی کا خواب سُنکر مثل ابر نو بہار اشکبار ہو رہی تھی۔ بیقرار بہن کو امام عالی مقام خاموش کراتے جاتے تھے اور ارشاد فرماتے جاتے تھے لیس لک الویل یا اختاہ اسکنی رحمک اللہ مھلا لا تشمتی بنا القوم یعنی اے بہن تم کو مناسب نہیں ہے کہ اس طرح ہائے وائے مچاؤ۔ خدائے سبحانہ تعالے تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ نالہ و فریاد کی آوازیں بلند نہ کرو اور مجھ پر دشمنوں کو شماتت کا موقع نہ دو۔ گھوڑوں کی آوازیں اور ہتھیاروں کی صدائیں سُنکر حضرت امام حسین علیہ السلام فوراً باہر نکل آئے اور اپنے وفادار اور جاں نثار بھائی حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا کہ سوار ہو اور ان کے پاس جاکر دریافت کرو کہ تم کو اتنی عجلت کرنے کی کیا ضرورت ہے جناب عباسؑ سمعاً و طاعۃً کہکر حبیب ابن مظاہر اور زہیر ابن القین اور دوسرے

انصار مخصوصین کی ہمراہی میں اُن کی طرف بڑھے اور اُن کے قریب پہنچکر آوازِ بلند سے اُنکو ڈانٹ کر پوچھا کہ تم اِدھر کیوں بڑھتے چلے آ رہے ہو۔ جواب ملا کہ عبید اللہ ابن زیاد کا ابھی ابھی حکم آیا ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ یزید کی بیعت اختیار کریں تو خیر ورنہ جنگ فوراً آغاز کر دی جائے۔ جناب عباسؑ نے جواب دیا کہ تم یہیں ٹھیرے رہو۔ ہم تمہارے پیام کو امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ جو جواب ملیگا وہ واپس آ کر تم سے فوراً کہدینگے۔ وہ لوگ وہیں ٹھیرے رہے۔ اور حضرت عباس علیہ السلام بسرعت تمام امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور صورت واقعہ بیان فرما دی۔ امام حسین علیہ السلام نے تھوڑی دیر تک تامل کیا۔ پھر حضرت عباس علیہ السلام سے مخاطب ہو کر ذیل کے کلمات ارشاد فرمائے۔

ارجع الیھم فان استطعت ان تؤخرھم وتدفعھم عنا العشیّۃ لعلنا نصلّی لربّنا اللّیلۃ وندعوہ ونستغفرہ فھو یعلم انی قد احب الصّلٰوۃ لہ وتلاوۃ کتابہ وکثرۃ الدعآء والاستغفار۔

اس جماعت سے پھر ملاقات کرو اور ایسی کوشش کرو کہ آج کا مقابلہ کل تک موقوف ہو جاوے اور آج کی رات بھر میں عبادت و استغفار میں صرف کروں کیونکہ اُن لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ میں قرآن مجید کی تلاوت اور دعاؤں کی کثرت اور طلب استغفار کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ پس جناب عباس علیہ السلام نے امام علیہ السلام کا پیغام اہل شام کو پہنچایا۔ عمر ابن سعد شمر ذی الجوشن سے پوچھنے لگا تیری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا آپ سردار فوج ہیں۔ جو مصلحت وقت سمجھیں کریں اگر میں امیر لشکر ہوتا تو میں ذرا بھی اُن لوگوں کو مہلت نہ دیتا۔ عمر نے کہا بہتر ہوتا کہ اس فوج کی سرداری میرے سپرد نہ کی جاتی اور میں اس تہلکۂ عظیم میں نہ پڑتا۔ عمر ابن الحجّاج نے کہا اگر ترک و دیلم کی قومیں بھی ایسے وقتوں میں تم سے مہلت کی خواستگار ہوتیں تو قسم خدا کی اُنکی درخواستوں کو قبول کرتے یہ تو آلِ محمدؐ ہیں۔ اِن کے مہلت دینے میں یہ پشش و پنج اور تردّد کیا ہے یہ سُنکر ابن سعد نے حضرت عباس علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا۔ انا قد اجلنا کم الی غد فان استسلمتم سرحنا کم الی عبید اللہ ابن زیاد فان ابیتم فلسنا تبارکیکم یعنی آج شب بھر کی ہم نے تم لوگوں کو مہلت دی۔ صبح کو

اگر تم لوگوں نے ابن زیاد کی اطاعت قبول کی تو میں تم لوگوں کو ابن زیاد کے پاس بھیجدونگا وگرنہ تمہارے قتل سے کبھی باز نہ آؤنگا۔
یہ کلام سنکر فریقین کے لوگ اپنی اپنی خیمہ گاہ کو واپس گئے۔ یہ معاملہ نویں محرم کو بعد زوال تصفیہ پاگیا۔ پھر زوال کے بعد سے شام تک کا وقت اُسی انتشار و اضطراب میں تمام ہوگیا۔ جوں جوں وقت گھٹتا تھا اُن کی مصیبت اُن کا انتشار اور اضطرار بڑھتا جاتا تھا اس انتشار و تردد کے علاوہ پانی کی قلت اور پیاس کی شدت نے ان تمام مصیبت زدوں میں ایسی قیامت مچارکھی تھی جس کا بیان کیا اندازہ بھی اس وقت قطعی محال ہے۔ پیاس کی شدت سے بوڑھے۔ جوان اور بچوں کی وہ حالتیں ہورہی تھیں کہ دشمن سے بھی نہیں دیکھی جاسکتی تھیں۔ گرمی کے دن۔ دھوپ کی حدت۔ آفتاب کی تمازت۔ جلتا ہوا ریگستان کوسوں کا میدان جس کا ذرہ ذرہ تمازت میں آفتاب کا جواب ہورہا تھا۔ اُس میں اس آفت رسیدہ اور غم دیدہ قافلہ کو ساتویں سے پانی نہیں ملا تھا اور نہ آیندہ ملنے کی کوئی امید تھی۔ ان غریبوں کے قلبی اضطرار و انتشار کی حالتوں کو کس کی طاقت ہے جو بیان کرسکے۔ اگر ہم ان کی حالتوں کو کسی تفصیل سے بیان کریں تو ہمیں مصائب کی ایک جداگانہ کتاب تیار کرنی ہوگی۔ اس لئے ہم ان واقعات کی تفصیل سے چشم پوشی کرکے صرف اہلبیت علیہم السلام کی تشنگی کی بیقراری حضرت سکینہ علیہا السلام کی زبانی کتاب مثیر الاحزان کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

قالت سکینة علیها السلام عز ماتنا فی التاسع من المحرم حتی کظنا العطش حتی نفذ الماء کله وخلت الاوانی و جفت القرب التی فیها حتی یبست من شدة الحر فلمّا امسی المساء عطشت انا و بعض فتیاتنا وقمت الی عمتی زینب علیها السّلام واخبرہ بعطشنا لعلّها اذخرت لنا ماء فوجدتها فی خیمتها وفی حجرها اخی الرّضیع وھی نارة تقعد وھو یضطرب اضطراب السمکة فی الماء ویصرخ وھی یقول صبرا صبرا یا ابن اخی وانی لك الصبر وانت علی هذه الحالة المشرمة بغیر علی عمتك ان یستمعك ولا تنفعك فلما سمعت انجیت باکیة فقالت سکینة قلت نعم قالت ما یبکیك فقال لها حال اخی الرّضیع ولم اعلمها بعطشی خشیة عن تزیدھمّها و وجدھا ثم قلت بها یا عمّتنا لو

ارسلت الی بعض عیالات الانصار فلوبما ان یکون عند هم ماء فقامت واخذت الطفل بیدها ومرّت بخیم عمومتی فلم تجد عندهن ماءً فرجعت ومعها بعض اطفالهم رجاء ان تستقیهم ثم جلست فی خیم اولاد عمّی الحسن علیه السلام وارسلت الی خیام الاصحاب لعل عندهم ماء فلم یجد فلمّا السّت رجعت الی خیمتها ومعها فاتقرب من عشرین صبیا وصبیّة فمر علینا رجل من اصحاب ابی وهو بریرة الهمدانی وکان نقال له سیّد القرّاء فلمّا سمع بکائنا وهی نفسه علی الارض وحتی التراب و نادی باصحابه ما عندکم من الرای ایسرکم ان تموت بنات فاطمة علیها السّلام عطشا وفی ایدینا قوائم سیوفنا لا والله لاخیر فی الحیٰوة بعدهم بل نرد قبلهم حیاض الموت اصحابی فلیاخذ کل واحد منا بید قنات من هٰذا الفتیان ویجهم بهم علی مشرعة الغاضریّة قبل ان یهلکن من الظمساء وان قاتلنا القوم قاتلناهم فقال لهم یحیی المازنی ان الحرمة یصرون لا محالة علی قتالنا فاذا اخذنا بایدی الفتیات ربما ینال احد اهن سهم او رمح فتکون السبب لذالك ولکن الرای ان تحمل معنا قربة ونملاها لهم فان قاتلنا احد قاتلناه وان قتل منا احد یکون فدا علینات رسول الله صلی الله علیه واله وسلّم فقال البریرشانك ثم اخذ واقربة وساروا قاصدین الی الفرات وکانوا اربعة تفرقا واقبلوا نحو المسرعة محسن بهم الحراس وقالوا من هٰؤلاء القوم فقال لهم انا بریرؓ رهٰؤلاء اصحابی و قد کظمنا العطش یزیدان ترد الفرات فقالوا لهم مکانکم حتی نخبر رئیسنا بخبرکم وکان بین بریرؓ وبین رئیسهم (اسحٰق ابن جنوه) قرابة فلمّا اخبروه وقال لهم افرجوا لهم المشرعة حتی یشربوا فلمّا نزلوا الی المشرعه واحسّوا ببرودة المآء انتحب بریرؓ واصحابه وقالوا لعن الله ابن سعد وهٰذا المآء یجری واکباد آل الرّسول لا یبتل منه قطرة فقال بریرؓ اصحابی اذکروا ما ورائکم واملئوا القربة وعجلوا فقد ذابت قلوب اطفال الحسین علیه السلام من الظمأ ولا تشربوا حتی تروّی اکباد بنات فاطمة الزهرآء سلام الله علیها

فقالوا لا واللہ یا بریرؓ لا تشرب قبل ان تروے قلوب اطفال الحسین علیہ السّلام
فسمعہ رجل من الحرسۃ فقال لھم ما کفی کم الورود حتی تحملوا الی ھذا
الخارجی واللہ لاخبرنّ اسحاق بخبرکم فان اغضی وغشکم یسقی ھذا حتی یصل خبرکم
الی الامیر فقال بریرؓ ھذا اکتم علینا امرنا ثم دنا منہ وھو یرید تبضۃ
فولی منھزما واخبر اسحاق بذالک فقال اعترضوا طریقھم واتونی بھم فان
قاتلوا ھم فلمّا اعترضوا ھم قالوا یا بریرؓ لا یرضی اسحق بحملکم الماء الی صاحبکم
فقال لہ بریرؓ ثم ماذا قالوا ارافۃ دماء اشھی الی من ارافۃ الماء ویلکم ما
ذاق منّا احد طعم فراتکم وانّما ھمتنا ری اکباد اطفال الحسین علیہ
السّلام وعیالہ فواللہ لاندعکم حتی تراق دماءنا حول ھذہ القربۃ فقال
احدھم ان ھؤلاء ممیّتون علی یسیر ماء ولا تجدای لھم نفعا وقال
بعضھم لا تخالفوا حکم الامیر فحاطوا بھم حلقا فوضع بریرؓ واصحابہ القربۃ
علی الارض وجثوا دونھا وبریر یبکی والھفا علی اکباد البنات صدّ اللہ رحمتہ
عمن صدّنا عنکن فحملھا رجل علی عاتقہ فاحتوشوھم الحرسۃ وجعلوا
یرشقون القربۃ بالسھام فاصاب حبل القربۃ سھم حتی خاطہ الی عاتق
الرجل وسال الدّم علی ثوبہ الی قدمیہ فلمّا نظر الدّم سبیل والقربۃ
سالمۃ قال الحمد للہ الّذی جعل رقبتی وقاء لقربتی فلمّا رای بریر ان القوم
غیر تارکیہ صاح باعلی صوتہ ویلکم یا اعوان بنی سفیان لا تثیر والفتنۃ
ودعوا اسیاف بنی ھمدان فی مغامدھا وکان حول الحسین علیہ السّلام
جماعۃ وقال رجل منھم انی اسمع صوت بریرؓ ینتدب ویعظ القوم فقال الحسین
علیہ السلام الحقوا بہ فرکب جماعۃ الیھم فلمّا رواھم الحرسۃ رجعوا منھزمین
فجاء بریرؓ بالماء حتی دنا بالخیمۃ فرمی القربۃ وقال اشربوا یا آل الرّسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلّم ھنیّا مریّا فتباشرت الاطفال بالماء وصحن صیحۃ واحدۃ ھذا
بریرؓ جائنا بالماء ورمین بانفسھن من یحضنھا ومنھن من یضع خدّھا علیھا
ومنھن من تلقی فوادھا علیھا فلمّا کثر ازدحامھن علی القربۃ انقلب لوکاء
واریق الماء وتصارخت الفتیان وصحن اریق الماء یا بریرؓ فجعل یلطم وجھہ یقول

والھفا علی اکباد بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
جناب سکینہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ محرم سے تو اس قدر پانی کی کمی ہم لوگوں پر ہوئی کہ پیاس نے ہلاکت کی نوبت پہنچائی بالکل پانی نہ رہا۔ اور سب برتن خالی ہوگئے۔ مشکیں جن میں پانی رہتا تھا وہ بھی بالکل سوکھ گئیں یہاں تک کہ جو رطوبت مشک میں چمڑے کے بھیگنے سے پیدا ہوتی ہے گرمی کی شدت سے وہ بھی جاتی رہی۔ جب شام قریب پہنچی تو مجھے پیاس زیادہ ہوئی۔ اور میرے ساتھ چند اور بھی لڑکے پیاس سے بیتاب ہوئے۔ میں اپنی پھوپی حضرت زینب علیہا السلام کے پاس گئی کہ اُن کو اپنی پیاس سے خبر دوں شاید اُنھوں نے ہم لڑکوں کے واسطے کسی قدر پانی رکھ چھوڑا ہو۔ وہ اس وقت اپنے خیمہ میں تھیں اور اُنکی گود میں اُس وقت میرا چھوٹا بھائی (علیؑ اصغر) تھا۔ دیکھا میں نے کہ میری پھوپی کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور کبھی بیٹھ جاتی ہیں۔ اور اُس بچّہ کی یہ کیفیت ہے کہ چھوٹی مچھلی کی طرح تڑپتا ہے اور چلا چلا کر روتا ہے۔ اور پھوپی کہتی جاتی ہیں کہ اے علیؑ اصغر ٹھیر جا اور چُپ ہو جا۔ بھلا تجھ سے کب ٹھیرا جائے تجھپر تو ایسی تباہ حالت گزر رہی ہے۔ جس میں تو گرفتار ہو گیا ہے۔ تیری پھوپی پر یہ سخت ناگوار ہے کہ تیرا چلّانا سُنے اور جس پانی کے واسطے تو تڑپ رہا ہے وہ تجھکو نہ پلا سکے۔ جب میں نے اُن کی یہ آواز سُنی تو میں بھی رونے لگی۔ پھوپی نے پوچھا کہ سکینہ رو رہی ہے میں نے کہا کہ جی ہاں میں ہی تو ہوں۔ اور میں نے اُنکی خدمت میں اپنی پیاس کا اس وجہ سے اُس وقت تک ذکر نہیں کیا کہ میری پیاس کا حال سُنکر اُن کا ملال اور بیتابی اور زیادہ ہو جائیگی۔ پھر میں نے کہا پھوپی تم کسی کو انصار کی عیال کے پاس بھیجتیں تو کسی نہ کسی کے پاس تھوڑا سا پانی ضرور مل جاتا۔ یہ سُنکر پھوپی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور علی اصغر کو ہاتھوں پر رکھ لیا اور میری دوسری پھوپیوں کے خیموں کی طرف گئیں اُن خیموں میں بھی پانی نہیں ملا وہاں سے پلٹیں تو اور پیاسے بچے اُن کے ساتھ ہوگئے۔ اس امید پر کہ شاید ہم کو بھی پانی پلا دیں۔ بعد اُس کے ہماری پھوپی میرے چچا امام حسن علیہ السلام کی ذریت کے پاس بیٹھ گئیں۔ اُس کے بعد کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجا کہ شاید اُن لوگوں کے پاس پانی ملے۔ مگر وہاں بھی کہیں پانی نہیں تھا۔ جب پانی ملنے سے مایوسی ہوگئی تو اپنے خیمہ میں پلٹ آئیں۔ اب اس وقت ان کے پاس بچّوں کا ہجوم ہو گیا۔ قریب بیس لڑکے اور لڑکیوں کے اُن کے ساتھ ہوگئے۔ جو سب پیاس سے بیتاب

ہو رہے تھے۔ اُس وقت ایک شخص میرے باپ کے اصحابوں میں سے اُس خیمہ کی طرف سے گزرا جس میں ہم سب لڑکے چلا رہے تھے۔ اُن کا نام بریر ہمدانی تھا اور وہ عرب میں سرداران قاریان مشہور تھے۔ جب ہمارے رونے کی آواز اُنھوں نے سُنی پچھاڑیں کھاکر زمین پر گر پڑے اور خاک اُڑانے لگے اور دیگر اصحاب کو پکارنے لگے اور کہنے لگے کیوں بھائیو! اب تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دختران فاطمہ علیہا السلام پیاس سے مر جائیں اور ہمارے ہاتھوں میں تلواریں موجود کی موجود رہیں۔ اور ہم کچھ نہ کر سکیں۔ قسم خدا کی کبھی ایسا نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے مر جانے کے بعد ہمارے لئے کچھ لطف زندگی ہے۔ بلکہ ہم لوگ ان خوزادیوں سے پہلے مر جائیں تو ہماری ناموری ہے۔ اے میرے اصحاب اب تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص تم میں سے ایک ایک طفل کا ہاتھ پکڑ لے اور ان سب کو ایکبارگی غاضریہ کے گھاٹ پر لیجائیں قبل ازیں کہ یہ بچے پیاس کی شدت سے مر جائیں۔ اگر قوم جفا کار ہم سے لڑنے پر آمادہ ہو تو ہم بھی لڑینگے۔ یحییٰ مازنی رضؓ کہنے لگے کہ محافظان فرات ضرور ہم سے لڑنے پر آمادہ ہونگے۔ اور مقابلہ و مقاتلہ پر اصرار کرینگے۔ اگر ہم ان بچوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے فرات پر لیجائیں گے اور لڑائی ہوئی تو ضرور ہے کہ کسی بچہ کو کسی تیر یا نیزہ کا زخم لگ جائے اور ہلاک ہو جائے تو ایسی حالت میں ہم ہی ان کے زخمی ہونے کے باعث ہوں گے۔ مناسب تجویز یہ ہے کہ ہم اپنے ساتھ ایک مشک لے چلیں اور فرات کے پانی سے اُس کو ان کے واسطے بھر لائیں اگر پانی بھرنے پر کوئی ہم سے لڑے گا تو ہم بھی لڑینگے۔ اور اگر ہم میں سے کوئی مارا جائیگا۔ تو دختران جناب فاطمہ علیہم السلام پر نثار ہو جائیگا۔ بریر رضؓ نے یحییٰ مازنی رضؓ کا کلام سُنکر کہا کہ جیسی تمہاری رائے ہوگی ویسا ہی کیا جائیگا۔ باہم مشورہ کرکے ایک مشک اُن لوگوں نے اُٹھالی اور فرات کا قصد کرکے روانہ ہوئے۔ یہ سب چار آدمی تھے۔ یہ لوگ گھاٹ کی طرف چلے۔ جب قریب پہنچے تو محافظان گھاٹ کو انکی آہٹ معلوم ہوئی تو وہ پکارے کہ یہ کون لوگ گھاٹ پر چلے آتے ہیں۔ بریر رضؓ نے اپنا نام لیکر جواب دیا کہ میں ہوں بریرؓ اور یہ تین اشخاص میرے ہمراہیوں میں سے ہیں پیاس نے ہم لوگوں کو بیتاب کر دیا ہے ہم فرات پر آنا چاہتے ہیں۔ محافظان فرات نے کہا کہ ابھی اُسی جگہ ٹھیرے رہو۔ جہاں تک آئے ہو تاکہ ہم تمہارے آنے کی خبر اپنے رئیس

اور سردار کو کریں۔ جیسا وہ کہے ویسا کیا جاوے۔ اتفاق امر یہ ہے کہ اُن کے افسر اسحٰق
اور بریرؓ ہمدانی میں کچھ سلسلہ قرابت کا بھی تھا۔ جب محافظوں نے ان کی خبر اپنے سردار
کو پہنچائی تو اُس نے کہا کہ گھاٹ کی راہ چھوڑ دو۔ اور راستے کھول دو کہ یہ لوگ آکر پانی
پی لیں۔ غرض جس وقت یہ لوگ گھاٹ پر پہنچے اور پانی میں اُترے اور پانی کی خنکی محسوس ہوئی
تو بریرؓ اور اُن کے ہمراہی اُٹھے اور کہنے لگے۔ خدا کی لعنت ابن سعد پر۔ ایسا ٹھنڈا پانی بہہ رہا ہے
اور جگرہائے تشنۂ آل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاس بجھانے کو
ایک قطرہ بھی اس میں سے نہیں دیا جاتا۔ بریرؓ نے کہا اے بھائیو! یہ باتوں کا وقت
نہیں ہے اُن بچوں کو یاد کرو جن کو تم روتے اور تڑپتے ہوئے چھوڑ آئے ہو۔ مشک بھر لو
اور جلدی لوٹ چلو۔ اس لئے کہ اطفال حسین علیہ السلام کے دل پیاس سے پگھلے جاتے
ہیں۔ تم میں سے کوئی پانی نہ پیئے۔ جب تک کہ جگر گوشگان جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
اس سے سیراب نہ ہولیں۔ اُن سعادتمندوں نے جواب دیا کہ نہیں اے بریرؓ کبھی
ایسا نہیں ہوگا۔ ہم کبھی یہ پانی نہ پئیں گے جب تک کہ اطفال حسین علیہ السلام سیراب
نہ ہولیں۔ اُن محافظوں میں سے ایک شخص نے اِن لوگوں کی باتیں سُن لیں۔ وہ کہنے لگا
کہ تم کو پانی میں اُترنا اور پانی پینے کی اجازت ملنا کافی نہ ہوا اب تمہارا یہ حوصلہ ہوگیا کہ
پانی سے مشکیں بھر کر اُس (معاذ اللہ) خارجی کے پاس لیجاؤ گے جس کا نام تم لے رہے ہو
قسم خدا کی میں تمہاری اس حرکت کی خبر اسحاق کو کئے دیتا ہوں۔ اگر اسحاق نے بنظر پاس
قرابت چشم پوشی کی اور تم سے معترض نہ ہوا تو میں تمہیں اپنی تلوار سے دھمکاؤنگا۔ لڑائی
کا شور ہوگا تو اُس وقت آپ ہی آپ تمہاری حرکتوں کی خبر ابن سعد کو ہو جائے گی۔ بریرؓ نے
کہا اے شخص ہمارے اس مشورہ کو تو پوشیدہ رکھ اور یہ کہکر بریرؓ اُس شقی کے پاس گئے
اُن کا یہ ارادہ تھا کہ وہ اُس کو پکڑ لیں اور اُس کو نہ ٹلنے دیں تاکہ راز فاش نہ ہو۔ مگر وہ ملعون
ان کے مطلب کو سمجھ گیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ اور اسحاق سے جاکر اُس خبر کو
بیان کیا۔ اسحاق نے کہا کہ تم لوگ اب ان کی راہ روک دو۔ اور گھیر کر اُن کو میرے پاس
لاؤ۔ اگر آنے سے انکار کریں لڑو اُن کو جانے نہ دو۔ پس جب یہ لوگ راہ روک کر
کھڑے ہوئے تو بریرؓ سے کہنے لگے کہ اسحاق کی اجازت نہیں ہے کہ تم پانی اپنے رئیس
کے پاس لے جاؤ۔ بریرؓ نے کہا کہ اگر ہم پانی لیجائیں تو تم کیا کروگے۔ اُن اشقیا نے کہا کہ

تمہارا خون اسی جگہ گرا دینگے۔ بُریرؓ نے کہا کہ یہ خونریزی ہم کو زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم اپنی مشک سے پانی بہادیں۔ وائے ہو تم پر۔ ہم میں سے کسی نے تمہاری فرات کے پانی کا مزا ابھی نہیں چکھا ہے۔ پینا کیسا ہمارا ارادہ تو یہی ہے کہ اطفال حسین علیہ السلام کے جگر کو اس پانی سے ترکرلیں اور اُن کی اہل و عیال کو پانی پلالیں۔ قسم خدا کی ہم تم کو مشک میں ہاتھ نہیں لگانے دینگے جب تک کہ ہمارے خون اس مشک کے گرد نہ بہہ جائیں۔ ایک شقی نے اُن اشقیا میں سے کہا کہ یہ لوگ اِس تھوڑے سے پانی پر جان دینے کے لئے حاضر ہیں اور یہ تھوڑا سا پانی کچھ اُن کو سودمند نہیں ہوسکتا اور ایک کہنے لگا کہ امیر کے حکم کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔ پانی نہ جانے پاوے پس قلعہ باندھکر اُن بہادروں کو گھیر لیا۔ بریرؓ اُس وقت رونے لگے اور کہنے لگے۔ افسوس ہے دختران فاطمہ علیہا السلام کے تباہ حالوں پر۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ روک لے اپنی رحمت کو اُن لوگوں سے جنھوں نے ہم کو پانی لیجانے سے روک رکھا ہے اور منع کیا ہے۔ ایک سعادتمند نے اُس مشک کو اپنے شانے پر اُٹھایا۔ پس اُن اشقیا نے اُن کو گھیر لیا اور مشکیزوں پر تیروں کی بوچھار کرنے لگے۔ ایک تیر مشکیزہ کے تسمہ پر آکر لگا۔ وہ تیر تسمہ سے پار ہوکر اُس بہادر کے شانہ میں پیوست ہوگیا۔ اور خون بہہ بہہ کر اُس بہادر کے تمام کپڑوں میں بھر گیا۔ اور اُس کے پاؤں تک بہکر پہنچا جب اُس وفادار نے دیکھا کہ خون اُس کا بہہ رہا ہے اور مشک ہنوز بچ گئی ہے اور مشک سے پانی نہیں گرا ہے تو کہنے لگا کہ میں اُس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے میری گردن کو اس مشک کے واسطے سپر بنا دیا تھا۔ جب بریرؓ نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ ہم کو پانی نہیں لیجانے دینگے یا یہ کہ ہم کو زندہ نہ چھوڑینگے تو بآواز بلند پکار کر یوں کہنے لگے وائے ہو تم پر اے مددگاران بنی سفیان کیوں فتنۂ خوابیدہ کو جگاتے ہو۔ ہماری تلوار جو قبیلہ بنی ہمدان کی ہے اُس کو نیام سے باہر نہ نکلنے دو (بریرؓ کی مراد یہ ہے کہ اگر ہم لڑیں گے تو بڑی خونریزی ہوگی) یہ بات بریرؓ رضی اللہ عنہ نے اس زور سے چلّا کر کہی کہ اُن کی آواز دور تک پہنچی اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام کے قریب اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی ان میں سے ایک شخص بولا کہ مجھے تو بریرؓ کی سی آواز معلوم ہورہی ہے۔ وہی پکار رہے ہیں اور ہم لوگوں کو بُلا رہے ہیں اور کوفیوں کو نصیحت کر رہے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے

فرمایا کہ فوراً اُن کی کمک کو جاؤ۔ ایک جماعت اصحاب سوار ہوکر فوراً بریرؓ کے پاس پہنچی جب نگہبانوں نے ذات کے اِن سواروں کو آتے دیکھا بھاگ کر اپنی فرودگاہ کو واپس گئے۔ پس بریرؓ پانی لیکر صحیح و سالم آپہنچے تا اینکہ وہیں آگئے جہاں سب بچوں کو روتا ہوا چھوڑ گئے تھے۔ بھری ہوئی مشک کاندھے سے اُتار کر رکھدی اور کہنے لگے اے آلِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لو یہ پانی پیو اور گوارا ہو تم کو اور نصیب ہو تم کو یہ پانی پینا اور تمہارے حلق سے اُتر جائے۔ یہ سنتے ہی اُن بچوں میں بے انداز خوشی پیدا ہوئی اور سب کے سب ایکبار چلّا اُٹھے کہ دیکھو بریرؓ ہمارے واسطے یہ پانی لائے سب کے سب دوڑ پڑے اور بیتابی سے اپنے آپ کو اُس مشک پر گرادیا۔ کوئی اُس مشک کو اپنی گود میں لئے لیتا تھا۔ اور کوئی اپنے رخسار اُس پر رکھے دیتا تھا۔ اور کوئی اپنے دل کو مشک سے ملائے دیتا تھا (اِس شدّت کی پیاس تھی) جب اُن کا ہجوم مشک پر زیادہ ہوا یکایک دہانہ مشک کا اُلٹ گیا اور مُنہ کُھل گیا اور سب پانی خاک پر گر گیا۔ سب لڑکے دفعتاً چلّا چلّا کر رونے لگے اور پکارے کہ اے بریرؓ جو پانی تم لائے تھے وہ سب بہہ گیا۔ یہ سُنکر بریرؓ اپنے مُنہ پر طمانچے مارتے تھے اور کہتے تھے ہزار ارافسوس میں اپنی جان دیکر یہ پانی لایا تھا مگر قسمت میں نہ تھا کہ دختران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلتے ہوئے جگر اس سے ٹھنڈے ہوں۔

ہم کو یقین ہے کہ اس مفصّل روئداد کو پڑھکر اِن آفت رسیدوں کی پیاس کی شدّت کامل طور سے معلوم ہوسکتی ہے مظلوم بچّوں کی حالت جو شدّت تشنگی سے ہورہی تھی اُس کے خیال سے سوچنے والوں کے دل ہل جاتے ہیں۔ تو اُن غریبوں کا کیا حال ہوگا جن پر یہ آفتیں گزری تھیں اور یہ قیامتیں ٹوٹ رہی تھیں ہم نے اِس واقعہ کو ان مظلوموں کی پیاس کی شدّت کی تفصیل اور ثبوت میں لکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صرف ایک اسی واقعہ سے ہمارے بیان کی کامل تصدیق ہو جائے گی۔ اِس لئے ہم اور دوسرے واقعات کے لکھنے کی ضرورت نہیں دیکھتے۔ مگر ہاں اِس واقعہ کی نسبت اتنا ضرور اضافہ کرتے ہیں کہ اِس روایت سے صرف اہلبیتؑ علیہم السلام اور اُن کے ننھے ننھے بچّوں کی شدید پیاس بیتابی اور بیقراری ہی کا اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ اِس کے ساتھ اور بہت سے امور کا کافی ثبوت ہوتا ہے اول تو یہ ہے کہ جناب بریر رضی اللہ عنہ کے اعلےٰ درجہ کے محاسن خلق ہات

اُن کی سچی جاں نثاری اور وفاداری کے مخصوص ثبوت لئے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ اِن جاں نثاروں کے خلوص امام حسین علیہ السلام ہی کی ذات قدسی برکات تک منحصر نہیں
تھے۔ بلکہ اُن کے بچوں اور تمام عزیز و اقارب کے ساتھ بھی اُن کے وہی روحانی تعلقات
قائم تھے۔ چنانچہ اِن معصوموں کی مضطربانہ حالتوں کو دیکھکر وہ امام عالی مقام کی اجازت
کا بھی انتظار نہ کر سکے۔ دوسرے یہیے مازنی اعلے اللہ مقامہ کی تجویز سے ظاہر ہوتا ہے
کہ یہ جانباز کبھی اُس امر کے اقدام پر رائے نہیں دیتے تھے جو اِن بزرگواروں کے ضرر
یا اُن کے بچوں کی مضرت کا باعث ہو۔ اگرچہ وہ امر اُن کے کتنے ہی نفع کا ہو۔ اور یہ بھی
اُن کی وفاداری اور خلوص کا کامل ثبوت ہے۔ تیسری بات اِس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتی ہے
کہ ان اشقیا کو جو عداوت تھی وہ صرف فرزند رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ
اور جو انکار تھا وہ صرف حسین علیہ السلام کے استحقاق کا اور جو تکلیف۔ آزار۔ ستم اور
مصیبت ڈھائی تھی وہ تنہا حسین علیہ السلام کی جان پر۔ وہ سب کو اور سب کی قرابتوں
کو پہچانتے تھے اور سب کی قرابتوں کی رعایت و مروت پر اِس وقت تک آمادہ تھے۔
وہ نہیں پہچانتے تھے تو ایک حسین ؑ کو اور نہیں رعایت و مروت کرتے تھے تو ایک قرابت حسین
علیہ السلام کی۔ چنانچہ ابھی ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بریرؓ نے محافظان دریا سے کہدیا
کہ میں بریرؓ ہوں اور میں تمہارے رئیس کا قرابت دار ہوں۔ اُنھوں نے جب اُن کے
آنے کی خبر اسحاق کو کی تو اُس نے بریرؓ کا نام سنتے ہی بلا تکلف ان کو آب دریا سے سیراب
ہونے کی اجازت دیدی۔ مگر جب اُن پر یہ ظاہر کیا گیا کہ بریرؓ خود پانی نہیں پیتے بلکہ
مشک بھر کر خیمۂ حسین علیہ السلام میں لیجانا چاہتے ہیں تو فوراً امتناع کا حکم جاری کر دیا گیا۔
اِس سے تو ثابت ہو گیا کہ یہ بندش آب۔ یہ قتل و خون اور یہ مصیبت و آفت غرض جو کچھ
تھی وہ حسین علیہ السلام کی ایک غریب جان کے لئے۔ اِن کے سوا اور کسی کے لئے نہیں
نہ کسی اصحاب حسین ؑ سے کوئی خصومت تھی اور نہ کسی انصار سے کوئی عداوت۔ چنانچہ
انہی وجھوں سے جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اُنکے اِس دلی ارادہ کو اپنے
اصحاب پر ظاہر کر دیا تھا اور اِسی بنا پر اُن کے رخصت ہونے اور چلے جانے کا اُنکو
اختیار دے دیا تھا۔ کیا قیامت ہے۔ اسحاق بریرؓ کے مقابلہ میں تو اپنی قرابت
کا اتنا لحاظ کرتا ہے کہ نہ ابن زیاد کے حکم سے خلاف کرنے کا خوف ہے اور نہ اپنے

سابق جاری کئے ہوئے فرمان سے انحراف کرنے کا اندیشہ ۔ مگر افسوس ہے اُسکو حسین علیہ السلام کے ساتھ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت قریبہ کا جس کو ابھی پہلی پشت سے دوسری پشت بھی نہیں گزری تھی کوئی خیال اور کوئی پاس نہیں، ہا ۔ اسحاق ابن جثوہ وہ شخص ہے جس کو عمر ابن سعد نے عداوت حسین علیہ السلام میں سب سے زیادہ شدید سمجھکر دریا کا محافظ مقرر کیا تھا ۔ خصوصًا ایسے وقت میں جب اُس کو دوسرے محافظین دریا کی نسبت یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اپنے خدمات کی تعمیل میں نرمی اور ملائمیت سے کام لیتے ہیں چنانچہ ہم اسکی شقاوت قلبی کا ثبوت اسی کی زبانی ذیل میں قلمبند کرتے ہیں ۔

صاحب اسرار الشہادت لکھتے ہیں عن عبداللہ الانبازی ان سحٰق ابن جثوہ کان اشقی الاشقیاء فی ذٰلک (منع الماء) حتیٰ انہ حین حکی ماجری علیہ فقال کنت انا ما ارقد الیوم واللیلۃ لیکون حراستی ومنعی للماء اتم و کنت انا امرت للحراس الذین امرت علیہم ان لا یتخذوا اناء للماء خشیۃ ان یاخذ احدھم النخوۃ علی الحسین علیہ السلام فسیقہ الماء ۔ یعنی عبداللہ انبازی کہتے ہیں کہ اسحاق ابن جثوہ کو امتناع آب کے بارے میں سب سے زیادہ شقاوت مدنظر تھی ۔ یہاں تک کہ جب اس نے اپنی سرگزشت بیان کی تو خود کہا کہ میں رات کو اور دن کو کسی وقت بھی نہیں سوتا تھا تاکہ میری حفاظت گھاٹ پر بخوبی رہے اور پانی کے بند ہونے کا انتظام پورا ہو ۔ اور میں نے اُن محافظوں کو جو میرے ماتحت تھے قطعی حکم دے رکھا تھا کہ پانی کے برتن بھی اپنے پاس نہ رکھیں اس خوف سے کہ شاید کسی کا دل امام حسین علیہ السلام کی پیاس پر دردمند ہو جاوے اور وہ اس برتن میں پانی بھر کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لیجاوے ۔

کیا اس سے بھی زیادہ کوئی شقاوت زیادہ تصور کی جاسکتی ہے کہ نرمی اور ملائمیت کے اتفاقی اور احتمالی وقوع کی بھی کس شدت سے احتیاط کی گئی ہے ۔ تاریخ سے صحیح مذاق رکھنے والے حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ منع آب کا ایسا ہی معاملہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان میں بھی واقع ہو چکا ہے ۔ جس کو ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد اوّل میں لکھ آئے ہیں ۔ عرب میں اپنے مخالف پر پانی بند کرنے کی بدعت بھی معاویہ کی اولیات سے ہے ۔ صفین کے مقام پر امیرالمومنین ؑ کے لشکر سے پہلے معاویہ کی

فوج پہنچ گئی تھی۔ معاویہ نے میدان کارزار میں پہنچکر سب سے پہلے جو کارروائی کی تھی وہ
یہی تھی کہ دریائے فرات پر قبضہ کرکے اہل عراق پر پانی کی بندش کردی جائے
مگر امیر المومنین علی علیہ السلام کے لشکر نے پہنچکر فوراً دریا کو اُن کے قبضہ سے نکال لیا
کامیاب ہونے کے بعد اصحاب امیر المومنین کا یہ ارادہ ضرور ہوا تھا کہ معاویہ کو اُسکے
مظالم کا کلّہ بکلّہ جواب دیا جاوے اور دریا کو اپنے قبضہ میں لاکر اہل شام پر بھی بالکل پانی
بند کردیا جاوے۔ مگر امیر المومنین علی علیہ السلام نے اُن کی ان تجویزوں کو نامنظور
فرمایا اور اپنے محاسن اخلاق کے تقاضے سے جن الفاظ میں اُن کو جواب دیا وہ
یہ ہے لاخلوا بینهم وبینه لا افعل ما فعله الجهلون وسیعرض
علیهم کتاب الله وندعوهم الی الهدی فان اجابوا والا ففی حد
السیف ما یعنی عن مثل هذا انشاء الله۔ نہیں نہیں وہ فعل میں نہ کروں گا
جو ان جاہلوں نے کیا۔ پانی کے لئے ان کی راہیں کھولدو۔ ہم احکام خدا ان پر عرض
کریں گے۔ اور ہدایت کی طرف ان کی دعوت کرینگے اگر وہ قبول کرینگے تو خیر نہیں توہم
اپنی تلواروں سے کام نکالیں گے یہاں تک کہ ہم کو اطمینان ہوجائے۔ انشاء اللہ
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ دنیا کا معمول ہے کہ ہر شخص اپنی طبیعت کے انداز پہ
دوسروں کے مزاج کی اُفتاد کو بھی قیاس کرتا ہے۔ دریا کے چھین لئے جانے کے بعد
معاویہ اور اُس کے ہمراہیوں کو یقین ہوگیا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام ہم سے اپنے
مصائب کا پورا انتقام لیں گے۔ اور اب ہم کو دریا سے پانی نہیں لینے دینگے مگر چونکہ
عاص امیر المومنین علیہ السلام کی عالی ہمتی اور وسعت دلی کو خوب سمجھے ہوئے تھا
اور معاویہ کی تنگ ظرفی سے بھی واقف تھا اُسی مجمع میں بول اُٹھا کہ خدا کی قسم تو شوق
سے پانی لے اور جس کو چاہو پلاؤ۔ واللہ علی کا ظرف ایسا نہیں ہے جیسا تیرا علیؑ
سے ہرگز ایسے مظالم ظاہر نہیں ہوسکتے۔ وہ کبھی کسی متنفس کو اپنی فیض رسانیوں
سے محروم نہیں رکھیں گے۔ معاویہ کو یہ تقریر سُنکر ایک گونہ تسکین تو ہوئی مگر جیسا خاطر خواہ
اطمینان ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوا۔ آخر اُس نے مجبور ہوکر عرصہ تک غور کرنے کے بعد
امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض حال کی جرأت کی اور اپنی طرف سے بارہ
آدمیوں کی ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کی۔ یہ لوگ اُس کی استدعا لیکر

ساقیِ کوثر کی خدمت میں پہنچے اور جو شب ذی ظلم جو اُن لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور گویا تھا خدمتِ مبارک میں یوں عرض کرنے لگا یا امیرالمؤمنین ملکت فاسجح وجد علینا بالماءِ واعف ما سلف من معاویۃ فتح و نصرت آپ کے ہاتھ ہے۔ کرم کیجئے اور ہم کو پانی دیجئے اور جو کچھ کہ معاویہ سے صادر ہوا ہے اُس کو معاف فرمائیے۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اُنہیں اخلاق کے تقاضوں سے جو آپ کی ذات مجمع الصفات کے لئے خدائے سبحانہ کی طرف سے مخصوص ودیعت فرمائے گئے تھے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جاؤ شوق سے پانی پیو۔ ہم کبھی تمہیں پانی پینے سے منع نہیں کرتے۔ عموماً دریا اور چشمے خدا کی نعمت ہیں۔ ان سے دوست دشمن سب کو سیراب و فیضیاب ہونا چاہئے۔ میں ہرگز تمہارے ساتھ وہ نہ کرونگا جو ابھی ابھی تم میرے ساتھ کر چکے ہو۔ اب غور کرنے کے قابل یہاں صرف یہ امر ہے کہ منعِ آب کے متعلق کربلا اور صفین کے معاملات میں ایک خاص مشابہت ہے۔ اور جانبین میں وہی لوگ ہیں جن میں بیس[۲] برس پہلے ایسا ہی واقعہ ہو چکا ہے۔ اگر صفین میں معاویہ نے علیؑ پر پانی بند کیا تو کربلا میں یزید نے حسین علیہ السلام پہ پانی کی ممانعت کا حکم دیا۔ جو دریائے فرات صفین میں تھا وہی کربلا میں مگر فرق یہ تھا کہ صفین کے معاملات میں معاویہ کے انتظام توڑ ڈالے گئے اور اُس کو کامل شکست پہنچا کر دریا اپنے قبضہ میں لایا گیا۔ اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ ہماری ہمت اور دلیری تمہارے مظالم اور شقاوت سے دبنے والی نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کریم النفس نے یہ سمجھکر کہ دریا۔ چشمے خدا کا فیض رواں ہے۔ ان سے تمام خلائق کو مستفیض ہونا چاہئے دریا کو چھوڑ دیا اور اُن کو پانی پینے کی صاف اجازت دے دی۔ کربلا کے واقعات میں بھی اگر غور کیا جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ کے فرزند اور مبارک یادگار حضرت عباسؑ علمبردار نے شب ہشتم محرم کو تمام محافظانِ دریا کی موجودگی اور کامل حراست و حفاظت کے مقابلہ میں پانی کی تیس مشکیں بھر کر خیمۂ مطہر میں لے گئے اور مخالفین کو دکھلا دیا کہ جسطرح صفین کے معرکہ میں تمہاری دلیری اور مظالم کی ہم نے کوئی پرواہ نہیں کی اُسی طرح آج بھی ہم اُنہیں امور پیدا تھا دریا ہی ۔ ہر شخص یقین کر سکتا ہے کہ اگر صفین کی طرح امام حسین علیہ السلام فوجِ یزید کو شکست دے پہنچا کر دریائے فرات پر قبضہ کر لیتے ۔ تاہم اپنے مخالفین کے ساتھ ویسے ہی حسنِ سلوک قائم رکھتے جیسے آپ کے پدر عالیمقدار نے جائز رکھے تھے۔ کیونکہ ابھی ابھی

دو ہی چار روز پیشتر لشکر حر نے کی تشنگی اور قحط آب کی وجہ سے اُس کے ہمراہیوں کی پریشانی اور امام عالی مقام کی فیض رسانی اور اُن کے ہر فرد واحد کو اپنے ہمراہیوں کا تمام پانی پلا دینے کی مفصل کیفیت پہلے درج ہو چکی جس سے ہمارے بیان کی کامل تصدیق ہوتی ہے یہ تھے اہلبیت طاہرین کے محاسن اخلاق اور یہ تھے ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے مکارم اخلاق۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مرزا دبیر مرحوم

کیا سخی تھا ساقی تسنیم و کوثر کا پسر	غیر کو پانی پلایا آپ پیاسا رہ گیا

مگر افسوس کربلا کے واقعات میں اُس ظالم گروہ نے ان بزرگواروں کی نہ ہمت و جرأت پر کوئی نظر کی اور نہ اُنکی غربت و مصیبت پر کوئی توجہ۔ معاویہ نے علیؑ کے پاس تو صرف ایک ہی بار پانی لینے کی اجازت کے لئے اپنے آدمی بھیجے تھے اور مل گیا۔ اور یہاں حسینؑ نے ایک بار نہیں کئی بار۔ اپنے متعدد جاں نثاروں کو پانی کی اجازت حاصل کرنے کے لئے بھیجا اور خود بھی اتمام حجت کی غرض سے اُن سے پانی پینے کی اجازت مانگی اور اپنے مختلف خطبات میں اسکی طرف اشارہ فرمایا۔ اور متفرق طریقوں سے اُنکو پے در پے سمجھایا۔ مگر وہ سنگدل اور خدا ناترس نہیں سمجھنے والے تھے نہیں سمجھے اور نہیں سمجھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علی علیہ السلام کی ذریت پھڑک پھڑک کر پیاس کی شدت سے جان بحق تسلیم ہو گئی۔ یہ ایسے شدید ترین واقعات ہیں جنکی مثال سے دنیا کے کارنامے بالکل خالی ہیں۔ جن لوگوں نے تاریخ کی سیر کی ہے وہ دونوں واقعات کا موازنہ کر کے صحیح طور سے بتلا سکتے ہیں کہ صفین اور کربلا کے معاملات میں جانبین سے کون اسلام کے اخلاق اور ہمدردی کا عامل پایا جاتا ہے اور کس کی نسبت یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر ایسے مخصوص اور مخدوش اوقات میں اس طور سے قائم رہا ہے جو عموماً امکان انسانی سے دشوار معلوم ہوتا ہے۔

شب عاشور کے مخصوص حالات

تمام مورخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ شب عاشور کو تمام رات امام حسین علیہ السلام نے شب بیداری اور عبادت گزاری میں کاٹی اور یہ وہی رات تھی جس کی مہلت نہایت مشکل سے عمر ابن سعد نے امام عالیمقام کو دی تھی۔ علامہ ابو اسحاق اسفرائنی

ضیاء العینین فی مقتل الحسین میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام اصحاب نے یہ رات عبادت میں گزار دی۔ اُن کی تسبیح کی آوازیں ایسی آتی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کی آوازیں اڑنے کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ تمام شب کوئی قیام میں تھا اور کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں۔ ترجمہ صفحہ ۸۴۔

امام طبری بھی لکھتے ہیں کہ اس رات کو امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہلبیت و اصحاب تمام شب نماز و مناجات میں مشغول رہے۔ صلاح النشاتیین اسناد طبری صفحہ ۳۶ اور مقتل ابو مخنف میں ہے ثم فی اللیلة التاسعة من المحرم کان لاصحابه دوی کدوی النحل من الصلوٰة والتلاوة نویں محرم کی رات امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے ذکر عبادت اور تلاوت قرآن میں صرف فرمائی انکی آوازیں ایسی آتی تھیں جیسی شہد کی مکھیوں کی آوازیں۔ صواعق محرقہ اور ینابیع المودہ میں بھی یہی عبارت درج ہے۔ صاحب روضة الصفا لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین امام حسین علیہ السلام و اہلبیت و شیعہ و موالی او درشبے کہ روز آں شربت شہادت چشیدند۔ بنماز و عبادت و توبہ و انابت اشتغال نمود جلد سوم صفحہ ۸۵۔ ترجمہ اعثم کوفی میں لکھا ہے کہ امیر المؤمنین امام حسین علیہ السلام نے یہ تمام رات اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری رکوع و سجود کی مصروفیت میں مشغول رہے اور گریہ وزاری کے ساتھ اپنی بخشش و نجات کی دعائیں مانگتے تھے اس طرح آپ کے تمام بھائی بیٹے اور اہلبیت و تمام انصار و اصحاب رات بھر مصروف عبادت رہے۔ دم بھر کے لئے بھی کوئی نہ سویا۔ سب اپنی مغفرت کی دعائیں مانگتے تھے اور تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔

المختصر ان واقعات سے امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہلبیت و انصار رضوان اللہ علیہم کی عبادت گزاری اور شب بیداری کے حالات معلوم ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رات آل محمدؐ کے لئے عجیب قیامت کی رات تھی۔ ہر شخص شام سے سمجھ چکا تھا کہ صبح کو خاتمہ ہے گھر سے باہر تک عجیب اضطرار و انتشار کا عالم تھا۔ عصمت سرائیں پردہ نشینان عصمت کی حالت اور بچوں کی مرجھائی ہوئی صورت دیکھی نہیں جاتی تھی جو عالم تھا وہ یہ ہے

بچھونوں پہ بیہوش بچے پڑے تھے	حرم ہاتھ رکھ رکھ کے دم دیکھتے تھے

امام عالی مقام کو عبادت الٰہی کے ساتھ اہلبیتؑ کی دلجوئی اور تشفّی اور معصوم بچّوں کی دلداری اور تسکین کے خیال بھی دل سے لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ تاریخ طبری اور ابن واضح میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب عاشورہ میں اپنے بستر رنجوری پر تھا اور میری پھوپھی زینب خاتون علیہا السلام میری تیمارداری میں مصروف تھیں کہ میرے والد بزرگوار جناب امام حسین علیہ السلام مع چند رفقا خیمہ میں تشریف لائے اور بعض اشعار مایوسانہ کی تلاوت فرمائی۔ جن کے مفہوم کو سمجھ کر بیقرار ہوگیا۔ لیکن بمقتضائے مصلحت میں نے ضبط کیا۔ اور اپنے آنسوؤں کو لوٹا دیا۔ البتہ میری پھوپھی زینبؑ کو تاب نہ رہی۔ بے اختیار ہوکر بدحواس ہوگئیں اور اپنے برادر عالی مقدار کے پاس پہنچیں اور رو رو کر کہنے لگیں۔ واثکلاہ کاش آج ہی میری موت میرے نقش حیات کو مٹا ڈالتی۔ ہائے علیؑ۔ ہائے فاطمہؑ اور حسنؑ اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ اب میرے بھائی اُن کے جانشین اور پس ماندوں کی پناہ تم ہی باقی ہو۔ حضرت زینبؑ کے یہ کلمات سُنکر امام عالی مقام نے ان کی طرف نظر فرمائی اور کہا کہ اے بہن صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ وہ بولیں کہ اے ابا عبد اللہ۔ میری جان تم پر قربان۔ کیا تم مرگ پر آمادہ ہو۔ اب تو باوجود ضبط کے امامؑ کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آئے اور فرمایا کہ اے خواہر عزیز لو ترك القطاء لیلا لنام کیا کروں چین لینے بھی تو پاؤں۔ یہ سُنکر حضرت زینبؑ سے نہ رہا گیا۔ رو کر کہنے لگیں ہائے اب آپ کی جان عزیز اس طرح کے ستم میں ہے۔ یہ کہکر اپنا منہ پیٹ لیا۔ گریبان چاک کر ڈالا اور فرط غم سے غش کھا کر گر پڑیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اُن کے قریب آئے۔ جب وہ ہوش میں آئیں تو فرمایا کہ بہن خدا خدا کرو اور سمجھو کہ بیشک تمام اہل زمین کو موت آئیگی اور ہر چیز فنا ہونیوالی ہے۔ البلاغ المبین صفحہ ۱۶۱ باسناد طبری۔

اہلبیتؑ کو تسکین دیکر امام حسین علیہ السلام باہر تشریف لائے اور خیام اہلبیتؑ کی طرف چاروں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دو چار خالص الایمان جاں نثاروں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب خندق تیار ہوگئی تو اُسے لکڑیوں سے بھر کر اُس میں آگ جلادی گئی۔ اِس سے فراغت پاکر امام حسین علیہ السلام پھر اسی طرح خدا کی عبادت گزاری۔ گریہ وزاری اور مناجات جناب باری عزاسمہ میں مصروف ہوئے۔ مگر باینہمہ اضطرار و انتشار کے امام عالی مقام علیہ السلام کو اپنے اصحاب باوفا کی نسبت اخلاق و اشفاق کے ویسے ہی

خیال تھے اور برابر آپ یہی سوچتے تھے کہ کسی طرح ان خالص الاعتقاد جاں نثاروں کی غریب جانیں معرض ہلاکت سے بچ جائیں اور جو مصیبتیں گزرنے والی ہوں وہ ہماری ہی ایک ذات پر گزر جائیں۔ اس لئے پھر آپ نے اپنے تمام اہلبیت، اصحاب و انصار کو اپنے پاس اسی طرح جمع فرمایا جیسا اسکے قبل کئی بار اور جمع فرما چکے تھے۔ اس مرتبہ بھی ان تمام سعادتمندوں کو ترک رفاقت کی ویسی ہی اجازت دیدی بلکہ اب کی بار تو ہر شخص کو فردًا فردًا اُس کے قتل ہو اور مارے جانے سے آگاہ کر دیا۔ مگر اُن بزرگواروں کی راسخ الاعتقادی اور کامل الایمانی لوکشف الغطاء ماازددت یقیناً کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ اپنے قتل ہونے کی خبر بھی پاکر کسی طرح متردد نہ ہوئے۔ بلکہ اسی طرح اپنے خلوص اور اپنی عقیدت پر کمال استقلال سے قائم رہے۔ چنانچہ ابو حمزہ ثمالی جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

قال علیہ السّلام لماکان الیوم الّذی استشہد فیہ ابی اجمع اہلہ واصحابہ فی لیلۃ ذٰلک الیوم فقال لہم یا اہلی وشیعتی اتخذوا ہٰذا اللیل جملکم فانجوا بانفسکم فلیس مطلوب غیری ولو قتلونی ما فکروا فی غیری فانجوا رحمکم اللہ فانّہم فی حل وسعۃ من بیعتی وعہدی الّذی عاہدتمونی۔

سیّد الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شب عاشور کو جناب امام حسین علیہ السلام میرے پدر بزرگوار نے اپنے تمام اعوان و انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی سواری کے ناقوں کو تیار کرو اور اس تہلکہ سے اپنی جانیں بچالو۔ کیونکہ اس قوم شقاوت پیشہ کو سوائے میرے اور کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ جب یہ مجھکو قتل کر لینگے تو تمہاری طرف خیال بھی نہ کرینگے۔ پس تم لوگ اپنے لئے راہیں اختیار کرلو۔ اور میں اپنی بیعت کا بار تمہاری گردنو سے اُٹھائے لیتا ہوں۔ اور تمہارے اُن عہد و پیمان کو جو تم نے نہایت مضبوطی سے میرے ساتھ کئے تھے واپس لئے لیتا ہوں۔

امام عالیمقام کے یہ کلام سُنکر تمام جاں نثاروں نے ایک زبان ہو کر یہی کہا کہ اے سیّد و مولا ہمارے قسم خدا کی ہم کبھی آپ کے دامن کو نہ چھوڑیں گے کہ دوسروں کو ہمپر یہ کہنے کا موقعہ ملے کہ ان لوگوں نے اپنے امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اپنے ان افعال کے لئے ہم خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے۔ اور اُس کے سامنے کیا مُنہ دکھلائینگے۔ قسم خدا کی

آج ہم سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم سب آپ کی رفاقت میں اپنی جان دے دیں۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم مارے جائیں گے۔ اور تم سب بھی ہمارے ساتھ مارے جاؤ گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ یہ سنکر اُن سعادتمندوں نے جواب دیا کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ وہ ہم سب کو آپ کی نصرت و حمایت کے صلے میں شہادت کے منصب جلیلہ پر فائز فرمائے گا۔ اور اے آقا ہمارے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اتنی بڑی سعادت کے حصول پر دلشاد اور مطمئن نہ ہوں۔

خالص جاں نثاروں کی ایسی پر جوش تقریر سنکر امام عالی مقام نے جبیاختہ فرمایا کہ جزاکم اللہ خیرًا و دعا ہم بخیر۔ اسی تقریر کے سلسلہ میں جناب قاسم ابن حسن علیہما السلام نے اپنے عم بزرگوار کی خدمت میں عرض کی فانا فیمن یقتل فاشفق علیہ فقال لہ یا بنیّ کیف الموت عندک قال یا عمّ احلی من العسل فقال ای واللہ فداک عمّک انّک احد من یقتل من الرّجال معی بعد ان تبلی ببلاءٍ عظیم و ابنی عبداللہ فقال یا عم ویصلون الی النساء حتیٰ یقتل عبداللہ وھو رضیع فقال فداک عمّک یقتل عبداللہ اذا جفت روحہ عطشا و صرت الی خیمتنا فطلبت ماءً ولبنا فلا اجد قط اقول اناولونی ابنی لا شربوا من فی فیاتونی بہ فیضعونہ علی یدی فاحملہ لادینہ فی فیرمیہ فاسق لعنۃ اللہ بسہم فینحرہ وھو یناغی فیفیض دمہ فی کفی فارفعہ الی السماء واقول اللھم صبرا واحتسابا فیک فتعجلنی الاسنۃ منہم فی امو رفات فی الدنیا فیکون ما یرید اللہ فبکی و بکینا وارتفع البکاء والصراخ من ذراد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الخیم ویسئلہ زھیر ابن القین وحبیب ابن مظاھر من علی فیقولون یا سیدنا فسیدنا علیؑ فیشیرون الی ماذا یکون من حالہ فیقول مستعبرا ماکان اللہ لیقطع نسلی من الدنیا فکیف یصلون وھو ابو ثمانیہ ائمۃ حضرت قاسم ابن حسن علیہما السلام نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کی آیا میں بھی انہی مرنے والوں میں ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ اے جان عم۔ موت تمہارے نزدیک کیسی ہے۔ عرض کی کہ شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جان عم

تو بھی اس بلائے عظیم میں مبتلا ہونے والا ہے اور کشتگان راہ خدا میں تو بھی شامل ہے۔
تو بھی مارا جائیگا اور میرا پسر شیر خوار عبد اللہ بھی قتل ہوگا۔ حضرت قاسم نے استعجاباً استفسار
فرمایا کہ یہ لشکر عورتوں پر چڑھ آئیگا تب تو عبد اللہ کو قتل کریگا۔ امام حسین علیہ السلام نے
فرمایا کہ تیرے چچا کی جان تجھ پر نثار ہو عبد اللہ کو یہ فرقہ ستمگار اُس وقت قتل کریگا جب
یہ بچہ پیاس کی وجہ سے اپنی موت کے قریب پہنچیگا اور میں تمام خیموں میں اس کے لئے
پانی اور دودھ تلاش کرونگا مگر کہیں کوئی چیز نہ پاؤنگا۔ پس میں کہونگا کہ میرے بچے کو مجھے
دے دو تاکہ میں اسکو اپنے لعاب دہن سے سیراب کر دوں۔ جب لوگ اُس کو
میرے پاس لائیں گے اور میں چاہونگا کہ اُس کے مُنہ پر اپنا مُنہ رکھدوں ایک خدا ناترس
اُس کو تیر سے قتل کر ڈالیگا۔ یکایک میرے ہاتھ اُس کے خون سے بھر جائیں گے
پس میں اپنے خدا کی درگاہ میں یہ عرض کرونگا کہ پروردگارا اس وقت تو میں ان بلاؤں پر
صابر ہوں اور اس کا حساب تجھی سے چاہتا ہوں۔ پس اسکے بعد وہ گروہ اشقیا سب
مجھ پر ایک بار گی حملہ کرینگے اور یہ خندق جو خیمہ کی پشت پر کھدی ہوئی ہے اس میں
آگ کے شعلے روشن ہونگے۔ اور میں ایسے وقت میں جو میرے لئے دنیا کے تمام
اوقات سے زیادہ تلخ تر ہوگا۔ اُن پر حملہ کرونگا۔ کیونکہ مشیت ایسی ہی جاری ہوئی ہے۔ امام
زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میرے پدر بزرگوار کا سلسلۂ کلام یہانتک پہنچا
تو زہیر ابن القین اور حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہم نے میری نسبت استفسار کیا کہ آیا
سید سجاد علیہ السلام بھی شریک ہونگے اور یہ بھی شہید ہونگے۔ امام حسین علیہ السلام
آنکھوں میں آنسو بھر کر بولے کہ خدا سبحانہ تعالےٰ میرے رشتۂ حیات کو منقطع کریگا
مگر میری نسل نہیں قطع ہوگی۔ اور وہ کیونکر ان کے قتل پر قادر ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کی
مبارک نسل میں آٹھ ائمہ پیدا ہونگے۔ یہ فرما کر پھر آپ نے باقی ماندہ خطبہ کو ذیل کے
مضامین پر تمام فرمایا۔ وہو ہذا۔

فقال لھم فان کنتم قد وطنتم انفسکم علی ما وطنت نفسی علیہ
فاعلموا ان اللہ تعالیٰ انما یھب المنازل الشریفۃ لعبادہ باحتمال المکان
وان اللہ تعالیٰ ان کان خصنی من مضی من اھلی الذین انا اخرھم بقاءً فی الدنیا
من الکرامات بما یسھل علی معھا احتمال المکروھات فان لکم شطر ذالک

من کرامات اللہ تعالیٰ واعلموا ان الدّنیا مرّھا وحلوّھا حلم والانتباہ فی الآخرۃ والفائز من فاز فیھا والشقی من شقی فیھا۔

تم نے بھی انہی امور کی نسبت اپنی کمر باندھی ہے جن امور پر میں آمادہ ہوں۔ یقین کر لو کہ خداوند عالم اپنے اُن مخصوص بندوں کو جو اظہار حوادثات اور وقوع بلیات پر صبر و شکر سے کام لیتے ہیں مدارج جلیلہ اور مناصب رفیعہ عطا فرماتا ہے اور اگر خداوند تعالےٰ تم کو تمہارے اُن بزرگواروں کے ساتھ جو گزر گئے اور جن کی یادگار میں موجود ہوں۔ مجھ کو حیات دنیا ہی میں بقا بھی عنایت فرمائے تو مجھ کو یقین ہے کہ وہ ان مکروہات کا تحمّل بھی مجھ کو اپنی عنایات سے ضرور عطا فرمائیگا۔ اور مجھ کو بھی اُن نعمتوں میں ضرور حصّہ ملیگا۔ یقین کر لو کہ یہ حیات دنیاوی خواب کی مثال ہے اور آخرت۔ بیداری اور بقائے جاودانی کے ایسی ہے۔ جو شخص عاقبت کے دن چھوٹ گیا وہ ہمیشہ کے لئے نجات پا گیا اور جو آخرت کے روز شقی ثابت ہو گیا وہ پھر ہمیشہ شقی رہا۔

امام عالی مقام کی اس تقریر سے اُن جاں نثاروں کے خلوص و عقیدت میں اور استقلال پیدا ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام اعوان و انصار نے یہ تمام رات رکوع و سجود۔ گریہ و زاری اور عبادت گزاری میں کاٹی اور تمام حضرات تسبیح و تہلیل اور وعظ و نصائح میں مصروف رہے۔ ع۔

صبح عاشور محرّم تھی قیامت کی سحر

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صبح عاشور کا سپیدہ جس وقت افق مشرقی پر ظاہر ہوا تو امام حسینؑ نے نماز فجر پڑھکر درگاہ رب العزت میں یہ مناجات فرمائی۔

اللّھمّ انت ثقتی فی کلّ کرب و رجائی فی کلّ شدّۃ وانت ولیّ کلّ امر نزل بی ثقۃ وعدّۃ وکم من کرب یضعف عنہ الفواد وتقل فیہ الحیلۃ وتخذل فیہ الصدایق و یشمت بہ العدو وانزلتہ بک وشکوتہ الیک رغبۃ منیّ الیک عمّن سواک ففرجتہ وکشفتہ فانت ولی کلّ نعمۃ وصاحب کلّ حسنۃ ومنتھی کلّ رغبۃ۔

اے پروردگار میں تمام رنج و آلام میں تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں اور ہر شدّت و جانکاہی میں تو ہماری امید ہے اُن تمام حادثات میں جو مجھ پر واقع ہوں۔ کیونکہ بہت سی دنیا کی مکروہات ایسی ہیں جو دلوں کو کاہش میں ڈال دیتی ہیں اور ان میں اختیار کی کوئی بات

نہیں رہتی اور ہاتھ ملتا ہی ہوتا ہے۔ اور دشمن کو پوری شماتت کا موقع ہاتھ لگتا ہے۔ تو میرے لئے جائے امن ہے اور مقام پناہ۔ اور میں اُن تمام امور مصائب کی شکایت تیرے ہی پاس لایا ہوں اور سوائے تیرے اور کسی سے نہیں کہتا ہوں۔ پس تو ہی مجھے ان بلاؤں میں اطمینان عنایت فرمائیگا۔ اور ان آفات میں مجھکو ثابت قدم رکھیگا۔ اجرائے مطالب اور انجاح مقاصد کا مالک تو ہی ہے۔

صبح عاشورہ قیامت کا نمونہ تھی۔ جس اندوہ و مصیبت میں امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ہمراہی گرفتار تھے وہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ مسلمانوں ہی پر منحصر نہیں۔ غیر مذہب والے بھی کافی طور سے واقف ہوکر ان واقعات سے آج تک متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ آٹھویں تاریخ کی صبح سے امام حسین علیہ السلام کے خیام میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ بوڑھے۔ جوان اور بچوں کے دل شدت عطش سے کباب ہو رہے تھے۔ اور کوئی بھی اُن کا پرسان حال نہیں تھا۔ قیامت تو یہ تھی کہ دریائے فرات آنکھوں کے سامنے لہریں مار رہا تھا مگر ان کی بے بسی اور مجبوری کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ وہ تین دن کے پیاسے اُس سے ایک قطرہ بھی نہیں لے سکتے تھے۔ ہمارے معزز ہمعصر صاحب البلاء المبین نے اس قیامت خیز عالم کی مختصر مگر سچی تصویر کھینچی ہے جو ذیل کی عبارت سے ظاہر ہوگی۔

آہ وہ ریگستانی میدان وہ آفتاب کی گرمی۔ وہ بلا کی دھوپ اور پانی کا بند ہونا۔ گویا کربلا کا میدان عرصۂ محشر کا نمونہ تھا۔ بلکہ اُس سے زیادہ ہولناک۔ کیونکہ قیامت کے دن لوگ جس کی بدولت سایۂ رحمت کے امیدوار ہونگے اور جس کے تصدق میں ساقی کوثر سے پانی پئیں گے وہ خود کربلا کی تابستانی مصیبت اور پیاس کی شدت اُٹھا رہا تھا۔ اور اہلبیت رسالت کا ہر چھوٹا بڑا تشنگی سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ خیمۂ مبارک میں ہر سمت العطش العطش کے نعرے بلند تھے۔ لوگ اشاروں سے مطلب اور تیمم سے نماز ادا کرتے تھے۔ عابد بیمار اور اصغر شیر خوار کی بیتابانہ حالت کسی سے دیکھی نہیں جاتی تھی عورتوں اور بچوں کا حال پر ملال دیکھکر امام حسین علیہ السلام کو نہ اپنی فکر تھی اور نہ اپنی مصیبت کا خیال تھا۔ بلاء المبین صفحہ ۶۰۔

تحریر مصائب سے قطع نظر کرکے ہم اب اصل واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

ہم لکھ چکے ہیں کہ خیمہ مطہر کے گرد جو خندق کھدی تھی اُس میں آگ جلا دی گئی تھی اِس خیال سے کہ گروہ اشقیا فرصت پا کر مخدّرات عصمت سے کوئی مزاحمت نہ کر سکے۔ ابھی لشکر شام میں کامل طور پر صف بندی بھی نہیں ہوئی تھی کہ گروہ اشقیا سے ابن جویریہ آگے بڑھا اور خیام مقدس کے چاروں سے طرف آگ کے شعلے بلند دیکھکر اپنا گھوڑا اچھیلتا ہوا اُس خندق کے قریب پہنچ گیا۔ اور کھڑے ہو کر آواز بلند پکار کر کہنے لگا یا حسینؑ ویا اصحاب حسینؑ ابشر وابالنار فقد تعجلتموها فی النار (خاک بدہن او باد) اے حسین علیہ السلام واے اصحابؓ حسین میں تم کو نار دوزخ کی بشارت دیتا ہوں لیکن تمنے دنیا ہی میں اسے اختیار کرکے بہت جلدی کی۔ آپ نے اُس دریدہ دہن کی گستاخانہ تقریر کے جواب میں فرمایا اتعبّدنی بالنار وانا قادم علی رب کریم تو مجھ کو آگ سے تعبیر کرتا ہے اور حالانکہ میں تو اپنے رب کریم کی طرف جارہا ہوں۔ یہ فرماکر آپ نے درگاہ رب العزت میں اس طرح دعا فرمائی اللّٰھم اذقہ عذاب النّار فی الدّنیا پروردگارا دنیا ہی میں تو اس کو عذاب نار عنایت کر۔ اِسی اثنا میں اُس کا گھوڑا بگڑا کہ یہ اُس کی پشت زین سے زمین پر آ رہا۔ اس کا پاؤں رکاب سے اُلجھا۔ گھوڑا اپنی رَو میں اُس کو زمین پر گھسیٹتا ہوا خندق کے کنارے پر لایا جس میں آگ دہک رہی تھی۔ وہ ملعون اُسی آگ میں گر کر فی النّار کا مصداق ہو گیا۔ تاریخ طبری فارسی جلد چہارم صفحہ ۶۲۹ مطبوعہ لکھنؤ اور تاریخ فتوحات اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۷۰

تاریخ روضۃ الصّفا اور ناسخ التواریخ میں جویریہ کی طرح اور اشقیا کی تقریریں بھی لکھی ہیں اور ان میں تمیم اور محمد ابن اشعث اور شمر ذی الجوشن کے نام خصوصیت کے ساتھ لکھے ہیں صاحب روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ اِن بیدینوں کی تقریریں اور خصوصًا شمر ذی الجوشن کی بیہودہ کلامیاں سُنکر مسلم ابن عوسجہؓ کا خلوص اور جوش عقیدت اپنے آپ میں نہ رہا۔ امامؑ کی خدمت میں عرض کی حکم ہو تو اس ملعون کو اپنے تیر سے ابھی ابھی پارہ پارہ کر دوں کہ پھر اِس بدبخت کو آپ کی خدمت میں آیندہ گستاخیوں کا یارا نہ رہے۔ امام عالی مقام نے جواب دیا لا ترمہ فانی اکرہ ان ابدأھم بقتال اُس کو تیر نہ مارو۔ میں اپنی طرف سے لڑائی شروع کرنے کو مکروہ جانتا ہوں۔

جنگ کربلا کا آغاز

جانبین سے مقابلہ کی تیاری ہوئی۔ رسالہ صلاح النشاتین کے معتبر مولف تاریخ کبیر طبری کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ دسویں محرم جمعہ کے دن قبل زوال سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ عمر سعد نے فوج کی یوں ترتیب کی کہ اپنے لشکر کا علم اپنے غلام ورید کو دیا اور میمنۂ فوج پر عمر ابن حجاج کو میسرۂ لشکر پر عروہ ابن قیس کو اور فوج پیادہ پر شبیث ابن ربعی کو اور سواروں پر خولی اصبحی کو امیر مقرر کیا۔

ادھر امام حسین علیہ السلام نے اپنے مجموع بہتر اعوان و انصار کی جماعت کو یوں آراستہ فرمایا کہ علم فوج اپنے چھوٹے بھائی جناب عباس علیہ السلام کو سپرد کیا۔ میمنہ پر زہیر ابن القین رضؓ کو اور میسرۂ لشکر پر حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کو امیر مقرر فرمایا ان مجاہدوں کی صفیں خیمہ ہائے مبارک کے سامنے تھیں اور ان کے پیچھے خندق تھی جس میں حفاظت کے خیال سے آگ روشن کر دی گئی تھی۔ تاکہ جنگ ایک سمت رہے۔ صفوں کو ترتیب دینے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور پھر ناقہ پر سوار ہو کر لشکر عمر کی طرف تشریف لے گئے۔ صلاح النشاتین صفحہ ۲۴۔

ناسخ التواریخ میں جلاء العیون کے اسناد سے لکھا ہے کہ بریر ابن خضیر ہمدانی آگے بڑھ کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو میں ایک بار پھر ان اشقیا کو وعظ و نصیحت کر لوں۔ ارشاد ہوا جاؤ۔ بریرؓ اپنے مقام سے بڑھ کر اور عمر سعد کی فوج کو مخاطب کر کے بآواز بلند کہنے لگے یا معشر الناس ان اللہ عزّوجل بعث محمدًا صلّی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم بالحق بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ سراجا منیرا وھٰذا الماء الفرات تلغ فیہ خنازیر السّواد وکلابھا وقد حیل بینہ وبین ابنہ اے گروہ مردمان خدائے تبارک و تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہاری طرف عہدۂ رسالت پر فائز فرما کر بھیجا کہ وہ تم کو اعمال حسنہ کے صلہ میں بہشت عنبر سرشت کی بشارت پہنچا دیں۔ اور تمہارے اعمال قبیحہ کی پاداش میں صعوبات جہنم سے ڈرائیں وہ حضرت مثل آفتاب عالمتاب کے چمکنے والے اور خدا کی طرف تم لوگوں کے بلانے والے ہیں۔ دیکھو یہ آب فرات ہے کہ جس سے سؤر اور کتے تک کا فروں کے

سیراب ہو رہے ہیں اور تم لوگ اہلبیت محمدؐ کو اس میں سے ایک قطرہ نہیں دیتے اور اُنکے اور اس نہر کے درمیان حائل ہو گئے ہو۔

بریرؓ کی یہ تقریر سُنکر اُن بے شرموں نے جواب دیا فواللہ لیعطش الحسین کما عطش من کان قبلہ قسم خدا کی حسینؑ بھی ویسے ہی پیاسے رکھے جائینگے جس طرح وہ پیاسا رکھا گیا جو اُن سے قبل تھا۔ ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۴۹۔

بہرکیف بریرؓ کی تقریر کچھ بھی اثر پذیر نہیں ہوئی تو اب امام حسین علیہ السلام بالنفس النفیس ان بے دینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بآواز بلند ارشاد فرمایا۔

میدان جنگ میں امام کا پہلا خطبہ۔ وہ خطبہ مبارک یہ ہے۔ ایہا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلونی حتّٰی اعظکم بما الحق لکم علی حتی اعتذر الیکم ومن مقدمی علیکم فان قبلتم عذری وصدقتم قولی واعطیتمونی النصف کنتم بذالک اسعد ولم یکن لکم علی سبیل وان لم تقبلوا منّی العذر ولم تعطوا النّصف من انفسکم فاجمعوا امرکم وشرکائکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون انّ ولی اللہ الّذی نزل الکتاب وھو یتولی الصّلحین اما بعد فانسبونی فانظروا من انا ثم ارجعوا الی انفسکم وعاینتوھا فانظروا اھل یحل لکم قتلی وانتہاک حرمتی الست ابن بنت نبیّکم صلّی اللہ علیہ والہ وابن وصیّہ وابن عمّہ واوّل المؤمنین باللہ والمصداق لرسولہ بما جاء بہ من عند ربّہ اولیس حمزۃ سیّد الشہداء عمّ ابی اولیس جعفر الشہید الطیّار ذوالجناحین عمی اولم یبلغکم قول مستفیض فیکم ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم قال لی ولاخی ھٰذان سیّدا شباب اھل الجنّۃ۔

ایہا النّاس میری بات سُنو اور میرے قتل میں جلدی نہ کرو۔ تاکہ میں حق نصیحت سے جو مجھ پر واجب ہے ادا ہو جاؤں اور اپنے یہاں آنے کے عذرات یعنی وجوہات تم سے بیان کروں۔ اگر تم نے میرے جواب قبول کئے اور میرے قول کی تصدیق کی اور میرے معاملہ میں داد انصاف دی تو تم اس کے سبب سے نیک ہو جاؤ گے اور مجھ پر ظلم کرنے کی راہ نہ پاؤ گے۔ اور اگر تم نے میرے جوابات کو نہ قبول کیا اور طریق انصاف نہ اختیار کیا تو تم اپنے کام کو درست اور اپنے شرکاء کو جمع کرو تاکہ تم پر تمہارا ... م

اور اُس کی حقیقت پوشیدہ نہ رہ جاوے اور پھر جو تم کو میرے ساتھ کرنا ہو کر و اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ میرا ولی وہ خدا ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور جو صالحین کو دوست رکھتا ہے اتنا کہکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اتنی دیر تک اور انتظار کیا کہ عمر سعد کی فوج کے لوگ ایک جا جمع ہو کر مخاطب ہو جائیں جب وہ جمع ہو گئے تو پھر آپ نے سلسلۂ بیان کو یوں شروع فرمایا کہ ایہا الناس۔ اے گروہ کوفہ و شام۔ تم لوگ میرے حسب و نسب پر لحاظ کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں بعدہ اپنے دل میں غور کرو اور اپنے نفوس کو ملامت کرو اور چشم انصاف سے دیکھو کہ آیا مجھے قتل کرنا اور میری ہتک حرمت کرنا تمہیں حلال ہے۔ کیا میں تمہارے نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر کا فرزند نہیں ہوں اور کیا میں رسول کے اُس وصی کا فرزند نہیں ہوں جو آنحضرت صلعم کا ابن عم تھا اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس امر کی تصدیق کی جسے وہ خدا کی طرف سے لائے تھے۔ کیا حمزہؑ سیدالشہدا میرے باپ کے چچا نہیں ہیں۔ اور شہید ذوالجناحین جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں۔ اور کیا یہ قول رسول جو بطور خبر مستفیض کے ہے ہم تک نہیں پہنچا۔ یہ دونوں سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے۔

ایک امام طبری پر موقوف نہیں اس پر تمام اسلامی مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا موجودہ خطبہ یہاں تک پہنچا تھا کہ سامعین پر کچھ ایسا عالم طاری ہوا کہ موافقین اور مخالفین غرض تمامی حاضرین رو دئے۔ اور حضرت کی بہنیں اور بیٹیاں تو ایسے نوحہ جگر خراش سے روئیں کہ امام عالیمقام نے بیتاب ہو کر جناب عباس علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ بھائی خیمہ میں جاکر عورتوں کو سمجھا دو۔ فلما سکتن حمد اللہ واثنی علیہ وذکر اللہ بما ھو اھلہ وصلّی اللہ علی محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ملئکتہ وانبیائہ فذکر فان صدّقتمونی بما اقول وھوالحقّ واللہ ما تعمّدت کذبا منذ علمت انّ اللہ یمقت علیہ اھلہ وان کذّبتمونی فان فیکم من ان سالتموہ عن ذٰلک اخبرکم اسئلوا جابرابن عبداللہ الانصاری وابا سعید الخدری وسھل ابن سعد وزید ابن ارقم وانس ابن مالک یخبروکم انھم سمعوا ھذہ المقالۃ من رسول اللہ لی ولاخی اما فی ھٰذا حاجز لکم عن سفک دمی۔

جب مخدرات سراپردۂ عصمت خاموش ہوگئیں تو امام حسین علیہ السّلام نے حمد و ثنائے رب العزت اس طرح ادا کی کہ شایان شان جناب کبریا تھی۔ اور حضرت خاتم النبیین اور ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین پر درود بھیجا۔ پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان کو قائم رکھنے کی ضرورت سے حدیث سیّدا شباب اہل الجنۃ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر اس حدیث کے بیان کرنے میں تم مجھکو سچّا سمجھتے ہو تو بیشک تم نے ادراک حق کیا۔ کیونکہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور میں جانتا ہوں کہ خدا جھوٹ بولنے والوں کو دشمن رکھتا ہے۔ اور اگر تم اِس حدیث کے بیان کرنے میں مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو ابھی تم ہی لوگوں میں بہت سے ایسے لوگ زندہ ہیں جو میری راست بیانی کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ بس تم لوگ جابر ابن عبداللہ الانصاری۔ ابوسعید خدری۔ سہل ابن سعد ساعدی۔ زید ابن ارقم اور انس ابن مالک سے پوچھ لو۔ وہ تم لوگوں کو بتلا دیں گے کہ اُن لوگوں نے یہ حدیث جناب رسالتمآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبانی میرے اور میرے بھائی کے حق میں سُنی ہے یا نہیں؟ جب امام حسین علیہ السّلام کا سلسلۂ ارشاد یہاں تک پہنچا تو شمر ذی الجوشن قطع سخن کرکے یکایک بول اُٹھا انا اعبد اللہ علی حرف ان کنت ادری ماتقول یعنی میں خدا کی خلاف عبادت کروں اگر میں اس وقت تک یہ بھی سمجھا ہوں کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

امام عالی مقام نے تو اُس مایۂ ضلالت کا کچھ جواب نہ دیا مگر حبیب ابن مظاہر نے کلّہ بکلّہ اُس کو ان الفاظ میں جواب دیا واللہ انی لا ریک تعبد اللہ علی سبعین حرفا وانا اشھد انک صادق ماتدری مایقول قد طبع اللہ علی قلبک اے شمر تو خدا کی ہزار شکوک اور وسواس کے ساتھ عبادت کرتا ہے اور میں خود تیری اس راست گفتاری کا شاہد ہوں جیسا کہ تو نے بیان کیا کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی باتوں کو مطلق نہ سمجھا۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ تو اِن کی باتوں کو مطلق نہیں سمجھ سکتا۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ نے تیرے قلب پر جہالت و ضلالت کی مُہر لگا دی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے موجودہ نزاع لفظی سے قطع نظر فرما کر پھر اپنا سلسلۂ کلام آغاز کیا۔ قال لھم فان کنتم فی شک من ھذا افتشکون انی ابن بنت نبیکم فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیری فیکم ولا فی غیرکم ویحکم انطلبونی

بقتیل منکم قتلتم اومال لکم استھلکتہ وبقصاص من جراحۃ فاخذ و لایکلمونہ فنادی یاشیث ابن ربعی یا حجار ابن الحرّ و یا قیس ابن الاشعث و یا یزید ابن الحارث المر نکتبوا الی قد اینعت الثمار واخضرت الجنان وانّما تقدم علی جند لک مجنّد۔

اگر تم لوگوں کو میرے اس کلام میں شک ہے تو کیا میرے اس دعوے میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے پیغمبر کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ اور قسم خدا کی پورب سے لیکر پچھم تک تمہارے رسول کا بیٹا۔ تم میں یا تمہارے سوا اور لوگوں میں۔ سوا ہمارے اور کوئی نہیں ہے افسوس ہے تم پر کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے تمہارے کسی شخص کو مارا ہے جس کے خون کا بدلہ اس وقت تم مجھ سے لینا چاہتے ہو یا میں نے تم لوگوں میں سے کسی کو زخمی کیا ہے یا کسی طرح کا اور آزار پہنچایا ہے جس کے لیئے تم اس وقت مجھسے قصاص کے طلبگار ہو؟

اتنا ارشاد فرماکر آپ رُک گئے اور تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے کہ گروہ اشقیا میں سے شاید کوئی ان کو جواب دے مگر اُن میں سے کسی ایک نے بھی ان کے کلام صداقت التیام کا جواب نہ دیا۔ تب آپ نے باآواز بلند پکارا کہ اے شبث ابن ربعی۔ اے حجار ابن الحر۔ اے قیس ابن اشعث۔ اے یزید ابن الحارث آیا وہ لوگ تم ہی نہیں ہو جنھوں نے مجھ کو متواتر ان لفظوں میں خط لکھ لکھکر بلوایا کہ ہمارے درختوں میں میوے لگے ہیں اور ہمارے نخلستان سر سبز و شاداب ہوگئے ہیں آپ بعجلت تمام ہمارے پاس تشریف لائیے ہم لوگوں نے لشکر تیار کر رکھے ہیں۔ سب تو خاموش رہے مگر شبث ابن ربعی نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ فی الحال آپ کو اپنے ابن عم یزید ابن معاویہ کی دعوت قبول کرنی ہوگی۔ اور وہ آپ کے ساتھ برفق و مُدارا پیش آئیگا۔

اس کی تقریر کے جواب میں امام عالی مقام نے جواب دیا لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افرّ لکم فرار العبید ثم نادی یا عباد اللہ انی عذت بربی و ربکم ان ترجمون واعوذ بربی و ربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب قسم خدا کی میں ان تمام ذلتوں کے ساتھ اپنا ہاتھ کسی کے ہاتھ پر نہ دھرونگا اور نہ تمہارے سامنے سے بھاگ جانے کا عار گوارا کرونگا۔ میں تمہارے اور اپنے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم کو ناپدید کرے اور میں اپنے خدا کی طرف سے ایسے لوگوں سے پناہ

لے جاتا ہوں جو اپنے غرور کی وجہ سے روز قیامت پر یقین نہیں رکھتے۔ اتنا فرما کر آپ نے پھر **عقبہ ابن سمعان** کو بلایا اور اُسکو ناقہ کی مہار دیکر آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں **مرتجز** تھا۔ مگر عام طور سے **ذوالجناح** مشہور ہے۔ اس کے بعد امام عالی مقام اپنے چند اصحاب باوفا کے ساتھ عمر سعد کے لشکر کے اور قریب آگئے تو **بریر ابن خضیر**رضؓ ہمدانی نے آگے بڑھکر مخصوص اہل کوفہ کو مخاطب کرکے باآواز بلند پکارا اور کہا یقوم اتقوا اللّٰہ فان ثقل محمدؐ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم قد اصبح بین اظہرکم ھؤلاء ذریّتہ وعترتہ ونباتہ وحرمہ فھا نوا ما عندکم وما الّذی یریدون ان تصنعوا بھم اے قوم خدا سے ڈرو اور اپنے پیغمبر صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیّت یاد کرو کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ انّی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی وہ ثقل محمد صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یہی ہے جو تمہارے سامنے موجود ہے اور اُس کے ہمراہی اُس کے لڑکے۔ لڑکیاں۔ عترت اور اُس کے حرم محترم میں اب تم کھُل کھُل کر بیان کرو کہ ایسے لوگوں کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے اور تم ان لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو افلا تقتلون منھم ان یرجعوا الی المکان الّذی جاء منہ ویلکم یا اہل الکوفۃ انسیتم کتبکم وعھودکم التی اعطیتموھا واشھدتم اللّٰہ علیھا ویلکم ادعوتم اذ عرفتم اھل البیت نبیکم وزعمتم انکم تقتلون انفسکم دونھم حتیّٰ اذا اتوکم اسلمتموھم الی ابن زیاد ومنعتموھم عن ماء الفرات بئس ما خلفتم نبیّکم فی ذرّیّتہ مالکم لا سقاکم اللّٰہ یوم القیمۃ۔

آیا تم لوگوں کو منظور نہیں ہے کہ یہ جماعت وہاں لوٹ جائے جہاں سے آئی ہے کیونکہ اے اہل کوفہ کیا تم نے اپنے لکھے ہوئے خطوں اور وعدوں کو جس پر تم نے خدا کو درمیان دیا تھا اور جس میں تم نے واضح طور پر یہ لکھا کہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ تمہارے پاس آئیں۔ اور تم اُن کی نصرت ومتابعت میں اپنی جانیں نثار کروگے۔ بالکل فراموش کر دیا۔ اب جب وہ لوگ تمہارے پاس آئے تو تم اُن لوگوں کو ابن زیاد کے حوالے کئے دیتے ہو۔ اور فرات کے پانی کو اُن پر بند کئے بیٹھے ہو۔ واقعی تم اپنے پیغمبرؐ کے بدترین اخلاف سے ہو کہ اُس کی ذریت طاہرہ کے ساتھ ایسے سلوک قائم رکھتے ہو۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ

بروز قیامت تم کو کبھی سیراب نہ فرمائے کہ بد ترین قوم دنیا سے تم لوگ ہو۔
بریرؓ کے یہ کلام سُنکر گروہ اشقیا نے پھر وہی اپنا معمولی جواب دیا کہ ہم نہیں سمجھتے تم کیا کہتے ہو۔ بریرؓ نے کہا الحمد للّٰہ الّذی یزاد نی فیکم بصیرۃ اللّٰھمّ انی ابرء الیک من افعال ھؤلاء القوم اللّٰھمّ الق باسھم بینھم حتّی یلقوک وانت علیہم غضبان
اُس خدائے سبحانہ تعالےٰ کا شکر ہے جس نے بمقابلہ تم لوگوں کے مجھ کو دیدۂ بصیرت عطا فرمایا۔ اے پروردگار میں اس قوم کے افعال سے بالکل بیزار ہوں۔ اے پروردگار اس جماعت شقاوت اثر کی حالتوں میں نقصان و ضرر پہنچا کہ یہ ایسی حالتوں میں تجھ سے ملاقات کریں کہ تو ان پر غضبناک ہو۔
یہ کلام سُنکر کوفیوں نے بریرؓ پر تیر چلائے۔ بریرؓ امام حسین علیہ السلام کے پاس چلے آئے اگرچہ صفوف مخالفین کے تیر آتے ملاحظہ فرمائے مگر وہ ہادی برحق اپنی جگہ سے نہ ہٹا بلکہ کوفیوں کے تیر اندازوں کے سامنے پھر اس خطبہ کا آغاز فرمایا۔
امام عالیمقام کا دوسرا خطبہ انشدکم ھل تعرفونی قالوا نعم انت ابن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم وسبطیہ قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون ان امّی فاطمۃ بنت محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم قالوا نعم انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون ان ابی علیؑ ابن ابیطالب قالوا نعم قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ جدتی خدیجۃ بنت خویلد اوّل نساء ھذہ الامّۃ قالوا اللّٰھمّ نعم انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ حمزۃ سیّد الشھداء عم ابی قالوا اللّٰھمّ نعم انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ جعفر الطّیار فی الجنّۃ عمّی قالوا اللّٰھم نعم قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ ھذا سیف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم وانا منقلدۃ قالوا اللّٰھمّ نعم قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ ھذہ عمامۃ رسول صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم انا لبسھا قالوا اللّٰھمّ نعم قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ علیّاً کان اوّلھم اسلاما واعلمھم علما واعظمھم حلما وانّہ ولی کلّ مومن ومومنۃ قالوا اللّٰھمّ نعم فبم تستحلون دمی وابی المذائد عن الحوض غدا یذود عنہ رجالا کما یذاد البعیر الصادر عن الماء ولواء الحمد فی یدیہ الی یوم القیٰمۃ قالوا قد علمنا ذٰلک کلّہ ونحن غیر تارکیک حتی یذوق الموت عطشا

یعنی میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں آیا تم مجھ کو پہچانتے ہو۔ سب نے کہا ہم کیونکر آپ کو نہ پہچانیں گے آپ ہمارے رسول کے فرزند ہیں اور نواسے۔ امام نے فرمایا تم کو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہؑ بنت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ سب نے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام میرے باپ ہیں۔ سب نے کہا ہاں۔ امامؑ نے کہا تم کو قسم خدا کی تم جانتے ہو کہ جناب خدیجہؑ بنت خویلد میری دادی ہیں جو اس امّت کی پہلی عورت ہیں۔ سب نے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تم کو قسم خدا کی تم جانتے ہو کہ حمزہؑ سیّد الشہدا میرے باپ کے چچا تھے۔ سب نے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا۔ تم کو قسم خدا کی تم جانتے ہو کہ جعفرؑ جو ریاض جنّت میں دو شہپروں کے ذریعہ سے پرواز کرتے ہیں میرے چچا تھے۔ سب نے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ یہ شمشیر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہے جو میں حمائل کئے ہوں۔ سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے جو میں باندھے ہوں۔ سب نے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ میرے پدر بزرگوار ایسے بزرگ ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جو بلحاظ علم وحلم کے تمام اہل اسلام سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں اور وہ تمام مومنین و مومنات کے مولا ہیں سب نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جب تم کو یہ سب معلوم ہے تو پھر تم کیوں میرے خون کو مباح سمجھتے ہو۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ فردائے قیامت میں میرے ہی والد بزرگوار تمام تشنگان امّت کو حوض کوثر پر اس طرح لیجائینگے جس طرح شتربان اپنے اونٹوں کو مشرع آب پہ پانی پلانے کی غرض سے لیجاتے ہیں اور اس دن لواحمد ہمارے ہی پدر بزرگوار کے ہاتھ میں ہوگا۔ اُن لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کی تقریر سنکر جواب دیا کہ ہم لوگوں کو یہ تمام باتیں معلوم ہیں مگر باایں‌ہمہ ہم لوگ آپ سے ہاتھ نہیں اٹھائینگے جب تک کہ آپ اپنے ہونٹھوں سے شربت مرگ کا جام نوش نہ فرمائیں۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۵۱۔ مقتل ابو اسحاق صفحہ ۳۵۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ دوسرا خطبہ ہے۔ اور خطبات ابھی باقی ہیں جو اپنے مقام پر عنقریب سلسلۂ بیان میں پائے جائیں گے۔ علامہ ابو اسحاق اور ناسخ التواریخ کے ذی قدر مولّف بیان کرتے ہیں کہ اس خطبہ کو تمام فرما کر امام عالی مقام خیمۂ مطہر میں تشریف

لائے حضرت زینب خاتون حاضر خدمت ہوئیں۔ ارشاد ہوا تمام اہلبیت کو جمع کرو۔ سب حاضر خدمت ہوئے تو اُن گرفتاران مصیبت نے خود پوچھا کہ ہم کیوں طلب کئے گئے ہیں۔ امام عالی مقام نے آبدیدہ ہوکر ارشاد فرمایا حاجتی اوصیکن اذا انا قتلت فلا تشققن علی جیبنا ولا تلطمن علی خدا ولا تخدشن علی وجھا یعنی تم سے صرف وصیت کی ضرورت درپیش ہے اور وہ یہ کہ میں جس وقت مارا جاؤں میرے ماتم میں تم گریبان چاک نہ کرنا۔ اپنے مُنہ پر طمانچے نہ مارنا۔ اور اپنے رخساروں کو مجروح نہ کرنا۔ اِس کے جواب میں جناب زینبؑ نے کہا کہ آپ تو اس وقت ایسی باتیں فرماتے ہیں جیسے آپ کو اپنی موت کا بالکل یقین ہو چکا ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ اتنا سُننا تھا کہ جناب زینب نے رو رو کر فرمایا واثکلاہ وامحمداہ واعلیاہ واحسناہ واضعفاہ واغربتاہ واقلۃ ناصراہ فقال لھا الحسین علیہ السلام یا اختا تعزی بعزاء اللہ فان سکان السموات یفنون واھل الارض یموتون ولا یبقی الا اللہ فلا تذھبن بحلمک الشیطان۔

اُن کے نالہ و فریاد کو سُنکر امام عالی مقام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے بہن صبر کرو ساکنین آسمان بھی فنا ہونے والے ہیں اور قاطنین ارض بھی مرنے والے ہیں خدائے سبحانہ تعالٰے کی ذات پاک کے سوا اور کوئی رہنے والا نہیں ہے۔ خبردار رہو۔ کہیں شیطان تمہارے حلم کو بدنما نہ کرنے پائے۔

یہ ارشاد سُنکر جناب زینب علیہا السلام نے اپنے دیدہ اشکبار سے آنسو پونچھ ڈالے۔ مگر عجیب مضطربانہ لہجہ میں اپنے غریب بھائی سے پوچھا کہ آپ ہم کو یہاں سے نکال کر کہیں لیجائیے تب تو آپ کی جان سلامت بچے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا لو ترک القطا لیلا لنا یہ جملہ فرما کر آپ نے اُسی مقام پر ایک لمحہ استراحت فرمائی۔ اِسی عرصہ میں کچھ غنودگی سی آپ کی آنکھوں پر چھاگئی۔ آنکھ کھلی تو جناب زینب سے فرمایا رائت الساعۃ جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یقول یابنی اصبر الساعۃ تاتی الینا یعنی میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جد بزرگوار کو ابھی خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اے فرزند صبر سے تھوڑی دیر اور صبر کرلے اسکے بعد تو ہمارے پاس پہنچا چاہتا ہے۔

اہل حرم میں تو امام علیہ السلام کے اس خواب کو سنکر کہرام مچ گیا۔ اور آپ اُن کی تسکین و تشفی فرماکر باہر تشریف لائے۔ زہیر ابن القین رضؓ نے اسی اثنا میں صف سے بڑھکر مخالفین کو مخاطب کیا اور کہا ایھا الناس ان حق المسلم علی المسلم النصیحۃ ونحن وانتم علی دین واحد وقد ابتلانا اللہ بذریۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لینظر ما نحن وانتم صانعون وانا ادعوکم الی نصرتہ وخذلان الطغاۃ۔ ایھا الناس۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے چونکہ ہم تم ایک طریقہ اور شریعت پر ہیں اس لئے ہم تم کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اس وقت خدائے سبحانہ تعالےٰ اپنے فرزند رسول کی نصرت کے متعلق ہمارا اور تمہارا امتحان لے رہا ہے اور یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ اُس کی نصرت وحمایت پر کون آمادہ اور مستعد رہتا ہے اور اس سے کون پہلو تہی کرتا ہے۔ پس میں تم کو نصرت حسین علیہ السلام کی طرف دعوت اور اہل ضلالت کی ترک رفاقت کی ہدایت کرتا ہوں۔ زہیر رضؓ کی یہ تقریر سنکر کوفیوں نے جواب دیا کہ ہم تو تمہارے رئیس جماعت کو ضرور ماریں گے۔ تاوقتیکہ وہ بیعت یزید اختیار نہ فرمائیں۔ زہیر ابن القین نے جواب دیا کہ یارو آنکھیں کھول کر دیکھو۔ امام حسین علیہ السلام تمہاری عقیدت اور حمایت کے زیادہ مستحق ہیں یا یزید اور ابن زیاد وغیرہ؟ اگر تم اُس کی نصرت وحمایت نہیں کرتے ہو تو اُس کی دل آزاری بھی نہ کرو۔ اور اُس سے ہاتھ اُٹھالو۔ ہوسکتا ہے کہ بے قتل کئے یزید امام حسین علیہ السلام سے راضی ہوجائے اور ایسی حالت میں وہ تم سے بھی رضامند رہیگا۔

زہیر رضؓ کا سلسلۂ کلام جب یہاں تک پہنچا تو یکایک شمر نے زہیر کو ایک تیر لگا کر یہ کہا کہ کہاں تک ان طول کلامیوں سے اپنی زبان کو بیکار تھکاتا رہیگا۔ زہیر رضؓ نے جواب دیا کہ تو جانور لایعقل کے سوا کبھی انسان نہیں ہے اور تیرا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کہیں ہونے والا نہیں ہے۔ اور تو ہمیشہ عذاب الیم میں گرفتار رہیگا۔ شمر نے کہا کہ میں تجھ کو بھی مارونگا اور تیرے آقا کو بھی قتل کرونگا۔ زہیر رضؓ نے جواب دیا کہ تو مجھ کو قتل سے ڈراتا ہے۔ مجھکو تو رفاقت حسینؑ سے مرنا اس جینے سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اس تقریر کے بعد زہیر ابن القین نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرکے کہا معاشر المھاجرین والانصار لا یغرکم کلام ھذا الکلب الملعون واشباھہ

فانّہ لاینال شفاعۃ محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان قوما قتلوا ذرّیتہ و قتلوا من نصرھم فانّھم فی جھنّم خالدون ابدا۔ اے گروہ مہاجرین وانصار کہیں اس سگ ملعون کے کلام تم کو فریب نہ دیں۔ کیونکہ یہ وہ ہے جسکو محمد صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شفاعت کبھی نصیب ہونے والی نہیں ہے۔ کیونکہ قوم شقاوت اثر وہی ہے جو ذرّیت رسولؐ کو اور اُن لوگوں کو جو اُسکی نصرت کرتے ہیں قتل کریگی۔ اور یہ قوم وہی ہے جو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیگی۔

یہ احوال ملاحظہ فرماکر جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک صحابی کی معرفت زہیرؓ ابن القین کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے ان کی موعظت کے تمامی حقوق ادا کردئے اور انکو صلاح نیک دی۔ یہ کہلاکر امام حسین علیہ السلام بالنفس النفیس خود گروہ اشقیا کی طرف مخاطب ہوکر ذیل کے کلمات ارشاد فرمانے لگے۔

یاایّھا النّاس اعلموا انّ الدّنیا دار فناءٍ وزوال منغیرۃ باھلھا من حال الی حال معشر النّاس عرفتم شرائع الاسلام وقرأتم القرآن وعلمتم ان محمّدًا رسول اللہ الملک الدیّان وتیتّم علی قتل ولدہ ظلما وعدوانا معاشر النّاس امّا ترون الی ماء الفرات یلوح کانہ بطون الحیات یشربہ الیھود والنّصاریٰ والکلاب والخنازیر وآل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یموتون عطشا۔

یقین کرلو کہ دنیا محل فنا وزوال ہے اور ساعت بساعت ایک حال سے دوسرے حال پر متغیّر ہوا کرتی ہے۔ تم اسلام کے طریقہ پر ہو اور کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہو اور محمد مصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خدا کا رسول جانتے ہو۔ باایں ہمہ اُس کے فرزند پر عداوت کی راہ سے یہ ظلم وستم روا رکھتے ہو۔ اور دیکھ رہے ہو کہ آب فرات جو سانپ کی طرح لہریں مار رہا ہے اُس سے یہود ونصارا کیا سؤر اور کتّے تک سیراب ہو رہے ہیں۔ مگر فرزند رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُس پانی کے بغیر اپنی جانیں دے رہے ہیں۔ امام عالی مقام کا کلام سُنکر اُن اشقیا نے جواب دیا کہ باتیں کم کیجئے آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا یہاں تک کہ آپ اور آپ کے تمام ہمراہی۔ ایک کے بعد ایک پیاس کی تکلیف اُٹھا کر جام مرگ نوش فرمائیں

اُن بے رحموں کے یہ گستاخانہ جواب سنکر امام علیہ السلام نے ذیل کا آیۂ وافی ہدایہ تلاوت فرمایا
انّ القوم استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطان
الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون شیطان اس جماعت پر غالب آگیا ہے
اور ذکر خدا کو اُس نے ان لوگوں سے بھلا دیا ہے۔ یہ جماعت شیطانی لشکر ہے اور
شیطانی لشکر ضرور گھاٹا اُٹھانے والا ہے۔ اسکے بعد آپ نے ذیل کے اشعار پڑھے۔

لعنتم باشر قوم بغیکم	وخالفتموا فینا النبی محمّداً
اما کان خیر الخلق اوصٰکم بنا	اما کان جدّی خیرۃ اللہ احمدا
اما کانت الزھراء امی ووالدی	علیٌ اخا خیر الانام المسدد
لعنتم واخزیتم قد جنیتم	ستصلّون نار اجرھا قد توقد

اے بدترین قوم۔ تم نے اپنی بغاوتوں کے جُرم میں ظلم کیا۔ حالانکہ تم کو ہمارے لئے محمد مصطفےٰ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وصیت فرما گئے تھے۔ کیا اُس بہترین خلق نے ہمارے لئے وصیت
نہیں کی ہے؟ کیا ہمارے جدّ بزرگوار احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برگزیدۂ خدا نہیں ہیں؟
کیا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہماری مادر گرامی قدر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے والد بزرگوار
علی مرتضےٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو جناب خیر الانام کے بھائی ہیں؟ پس لعنت اور ذلت ہو تم
لوگوں پر کہ بھلا دیا تم لوگوں نے نار دوزخ کو جس کے شعلے ہمیشہ کے لئے مشتعل ہونگے۔ ان
اشعار کے بعد آپ نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام عالی مقام کا تیسرا خطبہ فقال الحمد للہ الذی خلق الدنیا فجعلنا دار فناء
وزوال منصرفۃ باھلھا حالا بعد حال فالمغرور من غرّتہ والشقی من فتنتہ
فلا تغرّنکم ھٰذہ الدنیا فانّھا تقطع رجاء من رکن الیھا وتخیّب طمع فیھا واراکم
قد اجتمعتم علی امر قد اسخطتم اللہ فیہ علیکم واعرض بوجھہ الکریم عنکم
واحلّ بکم نقمتہ وجنبکم رحمتہ فنعم الرّب ربّنا وبئس العبید انتم اقررتم
بالطاعۃ وامنتم بالرّسول محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم انکم رجعتم
الی ذرّیتہ وعترتہ تریدون قتلھم لقد استحوذ علیکم الشیطان فانسٰکم
ذکر اللہ العظیم فتبا ولما تریدون انّا للہ وانا الیہ راجعون ھٰؤلاء قوم کفروا

بعد ایمانهم فبعدا للقوم الظّٰلمین
ایها النّاس خدا سے ڈرو اور مجھکو نہ قتل کرو۔ میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے دنیا کو پیدا کیا اور اُس کو دارِ فنا اور زوال پذیر قرار دیا اور اُس کے اطراف احوال کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اور ایک صورت سے دوسری حالت میں بدل جانیوالا پیدا کیا۔ پس مغرور وہی شخص ہے جو دنیا پر مفتون ہو جاوے۔ اور شقی وہی شخص ہے جو دنیا کا عاشق ہو۔ ایها النّاس دنیا کے مکر و فریب میں نہ آؤ۔ کیونکہ دنیا اُس شخص کی تمام امیدوں کو قطع کر ڈالتی ہے جو اُس سے رغبت کرتا ہے۔ اور اُس سے امید رکھتا ہے اور ایسا ہی شخص گھاٹا اُٹھانیوالا ہوتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جس امر پر تم لوگوں نے اتفاق کیا ہے وہ خدائے سبحانہ تعالےٰ کی ناراضی کا سبب ہے اور وہ اس وجہ سے تم لوگوں سے اپنا مُنہ پھیر لیگا۔ اور اپنا عذاب تم پر نازل فرمائیگا اور اپنی رحمت کو تم لوگوں سے دور کر لیگا۔ دیکھو وہ خداوند عالم کیسا پروردگار خلائق ہے۔ اور تم لوگ اُسکے کیسے بُرے بندے ہو کہ تم نے اُس کی رسالت اور شریعت کی تصدیق کی اور اُس پر ایمان لائے اور اُسکے رسول محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی۔ اب اُسی کی اہلبیت پر فوج کشی کر رہے ہو اور اُنکے تمام اعداد کے قتل پر مستعد ہو۔ اسی وجہ سے شیطان نے تمہاری مدد کی اور تم کو ذکر خدا سے باز رکھا۔ پس تم کو ہلاکت نصیب ہو۔ کیا ارادہ تم نے کیا ہے انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ یہ وہی قوم ہے جو بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئی۔ پس اس قوم ظالمین سے دوری ہی بہتر ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا ایسا موثر خطبہ سُنکر عمر سعد کے کان کھڑے ہوئے۔ سوچا کہ اگر آپ کے کلام صداقت التیام نے اس فوج پر اثر کیا تو بڑا ہو جائیگا۔ اُس نے فوراً فوج کو للکار کر آواز دی کہ تم امام حسین علیہ السلام کے جواب دینے کی کوشش نہ کرو۔ یہ سمجھ لو کہ حسین امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ آج پر موقوف نہیں اگر کل تک تم اُس سے یونہی گفتگو میں مصروف رہوگے تو وہ برابر ایسی ہی مسلسل تقریر کرتا رہیگا۔ اور اُس کی زبان تمہارے جوابوں سے ہرگز بند نہو گی۔

اس کے بعد شمر ذی الجوشن جرأت کر کے آگے بڑھا اور کہنے لگا یا حسین علیہ السلام جو کچھ تعلیم کرنا ہو وہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اقول اتقوا اللہ ربّکم

ولا تقتلونی فانه لا یحلّ لکم قتلی ولا انتهاک حرمتی فانی ابن بنت نبیّکم وجدّتی خدیجۃ زوجۃ نبیّکم ولعله بلغکم قول نبیّکم الحسنؑ والحسینؑ سیّدا شباب اهل الجنّۃ یعنی میں تو یہی کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میرا قتل تم پر حلال نہیں ہے۔ اور میری حرمت ضائع کرنا تمہیں جائز نہیں کیونکہ میں تمہارے رسول کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ اور جدۂ ماجدہ ہماری جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں۔ اور تم نے سُنا ہوگا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین علیہما السلام دونوں جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ شمر تو یہ سُنکر دم بخود ہو رہا مگر ابن سعد نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ اب امام حسین علیہ السلام کو زیادہ تقریر کی فرصت نہ دو۔ چاروں طرف سے محاصرہ کرلو۔ حکم کی دیر تھی اہل کوفہ وشام نے چاروں طرف سے سمٹ کر امام عالی مقام کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ مگر اُس حجۃ اللہ برحق اور اُس داعی الی کلمۃ المطلق کے استقلال کی کہاں تک تعریف کیجائے۔ جس نے اپنے فرائض ہدایت کے ادا کاریوں کے سامنے ایسے شدید محاصرہ کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی اور اتمام حجت کی ضرورت سے اُن تمام بے دینوں کو ڈانٹ کر کہا۔ ویلکم ماعلیکم ان تنصتوا الیّ فتسمعوا قولی وانّما ادعوکم الی سبیل الرشاد فمن اطاعنی کان من المرشدین ومن عصانی کان من المهلکین وکلکم عاصٍ لامری غیر مستمع قولی فقد ملئت بطونکم من الحرام وطبع علیٰ قلوبکم ویلکم الا تنصتون الا تسمعون۔

تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ تم میری بات نہیں سنتے حالانکہ میں تم کو راہ راست کی طرف بُلا رہا ہوں۔ اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ جو شخص میری اطاعت کرے وہ سعادت ورشادت حاصل کریگا اور جو شخص کہ میرے مقابلہ میں معاصی کا مرتکب ہوگا وہ اپنی ہلاکت کا آپ باعث ہوگا۔ پس تم لوگ میری باتیں نہ سُننے کی وجہ سے سخت معاصی میں گرفتار ہوتے ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے شکم حرام مالوں سے بھرے ہیں۔ اور تمہارے دلوں پر ظلمت کی سخت مُہر لگی ہوئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ تم غور نہیں کرتے۔ اور میری باتوں کو نہیں سُنتے۔

امام حسین علیہ السلام کی یہ تقریر سُنکر عمر سعد کی فوج میں ایک دوسرے کو خود امام عالیمقام

کی طرف مخاطب کرنے لگا۔ جب وہ آپس میں امامؑ کی طرف مخاطب ہو گئے تو یہ دیکھ کر
امام حسین علیہ السلام نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا جو اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے
اپنا آپ ہی جواب ہے۔

تبا لكم ايتها الجماعة وترحا افحين استصرختمونا والهين متحيرين فاصرخناكم
مؤدين مستعدين سللتم علينا سيفا فى رقابنا وحششتم علينا نار الفتن
جناها عدوكم وعدونا فاصبحتم البا على اوليائكم ويدا عليهم لاعدائكم
لغير عدل افشوه فيكم ولا امل اصبح لكم فيهم الا الحرام من الدنيا انالوكم
وخسيس عيش طمعتم فيه من غير حدث كان منا ولا راى تفيل لنا فهلا لكم
الويلات اذ كرهتمونا وتركتمونا وتجهزتمونا والسيف لم يشهر والجاش
طامن والراى لم يستحصف ولكن اسرعتم اليها كطيرة الدبا وتداعيتم اليها
كتداعى الفراش فقبحا لكم فانما انتم من طواغيت الامة وشذاذ الاحزاب
ونبذة الكتاب ومطفى السنن وقتلة اولاد الانبياء ومبيرى عترة اولاد الاصفياء
والاوصياء وملحقى العهار بالنسب ومؤذى المومنين وصراخ ائمة المستهزئين
الذين جعلوا القرآن عضين وانتم ابن حرب واشياعه معتمدون
وايانا تخاذلون اجل والله الخذل فيكم معروف وشجت عليه عروقكم
وتوارثته اصولكم وفروعكم وثبتت عليه قلوبكم وغشيت صدوركم
فكنتم اخبث شئ سنخا للناصب واكلة للغاصب الا لعنة الله على الناكثين
الذين ينقضون الايمان بعد توكيدها وقد جعلتم الله عليكم كفيلا
فانتم والله هم الا ان الدعى ابن الدعى قد ركزنى بين اثنتين بين القلة
والذلة وهيهات ما اخذ الدنية ابى الله ذلك ورسوله وجدود طابت و
حجور طهرت وانوف حمية ونفوس ابية لا تؤثر مصارع اللئام على مصارع
الكرام الا قد اعذرت وانذرت الا انى زاحف بهذه الاسرة على قلة
الاعوان وخذلة الاصحاب۔

اے جماعت شقاوت اثر۔ تم لوگوں کو ذلت نصیب ہو۔ تم آپ ہی سر گشتہ اور مفتون
ہو کر میری پناہ دینے کے لیے آمادہ اور مستعد ہوئے۔ اور ہم نے تمہاری دعوتوں کی

قبولیت کے مقابلہ میں اپنے مُنہ پر تلواریں کھینچ لیں اور تلواریں اپنی گردنوں پر رکھوائیں
یہاں تک کہ تم نے آتش فتنہ و فساد کو بھڑکایا۔ پس تم لوگ جمع ہوئے اور اپنے دوستوں
کی عداوت و مخالفت میں دشمنوں کے اغوا سے مستعد ہو گئے۔ اور انصاف و عدالت
کو پس پشت رکھ لیا اور باایں ہمہ تمہارا حصول مطلب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ تم نے حرام دنیا کو
حاصل کیا اور اعلےٰ ترین زندگانی دنیا کی آرزو کی۔ حالانکہ تمہارے لئے ہماری طرف سے
کوئی بُرائی ظاہر نہیں ہوئی اور نہ ہم نے تمہارے ادائے حقوق میں کوئی خطا کی۔ پس ایسی
حالت میں تم کیونکر گرفتار عذاب نہیں ہو سکتے۔ اب تم نے لشکر ہماری مخالفت میں جمع
کیا۔ حالانکہ ہماری تلواریں نیام کے اندر ہیں اور ہمارے دل ابھی تک تمہاری طرف
سے مطمئن ہیں اور ہمارے خیالات بھی خدشات سے بالکل خالی ہیں۔ مگر تم ان مخالفانہ
کارروائیوں میں جلدی کر رہے ہو اور جمع ہو کر اپنی متفق علیہ تجویزوں سے آتش فساد
کو مشتعل کرتے ہو اور اپنے آپ کو دیوانوں کی طرح اس آگ میں اوندھے سیدھے
ڈالے دیتے ہو اور مثل پروانوں کے جلے جاتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تم بدترین قوم انسان
ہو۔ تم گمراہان اُمّت۔ منکر کتاب اور پیرو شیطان رجیم ہو۔ احکام الٰہی کی تحریف کرنیوالے
اور شریعت رسالت پناہی کے مٹانے والے ہو۔ اور ذریت انبیاء کے قتل کرنیوالے
اور عترت اوصیاء کے خون بہانے والے ہو۔ تم وہی قوم ہو جو حرام زادوں کو اپنے حسب
ونسب میں داخل کرتے ہو اور دینداران اُمّت کو آزار پہنچاتے ہو۔ اور ہماری نصرت
وحمایت سے دست بردار ہوتے ہو۔ قسم خدا کی۔ پیمان شکنی اور بیوفائی۔ تمہارے خاص
اوصاف میں داخل ہے۔ اور یہ وہ صفت ہے جو تمہاری رگ و پے میں اثر کر چکی ہے
اور اس نے تمہارے تمام اعضا و جوارح پر حقوق توریث کی رو سے قبضہ کر لیا ہے
اور تمہارے دلوں نے اِس صفت ذمیمہ کو نہایت استقلال و استحکام سے قبول
کر لیا ہے۔ پس تم ایسے بدترین قوم ہو کہ اگر وہ ناصبین تم کو حقیر سمجھتے ہیں اور طائفہ غاصبین
تم کو اپنے ایک لقمہ سے کم جانتے ہیں۔ خدا کی لعنت ہو جو عہد و پیمان کو توڑتے ہیں اور
جو حلف و ایمان کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ انکی تمام حرکات ذمیمہ
کا نگراں ہے اُس کا حکم ان کے لئے ضروری جاری ہونے والا ہے قسم خدا کی کہ یہ زنازادہ
اور زنازادہ کا بیٹا خیال کرتا ہے کہ میں اس کی تہدید و تاکید سے جامہ ذلت پہن لونگا

یا نہیں تو طریق جنگ اختیار کرونگا۔ میں ہرگز اپنی ذلت گوارا نہیں کرونگا اور ہمارے سوا نہ خدائے سبحانہ تعالےٰ نہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نہ اُن کی دختر نیک اختر اور نہ ہمارے امام کبھی اس غیرت کو اختیار فرمائینگے اور ضرور ہے کہ ایسی ذلت کے سامنے وہ منصب شہادت کو قبول فرماتے۔ پس میں نے اپنی حجت تم پر تمام کردی اور اپنے ہمراہیوں سے تمہارے ہمراہیوں کے ساتھ لڑونگا۔
یہ فرماکر آپ نے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

فان تغلب فتلا بون قدما	وان نھزم فغیر مھزمینا

یہ شعر پڑھکر آپ نے خطبہ کے بقیّہ مضامین کو تمام فرمایا اور کہا کہ۔
ثم ایم اللہ لا تلبثون بعدھا الا کریث مایرکب الفرس حتی ید ور بکم دون الرّحی و تقلق بکم قلق المحور عھد عھدہ الی ابی عن جدّی فاجمعوا امرکم وشرکائکم ثم لم یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربّی و ربّکم مامن دابّۃ الا ھو اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم
قسم خدا کی ہمارے بعد تم لوگ دنیا میں زیادہ نہیں رہوگے۔ موت کی چکی تمہارے سروں پر گھومے گی اور تم کو پامال و فنا کرڈالے گی اور میرے پدر بزرگوار نے میرے جد عالیمقدار کی زبانی اس دن اور اس واقعہ کی پوری خبر پہنچائی ہے پس تم لوگ اپنے کام شروع کرو اور اپنے ہمراہیوں کو اپنا ہمدست بنالو کہ جو کچھ امر ظاہر ہونے والا ہے وہ ظاہر ہوجائیگا اب تم ہم پر حملہ کرو اور ہم کو مہلت نہ دو کیونکہ ہم نے اپنے تمام امور اُس خدائے قادر و توانا کے سپرد کردئے ہیں کہ کوئی مخلوق اُس کی قدرت سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اور وہی راہ مستقیم پر استوار ہے۔
یہ خطبہ تمام فرماکر جناب امام حسین علیہ السلام نے عمر ابن سعد کو اپنے پاس طلب کیا اگرچہ اُس وقت اُس کو آپ کی خدمت میں جانا نہایت شاق گزرتا تھا لیکن تاہم وہ آپ کے سامنے آیا۔ تو آپ نے اُس کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا۔
یا عمر انت تقتلنی تزعم ان یولیّك الدعی ابن الدعی بلاد الرے وجرجان واللہ لا تتھنّاء بذلك ابدا عھد معھودا فاصنع ما انت صانع فانك

لا تفرج بعدی بدنیا والاخرۃ وکانی براسک علی قصبۃ قد نصب بالکوفۃ یتراہ ما الصبیان و یتخذ ونہ غرضا بینھم اے عمر سعد تو مجھکو ان خواہشوں کی وجہ سے زیادہ قتل کرتا ہے کہ یہ زنازادہ ابن زیاد مجھکو مالک رے اور جرجان کی حکومت عطا کرے گا۔ قسم اُسی خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ سلطنت رے تجھ کو نصیب نہیں ہوگی تو اپنی اِس بات پر قائم رہ اور تیرے جو جی میں آئے وہ کر۔ لیکن یہ یقین کرلے کہ بعد میرے تجھ کو دنیا و آخرت میں کوئی حصہ ملنے والا نہیں ہے"۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں تیرا سر نیزہ پر نصب ہے۔ اور لڑکے اُس پر پتھر چلا رہے ہیں۔ یہ کلمات سُنکر ابن سعد کو غصہ آیا جس کو وہ ایک منٹ تک بھی برداشت نہ کرسکا اور اپنے تمام لشکر والوں کو پکار کر کہا کہ اب ایک لحظہ کے لئے دیر نہ کرو اور حسینؑ اور اصحاب حسین علیہ السلام پر ایکبارگی حملہ کرکے اپنے زیر تیغ رکھ لو کہ وہ تمہارے لئے ایک لقمہ سے زائد نہیں ہیں۔

فوج امامؑ پر لشکر شام کا حملہ اور حُر کا حاضر ہوکر شرف اندوز خدمت ہونا

امام حسین علیہ السلام کے اِن خطبات کے متعلق عموماً اور خصوصاً خطبہ اولے کی نسبت اسلام کی تمام تاریخوں کا اتفاق ہے کہ فصاحت و بلاغت میں پھر اِس کے ایسا دوسرا خطبہ نہیں سُنا گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ کبیر طبری۔ اعثم کوفی۔ روضۃ الاحباب۔ اور روضۃ الصفا میں بہ تغیر الفاظ یہ خطبہ درج ہے۔ ابن جریر طبری تاریخ کبیر طبری میں لکھتے ہیں فذکر من ذٰلک اللہ ما اللہ اعلم و لا یحصی ذکرہ فواللہ ما سمعت متکلما قط قبلہ و لا بعدہ ابلغ فی منطق منہ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اس خطبہ میں وہ معارف و نکات ارشاد فرمائے جنہیں خدائے تعالے ہی جانتا ہے اور جن کا ذکر دائرہ حد و حصر سے خارج ہے۔ قسم خدا کی میں نے حسینؑ سے پہلے یا حسینؑ سے بعد کسی خطیب یا متکلم کو کبھی ایسی تقریر کرتے نہیں سُنا کہ جو حسین سے زیادہ تقریر میں فصیح و بلیغ ہو۔

مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ دونوں صفوں کے درمیان میں جو خطبہ امام حسین علیہ السلام نے پڑھا وہ بہت ہی پر اثر تھا۔ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا صرف یہی قصور تھا کہ وہ ایک گمراہ (یزید) کو اپنا رہنما بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر لوگ اُن کے خون کے پیاسے کھڑے تھے۔ دنیا کو چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اُس پُر اثر خطبہ نے بجز حُرؓ کے کسی دوسرے کے دل پر اثر نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن سعد کی یہ ہدایت پاکر تمام لشکر جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ مگر حُرؓ ابن یزید الرّیاحی اپنے ماتحتی لشکر سے علیحدہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ حُرؓ ابن یزید اپنی صف سے علیحدہ ہو کر چلا تو قرہ ابن قیس کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کی غرض سے جاتے ہیں۔ وہ ان سے پوچھنے لگے کہ کیا تم نے آج اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے۔ حُرؓ نے کہا ابھی تک تو پانی نہیں پلایا ہے۔ جب جی میں آئیگا پلا لونگا۔

مہاجر ابن اوس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حُرؓ کو عجیب حالت میں دیکھا کہ اُن کا تمام بدن کانپ رہا تھا۔ مجھ کو خیال ہوا کہ میدان جنگ دیکھکر شاید یہ ڈر گئے ہیں اس لئے میں نے ان سے پوچھا کہ میں آج خلاف معمول تمہاری کیا حالت دیکھ رہا ہوں۔ تم تو شجاعان عرب کے سرمایۂ ناز اور دلیران عراق کے مایۂ اعزاز ہو۔ آج کے علاوہ بہت سے معرکوں میں مجھے تمہاری رفاقت کا اتفاق ہو چکا ہے۔ مگر کبھی کسی لڑائی میں میں نے تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی تھی۔ حُرؓ کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ اُنہوں نے وہیں سے مجھکو جواب دیا کہ میں تحصیل بہشت اور قبول دوزخ کا اپنے دل میں تصفیہ کر رہا ہوں۔ اسی وجہ سے میرے دلی انتشار اور قلبی اضطرار کی یہ کیفیت ہو رہی ہے۔ مہاجر کا قول ہے کہ حُرؓ کا یہ جواب سُنکر مجھکو یقین ہو گیا کہ یہ امام حسین علیہ السلام سے مل جانے کی خاطر جا رہے ہیں۔ میں نے ابھی کسی کو اس امر سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ حُرؓ ابن یزید الرّیاحی اپنے مرکب تیز رفتار کو چابک لگا کر امام حسین علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔ مہاجر کا بیان ہے کہ میں برابر افسوس کرتا رہا کہ اگر حُرؓ نے اسی وقت مجھ سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا ہوتا تو میں ضرور اُن کے ہمراہ ہو جاتا

مہاجر کا یہ دعوٰے محض زبانی تھا۔ اب کیا تھا۔ اتنی جمعیت میں حُرؓ کا کسی نے کیا کرلیا تو اس کا کوئی کیا کرلیتا۔ مگر نہیں۔ ان وجدانی تعلقات میں بھی بغیر توفیقات الٰہی کے کسی کا ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا ع رہروان دوستی را رہنما درکار نیست۔
ابومخنف کا بیان ہے کہ حضرت حُرؓ کے ساتھ اُن کے صاحبزادے بھی آئے تھے۔ اور مقتل امام اسفرائنی میں حُر کے صاحبزادے جبر ابن حر کی مبارزت اور شہادت بھی تحریر ہے ابومخنف کی عبارت یہ ہے

فقال الحر لولده ان الحسینؑ یستغیث فلا یغیث احد فھل لک تقاتل بین یدایه ونفدیه ارواحنا ولا صبر لنا علی النار ولا علی غضب الجبار ولا یکون خصمنا محمدؐ المختار صلی اللہ علیه من رب الکبار قال ولدہ واللہ انا مطیعک ثم حملا کانهما یقاتلان حتی جاء بین یدی الامام وقبلا الارض وقال یا مولای انا الذی منعک من الوجوع واللہ ما علمت ان القوم الملاعین یفعلون بک ما فعلوا وقد جئناک تائبا فحمل ولده علی القوم ولم یزل یقاتل حتی قتل منهم اربعة وعشرین رجلا ثم قتیل رضی اللہ عنه فاستبشر ابوہ فرحا وقال الحمد للہ الذی استشهد ولدی بین یدی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم۔

حضرت حُرؓ نے اپنے فرزند سے کہا کہ سُن رہے ہو کہ امام حسین علیہ السلام کیا استغاثہ فرمارہے ہیں اور میں نے آج تک کسی کو ایسا پُر اثر استغاثہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ ان کا ساتھ دوگے اور ان پر اپنی جان فدا کروگے یا غضب خدائے جبار اور خصومت احمد مختار اور عذاب نار کو اختیار کروگے۔ بیٹے نے جواب دیا کہ میں بہرحال آپ کا مطیع ہوں پس وہ دونوں صاحب حملہ کرکے لشکر سے نکل آئے حتےٰ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر شرف قدمبوسی سے سرفراز ہوئے۔ حُرؓ نے عرض کی یا مولا میں وہی ہوں جس نے آپ کو اِس زمین (کربلا) سے کسی طرف نہیں جانے دیا۔ قسم خدا کی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ملاعین آپ کے ساتھ اس طرح پیش آئیں گے جس طرح اس وقت یہ پیش آرہے ہیں۔ اب ہم حضور سے معافی کے خواستگار ہیں اور اپنے افعال سے

تائب ہوتے ہیں پس اُن کے لڑکے نے فوج مخالف پر حملہ کیا اور وہ نہیں مارے گئے جب تک اُنہوں نے چوبیس ۲۴ آدمیوں کو شکر اشقیا سے نہ مارلیا۔ اسکے بعد حضرت حرؓ کے صاحبزادے شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کی خبر پاکر حضرت حرؓ نہایت مسرور اور فرحناک ہوئے اور فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ میرا بیٹا فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۸۵۔

امام قندوری۔ امام اسفرائنی اور ابن حجر نے بھی قریب قریب یہی مضمون لکھا ہے اور علامہ کنتوری مدظلہ نے بھی اپنی معتبر تالیف تاسین میں اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ تعجب ہے کہ **شہید اسلام** کے معتبر اور مستند مؤلف کی بالغ نظر ابو مخنف کی عبارت تک نہ پہنچی۔ مصائب کی کتابوں میں حضرت حرؓ کے ساتھ اُن کے صاحبزادے۔ اُن کے بھائی اور اُن کے غلام کا آنا اور یکے بعد دیگرے درجۂ شہادت پر فائز ہونا لکھا ہے۔ اور عموماً یہی مشہور ہے۔ مگر تاریخ سے اسکا صحیح پتہ نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت حرؓ کے بیٹے تک تو حالات ملتے ہیں مگر بھائی اور غلام کے احوال پہ پردہ ہے۔ تاریخ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حرؓ کے ساتھ دو ۲ آدمی اور آئے تھے جن میں ایک کا نام شعشعہ اور دوسرے کا نام یزید ابن زیاد لکھا ہے۔ شاید انہی دونوں سے علما نے بھائی اور بیٹے مراد لئے ہوں۔ مگر تاریخوں نے حضرت حرؓ کے ساتھ ان دونوں کی قرابت کی کوئی تصریح نہیں کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الاحوال۔

مورخین نے حضرت حرؓ کے آنے کے وقت میں بھی اختلاف کیا ہے۔ بعض تو خطبۂ اوّل کے تمام ہوتے ہی بتلاتے ہیں اور بعض اتمام حجت اور خطبۂ رابعہ کے بعد جب صدائے استغاثہ بلند ہوئی اور بعض یہ لکھتے ہیں کہ تمام اعوان و انصار کی شہادت کے بعد جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے بآخر صدائے استغاثہ بلند فرمائی تو حرؓ کی عقیدت جوش میں آئی اور یہ اُسی وقت فوج شام سے علیحدہ ہوکر خدمت امام میں حاضر ہوئے۔

ان اختلاف کی نسبت تحقیق سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ امام عالیمقام کے اوّل

خطبہ کو سُنکر حضرت حرؓ کے دل پر یقینی اثر ہوگیا جس کو یہ فوراً ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھے
اور دل ہی دل میں تصفیہ کرتے رہے یہاں تک کہ اُنہوں نے امام عالی مقام کے تمام
خطبات کو جو یکے بعد دیگرے متواتر ارشاد فرمائے گئے سُنتے رہے اور اُن پر
غور کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے آخر خطبہ میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا
اپنے تمام حقوق دکھلا دئے۔ اور اُن کی ضلالت و گمراہی کے تمام دلی خیالات کا پورے
طور سے استیصال فرما دیا اور اُن پر اپنے منصب امامت کے متعلق ایک ایک
کرکے تمام حجتیں تمام کر دیں اور تاہم وہ رشنوا نہیں ہوئے تو آپ نے صدائے
استغاثہ یوں بلند فرمائی اما من مغیث یغیثنا لوجہ اللہ اما من ذاب یذب عن
حرم اللہ کوئی ایسا ہے جو شخص خاصۃً لوجہ اللہ ہماری اعانت کرے یا کوئی ہے جو
اس جماعت کو اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم سے دفع کرے۔
اس استغاثہ کو سُنکر حرؓ ابن یزید ریاحی کے خلوص و عقیدت میں ایک فوری اور
غیر متحمل جوش پیدا ہوا جس کو وہ پھر کسی طرح ضبط نہ کر سکے اور اُسی وقت اُس لشکر
شقاوت اثر سے علیحدہ ہو کر خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے۔ صورت واقعہ یہ ہے
جو معتبر تاریخوں اور مقتل کی مستند اور معتبر کتابوں سے ثابت ہوتی ہے۔ بعد شہادت
اعوان و انصار ان کا آنا اور لشکر امامت سے ملنا بالکل خلاف واقعہ ہے۔ صرف
استغاثہ کی وجہ سے راویوں کو شبہ ہوا ہے۔ ایسے لوگوں کو خیال ہوا ہے
کہ امام حسین علیہ السلام نے یہ استغاثہ اُسی وقت کیا ہے جب آپ میدان کربلا
میں بالکل یکہ و تنہا رہ گئے ہیں۔ کیونکہ صدائے استغاثہ کو سُنکر حرؓ کا آنا مسلّم
ہو چکا ہے۔ تو ان کا آنا عین تنہائی کے وقت میں ضرور ہوا۔ مگر راویوں کو یہ معلوم
نہیں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا استغاثہ فرمانا ایک بار نہیں۔ اتمام حجت کی
غرض سے کئی بار ثابت ہوتا ہے۔ ان میں سب سے اوّل بار اسی خطبہ ابتدائی
کے بعد جیسا بیان ہوا۔ اور اس کے مابعد بھی کئی بار صدائے استغاثہ بلند فرمائی گئی۔
جیسا سلسلۂ بیان سے آیندہ ظاہر ہوگا۔ حضرت حر اوّل استغاثہ کو سُنکر اپنی صف سے
جدا ہو گئے۔ اور خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے۔
بہرحال۔ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ جو اتفاقی طور سے ہمارے سلسلۂ بیان میں دخل ہوگیا

اب پھر ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ صاحب ناسخ التواریخ نے نہایت تفصیل سے حضرت حرؓ کی تمام کیفیت لکھی ہے جو ذیل میں ترجمہ کرکے لکھی جاتی ہے۔
امام حسین علیہ السلام کا یہ پُردرد استغاثہ سُنکر حضرت حرؓ فوراً عمر ابن سعد کے پاس آئے اور پوچھنے لگے ای عمر اتقتل ھذا الرجل قال ای واللہ قتالاً شدیداً ایسرہ ان تسقط الرؤس وتطیح الایدی اے عمر کیا تو واقعی اس شخص کو مار ڈالیگا۔ عمر نے جواب دیا۔ بیشک میں جنگ عظیم واقع کرونگا یہاں تک کہ سر جسموں سے اُڑ جائیں اور ہاتھ قلم ہو جائیں۔ حرؓ نے پھر پوچھا کیا تو ان معاملات کو مسالمت کے ساتھ نہیں تمام کرسکتا ہے۔ قال عمر اما لو کان الامر الی لفعلت ولکن امیرک قد ابی اگر اس امر کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ضرور ایسا ہی کر دیتا جیسا تو کہتا ہے۔ لیکن تجھ کو معلوم ہے کہ تیرا امیر منع کرتا ہے۔ عمر سعد کی یہ تقریر سُنکر حضرت حرؓ قرہ ابن قیس اور مہاجر ابن اوس سے ملتے ہوئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا امام حسینؑ کی خدمت میں تشریف لائے۔ اور اپنے دل میں پروردگار عالم سے یہ دعا کرتے جاتے تھے اللھم الیک انبت فتب علی فقد ارعبت قلوب اولیائک واولاد نبیک اے پروردگار میں توبہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرے اولیاء اور فرزندان پیغمبرؐ علیہ السلام کو خوف میں ڈال رکھا تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے بکمال شفقت فرمایا من تکون ارفع راسک تو کون ہے اپنا سر تو اُٹھا۔ حرؓ نے آستان مقدس کے بوسے لئے اور کہا میں ہوں۔ حرؓ جس نے آپ کی راہ روکی اور آپ کو ارض کربلا سے کسی اور طرف نہیں جانے دیا۔ قسم خدا کی یہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ اشقیا آپ کے ساتھ ایسے ظالمانہ سلوک قائم رکھینگے! اگر مجھکو معلوم ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا۔ اور اب جو کچھ مجھ سے صادر ہوا ہے اُس پر میں نہایت سخت نادم اور پشیمان ہوں۔ اب اُن تمام جرائم کی معافی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کیا میری یہ استدعا حضور میں قابل قبولیت نہیں سمجھی جائیگی۔ حرؓ کی یہ تقریر سُنکر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تیرے الحاح وزاری کو قبول فرمائے اور تجھ کو معفو کر دے۔ اب مناسب ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کرو۔ حرؓ نے عرض کی کہ میں مخالفین سے لڑنے کو اپنے آرام کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جیسا مناسب

معلوم ہو۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے آگے بڑھکر اور اہل کوفہ کو مخاطب
کر کے کہنے لگے یا اهل الکوفة لامکم الهبل والعبر دعوتم هذا العبد الصالح
حتیٰ اذا جاءکم اسلمتموه وزعمتم انکم قاتلوا انفسکم دونه ثم عدوتم
علیه لتقتلوه امسکتم واخذتم بکلکلته واحطتم به من کل جانب
لتمنعوه التوجه الی بلاد العریضة فصار کالاسیر فی ایدیکم لا یملک لنفسه
نفعا ولا یدفع عنها ضرا وحلاتموه ونسائه وصبیته واهله من ماء الفرات
الجاری تشربه الیهود والنصاری والمجوس وتمرغ فیه خنازیر السواد وکلابهم
وهاهم قد صرعهم العطش بئسما خلفتم فی ذریته لا سقاکم الله یوم الظماء
اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں اور تم پر روئیں۔ ایسے مرد صالح
کو تم نے بلایا جب اس نے تمہاری دعوت کی درخواستوں کو منظور کر لیا اور وہ تمہارے
پاس آیا تو تم نے اس سے دست برداری کی۔ اور اس کے دشمنوں کا ساتھ دیا۔
حالانکہ قبل اس کے تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اسکی راہ میں جہاد کروگے اور اپنی جانیں
فدا کرنے میں کچھ بھی دریغ نہ کروگے پس اب تم نے اسی کے ساتھ غدر کیا اور اس کو
قتل کرنے کے قریب پہنچا دیا۔ اور اس کے گریباں گیر ہوئے۔ اپنے مقاموں سے
اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اسکو اپنے محاصرے میں لے لیا۔ اور اس کو ایسا تنگ کیا کہ
وہ یہاں سے کسی اور ملک یا شہر میں جانے بھی نہیں پاتا۔ جب اس طرح کا اسیر
تمہارے ہاتھ میں آگیا ہے کہ نہ وہ اپنے لئے کوئی منفعت کا راستہ بنا سکتا ہے۔ اور
نہ تمہاری مدافعت کے واسطے اپنی طرف سے کوئی کوشش کر سکتا ہے۔ اور اسپر
بھی تم نے بس نہیں کی۔ اس کو اور اس کے تمام اہلبیت کو نہر فرات کے آب جاری
سے منع کر دیا جس سے تمام یہود و نصاریٰ و مجوس سیراب ہو رہے ہیں۔ یہاں تک
کہ کتے اور سؤر بھی اس میں سے پانی پیتے ہیں اور ایک غریب آل محمد ہیں کہ پیاس کے
صدموں سے گرے پڑتے ہیں۔ حقیقت میں تم پیغمبر کے بعد اس کی اولاد کے لئے کیسی
بری قوم ثابت ہوتے ہو۔ پروردگار عالم تم کو اس دن کبھی سیراب نہ کرے۔
حرؓ کی یہ تقریر سنکر کوفیوں نے اس کو تیروں سے جواب دیا۔ مگر حرؓ نے ان کی ان
حرکتوں پر کوئی اعتنا نہیں فرمائی اور وہاں سے لوٹ کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں

پھر آ کھڑا ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کی فوج پر عمر سعد کا پہلا حملہ

حرؓ کی یہ تقریر سُنکر عمر سعد نے اپنے لشکر کے علمدار کو آواز دی کہ یا ورید ادن رایتک فادنا ثم وضع سہمانی کبدا قوسہ ثم رمی فقال اشھدوا انی اول من رمی اے ورید اپنا علم آگے لا۔ جب ورید علم لیکر آگے آیا اُس نے کمان میں تیر جوڑ کر ایک تیر مارا اور اپنے لشکر کو پکار کر کہا کہ گواہ رہو میں ہی پہلا شخص ہوں جس نے حسین علیہ السلام کی طرف تیر چلایا ہے۔

عمر سعد کی اسی تقریر کو تمام تاریخوں نے اعلان جنگ قرار دیا ہے اور جمہور علما کا اسی پر اتفاق ہے کہ عمر سعد کے اسی حکم سے لڑائی شروع کی گئی۔ اور ایک بار دس ہزار تیر امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینکے گئے جس سے امام حسین علیہ السلام کی فوج کو سخت نقصان پہنچا۔ بعض مؤرخین کا یہ قول ہے کہ اس تیر بارانی میں آپ کے پچاس اصحاب شہید ہوگئے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ زیادہ صحابی نہیں مارے گئے۔ بلکہ اُن کی سواریوں کے گھوڑے زیادہ ضائع ہوئے اور اُن وفاداروں کو پیدل ہو کر مخالفین سے سامنا کرنا ہوا۔ مگر مشہور اور متواتر یہ ہے کہ اس تیر بارانی سے مخالفین کا کچھ ایسا کام نہیں نکلا۔ دوپہر دن چڑھتے چڑھتے میدان کارزار گرم ہوا۔ جانبین سے متصل حملات ہونے لگے افواج شام سے سب سے پہلا شخص جو میدان کارزار میں نکل کر مبارز طلب ہوا وہ یسار زیاد ابن ابیہ کا غلام تھا۔

عبد اللہ ابن عمیر کی لڑائی۔ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں میں سے عبد اللہ ابن عمیر اُس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ عمیر سے حسب و نسب دریافت کر کے یسار نے اپنے غرور و نخوت کے اظہار میں کہا کہ میں تم کو نہیں پہچانتا۔ تم چلے جاؤ۔ اور اپنی جگہ زہیرؓ ابن القین یا حبیبؓ ابن مظاہر کو بھیجو کہ وہ ہمارے ہم چشم اور ہمعصر ہیں عبد اللہ ابن عمیر نے کہا کہ پسر زانیہ کے غلام تیری یہ جرأت ہوئی کہ تو جسکو چاہیگا وہی تیرے مقابلے کو آئیگا۔ یہ کہکر اپنا گھوڑا بڑھایا اور ضرب شمشیر لگا کر اُس کو گھوڑے سے گرایا۔ عبید اللہ ابن زیاد کے غلام سالم نے جب یہ حال دیکھا تو یسار کی کمک میں روانہ ہوا۔ اصحاب حسین علیہ السلام نے سالم کو جاتا ہوا دیکھکر عبد اللہ ابن عمیر کو آواز دی کہ حریف

تیرے پیچھے آتا ہے۔ ہوشیار ہو جا۔ عبداللہ عمیر اپنے ہمراہیوں کی تقریر سُنکر مقابلہ میں مصروف ہوا۔ سالم اتنے میں اُس کے قریب آپہنچا اور اپنی ایک ضرب لگائی جس سے اُسکی اُنگلیاں کٹ گئیں۔ عبداللہ ابن عمیر کی تیز دستی نہایت قابل قدر تھی کہ اُس نے مجروح ہو کر بھی اپنے استقلال کو قائم رکھا اور اُلٹ کر سالم پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ مقتول ہو کر زمین پر آ رہا اور اپنی ہمت و دلیری کی پُر جوشیوں میں عمیر یہ شعر پڑھنے لگے۔

ان تنکرونی فانا ابن کلب	انی امرء ذو مرة وغضب

ولست بالحق ارعند السلب

بہرحال۔ عبداللہ ابن عمیر اس کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ عمر ابن الحجاج نے سپاہ کوفہ کو ہمراہ لیکر لشکر امام حسین علیہ السلام کے میمنہ پر حملہ کر دیا مگر امام حسین علیہ السلام کے جاں نثاروں نے اپنے نیزوں کی نوکوں سے اُن کو روکا اور کسی طرح اُنکو اُنکے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر کوفیوں کی فوج مجبور ہو کر پسپا ہوئی تو ان شیر دل سرفروشوں نے ان پر تیر باراں کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے اکثر ہمراہیان ابن سعد مارے گئے۔

حضرت حُر رضی کی شہادت

یہ عالم دیکھکر حُر رضی ابن یزید الریاحی نے کوفیوں سے مقابلہ کا قصد کیا۔ صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ حُر رضی اور اُن کے صاحبزادے ایک ساتھ ہو کر میدان جنگ میں آئے اور یہ اشعار رجز کے طور پر پڑھنے لگے ؎

الیت لا اقتل حتے اقتلا	اضربھم بالسیف ضربا معضلا
لا ناقلا عنھم ولا معللا	لا حاجزا عنھم ولا مبدلا

احمی الحسین الماجد المؤملا

پھر فوج کوفہ کی طرف خطاب کر کے یہ اشعار پڑھے ؎

الی انا الحر ومحل الحر	لشجع من ذی لبد ھزبر	ولست بالجبان عند الکر	لکنی الوقاف عند الفر

اس کے آگے ہمارے معتبر مورخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حُرؓ نے اپنے فرزند ارجمند کو مقابلہ کفار کے لئے بھیجا۔ وہ بہادر فوج حریف پر حملہ آور ہوا اور سخت خونریزی واقع ہوئی۔ حُرؓ کے صاحبزادے نے چوبیس ۲۴ بے دینوں کو قتل کیا۔ پھر وہ خود بھی شہید ہوئے۔ حضرت حُرؓ نے بیٹے کی خبر وفات پاکر رنج وملال کی جگہ بہت بڑی فرحت دلی اور مسرت قلبی کا اظہار کیا۔ جیسا کہ ابو مخنفؒ کی اسناد سے اوپر لکھا گیا۔

حضرت حُرؓ کے بھائی مصعب ابن یزید کی شہادت

ہمارے ذی قدر مورخ حافظ جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ بیٹے کے بعد حُرؓ ابن یزید نے خود جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو اُن کا بھائی مصعب ابن یزید جو اس وقت تک فوج شام میں تھا بھتیجے کا قتل اور بھائی کی مستعدی دیکھکر اپنے آپ میں نہ رہا۔ گھوڑا اچھکا کر صف سے آگے بڑھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ بھائی سے مقابلہ کرنے کے لئے جاتا ہے۔ مگر جب بھائی کے قریب پہنچا تو بھائی کو پکار کر کہا کہ ہمکو بھی راہ ہدایت بتلا کر بادیۂ ضلالت سے نکال لو۔ میں اپنے تمام افعال سے توبہ کرکے آیا ہوں۔ حضرت حُرؓ اُس کو اُسی وقت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ امام عالی مقام نے اُس کے ساتھ بھی اپنے اخلاق واشفاق کا اُسی طرح اظہار کیا جس طرح اُس کے بھائی حُرؓ ابن یزید کے ساتھ کیا تھا۔

بھائی کو امامؑ کی خدمت میں پہنچا کر حضرت حُرؓ پھر مخالفین سے مقابل ہوئے اور ذیل کا رجز پڑھنے لگے۔

انی انا الحرّ ومای والضّیف	اضرب فی اعنا قکم بالسّیف
غل خیر من حل بارض الخیف	اضربکم ولا اری من حیف

یہ رجز پڑھکر حُرؓ نے فوج مخالف سے اپنا مقابل طلب کیا۔ عمر ابن سعد ان کے اِدھر چلے آنے کو کب اچھی نگاہوں سے دیکھتا تھا جو اس رجز کو بھلائی کے کانوں سے سُنتا اِن کے اشعار رجز سنتے ہی غصہ کے مارے اُس کا مُنہ لال ہوگیا۔ صفوان ابن حنظلہ جو اُس کے پہلو میں کھڑا تھا اور یہ وہ شخص تھا جو تمام عراق میں طاقت اور طلاقت

دونوں اوصاف سے موصوف تھا کہنے لگا کہ تو حرؓ کے مقابلہ کے لئے جا لیکن مقابلہ سے پہلے مواعظہ سے کام لینا۔ جب وعظ و نصیحت سے کسی طرح کام نکلتے نہ دیکھنا تو دست بہ قبضہ ہونا۔ بہر حال۔ صفوان حرؓ کے مقابلہ میں آ کر کہنے لگا کہ تو نے آج اپنی بالکل خفیف الحرکاتی ثابت کر دی کہ اپنے خلیفۂ زماں یزید ابن معاویہ کی رفاقت ترک کر دی۔ حرؓ نے جواب دیا۔ یا صفوان۔ تو مرد دانشمند ہو کر ایسے جاہلانہ کلام کرتا ہے سخت تعجب ہے۔ تجھ کو یزید سے شیر ابجاار اور بدکار کی ترک رفاقت اور امام حسین علیہ السلام کی نصرت اختیار کرنے پر تعجب ہوتا ہے؟ صفوان حرؓ کا جواب سنکر غصہ میں آ گیا۔ اور اپنے نیزہ سے حرؓ پر وار کیا۔ حرؓ نے اُس کے جواب میں اپنے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ انی اُس کے سینہ کو توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اور وہ آناً فاناً گھوڑے سے زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ صفوان کے تین بھائی اور تھے۔ تینوں باری باری سے اپنے بھائی کے معاوضہ میں حرؓ سے مقابل ہوئے۔ مگر تینوں کے تینوں مارے گئے۔ ان تینوں کا ایک حال کر کے حضرت حرؓ اُسی طرح اپنی شجاعت کی پُر جوشیوں میں فوج مخالف سے مبارزطلبی کرتے رہے۔ یزید ابن ابوسفیان کہ قبیلۂ بنی تمیم کے مشہور پہلوانوں سے تھا۔ کہنے لگا کہ میں اس سے مقابلہ کر کے اس کو مارتا ہوں۔ جناب حرؓ نے قبل اسکے کہ یزید ابن ابوسفیان کو وہ اپنی طرف آتا ہوا دیکھیں۔ یہ قصد کیا کہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جا کر ایک بار شرف زیارت سے مشرف ہو آئیں۔ یہ ارادہ کر کے وہ امامؑ کے لشکر کی طرف بڑھے۔ حصین ابن نمیر دیکھ رہا تھا۔ اُس نے یزید ابن ابوسفیان سے کہا کہ یہی موقع ہے اُسکے کہنے سے یزید چھپا ہوا حرؓ کے پیچھے آیا۔ مگر حرؓ نے دیکھ لیا۔ پھر کیا تھا۔ پلٹ کر اُس پر وار کیا۔ اور اُس کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ وہ سنبھل کر اپنے لئے کوئی قابو پیدا کر سکے۔ اور اسی ایک وار میں حرؓ کی تلوار نے یزید ابن ابوسفیان کو بے جان کر دیا۔ اُس کو مار کر جناب حرؓ پھر تو اپنے گھوڑے پر سنبھل بیٹھے۔ اور ذیل کے اشعار پڑھنے لگے ؎

اکون امیر غادر ابن غادر	اذ کنت قاتلت الحسین ابن فاطمۃ
ونفسی علی خذلانہ و اعتزالہ	و بیعۃ ھذا لنا کث العھد لائمۃ

فیاندمی ان لا اکون نصرته — الا کل نفس لا تواسه نادمه
اهم مرارا ان اسیر بجحفل — الی فئة زاغت عن الحق ظالمه
فکفوا والا زرتکم بکتائب — اشد علیکم من زحوف الدیالمه
سقی الله ارواح الذین تزلوروا — علی نصره سحا من الغیث دائمه
وقفت علی اجسادهم وقبورهم — فکاد الحشا تنفت والعین ساجمه
لعمری لقد کانوا مصالیت فی الوغی — سراعا الی الهیجا لیوث ضراغمه
تواسوا علی نصرابن بنت نبیهم — باسیافهم اساد خیل قشاعمه

یہ رجز پڑھ کر ابن سعد کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اُن میں سے اکثروں کو مار کر پھر صفوں سے نکل آئے اور یہ اشعار آبدار پڑھنے لگے۔

هو الموت فاصنع ویك انت صانع — فانت بکاس الموت لا شك جارع
وحام عن ابن المصطفیٰ وحریمه — لعلك تلقی حصد ما انت زارع
لقد خاب قوم خالفوا الله ربهم — یریدون هدم الدین والدین شارع
یریدون عمدا قتل آل محمد — وجدهم یوم القیٰمة شافع

یہ رجز پڑھکر پھر فوج مخالفین پر حملہ آور ہوئے اور اِن میں سے اکثروں کو اسی طرح مار کر اپنی جگہ واپس آئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

اضرب فی اعراضکم بالسیف — ضرب غلام لم یخف من حیف
انصر من حل بارض الخیف — بیسل علی الظهر مقری الضیف

یہ رجز پڑھکر فوج مخالف پر ایسا گرانبار حملہ کیا کہ پہلوانوں کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ پڑیں اور میدان کارزار اُن پر تنگ ہوگیا۔ یہاں تک کہ اُن کی جماعت میں سے بیاسی ۸۲ آدمی مار ڈالے۔ یہ خونی منظر دیکھکر عمر سعد کے ہوش اُڑگئے فوراً کمانداروں کے دستے کو آواز دی وہ خطاکار ہر طرف سے جناب حر پر تیر چلانے لگے۔ اور اس تیزدستی سے تیر لگائے کہ حضرت حرؑ کا جوشن تمام ساہی کی جلد کے ایسا ہوگیا۔

اتفاق سے ایک تیر ان کے گھوڑے کے ایسا لگا کہ اُس بے زبان نے فوراً جان دیدی آخر یہ بہادر فوج مخالف سے پیدل ہو کر مقابلہ کے لئے مجبور ہو گیا اور اس مجبوری کی حالت میں بھی جناب حُرؓ نے اکثر اعدائے دین کو ٹھنڈا کر دیا۔ آخر کار وہ زخموں سے سراپا چور ہو کر گر پڑا۔ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب یہ حالت دیکھکر فوراً دوڑ پڑے اور اُن کو اُٹھا کر امام عالی مقام کی خدمت میں اُٹھا لائے۔ ابھی ان میں رمقے جان باقی تھی۔ جناب امام عالی مقام نے اپنے رومال سے اِن کے چہرۂ خاک و خون آلودہ کو پاک وصاف کیا اور فرمایا واللہ ما اخطات امّك حیث سمتك حرّا واللہ انك حرّ فی الدنیا والاٰخرۃ قسم خدا کی تیری ماں نے تیرا نام رکھنے میں غلطی نہیں کی قسم خدا کی تو دنیا و آخرت دونوں میں آزاد ہے۔ یہ فرما کر آپ رونے لگے اور حُرؓ کے لئے خدائے سبحانہ تعالےٰ سے طلب استغفار کی اور حُرؓ کے مرثیے میں یہ اشعار پڑھے

فنعم الحرّ حرّ ابن ریاحی	صبور عند مشتبك الرّماح
ونعم الحرّ فی رھج المنایا	اذا الابطال تخطر بالصّفاح
ونعم الحرّ اذ واسا حسینا	وفاز بالھدایۃ والفلاح
ونعم الحرّ اذ نادی حسینا	فجاد بنفسہ عند الصباح
فیاربی اضفہ فی جنان	وزوجہ مع الحور الملاح

کیا اچھا شخص حُرؓ ابن یزید ریاحی ہے۔ کون حُرؓ۔ حر ابن ریاحی وہ تیروں کے مشتبک ہونے کی حالتوں میں بھی صبر کرنے والا ہے۔ کیا اچھا شخص حُرؓ ہے۔ جو مصیبت کے وقتوں میں نہیں ڈرا۔ کیا اچھا شخص حُرؓ ہے کہ جب حسینؑ نے صدائے استغاثہ بلند کی تو اپنی ذات کے ساتھ صبح کے وقت حاضر ہو گیا۔ پس اے پروردگار تو جنت میں اسکو مہمان کر اور اسکو حوران ملیح صورت کے ساتھ مزوّج کر۔

حضرت حُرؓ کے خاتمہ بخیر ہونے کے بعد اُن کے بھائی مصعب ابن زبیر نے فوج شقاوت سے مبارزت کر کے خوب داد شجاعت لی۔ اور اکثر مخالفین کو مار کر شربت شہادت نوش کیا۔

کہا جاتا ہے کہ حُرؓ کا ایک غلام عروہ نامی تھا جو اس وقت تک عمر سعد کے لشکر میں تھا وہ اپنے مالک اُس کے بیٹے اور بھائی کی یہ حالت دیکھکر فوج شام سے نکل کر حملہ آور ہوا اور اکثر مخالفین کو قتل کر کے خدمت امام عالی مقام میں حاضر ہوا اور کہنے لگا معاف فرمائیے کہ میں نے بے آپ کی اجازت کے اس لشکر ستم اثر سے جنگ آغاز کر دی ہے کیونکہ میں اپنے آقا حرؓ اور اُن کے صاحبزادے اور بھائی کے خون بہتے ہوئے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں کہ اب مجھ کو حضور سے لڑائی کی اجازت عنایت فرمائی جائے۔ امام حسین علیہ السلام نے اُسکے حق میں دعائے خیر فرمائی اور وہ آپ سے رخصت ہو کر پھر عمر سعد کی فوج سے دست بگریبان ہوا۔ یہاں تک کہ شہید ہوا۔

اُس وقت پورے طور سے عرصۂ قتال گرم تھا۔ فوج شام تو اپنی کوششوں میں مصروف ہی تھی۔ مگر جاں نثاران حسینؓ علیہ السلام جو اپنی تعداد میں مخالف کے سامنے اقل تھے یہاں تک کہ اُن کی صف کی نصف تعداد کو بھی پوری نہیں کر سکتے تھے اُس وقت اپنی پوری شجاعت اور دلیری کیا پُر جوشیوں میں بھرے ہوئے تھے۔ پورے اطمینان کے ساتھ جان دینے پر تُلے ہوئے تھے۔ وہ فوج مخالف کی اس وقت کثرت کا کوئی خیال نہیں کرتے تھے اور نہ اُن کی قوّت وطاقت کا۔ ہر شخص حصول سعادت اور شوق شہادت میں ایسا بیچین ہو رہا تھا کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھا جاتا تھا۔ اُسی عالم میں متعلقین حرؓ کے پورے خاتمہ کے بعد بریرؓ ابن خضیر ہمدانی جن کے محاسن خدمات اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ خدمت امامؑ میں آ کر رخصت طلب ہوئے۔

بریرؓ ابن خضیرؓ ہمدانی کی شہادت

بریر رضی اللہ عنہ نے اذن وغا چاہا۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ چلو میں بھی آتا ہوں تمہارے پیچھے۔ اور ذیل کا آیۂ قرآنی تلاوت فرمایا فمنھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر۔ جو لوگ کہ چلے گئے اُن کے لئے بھی یہ وقت تھا اور جو لوگ کہ منتظر ہیں اُنکے واسطے بھی ایک وقت ہے۔

المختصر۔ حضرت بریر رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں تشریف لا کر ذیل کا رجز پڑھنے لگے۔

لیث یروع الاعنۃ الزبین	انا بریر وابی خضیر
اضربکم و لا اری من ضیر	یعرف فینا الخیر اھل الخیر

ذلک فعل الخیر من بریر

رجز خوانی کے بعد بریرؓ نے فوجِ کفار کو اپنے حملہ گرانبار کے نیچے رکھ لیا اور پکار پکار کر کہنے لگے۔

اقتربوا منی یا قتلۃ المؤمنین اقتربوا منی یا قتلۃ اولاد البدریین اقتربوا منی یا قتلۃ اولاد رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وذریتہ الباقین۔ اے مومنوں کے قتل کرنے والے اور اے اولاد غازیانِ بدر کے قتل کرنے والے اور بقیہ اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کرنے والے ہمارے قریب آؤ اور ہم سے جنگ کرو۔

مورخین کا بیان ہے کہ اُس وقت بریر ابن خضیرؓ کا یہ حال تھا کہ فوج اشرار سے برخلاف ہوا کرتے جاتے تھے یہانتک کہ انہی مسلسل حملات میں فوج مخالفین سے تیس نبرد آزما جوانوں کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ رنگ دیکھکر یزید ابن معقل نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور بریرؓ کو مخاطب کرکے کہا اے گمراہ تجھکو میں فرقۂ مضلین میں شمار کرتا ہوں۔ بریرؓ نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو آ ہم تو دونوں ملکر خدا کی درگاہ میں دعا کریں جو ناحق پر ہوگا وہ حق کے ہاتھ سے مارا جائیگا۔ یہ کہکر بریرؓ نے اُس پر حملہ کیا تھوڑی دیر تک جانبین سے ردو بدل ہوتا رہا یزید نے فرصت پاکر بریرؓ پر اپنی تلوار کا وار کیا مگر وہ کارگر نہ ہوا اُس کے جواب میں بریرؓ نے یزید پر اپنی تیغ آبدار اس زور سے لگائی کہ اُس کے مغفر کو کاٹتی ہوئی اُس کے قعرِ دماغ تک اُتر آئی۔ وہ اُسی زخم کے صدمہ سے مرگیا۔ اُس کے بعد بحیر ابن اوس الضبی بریرؓ سے مبارز طلب ہوا اور حضرت بریر رضی اللہ عنہ اُسی شریر کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ بحیر نے بریرؓ کو مار کر بہت بڑے فخر و مباہات سے چند اشعار بھی پڑھے جس پر اُس کے بھتیجے نے اُسے ٹوک کر کہا ان بریرا لکان من عبادۃ الصالحین تو نے بریرؓ کو قتل کیا اور اب اُس پر مفاخرت کرتا ہے۔ خدا کو کیا مُنہ دکھلائیگا۔ مورخین کا قول ہے کہ اس کلام سے بحیر کو ندامت

ضرور ہوئی مگر اب وہ مفید کار کیا ہو سکتی تھی۔

وہب ابن عبداللہ الکلبی کی شہادت

بریر ابن خضیر ہمدانی رضہ کے بعد وہب ابن عبداللہ الکلبی عازم میدان ہوئے۔ واضح ہو کہ مورخین نے تعداد شہدا میں دو بزرگواروں کے نام جدا جدا وہب لکھے ہیں۔ ایک بزرگ کا نام وہب ابن وہب ہے۔ جو قوم کا نصرانی تھا۔ اور میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام سے مشرف ہو کر شہید ہوا اور دوسرا وہب ابن عبداللہ الکلبی۔ یہ وہب بن عبداللہ الکلبی وہ تھے جو بریر رضہ کے بعد فوج مقابل سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ ان وہب ابن عبداللہ الکلبی کی ماں کا نام قمری تھا۔ جو جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ولا اور عقیدت کے لیے خصوصیت کے ساتھ یاد کی جاتی تھیں۔ اور ان کے متعلق کثرت سے اخبار و آثار علمائے کرام کی مختلف تالیفات میں پائے جاتے ہیں۔

جناب وہب رضہ کی شہادت کا حال بھی دنیا کے عجیب و غریب واقعات سے ہے۔ جس کی مثال مشکل سے دنیا کے کارناموں میں ملتی ہے۔ المختصر۔ جناب وہب رضہ میدان کارزار میں آکر یہ رجز پڑھنے لگے ؎

ان تنکرونی فانا ابن الکلب	سوف ترونی وترون ضربی
وحملتی وصولتی فی الحرب	ادرک ثاری بعد ثار صحبی
وادفع الکرب امام الکرب	لیس جھادی فی الوغی باللعب

رجز ختم ہونے کے بعد وہب رضہ نے اپنی تلوار سے فوج مخالف پر حملہ کیا اور اکثر ملاعین کو مارا۔ پھر اپنی مادر گرامی قدر کی خدمت میں واپس آئے اور کہنے لگے کہ میری خدمتوں سے آپ خوشنود ہوئیں اس خوش عقیدہ نے جواب میں کہا ما رضیت او تقتل بین یدی الحسین علیہ السلام میں تو اس وقت تجھ سے خوش ہونگی جب تو اپنے آقا امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان فدا کر دے گا۔ وہب رضہ کی شادی کو دو ہفتہ سے زائد نہیں ہوئے تھے۔ اس کی بی بی بھی ہمراہ تھی۔ ماں بیٹے کی گفتگو سنکر

اپنے شوہر سے مخاطب ہو کر بولی کہ ماں کے کہنے پر نہ جا اور نہ اپنے آپ کو اژدہے کے منہ میں ڈال۔ اپنی جان پر رحم کر اور مجھکو بیوہ نہ بنا۔ بی بی کی یہ تقریر سنکر ماں نے کہا بیٹا خبردار عورت کی باتوں کا اعتبار نہ کر اور نصرت امام سے دست بردار نہو یقین کر لے کہ بغیر رضائے حسین علیہ السّلام اور خوشنودی والدین تجھکو شفاعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہونے والی نہیں ہے۔ وہب کی بی بی نے کہا کہ مجھکو یقین ہے کہ تو نصرت امام علیہ السلام میں شہید ہو کر داخل بہشت ہوگا۔ اور حوران جنّت سے ہم آغوش ہو کر ہم کو بالکل فراموش کر جائیگا۔ پس تجھکو مناسب ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں چلکر اُن کے سامنے ہم سے یہ وعدۂ واثق کر لے کہ بہشت میں بھی تو ہم سے جُدا نہ ہوگا۔ اِس تقریر کے بعد وہ دونوں امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہب کی بی بی نے عرض کی مجھکو آپ سے دو امور کی نسبت استفسار کی ضرورت ہے۔ اوّل تو یہ ہے کہ یہ جوان عازم سیر جناں ہے اور میرا کوئی فریادرس یہاں موجود نہیں ہے مجھکو آپ اپنے اہلبیتؑ کے سپرد اسی وقت سے کر دیجیے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ یہ میدان جنگ میں مقتول ہو کر داخل بہشت ہوگا۔ اور حور العین سے ہم آغوش ہو کر مجھکو بالکل بھول جاوے گا۔ پس اس سے یہ اقرار لیا جاوے کہ یہ بہشت میں داخل اور وصال حور العین سے محظوظ ہو کر مجھکو نہ بھولے۔ امام حسین علیہ السّلام اُس کی بی بی کی یہ عقیدتمندانہ تقریر سنکر آبدیدہ ہو گئے اور اُس کی استدعا کو قبول فرمایا۔ وہب رضی اللہ عنہ اپنی بی بی سے قول و اقرار کر کے داخل میدان ہوئے اور بکمال استقلال سے یہ رجز پڑھنے لگے ؎

انی زعیم لک ام وھب	بالطعن فیھم تارۃ والضرب
ضرب غلام مؤمن بالرّب	حتی یذیق القوم من الحرب
انی امرء ذو مرّۃ وعصب	ولست بالخوار عند النکب

حسبی الٰھی من علیم حسبی

رجز پڑھکر یمین و یسار کے حملات گرانبار میں مصروف ہوئے۔ اور دم کے دم میں

بارہ پیادوں اور تیس ۳۰ سواروں کو بیدم کردیا۔ اسی اثنا میں اہلِ کوفہ سے ایک شخص نے وہب
کا سیدھا ہاتھ قلم کرڈالا وہب نے اُلٹے ہاتھ میں تلوار لی اور اُسی طرح بالاستقلال دادِ
شجاعت دیتے رہے۔ قبیلۂ کندہ میں سے ایک شخص نے اُلٹا ہاتھ بھی قطع کرڈالا
وہب کی بی بی۔ جو اس خونی منظر کو دیکھ رہی تھی۔ شوہر کی یہ حالت دیکھکر اُس کی محبت کے جوش
میں نکل پڑی اور عمود ہائے خیمہ سے ایک عمود کو ہاتھ میں لیکر شوہر کے پاس پہنچی اور کہنے لگی
کہ نصرت حسین علیہ السّلام میں جتنی کوشش ہوسکے کیے جاؤ اور دشمنوں کو اہلبیت
رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ آنے دے۔ وہب رضؓ نے جواب دیا کہ سخت
تعجب ہے تو وہی عورت ہے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھکو نصرت حسین علیہ السّلام
سے باز رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ اب تجھکو کیا ہوگیا کہ اب لڑائی کے لیے مجھے آپ
ہی تحریص کررہی ہے۔ بی بی نے کہا حقیقت تو یہ ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کی صدائے
استغاثہ سُنکر میں اپنے آپ میں نہ رہی اور میں نے اُسی وقت سے اپنے دل
میں یہ ارادہ کرلیا کہ آلِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلف ہوجانے کے بعد میرا
جینا محض بیکار ہے۔ بہتر ہے کہ میں بھی تیری ہی طرح لڑکر فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر اپنی جان نثار کروں۔ یہ سُنکر وہبؓ نے کہا کہ تو خیمہ کو واپس جا۔ تجھکو لڑائی کے لیے جائز
نہیں ہے۔ بی بی نے یہ جواب دیا کہ اب تو میں واپس نہ جاؤں گی۔ اور ہم تو دونوں با
اتفاق خود ہا اسی خاک وخون میں لوٹیں گے اور ایک ساتھ اپنی زندگی کو تمام کریں گے۔
چونکہ وہب رضؓ کو اپنی بی بی کے روکنے کا کوئی ذریعہ معلوم نہیں ہوا تو اُس نے اپنے
دانتوں سے بی بی کا دامن پکڑلیا اور اصحاب امام علیہ السّلام کو اس واقعہ کی پکار کر اطلاع
دی۔ امام حسین علیہ السّلام نے صورت واقعہ معلوم کرکے وہب کی بی بی کو آواز دی جزیتم
من اہل بیت جزاءً السجعی الی النساء بارک اللہ فیک فانہ لیس علیکن قتال
تجھکو اہلبیتؑ سے جزائے خیر حاصل ہو اور خدائے سبحانہ تعالےٰ تجھکو اپنی برکت عطا فرمائے اب
تم میرے اہلبیتؑ کی طرف واپس آؤ کیونکہ عورتوں کو حکم قتال نہیں ہے۔ اس
خوش عقیدہ نے آواز دی کہ یا مولا مجھکو میرے حال پر چھوڑ دیجئے کیونکہ میں اپنے قتل
ہونے کو بنی اُمیّہ کے ہاتھوں اسیر ہونے سے بہتر سمجھتی ہوں آخر کار جناب امام حسین
علیہ السّلام نے کچھ لوگوں کو بھیجکر اور بہت سے وعظ وپند فرماکر اُس کو میدان جنگ سے

واپس بلا لیا اُدھر مخالفین نے وہب کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ اب اُس کا قتل اُس کی بی بی سے نہ دیکھا گیا۔ پھر وہ اپنے سراپردہ سے بیتاب ہو کر شوہر کی لاش پر پہنچ گئی۔ اور اُس کے چہرۂ گلگوں سے خاک و خون چھڑانے لگی۔ شمر لعین نے یہ دیکھکر اپنے غلام کو اشارہ کیا اُسنے اشارہ پاتے ہی اپنے گرزِ آہنی سے اُس کو شہید کر ڈالا۔ رحمہا اللہ تعالےٰ و رضی عنہا مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ پہلی عورت ہے جو نصرت امام حسین علیہ السّلام میں قتل کی گئی جب وہب رضؓ کا سر عمر ابن سعد کے پاس لے گئے تو اُس نے کہا کہ اس کے حملات ہماری فوج پر بہت سخت تھے۔ کوفیوں نے وہب کا سر لیکے اصحاب امام حسین علیہ السّلام کی طرف پھینکدیا۔ وہبؓ کی آفت رسیدہ ماں وہاں سے قریب ہی کھڑی تھی دوڑکر بیٹے کے سر پر گرپڑی اور اُس کے بوسے لیے اور کہنے لگی۔

الحمد للہ الذی بیّض وجھی بشہادتک بین یدی ابی عبد اللہ علیہ السلام ثم قالت الحکم للہ یا امۃ السوء اشھد انّ النصاریٰ فی بیعھا والمجوس فی کنائسھا خیر منکم۔ خدا کا شکر ہے کہ تیری شہادت کی وجہ سے میں امام عالی مقام علیہ السّلام کے دربار میں سُرخرو ہوئی (عرب میں مُنہ کا سفید ہونا محاورہ ہے چنانچہ آیہ قرآنی (وابیض وجہہ) شاہد ہے) یہ کہکر اہلِ کوفہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی اے قوم بدکردار میں شہادت دیتی ہوں کہ قوم نصاریٰ اپنے کلیساؤں اور قوم مجوس اپنے کنیسہ میں تم سے بہتر ہے۔ یہ کہکر وہ بھی ایک عمود خیمہ لیکر فوج مخالف پر جا پڑی اور اُس کی ضرب سے دشمنانِ دین کو اسفل السافلین تک پہنچا دیا۔ یہ حال دیکھکر امام حسین علیہ السّلام نے اُس کو بمشکل واپس بلوایا اور فرمایا اجلسی فقد وضع الجہاد من النساء فانک وابنک مع جدی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الجنۃ بیٹھو کیونکہ حکمِ جہاد عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ تو اور تیرا فرزند میرے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہشت میں رہینگے۔ مادرِ وہب نے یہ سُنکر کہا۔ الٰھی لاتقطع رجائی اے پروردگار تو میری امیدوں کو منقطع نہ فرمائیو امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا لا یقطع رجائک یا امّ وھب اے مادرِ وہب حق سبحانہٗ تعالےٰ تیری امیدوں کو کبھی قطع نہیں کریگا۔

عمر ابن خالد الازدی کی شہادت۔ وہبؓ کے بعد عمر ابن خالد الازدی لشکر

امام حسین علیہ السّلام سے عازم جنگاہ ہوئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

الیک یا لطف الی الرّحمان	فابشری بالرّوح والرّیحان
الیوم تجزی بان علی الاحسان	قد کان منک عاثرا الزّمان
ما خطّ فی اللوح الذی الدیّان	لا تجزعی فکل حیّ فان
والصبر احظی لک بالامان	یا معشرا لازد بنی قحطان

رجز پڑھ کر لشکرِ شقاوت اثر پر حملہ آور ہوئے اور شہید ہوئے۔

خالدؓ ابنِ عمر کی شہادت

عمرؓ کے شہید ہو جانے کے بعد۔ ان کے صاحبزادے خالد ابن عمر میدان کارزار میں تشریف لائے اور ان اشعار میں رجز خوانی کی ؎

صبرا علی الموت بنی قحطان	کیما تکونوا فی رضا الرحمان
ذی المجد والعزّۃ والبرھان	وذی العلی والطول والاحسان
یا ابتا قد صرت فی الجنان	فی قصر رب حسن البیان

رجز کے بعد فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اکثر مخالفین کو مار کر خود بھی مقتول ہوئے۔

سعد ابن حنظلہ تمیمی کی شہادت

ان کے بعد سعد ابن حنظلہ تمیمی میدانِ وغا میں آکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

صبرا علی الاسیاف والاسنّہ	صبرا علیہا لدخول الجنّہ
وحور عین ناعمات ھنّہ	لمن یرید الفوز لا بالظنّہ
یا نفس للراحۃ فاجھدنّہ	وفی طلاب الخیر فارغبنّہ

رجز خوانی کے بعد نہایت خونریزی ہوئی اور سعدؓ نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی آخر کار شہید ہوئے۔

عمیر ابن عبد اللہ مذحجی کی شہادت

یہ بزرگ میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور ان اشعار میں رجز خوانی شروع کی ؎

قد علمت سعد وھی مذحج	انی لدی الھیجاء غیر محرج
علوا بسیفی ھامۃ المدحج	واترک القران لدی التعرج

فریسۃ الضبع الاذل الاعرج

رجز پڑھکر فوج عمر پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے اعدائے دین کو مار کر شہادت پائی۔

جناب مسلم ابن عوسجہؓ کی شہادت

حضرت مسلم ابن عوسجہ رضؓ نے صف سے بڑھکر لشکر مخالف کا مقابلہ کیا اور یہ اشعار آبدار اپنی شجاعت کی پرجوشیوں میں وردلب فرمائے ؎

ان تسئلو عنی فانی ذو لبد	من فرع قوم من ذری بنی اسد
فمن بغانا حائد عن الرشد	وکافر بدین جبار صمد

رجز کے بعد ہی لشکر شقاوت پیکر پر حملہ آور ہوئے مسلم کی دلیری و شجاعت کو کون ایسا تھا جو حجاز سے لیکر عراق تک نہیں جانتا تھا اور اُن کی ذاتی جاہ و جلالت عراق میں کس کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ نہایت تیزی سے تلواریں چلنے لگیں۔ اور بہت سختی سے موت کا بازار گرم ہوا۔ عمر ابن سعد کی فوج سے ایک تبرد آزما میدان جنگ کا آزمودہ کار شخص برآمد ہوا اور دیر تک مسلم کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کی کوششوں میں اُلجھا رہا۔ آخر کار مسلم نے ایک نیزہ اُس کے پہلوئے راست میں مار کر پشت فرس سے اُسکو گرا دیا۔ اُس کے بعد ایک دوسرا شخص مسلم کے مقابلہ میں آیا اور اُس کی بھی یہی حالت ہوئی۔ غرضکہ تھوڑے ہی عرصہ میں مسلم ابن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے فوج مخالف کے پچاس سر برآوردہ پہلوانوں کو تہِ تیغ کر ڈالا۔ آخر کار تیر اندازانِ شام کے تیز دست دستوں نے مسلم رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے پیاپے اور متصل تیروں کی بوچھار دے بالکل

چکنا چور کر دیا اور لڑنے سے مجبور۔ آخر یہ زخمی شیر کی طرح گر پڑے۔
امام حسین علیہ السلام شروع سے لیکر آخر تک اِن کے محاسن خدمات کو براۃ العین مشاہدہ فرماتے تھے۔ اِن کو گرتا ہوا دیکھکر اور حبیب ابن مظاہر رضؓ کو ساتھ لیکر ان کی لاش پر تشریف لائے اور کہنے لگے یرحمک اللہ یا مسلم فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا حبیب ابن مظاہر رضؓ سر بالیں تشریف لائے اور آبدیدہ ہوکر کہنے لگے۔ اے بھائی مسلم تم کو اس حالت میں پاکر جو میرے دل پر گزر رہی ہے وہ میں تم کو کیونکر دکھلا سکتا ہوں مگر میں تم کو اس امر کی بشارت البتہ دیتا ہوں کہ تھوڑی دیر میں تم بہشت عنبر سرشت میں پہنچتے ہو۔ مسلم ابن عوسجہ رضؓ میں رمقے جان باقی تھی۔ اپنے ہموطن بھائی اور رفیق کی آواز پہچانکر بالکل ضعیف آواز سے کہنے لگے کہ خدا تم کو بھی اپنی رضا اور خیر کی بشارت عطا فرمائے۔ پھر حبیب رضؓ نے فرمایا کہ اگر مجھکو یہ معلوم نہوتا کہ میں بھی تمہارے بعد فوراً دنیا سے جانے والا ہوں تو ضرور تم سے کہتا کہ تم مجھسے کچھ وصیت کرلو۔ مگر مجھکو یقین ہے کہ میں خود بہت جلد تم سے آکر مل جانے والا ہوں۔ پھر ایسی حالت میں تم سے کیا پوچھوں۔ مسلم ابن عوسجہ رضؓ نے تھرّاتی ہوئی نیم جان آواز سے کہا یاحبیب اوصیک بھذا الرجل میں تم کو اس مرد کے لیے وصیت کرتا ہوں یہ کہکر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ جب تک تمہاری جان میں جان باقی ہے اِس کی نصرت وحمایت سے ہاتھ نہ اُٹھانا۔ حبیبؓ نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ انشاءاللہ المستعان اے مسلم رضؓ تم جیسا کہہ رہے ہو میں ویسی ہی تعمیل کروں گا۔ یہ سنکر مسلم رضؓ نے اپنی آنکھیں کھولکر امام حسین علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر نظر فرمائی۔ اور عرض کی کہ یا مولا۔ میں آپ کے جدّ بزرگوار اور پدر عالی مقدار کی خدمات میں آپ کی تشریف آوری کی بشارت دینے جاتا ہوں۔ یہ کہا اور داخل بہشت ہوئے۔
مسلم ابن عوسجہ کے اہل وعیال بھی ساتھ تھے۔ آقا کی یہ کیفیت دیکھکر اُن کی ایک لونڈی نالہ وفریاد کرنے لگی۔ بے غیرت کوفی اُس کی آہ وفغاں پر ہنسنے لگے۔ شیث ابن ربعی اور دیگر عمائد کوفہ کو مسلم کے مارے جانے کا خیال ضرور ہوا تھا۔ وہ اِس بے حیا گروہ کو ہنستا ہوا دیکھکر نہایت آزردہ ہوئے۔
صاحب روضۃ الصفا بیان کرتے ہیں کہ اِن لوگوں نے کہا۔ تمہاری مائیں تمہارے سے:

غم میں روئیں۔ تم اپنے ہی قوم و قبیلہ کے عمائد اور سرداروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کرتے ہو اور ایسے بے شرم ہو گئے ہو کہ پھر انہی پر ہنستے ہو۔ اور اپنی ان حرکتوں سے اپنے دوسرے عزیزوں اور ہموطنوں کو تمام آدمیوں میں ذلیل و خوار کرتے ہو۔ قسم خدا کی مسلم ابن عوسجہ کو اسلام میں ایک منصب رفیع اور محل وسیع حاصل تھا اور غزوہ آذربائیجان میں۔ ہم اُن کے رفیق تھے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اُن کو دیکھا کہ قبل اسکے کہ جانبین سے صفیں درست ہوں۔ کہ یہ شیر کی طرح مخالفت کے لشکر پر ٹوٹ پڑا اور اُن پر متواتر حملے کرنے لگا اور دم کے دم میں چھ آدمیوں کو ہلاک کر کے پھر اپنے مقام پر واپس آگیا۔

مسلم ابن عوسجہ رضؓ کے صاحبزادے کی شہادت

حافظ جمال الدین محدث اہل سنت روضۃ الاحباب میں تحریر کرتے ہیں کہ مسلم ابن عوسجہ رضؓ کے ایک صاحبزادے تھے۔ جو اپنے باپ کے قصاص پر خاص کر آمادہ ہوئے اور نصرت امام علیہ السلام کی غرض سے عازم میدان وغا ہوئے۔ جناب امام حسینؑ علیہ السلام نے اپنے اخلاق کریمانہ کے تقاضے سے فرمایا کہ تمہارے باپ ابھی مارے جا چکے ہیں اگر تم بھی شہید ہوئے تو پھر تمہاری غریب ماں کس کی ہو کر رہیگی یہ سنکر وہ اپنی ماں کی مصیبتوں پر متاثر ہوئے اور ماں کے پاس اُٹھتے ہی کہ تھے کہ اُن کی راسخ العقیدہ اور عقیدتمند ماں نے آواز دی کہ بیٹا تجھے نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی جان کی سلامتی کو امام حسین علیہ السلام کی نصرت و حمایت سے بہتر سمجھتا ہے میں اس امر میں تجھ سے کبھی راضی اور خوشنود نہیں ہوں۔ ماں کا یہ حکم سنکر وہ پھر میدان جنگ کی طرف واپس ہوئے اور اُن کی ماں بھی فرط محبت سے اُن کے پیچھے پیچھے چلی دلیر بیٹا تو فوج مخالف سے مقابل ہوا۔ ماں پس پشت سے تحریص و ترغیب کے کلمات کہہ کہہ کر اُس کو نصرت امام پر مستعد اور آمادہ فرماتی رہی۔ اور کہتی جاتی تھی کہ بشارت ہو تجھکو کہ تھوڑی ہی دیر میں ساقی کوثر کے ہاتھوں سے سیراب ہوگا۔ اسی گیرودار کے عالم میں اُس نے تینتیس نامردوں کو اپنی شمشیر سے مار گرایا اور پوری شجاعت دکھلانے کے بعد خود بھی شہید ہو گیا۔ اُن شریروں نے انکا سر کاٹ

کاٹ کر اُن کی ماں کے آگے پھینکدیا آفت رسیدہ ماں نے اپنے پارۂ جگر کے خون
آلودہ سر کو اپنے آغوش میں لیکر بوسے لیے اور اپنی مُنہ کو اُس کے مُنہ پر رکھکر ایسے
درد سے روئی کہ اُس کے رونے پر ہر شخص پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ہلال ابن نافع بجلی رضؓ کی شہادت

اِس سعید ازلی کی شہادت کے بعد صاحب روضۃ الشہدا کا بیان ہے کہ ہلال ابن
نافع بجلی نے میدان جنگ کا قصد کیا۔ ہلال نہایت حسین۔ خوش جمال اور اسم با مسمّٰی
بزرگ تھے اور تیراندازی کے فن میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ تھوڑا زمانہ ہوا تھا
کہ ہلال ابن نافع رضی اللہ عنہ نے اپنا عقد کیا تھا اور زوجہ ساتھ تھی۔ شوہر کو
آمادۂ پیکار دیکھکر اُن کی زوجہ نے اُن کا دامن تھام لیا اور کہنے لگی کہ تم تو جانتے ہو
مجھکو کس پر چھوڑے جاتے ہو۔ یہ کہکر وہ عفیفہ تو رونے لگی اِس کی خبر جناب امام حسین
علیہ السّلام کو ہوئی تو ہلال کو بلاکر ارشاد کیا کہ تیرے اہل و عیال کی حسرتوں کا علاج سوائے
اِس کے نہیں ہے کہ تو اُن کے سامنے موجود رہے میں تجھکو پورا اختیار دیتا ہوں
کہ اگر تیرا جی چاہے تو طریق قتال اختیار کر نہیں تو اپنے اہل و عیال کی رضامندی کر۔
ہلال ابن نافع نے عرض کی کہ اگر میں آپ کی نصرت سے ہاتھ اُٹھاؤں تو فردائے قیامت
میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ یہ کہکر
اُس خوش عقیدہ بہادر نے اپنی بی بی کو وداع کیا اور میدان کارزار میں آکر ذیل کا
رجز پڑھا ؎

ارمی بہا معلمۃ افواقہا — و النفس لا تنفعہا اشفاقہا
مسمومۃ تجری بہا اخفاقہا — لیملئن ارضہا رشاقہا

رجز پڑھکر اپنی تیغ آبدار سے فوج مخالف پر حملہ کرکے انبار کرنے لگا۔ اور پھر اپنی
شجاعت و دلیری کے اظہار میں یہ رجز پڑھنے لگا ؎

انا الغلام الیمنی البجلی — دینی علی دین حسین و علی
ان اقتل الیوم فھذا املی — فذاک رأیی و الاقی عملی

ان کا رجز سنکر عمر سعد کے لشکر سے قیس باہر نکلا۔ ہلال نے اُسکو مار ڈالا۔ اس کے مرتے ہی بڑی خونریزی ہونے لگی اور ہلال بھی چمک چمک کر فوج مخالف کے گھنے اور تاریک بادلوں میں اپنی شجاعت و دلیری کے جوہر دکھانے لگے اور تیرہ اعدائے دین کو مار گرایا۔ اسی اثنا میں دشمنوں نے چاروں طرف سے اُن پر حملے شروع کردیے اور اُن کے دونوں ہاتھ قطع کر ڈالے۔ ہلال اپنا کمال دکھلا کر اب لڑائی سے مجبور ہو گئے۔ اُن بے دینوں نے اِن کو گرفتار کر کے شمر کے پاس حاضر کیا اُس نے اِن کا سر کاٹنے کا حکم دیا حکم پاتے ہی ایک شقی القلب نے اِن کا سر کاٹ لیا۔

نافع رضؓ ابن ہلال کی شہادت

باپ کے شہید ہو جانے پر اِن کے صاحبزادے نافع ابن ہلال بجلی متوجہ کارزار ہوئے اور فوج مخالف کے مقابل پہنچکر رجز میں یہ اشعار پڑھے ؎

انا ابن هلال البجلی	انا علی دین علی	و دینه دین النبی

سب سے پہلے مزاحم ابن حریث قبیلہ بنی قطیعہ کا ایک آدمی اِن سے مزاحم ہوا نافع نے ایک ہی وار میں اُس کو مار گرایا۔ عمرو ابن حجاج جو فوج عمر سعد میں ایک آزمودہ کار اور جرار مشہور تھا اور دریائے فرات کی حفاظت اُسی کے حوالے تھی چلّا کر اپنی ماتحت فوج سے کہنے لگا کہ تم لوگ حقیقت میں عقل سے بالکل خالی ہو۔ تم اِن بہادروں سے جو شیر شجاعت سے اور آب شمشیر سے پرورش پائے ہیں اور اِس وقت اپنی ہمت و دلیری کی پرجوشیوں میں اپنا سر اپنے ہاتھوں پر دھرے ہوئے ہیں۔ کبھی اِس طریقہ پر لڑ کر اُن سے سر بر نہیں ہو سکتے۔ اب تمہاری کامیابی کے لیے مصلحت وقت یہی ہے کہ تمام لشکر سے ایک بار حملہ کیا جاوے اور اِن کی جماعت کو چاروں طرف سے ایک حلقہ میں لے لیا جاوے۔

فوج حسینی پر لشکر شام کا حملہ۔ عمر سعد نے۔ عمر ابن حجاج کی یہ تجویز سنکر کہا کہ مصلحت وقت یہی ہے۔ سب سے پہلے عمر ابن حجاج اپنی ماتحتی فوج کے ساتھ

آگے بڑھا اور امام حسین علیہ السّلام کے لشکر سے قریب پہنچگیا اور فوجِ حسینی کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے قومِ کوفہ۔ جماعتِ اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو اور شک نہ کرو اور اُس شخص سے لڑنے میں ذرا بھی تامل نہ کرو جو (معاذ اللہ) دین سے باہر ہو گیا اور یزید کی اطاعت سے جو (معاذ اللہ) امام زمانہ ہے۔ مخالفت نہ کرو۔ اِس ریدہ دہن کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یا بن الحجاج علی تحرض الناس الحنن مرقنا من الدین وانلتم ثبتم علیہ واللہ لنعلمن اینا المارق من الدین ومن ھو اولی بصلی النار اے پسر حجاج میری نسبت تو تمام لوگوں کو یہ فریب دیتا ہے کہ (معاذ اللہ) میں دین سے باہر ہو گیا۔ اور میرے برعکس تم دین پر قائم ہو قسم خدا کی تو اُس شخص کو خوب جانتا ہے جو دین سے علیحدہ ہو گیا۔ اور آتشِ دوزخ کے لیے سزاوار ہو گیا۔

یہ کلام سنکر عمر نے میسرۂ امام حسین علیہ السّلام پر حملہ کیا اور اُسی کے ساتھ شمر ذی الجوشن لعن نے اپنی ہمراہی فوج کے پیچھے آکر اُن کو اپنی زد پر رکھ لیا۔ عمر سعد بے حیا نے اپنی جمعیت کے ساتھ خیمۂ مقدس کی طرف دست بُرد کا قصد کیا۔ مگر چونکہ خیام مطہر کے چاروں طرف خندق میں آگ روشن تھی اور سر بفلک شعلے اُن میں سے مشتعل ہو رہے تھے اِس لیے عمر ابن سعد اپنے خیالوں میں کامیاب نہ ہو سکا اور پھر شبیث ابن ربعی نے بھی کسی قدر اُس نامرد کو اِس بزدلانہ حرکت سے منع کر دیا۔

المختصر۔ یہ تمام فوج اکٹھا ہو کر ایک ہی طرف سے امام حسین علیہ السّلام کی قلیل جماعت پر گر پڑی اور جاں نثاران حسین علیہ السلام نے بھی جس دلاوری اور جگرداری سے فوجِ مخالف کا مقابلہ کیا اُس کی نظیر دنیا کے کسی واقعہ سے نہیں ملتی۔ جانبین سے سخت تلواریں چلنے لگیں اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی۔ اور وہ گھمسان کا میدان پڑا کہ بڑے بڑے پہلوانوں کے کلیجے پانی ہو گئے۔ اور لڑائی کا موجودہ ہولناک اور خونی منظر دیکھکر اچھے اچھے جیوٹوں کے جی چھوٹ گئے۔ بجلیوں کی طرح اہل شام کی گھنی صفوں میں تلواروں کا گرنا۔ مقتولین کے خون کا دریا کی طرح بہنا۔ پہلوانان نبرد آزما کے سروں کا حباب دریا کی طرح اُبھرنا اور بیٹھ جانا۔ کچھ ایسا خوفناک عالم تھا جس کو دیکھکر بڑے بڑے قوت داروں کے دل میں تھرتھری پڑی

ہوئی تھی۔ عمر سعد کی کثیر فوج کے مقابلہ میں جناب امام حسین علیہ السّلام کی قلیل اور مختصر جماعت نے بھی اپنی شجاعت اور دلیری کی بے انتہا پرجوشیوں میں بیتاب ہو کر اپنے مخالف کے نیزہ اور تیروں کی بوچھاروں کے سامنے اپنے سینے آڑ دیئے اور اپنی قوت داری اور جگرداری کے ثبوتوں میں اُن کے مظالم اور اپنے مصائب کا مطلق خیال نہ کیا۔ اور اُن کی کثرت اور شقاوت سے ذرا بھی خوف نہ کیا چنانچہ امام طبری اپنی تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ جب عمر سعد کو ناکامیابی ہوئی تو اُس نے میمنہ اور میسرہ کے سواروں کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ امام حسین علیہ السّلام کے بتیس سواروں نے جب ان ہزاروں کو بھی پئے در پئے پراگندہ کر دیا اور عروہ ابن قیس جو سواروں کا افسر تھا بدحواس ہو کر خموش ہو گیا تو عمر نے شیث ابن ربعی سے کہا کہ پلٹنوں اور تیراندازوں کو لیکر بڑھو۔ لیکن شیث نے ٹال دیا اور کہا کہ مجھ سے سردار فوج اور شیخ لشکر کو تیراندازوں کے ساتھ بھیجنا شایاں نہیں ہے۔ آخر عمر نے حصین ابن نمیر کو اس کام پر مقرر کیا۔ وہ پیادوں کے غول اور پانچسو تیراندازوں کو ساتھ لیکر بڑھا۔ ان کمانداروں کی صفوں نے مقابل میں پہنچکر تیر برسانا شروع کر دیا۔ انصار حسین علیہ السّلام نے جہاں تک ہو سکا اپنے جسموں کو تو بچایا۔ لیکن اپنے گھوڑوں کو بچا نہ سکے اور یک قلم ان کے سب گھوڑے زخموں سے چورچور ہو کر گر گئے۔ پھر بھی ظہر کے وقت تک شدت کے ساتھ معرکۂ قتال گرم رہا لیکن افسوس کہ امام حسین علیہ السّلام کی جماعت قلیل کی تعداد بتدریج بہت کم ہو گئی تھی۔ اور لشکر عمر کو بوجہ اپنی کثرت کے اپنی کمی محسوس نہ ہوتی تھی۔ ابو عذرہ ضبابی۔ جو شمر ذی الجوشن کے مخصوصین میں تھا اسی ہنگامہ میں زہیر ابن القین کے ہمراہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا جس کی وجہ سے فوج شام میں سخت اضطراب لاحق حال ہوا۔

سپاہ شام میں سینکڑوں کیا ہزاروں آدمی مارے گئے اور اصحاب امام حسین علیہ السّلام سے تیس آدمی جن میں پندرہ سوار تھے اور پندرہ پیدل تھے۔ درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ اُن بزرگواروں کے نام نامی اور اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) نعیم ابن عجلان الانصاری (۲) عمر ابن کعب ابن حارث الاشجعی

(۳) حنظلہ ابن عمر الشیبانی (۴) قاسط ابن ظہیر (۵) کرشں ابن ظہیر (۶) کنانہ ابن عتیق (۷) عمر ابن ضبیعۃ الضبعی (۸) فرغانہ ابن مالک (۹) سیف ابن مالک العمیری (۱۰) عبدالرحمٰن ابن عبداللہ الکدری الارحبی (۱۱) مجمع ابن عبداللہ العائذی (۱۲) حنان ابن حارث السلمانی الازدی (۱۳) عمرو الجندعی (۱۴) حلاسی ابن عمرو الراسبی (۱۵) سواد ابن ابی عمیر الفہمی الہمدانی (۱۶) زائر ابن عمر غلام عمرو بن الحمق خزاعی (۱۷) حبلہ ابن علی الشیبانی (۱۸) ابی عمارہ ابن ابی سلامہ الدولابی (۱۹) نعمان ابن عمر الراسبی (۲۰) مسعود ابن الحجاج (۲۱) حجاج (۲۲) زہیر ابن بشر الخثعمی (۲۳) عمار ابن حسان ابن شریح الطائی (۲۴) عبداللہ ابن عمیر (۲۵) اسلم ابن کثیر الازدی الاعرج (۲۶) زہیر ابن سلیم الازدی (۲۷) عبداللہ ابن یزید ابن ثبیت القیسی (۲۸) عبداللہ ابن عروہ غفاری۔

امام حسین علیہ السلام کے یہ تینتیس بہادر جاں نثار میدان جنگ میں اپنی شجاعت و دلیری کی پوری داد دے کر کھیت رہے۔ ان کے مارے جانے سے امام حسین علیہ السلام

کی موجودہ جماعت اگرچہ بالکل تمام نہیں ہوئی تو قریب الاختتام تو ضرور پہنچ گئی کیونکہ ان بہتّر دلاوروں کا مجموعہ نصف کے قریب کام آچکا۔ جو باقی بچ گئے وہ بیس بائیس سے ہرگز زائد نہیں تھے۔ یوں تو دنیا کے بڑے بڑے کارناموں میں اہل عرب کی شجاعت واضح اور موٹے حرفوں میں تمام لکھی ہوئی ہے اور ہزاروں واقعات اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر جب ہم جاں نثاران حسین کی عدیم المثال اور بے نظیر دلیری اور شجاعت کے واقعات پر جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں غور کرتے ہیں تو وہ حالات ہماری نگاہوں میں دفتر پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور اُن کو ان سے کسی طرح مناسبت یا مماثلت نہیں دی جاسکتی۔ امام حسین علیہ السلام کے یہ جاں نثارین کی تعداد ہم ابھی مقتولین میں بتلا چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں مارے تو گئے۔ مگر اس طرح کہ اُن کی عزیز جانوں کے ساتھ عرب کی شجاعت اور دلیری کا بھی کامل خاتمہ ہوگیا۔ اس وقت ان شیر دلوں نے عمر سعد سے اُسکی ان تجویزوں میں کہ اسی وقت جنگ مغلوبہ کرکے امام حسین علیہ السلام کا خاتمہ کر دیا جاوے۔ اُن کے اعوان و انصار بھی کاٹ ڈالے جائیں۔ اور گھر بھی لوٹ لیا جاوے۔ تین دن کی بھوک اور پیاس کی غیر متحمل مصیبتوں میں ان دلیروں نے پورے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا اور اُن کو کسی طرح اپنی تجویزوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ عرب کی پرانی تاریخوں کے ورق اُلٹنے والے کیا کوئی واقعہ ایسی خاص حالت کا دکھلا سکتے ہیں؟ اگر ہم ان تمام وفاداروں کے تفصیلی جذبات اور ان کی دلیری و شجاعت کے واقعات کامل طور سے لکھنا چاہیں تو ہمارے موجودہ سلسلۂ بیان میں ایک غیر ضروری طوالت ضرور واقع ہوجائیگی جس کو ہم کسی طرح نہیں پسند کرتے اس لیے ہم ان سعادتمندان ازلی میں سے صرف ایک بزرگ کے واقعات ذیل میں ابو مخنف کی عبارت سے لکھتے ہیں:-

عبداللہ ابن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ۔ ان بزرگ کے حالات ابو مخنف میں لکھے ہیں۔ د

کان شیخاً کبیراً شہد بدر وحنین وصفین وقال لہ الحسین علیہ السلام شکر اللہ لک افعالک یا شیخ فانشد ؎

قد علمت حقاً بنو غفار	وخندف ثم بنی نزار

ینصرنی لاحمد المختار	وآلہ السادات والابرار
صلی علیهم خالق الاشجار	رب البرایا خالق الاطیار

یعنی بنی غفار۔ بنی خندف اور بنی نزار کے قبیلہ والے جانتے ہیں کہ میں احمدؐ مختار اور اُن کی اولاد ابرار کی نصرت کرنے والا ہوں۔ خالق اشجار اور پیدا کنندہ زمین وجانوران اپناد رود اِن پر بھیجے اِن مقدس بزرگ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ یہ نہایت سن رسیدہ تھے اور معرکۂ بدر سے لیکر حنین وصفین کے معارک میں شریک رہ چکے تھے امام حسین علیہ السلام نے اِن کو آمادہٗ کارزار دیکھکر فرمایا کہ یا شیخ میں تمہارے ان محاسن خدمات کے متعلق خدائے سبحانہٗ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

المختصر۔ وہ رجز جو اوپر لکھا گیا۔ بڑھکر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور پچیس۲۵ اعدائے دین کو نار کرکے شرف بدرجہائے شہادت ہوئے۔ اب اِسی سے باَسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب ایسے سن رسیدہ اور معمر شخص نے تن تنہا پچیس۲۵ سواروں کو قتل کرڈالا تو اِس جماعت کے شیردل اور دلیر جوانوں نے کتنے معاندین کو مار گرایا ہوگا۔

بہرحال۔ انصار حسینی کی اظہار شجاعت کی تفصیل سے قطع نظر کرکے اب پھر ہم اپنے سابق سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ عمر ابن سعد کی فوج اِن دلیروں کو اپنے ایک حملے میں کسی طرح پسپا نہ کرسکی اور کسی طرح خیام مقدس تک نہ جا سکی جس کے لیے وہ انتہٰی پرجوشیوں سے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ آخرِ کار وہ مجبور ہو کر پھر کسی قدر دور ہٹ گئے مگر اُن کی اِس فوج کا وہ دستہ جو حصین ابن نمیر کے زیر کمان تھا۔ امام علیہ السّلام کے خاص غلاموں کے ساتھ ایک حالت پر اُبھارا رہا۔ جو صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں بیس۲۰ آدمی تھے۔ اِن میں دس تو امام حسین علیہ السّلام کے خاص غلام تھے اور دس۱۰ وہ بزرگوار تھے جن کو امیر المؤمنین علیہ السّلام کی خدمت میں غلامی کا شرف حاصل تھا۔ اِن وفاداروں نے ابتدا سے لیکر انتہا تک فوج مخالف سے پورا پورا مقابلہ کیا۔ اور سب کے سب اپنے آقا کے حق نمک سے ادا ہو گئے۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

ابو ثمامہ صیداوی کی بے نظیر دلیری اور شہادت

موت کی عین گرم بازاری میں حضرت عمر ابن عبد اللہ الانصاری۔ جو اپنی کنیت ابو ثمامہ الصیداوی سے زیادہ مشہور ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا ابا عبد اللہ نفسی لنفسک فداء ھؤلاء اقتربوا منک ولا واللہ لا تقتل حتی اقتل دونک واحب ان القی اللہ ربی وقد صلیت ھذہ الصلوٰۃ۔ یا مولا۔ جان میری آپ پر فدا ہو۔ آپ یقین کر لیں کہ یہ تنور حرب و ضرب کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو مگر جب تک میں اپنے خون میں آلودہ نہ ہو لوں گا آپ کے جسم مبارک پر ایک آنچ نہ آنے پائیگی۔ لیکن میری اس وقت ایک آرزو ہے وہ یہ کہ میں ایکبار نماز اور آپ کے ہمراہ پڑھ لیتا تو اپنے پروردگار عالم سے جا ملتا۔

اُن کی یہ استدعا سنکر جناب امام حسین علیہ السّلام نے سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا تو دیکھا کہ ٹھیک نمازِ ظہر کا وقت ہے تو حضرت ابو ثمامہ صیداویؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ذکرت الصّلوٰۃ جعلک اللہ من المصلّین نعم ھذا اوّل وقتھا تم نے مجھکو نماز کی یاد دلائی۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ تمھیں نماز گزاروں میں شامل فرمائے ہاں یہی تو نمازِ ظہر کا اوّل وقت ہے۔ اِس جماعت سے کہو کہ اتنی دیر تک لڑائی موقوف کریں کہ ہم نمازِ ظہر ادا کر لیں۔ حصین ابن نمیر نے یہ تقریر سنکر چلّا کر کہا کہ تم لوگوں کی نماز کب قبول ہے۔ اُس دریدہ دہن کے یہ گستاخانہ کلام جناب حبیب ابن مظاہرؓ سے نہ سُنے گئے۔ اُس کو ڈانٹ کر کہنے لگے۔ لا تقبل الصّلوٰۃ من ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم وتقبل منک یا ختّار فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی نماز تو قبول نہیں اور تیری نماز قبول ہے۔ کیوں اے غدّار؟ اتنا سُننا تھا کہ حصین ابن نمیر تلوار لیکر جناب حبیب ابن مظاہر کی طرف جھپٹا۔ وہ اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السّلام کے آگے حفاظت کے خیال سے کھڑے تھے اور نمازِ ظہر کے تہیہ میں تھے۔ حصین ابن نمیر کو اس عجلت سے قریب آتے ہوئے دیکھکر امام حسین علیہ السّلام سے فرمانے لگے کہ یا مولا۔ آپ تو میں اس نماز کو فردوس معلی میں پڑھوں گا میں تو جاتا ہوں اور آپ کی طرف سے آپ کے جدّ بزرگوار اور پدر عالی مقدار اور برادر

گرامی منزلت کو سلام و تحیت پہنچاتا ہوں۔ یہ کہکر حصین ابن نمیر کے برابر پہنچ گئے اور ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

انا حبیب و ابی مظھر ... وفارس الھیجاء لیث قسور
وانتم عند العدید اکثر ... ونحن اوفی منکم واصبر
ایضا وفیکل الامور اقدر ... وانتم عند الوفاء اغدر
ونحن اعلی حجۃ واظھر ... حقا وانھی فیکم واعذر
وفی یمینی صارم مذکر ... وفیکم نار الجحیم یسعر

رجز پڑھکر حبیب رضؓ نے حصین کے جواب میں اپنی زبانِ تیغ سے کام لینا شروع کیا۔ ان کی ضربت سے اُس کی ناک پر کچھ یوہیں سا زخم لگا وہ دل کا بودا اتنے اوچھے زخم کا بھی متحمل نہ ہو سکا اور میدان جنگ سے ہٹ گیا۔ حبیبؓ نے چاہا تھا کہ اُس مایۂ فساد کا خاتمہ ہی کر دیا جائے۔ مگر اُس کے ہمراہیوں نے حبیب رضؓ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن تاہم اِس کہن مشق اور تازہ ہمت بہادر نے چاروں طرف وار کرنے شروع کر دیے جو سامنے آیا مارا گیا۔ جو بچ گیا وہ بھاگ گیا۔ حبیب رضؓ نے اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں یہ اشعارِ مفاخرت پڑھے ؎

اقسم لو کنا لکم اعداد ... او شطرکم ولیتم الاکتادا
یا شر قوم حسبا واذا ... وشرھم قد علموا انذادا

یہ اشعار پڑھکر حبیب ابن مظاہر علیہ الرحمہ نے اُسی طرح فوج مخالف پر اپنی تیغ آبدار سے پے در پے حملے کرتے ہوئے۔ بروایت محمدؒ ابن ابیطالب باسٹھ[۶۲] بے دینوں کو قتل کیا۔ اسی اثنا میں بنی تمیم میں سے ایک شخص نے کمین میں آ کر حبیبؓ کی پس پشت سے ایک ایسا نیزہ مارا جس کی ضرب سے وہ زمین پر آتے رہے۔ قاتل نے جلدی کر کے ان کا سر اُتار لینا چاہا۔ مگر حصین ابن نمیر ان کی ضرب کے قصاص کیلئے فوراً آ پہنچا اور اپنی تلوار سے اِن کا سر کاٹ لے گیا۔

جناب امام حسین علیہ السلام اپنے قدیم رفیق کے قتل کی خبر پا کر فوراً اُسکی لاش پر

تشریف لائے - اور فرمایا - عند اللہ احتسب ونفسی حماۃ اصحابی وقال اللہ درک یا حبیبؓ لقد کنت فاضلا تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ خدائے سبحانہ تعالےٰ تمہیں برکت دے - رات بھر میں تم ایک پورے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے
حبیب ابن مظاہر رضؓ کے سر کی نسبت مشہور ہے کہ بدیل ابن حریم ان کا فرق مبارک لیکر بعض کے نزدیک کوفہ میں اور بعض کے نزدیک مکہ میں آیا حبیبؓ کے صاحبزادے نے اپنے باپ کے سر کو پہچانکر بدیل کو مارا اور اپنے پدر بزرگوار کا سر اُس سے چھینکر مدفون کر دیا -

کربلا کے میدان جنگ میں ظہر کی نماز

جناب ابن مظاہر رضؓ کے واقعہ کے بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام نے سعید ابن عبداللہ اور زہیر ابن القین رضؓ کو حکم دیا کہ تم لوگ آگے کھڑے ہو جاؤ تو نماز ظہر ادا کی جائے حکم پاتے ہی وہ باوفا جان نثار آگے کھڑے ہو گئے اور امام عالی مقام نے باقیماندہ لوگوں کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی - بے دین اہل کوفہ و شام نے اِس حالت میں بھی ظلم و ستم سے ہاتھ نہ اُٹھایا اور نماز گزاروں کی اِس چھوٹی سی جماعت پر برابر تیروں کا مینہ برساتے رہے - یہاں تک نوبت پہنچی کہ نماز تمام ہوتے ہوتے سعید ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جان تمام ہو گئی - اور وہ شہید راہ خدا زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر یہ کہتا ہوا گر پڑا - اللھم بلغ نبیک السّلام وابلغہ مالقیت من الم الجراح فانی اردت نصرہ ذریۃ نبیک پروردگار اس قوم اشقیا پر مثل قوم عاد و ثمود کے اپنی لعنت بھیج اور میرا سلام اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور اُن کی ذریت طاہرہ کی نصرت کی وجہ سے جو مصائب کہ مجھ پر گزرے ہیں اُس سے بھی اُن کو مطلع فرما دے -
امام حسین علیہ السّلام نے نماز ظہر سے فراغت فرما کر باقیماندہ اعوان و انصار کی جماعت درست فرمائی اور اُن لوگوں سے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا -
قال یا اصحابی ان ھذہ الجنۃ قد فتحت ابوابھا واتصلت انھارھا واینعت اثمارھا وزینت قصورھا وتؤلفت ولدانھا وحورھا وھذا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم والشہداء الذین قتلوا معہ وابی وامی یتوقعون قدومکم ویتباشرون بکم وہم مشتاقون الیکم فحاموا عن دین اللہ وذبوا عن حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اے ہمارے جان نثارو۔ نظر اٹھاؤ اور دیکھو کہ بہشت کے دروازے کشادہ اور حورانِ جناں آراستہ و قصور بہشت پیراستہ ہیں و قدسیان ملاء الاعلےٰ اور غلمانِ بہشت منتظر ہیں۔ اور خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چشم براہ ہیں اور ہمارے جتنے اصحاب و انصار مقتول ہو چکے ہیں وہ سب آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور ہمارے جدِ بزرگوار اور ہمارے پدر عالی مقدار تم لوگوں کے مشتاق ہیں پس تم کو مناسب ہے کہ اپنے دین کے اجرا میں اپنی کوششوں کو دریغ کرو اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم سے اُن کے دشمنان کے مظالم اور جور و ستم کی پوری مدافعت کرو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اہلبیت علیہم السّلام اِس وقت ایک عجیب اضطرار و انتشار میں مبتلا تھے۔ امام حسین علیہ السّلام کا یہ خطبہ سنتے ہی حرم محترم سے گریہ وزاری اور فغان اشکباری کی سخت صدائیں بلند ہوئیں۔ بے وارث عورتوں اور معصوم بچوں کی صدائے استغاثہ اِس طرح بلند ہوئیں۔

یا معشر المسلمین یا عصبۃ المومنین حاموا عن دین اللہ وذبوا عن حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وعن امامکم ابن بنت نبیکم فقد امتحنکم اللہ تعالی بنا فانتم جیراننا فی جوار جدنا والکرام علینا واھل مودتنا فدافعوا بارک اللہ۔

اے گروہ مسلمانان۔ اے ناصر مومناں۔ دینِ خدا کی حمایت کرو۔ اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حرمِ محترم سے دشمنوں کو دور کرو اور ان ظالموں کو اپنے امام کے قریب جو تمہارے رسولؐ کی بیٹی کا فرزند ہے دفع کرو۔ اور یہ یقین کرلو کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ اس وقت ہماری نصرت کے متعلق تمہارا امتحان لے رہا ہے تم ہمارے ہمسایہ۔ ہماری حفاظت کرنے والے اور ہمارے دوستوں میں سے ہو پس اِن دشمنوں کو ہمارے سر سے دور کردو۔

ان باقیماندہ جان نثاروں نے جب پردگیان عصمت سرای یہ مایوسانہ صدا ین سنئیں جو اُن کی انتہا درجہ کی حسرت اور مایوسی کی خبر دے رہی تھیں تو سب ملکر ایکبار رونے لگے اور کہنے لگے ۔ نفوسنا دون انفسکم ودماءنا دون دمائکم وارواحنا لکم الفدآء واللہ لا یصل الیکم احد بمکروہ وفینا الحیوۃ وقد وھبنا للسیوف نفوسنا وللطیر ابداننا فلعلہ تقیکم زلف الصفوف ویشرب دونکم الحتوف فقد نازمن کسب الیوم خیرا وکان لکم من المیتون مخیرا اے اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری جانیں آپ کی جانوں پر تصدق اور ہمارے خون آپ کے خون پر نثار اور ہماری روحیں آپ حضرات کی روحوں پر مخصوص طور پر فدا ہو جائیں خدا کی قسم کوئی دشمنی کا ارادہ آپ تک نہیں کرسکتا ۔ جب تک ہمارے جسموں میں جانیں ہیں ۔ یہ یقین کریں کہ ہم نے اپنی جانیں آپ لوگوں کی راہ میں ہبہ کر دی ہیں اور وہ تلواروں اور تیروں کے لیے وقف ہو گئی ہیں اور اسی طرح ہم نے اپنے جسموں کو بلاؤ مصیبت کے نذر کر دیا ہے ۔ کہ ہم آپ کی حفاظت و حراست میں کوشش کریں تا اینکہ شربت مرگ نوش کریں ۔ آج کے روز خیر و فلاح اُسی شخص کے لیے ہے ۔ جو آج اپنا سر آپ کی راہ میں قربان کر دے ۔

زہیر ابن القین رضؓ کی شہادت

ان کلمات کو کہکر پہلا شخص جس نے امام علیہ السلام سے میدان جنگ کی اجازت حاصل کی وہ جناب زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ تھے ۔ میدان جنگ میں تشریف لاکر اس طرح رجز خواں ہوئے ؎

انا زهیر وانا ابن القین	وفی یمینی مرهف الحدین
اذ ردکم السیف عن حسین	ان حسینا احد السبطین
ابن علیؑ طاهر الجدین	من عترته البر التقی الزین
ذالک رسول اللہ غیر المین	یا لیت نفسی قسمت قسمین
وعن امام صادق الیقین	اضربکم و لا اری من شین
اضربکم ضرب غلام ذین	بابیض واسمر ردین

پھر اپنی تیغ شعلہ بار سے فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی خداداد شجاعت اور دلیری سے عمر سعد کے لشکر کے میمنہ و میسرہ کو ابتر کر دیا اور دم کے دم میں بروایت محمد ابن ابیطالب ایکسو بیس۱۲۰ دشمنوں کو اور بروایت ابو مخنف ستر۷۰ کفار کو مار گرایا اسی اثنا میں کثیر ابن عبد اللہ شعبی اور مہاجر ابن اوس التیمی نے ملکر اُن کو نیزہ اور تلواروں کی پے در پے ضربوں سے قتل کیا۔ امام حسین علیہ السّلام اپنے وفادار جان نثار کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا لا یبعدک اللہ یا زہیر ولعن اللہ الذین مسخو اقردۃ وخنازیر خدائے سبحانہ، تعالےٰ تجھکو اپنی حضوری سے دور نہ کرے اور تیرے قاتلوں پر لعنت کرے اور اُن کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کرے۔

ابو ثمامہ صیداوی کی شہادت

زہیر رض کے بعد ابو ثمامہ صیداوی رض نے جنگ کی اجازت حاصل کرکے لشکر کوفہ سے مقابلہ کیا اور یہ اشعار رجز پڑھے ؎

عزآء لآل مصطفےٰ و بناتہ	علی حبس خیر الناس سبط محمدؐ
عزا الزہراء النبی و زوجہا	خزانہ علم اللہ من بعد احمدؐ
عزآء لاہل الشرق والغرب کلہم	وحزنا علی حبس الحسینؑ مسدد
فمن مبلغ عنی النبیؐ و بنتہ	بان ابنکم فی مجہد ای مجہد

سخت خونریزی واقع ہوئی۔ ابو ثمامہ رض نے ایک معتدبہ جماعت بے دینوں کی قتل کر ڈالی اور پھر خود شہید ہو گئے

حجاج ابن مسروق رض کی شہادت

اِن کے بعد حجاج ابن مسروق رض جن کو اکثر مورخین نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کا موذن اور اکثر نے رکاب دار بتلایا ہے۔ میدان جنگ میں تشریف لائے اور یہ اشعار رجز کے پڑھے ؎

اقدم حسین ہادیا و مہدیا	الیوم تلقی جدک النبینا

ثم ایاک ذالذی علیا	ذاک الذی تعرفه وصیا
والحسن الخیر الرضی الولیا	واسد اللہ الشہید الحیا
وذو الجناحین الفتی الکمیا	وفاطمہ والطاہر الزکیا
ومن مضی من قبلہم تقیا	فاللہ قد صیرنی ولیا
فی حبکم اقاتل الدعیا	واشہد اللہ الشہید الحیا
لتبتغی وہ یا عترۃ النبیا	الجنۃ شرابہا مس بیا

والحوض من حوض مرتضی علیا

رجز کے بعد لڑائی شروع ہوئی اور پندرہ معاندین کو اُن کے مرکز اصلی تک پہنچایا اور پھر خود بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

مبارک غلام حجّاج کی شہادت

شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ مسروق میدان جنگ میں اپنے غلام مبارک کے ساتھ آئے تھے اور یہ دونوں بزرگوار باتفاق خود با مخالفین سے مقابلہ کرتے رہے اور ڈیڑھ سو ۱۵۰ نامردوں کو قتل کرکے شہادت کے مدارج عُلیہ پر فائز ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

یحییٰ ابن کثیرؓ کی شہادت

یحییٰ رضؓ میدان جنگ میں تشریف لائے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

ضاق الخناق بابن سعد وابنہ	تلقاہما لفوارس الانصار
ومہاجرین مخضبین رؤسہم	تحت العجاجۃ من دم الکفار
خضبت علی عہد النبی محمدؐ	والیوم تخضب من دم الفجار
خانو حسیناؑ والحوادث جمہ	ورضو ایزید والرضا فی النار
فالیوم تشغلہا بحد سیوفنا	بالمشرفیہ والقنا لخطار
ہذا علی ابن الاوس فرض واجب	والخزرجیہ وقتلہا السجار

رجز خوانی کے بعد یحیےٰ رضؓ نے ایسے حملات کرانبار ہیے کہ اُن کی شجاعت و دلیری کی یادگار ہمیشہ کے لیے قائم ہو گئی۔ ابو مخنف کے اسناد سے پچاس آدمیوں کو اور محمدؐ ابن ابیطالبؑ کے اسناد سے چالیس آدمیوں کو قتل فرمایا۔ اس کے بعد خود بھی شہید ہوئے۔

یحییٰ ابن سلیم مازنی کی شہادت

ان کے بعد یحیےٰ مازنی میدانِ جنگ میں تشریف فرما ہوئے اور یہ رجز کے اشعار پڑھے ؎

لاضربن القوم ضربا فیصلا	ضربا شدیدا فی العداۃ معجلا
لا عاجزا فیھا و لا مولولا	و لا اخاف الیوم موتا مقبلا

لکنی کا اللیث احمی اشبلا

رجز کے بعد سخت معرکہ پڑا۔ جس میں یحییٰ مازنی رضؓ نے بہت سے کوفیوں کو مار ڈالا ان کے خدمات بزیر ابن حضیر ہمدانی رضؓ کے احوال کے ساتھ اوپر لکھے جا چکے ہیں آخر کار یہ سعادت مند بھی مقتول ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔

حنظلہ ابن سعد الشامی رضؓ کی شہادت

ان کے بعد حنظلہ ابن سعد الشامی صف سے نکلکر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے آکھڑے ہوگئے۔ اور زخم تیر و سنان سے آپ کے جسم مبارک کی حفاظت فرمانے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ جو تیر امام علیہ السلام کی طرف آتا تھا۔ یہ اپنے سینہ پر آڑ لیتے تھے اور تیغ و سناں کے جو وار فرزند رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کئے جاتے تھے۔ یہ آگے بڑھکر اپنے بدن پر روک لیتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔

یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم نوحؑ و عاد و ثمود والذین من بعدھم و ما اللہ یرید ظلما للعباد و یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین ما لکم من اللہ من عاصم یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم اللہ بعذاب و قد خاب من افترٰی۔

اے قوم اشقیا مجھے یقین ہے کہ تم سب بھی اُسی عذاب کے مستحق ہو گے جو قوم نوح

قوم عاد و ثمود کی بداعمالیوں کی وجہ سے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی عین عدالت کی رو سے نازل ہوا اور داخل عذاب الیم ہوئے۔ اے قوم مجھے خوف ہے کہ تم خدا کے آگے پرسش کے وقت کوئی معین و ناصر اپنے لئے نہیں پاؤ گے۔ اے قوم فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مقابلہ نہ کرو اور اپنی جانوں پر خدائے غالب و قاہر کا عذاب نازل نہ کرو۔

اصحاب حسین علیہ السلام کی وفاداری اور خلوص کی نسبت تحقیق سے برابر یہ ثابت ہوتا چلا آتا ہے کہ جیسے جیسے ان بزرگواروں پر مصائب کی شدت ہوتی جاتی تھی ویسے ویسے ان کی ہمتیں وسیع، چست اور مستقل ہوتی جاتی تھیں۔ جیسی جیسی خوف اور دہشت بڑھتی جاتی تھی ویسی ویسی اُن کی راسخ الاعتقادی اور خلوص میں کمال استقلال پیدا ہوتا جاتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام اُن کے خلوص اور عقیدت کی پرجوشیوں کو ملاحظہ فرماکر ارشاد کرنے لگے۔

یابن سعد رحمک اللہ انّھم قد استوجبوا العذاب حین ردّ وعلیک ما دعوتھم الیہ من الحق ونھضوا الیک یشتمونک واصحابک فکیف بھم الان وقد قتلوا اخوانک الصّٰلحین۔

خدائے سبحانہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو یقین کرلو کہ یہ قوم کی قوم عذاب الٰہی کی سزاوار ہے۔ کیونکہ تم نے ان کو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلایا لیکن انھوں نے تمہاری ہدایت سے سرتابی کی اور تم پر حملہ آور ہوئے اور تم کو کلمات سخت سے یاد کیا اور تم کو اور تمہارے اصحاب و انصار کو سخت گالیاں دیں۔ جب ان لوگوں نے تمہارے نیک کار بھائیوں کو قتل کر ڈالا تو تم کو ان لوگوں سے کیا اُمید رکھنی چاہیے۔

یہ ارشاد سُن کر حنظلہؓ نے عرض کی کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ میں اپنے پروردگار کے نزدیک جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق ہوں۔ امام عالی مقام نے جواب دیا ضرور جاؤ اور جلد اُس شئے کی طرف بڑھو جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور وہ ایسی ہوائی سلطنت ہے جو نہ کبھی کہنہ ہونے والی ہے اور نہ اُس کو کبھی زوال ہوگا۔ یہ سُنکر حنظلہ رضی اللہ عنہ تسلیم امر کے لیے خم ہوئے اور کہنے لگے السّلام علیک یابن رسول اللہ صلی اللہ علیک وعلی اھل بیتک واجمع بیننا و بینک فی الجنۃ

یا ابن رسول اللہ ع آپ پر اور آپ کے اہل بیت ع پر سلام ہو اور پروردگار ہم کو اور آپ کو بہشت میں یکجائی عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر رخصت ہوئے اور فوج مخالف میں سے اکثر دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہو گئے۔

عبد الرحمن ابن عبد اللہ الیزنی کی شہادت

آپ یہ میدان جنگ میں آئے اور رجز کے یہ اشعار پڑھے۔

انا ابن عبد اللہ من آل یزن	دینی علی دین حسین وحسن
اضربکم ضرب فتی من الیمن	ارجی ابذال الفوز عند المؤتمن

رجز کے بعد فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور چند مخالفین کو قتل کر کے خود بھی شہید ہوئے

عمر ابن قرطبہ الانصاری کی شہادت

یہ وہ بزرگوار تھے جو اس وقت امام علیہ السلام کی رکاب میں حاضر رہ کر آپ کے جسم مبارک کو معاندین کے حربات نبل سے بچاتے تھے اور حنظلہ ابن سعد رض کے بعد یہ خدمت انھوں نے اپنے ذمہ لی تھی۔ اور جو زخم آپ کے بدن پر لگتا تھا امام علیہ السلام سے عرض کرتے تھے۔ یابن رسول اللہ علیہ السلام اوفیت قال نعم انت الامامی فاقرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منی السلام واعلمہ انی فی الاثر۔ یا ابن رسول اللہ ع شرط جانبازی میں بجا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچو تو میرا سلام عرض کر دیجیو اور میں بھی عقب سے آتا ہوں۔

المختصر عمر ابن قرطبہ الانصاری خدمت امام سے رخصت ہو کر میدان جنگ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ذیل کے اشعار رجز میں پڑھنے لگے ؎

قد علمت کتیبۃ الانصار	ان سوف احمی حوزۃ الذمار
ضرب غلام غیر نکس شاری	دون حسین مہجتی وداری

رجز خوانی کے بعد اس شیر بیشۂ شجاعت نے اپنی تیغ صاعقہ کردار سے فوج مخالف پر

شعلہ بارانی شروع کر دی اور کشتے کے پشتے لگا دیے۔ آخر خود بھی شہید ہوئے۔

جون غلام ابی ذر غفاری رضؓ کی شہادت

ان کے بعد جون حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام خدمتِ امام علیہ السلام میں داخل ہوئے اور میدانِ کارزار کی اجازت چاہی اس ضعیفت اور سن رسیدہ قدیم جاں نثار کو دیکھکر آپ نے ارشاد فرمایا انت فی اذن منی فانا تبعتنا طلبا للعافیۃ فلا تبتل بطریقنا اے جون تو نے اس سن میں اپنی عافیت کی غرض سے میری رفاقت اختیار کی تھی پس اب تو مبتلائے رنج و مصیبت نہ ہو۔ میں تجھ کو پوری اجازت دیتا ہوں کہ یہاں سے کسی طرف نکلجا۔ اس قدیم نمک خوار نے یہ سُنکر وہ کلمات عرض کیے جو اس کی عدیم المثال وفاداری اور جاں نثاری کے کامل ثبوت تھے۔ فقال یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انا فی الرخاء الحسن قصاعکم وفی الشدۃ اخذلکم واللہ ان ریحی لمنتن وان حسبی للئیم ولونی لاسود فتنفس علی بالجنۃ فتطیب ریحی ویشرف حسبی ویبیض وجہی لا واللہ لا افارقکم حتی یختلط ھذا الدم الاسود مع دمائکم یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے راحت و نعمت کے وقتوں میں تو تمام عمر آپ کی کاسہ لیسی اور خدمت گزاری میں صرف کی اور آج کہ روزِ سختی و شدّت ہے میں آپ کی رفاقت ترک کر دوں۔ میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ میرے بدن سے بدبو آتی ہے اور حسب و نسب بھی میرا مجہول اور غیر معروف ہے اور میرا رنگ بھی سیاہ ہے کیا حضور انہی وجہوں سے نہیں چاہتے کہ میں بہشت میں داخل ہوں اور میری نسل شرافت سے مشرف ہو اور میرا سیاہ رنگ سفید ہوجائے؟ خدا کی قسم میں آپ کی خدمت سے کبھی جدا نہونگا جب تک کہ اپنے سیاہ خون کو آپ کے خونِ مبارک سے نہ ملا دوں۔

اُس کے ایسے پُرجوش اور وفادارانہ کلام سُنکر امام حسین علیہ السلام نے آخر اسکو جنگ کی اجازت عنایت فرمائی اور وہ میدانِ کارزار میں آکر یہ اشعار پڑھنے لگا۔

کیف یری الفجار ضرب الاسود	بالمشرف القاطع المہند
بالسیف صلتا عن بنی محمد	اذب عنہم باللسان والید

ارجوا بذالک الفوز عند الموردد	من الالٰہ الواحد الموحد
اذ لا شفیع عندہ کاحمد	

رجز خوانی کے بعد جون نے فوج مخالف پر حملات گرانبار کیئے اور بہت سے دشمنوں کو مار کر شہید ہوئے جناب امام حسین علیہ السلام اُس کی شہادت کی خبر سنکر اُس کی لاش پر تشریف لائے اور سرِ بالین کھڑے ہوکر فرمایا اللّٰھم بیض وجھہ وطیب ریحہ واحشرہ مع الابرار وعرف بینہ وبین محمد وآل محمد پروردگار اس کے مُنہ کو روشن کر اور اس کے بدن کو خوشبودار کر اور اس کو گروہ ابرار کے ساتھ محشور کر اور درمیان اس کے اور محمدؐ و آل محمدؐ کے پوری معرفت ظاہر فرما۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب وقت دفن شہدائے کربلا کا انتظام کیا گیا تو جون رضؓ کی لاش سے برابر بوئے مشک آتی تھی۔ وھذا فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو فضل عظیم۔

عمر ابن خالد صیداوی کی شہادت

جون کے خاتمہ بالخیر ہونے کے بعد عمر ابن خالد صیداوی عازم جنگ ہوکر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا ابا عبد اللّٰہ قد ھممت ان الحق اصحابی وکرھت ان اتخلف واراک وحیدا من اھلک قتیلا یا ابا عبد اللّٰہ علیہ السلام میں نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ اپنے دوستوں سے جا ملوں اور اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ اُن سے پیچھے رہ جاؤں اور آپ کو یکہ وتنہا مقتول ہوتا ہوا دیکھوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ میں بھی تم سے بہت جلد آکر ملتا ہوں تقدم فانا لاحقون بک عن ساعۃ یہ سنکر وہ سچا جاں نثار فوج اشرار سے مصروف کارزار ہوا اور اپنی پوری داد شجاعت لیکر اور بہت سے دشمنوں کو مار کر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ رحمۃ اللّٰہ علیہ۔

سوید ابن عمر ابن ابی المطاع کی شہادت

ان کے بعد سوید ابن عمر ابن ابی المطاع نے اجازت حرب حاصل کی یہ بزرگوار اپنے

زمانہ کے بہت بڑے زاہد۔ عارف باللہ۔ کثیر الصلوٰۃ اور شریف النسل مشہور تھے اور عرب میں ہر شخص ان کے ذاتی اوصاف سے پوری واقفیت رکھتا تھا لشکر شقاوت اثر سے مقابل ہوئے اور اپنی جرأت و دلیری کے خوب خوب جوہر دکھلائے اور دشمنوں کی ایک معتد بہ جماعت کا کارِ استیصال فرمایا مگر اپنی اس کوشش میں اس درجہ زخمی ہوگئے تھے کہ گر پڑے اور دشمنوں کو یقین ہوگیا کہ یہ بالکل ختم ہوگئے۔ پھر ان سے کسی نے کچھ مزاحمت نہیں کی۔ مورخین کا بیان ہے کہ یہ اسی حالت میں اُس وقت تک پڑے رہے جب تک امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع ہوگئی۔ تو انہوں نے اپنے قریب کے ایک مُردے کی تلوار کو اُٹھالیا اور پھر اُن بے دینوں پر حملہ کیا اور اب کی بار ان کا سر جسم سے اُتار لیا گیا۔

یہی واقعات ہیں جو انصارِ حسین علیہ السلام کے محاسن خدمات کو اپنی آپ مثال اور قطعی لاجواب ثابت کرتے ہیں اور یہی اسباب ہیں جن کو آپ نے روحانی علوم سے معلوم کرکے قبل از شیوع جنگ اپنے اصحاب کی نسبت کہہ دیا تھا کہ ہم اپنے باوفا اصحاب کے ایسے وفادار اور جان نثار نہ کسی انبیا کے رفقا پاتے ہیں، اور نہ کسی اولیاء کے انصار۔

قرہ ابن قرہ انصاری کی شہادت

سوید کے بعد قرہ رضؓ میدانِ جنگ میں آئے اور یہ اشعار رجز کے پڑھنے لگے ؎

قد علمت حقا بنو الغفار	وخندف بعد بنی نزار
بانی اللیث لدی الغیار	لاضربن معشر بین الفجار
بکل عضب ذکر بتار	ضربا وجیعا عن بنی الاخیار

رھط النبی سادۃ الابرار

رجز خوانی کے بعد حملہ آور ہوئے اور مقتول ہوئے۔

مالک ابن انس المالکی کی شہادت

ان کے بعد مالک رضؓ میدانِ قتال میں آکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

قد علمت مالک الدوران	والحندقیون وقیس غیلان
بان قوسی اقه الاقران	لدی الوغا وسادة الفرسان
مباشر والموت بطعن ان	نما تری العجز عن الطعان
ال علیٔ سبعة الرحمان	ال زیاد سبعة الشیطان

اس رجز کے بعد حملہ آور ہوئے اور بہتوں کو مار کر مارے گئے۔ اس مقدس مجاہد کا نام مالک ابن انس نہیں ہے بلکہ انس ابن حارث کاہلی ہے۔

عمر ابن مطاع الجعفی رضؓ کی شہادت

عمر ابن مطاع میدان نبرد میں تشریف لا کر یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا ابن جعفی وابی مطاع	وفی یمینی مرهف قطاع
واسمر فی راسه لماع	یری له من ضوئه شعاع
الیوم قد طاب لنا القراع	دون حسین الضرب والسطاع
یرجی بذالک الفوز والدفاع	عن حر نار حین لا انتفاع

صلی علیہ الملک المطاع

رجز کے بعد حملات شروع ہوئے اکثر کوفیوں کو مار کر شہید ہوئے۔

ایک تازہ جوان یتیم کی شہادت

ان کے بعد ایک ایسے سعادتمند نے اجازتِ حرب حاصل کی جس کا باپ ابھی ابھی اہل کوفہ کے ہاتھوں شہید ہو چکا تھا۔ اُس کی خوش عقیدہ ماں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا اخرج یا بنی وقاتل بین یدی ابن رسول اللہ علیہ السلام۔ اے میرے فرزند نکلکر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کے سامنے قتل ہو۔ وہ مطیع اور بہادر جوان امام عالی مقامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عازم جنگ ہوا تو امام حسینؑ نے اُس کی طرف دیکھکر فرمایا۔ هذا شاب قتل ابوه ولعل امه تکره خروجه

یہ ابھی جوان ہے اور ابھی ابھی اس کا باپ مارا گیا ہے۔ شاید اس وجہ سے اسکی ماں کو اس کا روانہ ہونا گوارا نہ ہو۔ اُس کابل الولا نے جواب دیا یا بن رسول اللہ علیہ السلام میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میری ماں ہی نے یہ تلوار اپنے ہاتھوں سے میری کمر میں باندھی ہے کہ میں آپ کی نصرت کے فرائض ادا کروں۔ یہ سُنکر امام حسینؑ علیہ السلام نے اُسے رخصت کیا اور وہ صفِ جنگاہ میں آکر یوں رجز خواں ہوا ؎

امیری حسینؑ ونعم الامیر — سرور فؤاد البشیر النذیر
لہ طلعتہ مثل شمس الضحیٰ — لہ غرۃ مثل بدر منیرا

رجز کے بعد فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے بیش بہا اور قابل قدر جوہر دکھلا کر شہید ہوئے اُن بے دینوں نے اُن کے سر کو بھی۔ عبداللہ ابن وہب کلبی کے ایسا۔ لشکر حسینؑ میں پھینک دیا۔ اُس کی غم رسیدہ ماں نے اُسکا سر اپنی گود میں اُٹھا لیا اور پے درپے اُس کے بوسے لیئے اور کہنے لگی۔ اے میرے بیٹے۔ اے میرے دل کے سرور۔ اے میری آنکھوں کے نور۔ پھر اُسی سر کو سپاہ دشمن کی طرف پھینک مارا اور اپنے قلق و اضطراب کی غیر متحمل حالتوں میں۔ فوج مخالف پر دوڑ پڑی اور یوں رجز خواں ہوئی ؎

انا عجوز سیدی ضعیفۃ — خالیۃ بالیۃ نحیفۃ
اضربکم بضربۃ عنیفۃ — دون بنی فاطمۃ الشریفۃ

فوج کفار سے دو بدبختوں کو مار گرایا۔ امام حسین علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو اُس کو فوراً واپس بلا لیا۔

جنادہ ابن حارث الانصاری کی شہادت

جنادہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے رخصت ہو کر صفِ جنگاہ میں آئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

انا جنادہ انا ابن الحارث — لست بخوار ولا بناکث
عن بیعتی حتی یرثنی وارث — الیوم شلوی فی الصعید ماکث

فوج شام پر حملہ آور ہوئے اور سولہ[16] بے دینوں کو مار کر خود بھی مقتول ہوئے۔

عمر ابن جنادہ رض کی شہادت

ان کے بعد ان کے صاحبزادے عمر ابن جنادہ داخلِ جنگاہ ہو کر ذیل کا رجز پڑھنے لگے

اضق الخناق من ابن ھند وارمہ	من عامہ بفوارس الانصار
ومھاجرین مخضبین دمائھم	تحت العجاجۃ من دم الکفار
خضبت علی عھد النبی محمد	فالیوم تخضب من دم الفجار
والیوم تخضب من دماء اراذل	رفضوا القرآن لنصر الاشرار
طلبوا ثارھم ببدر اذا اتوا	بالمرھفات وبالقنا الخطار
واللہ ربی لا ازال مضاربا	فی الفاسقین بمرھف بتار
ھذا علی الازدی حق واجب	فی کل یوم متعانق وکرار

اس رجز کے بہت سے اشعار یحییٰ ابن کثیر انصاری کے رجز میں اوپر لکھے جا چکے ہیں ممکن ہے کہ توارد ہو گیا ہو۔ یا ناقلین اشعار نے لکھنے میں تکرار کی ہو۔ بہر حال۔ جو کچھ ہو۔ عمر ابن جنادہ نے فوج مخالف پر حملہ کیا اور بہتوں کو مار کر خود بھی مارے گئے۔

عابس ابن شبیب رض کی شہادت

ان کے بعد عابس رض عازم نبرد ہوئے۔ یہ بزرگ امام حسین علیہ السلام کے مشہور اصحاب سے ہیں۔ ان کی وفاداری اور جاں نثاری بھی ایسی ہی لاجواب اور بے نظیر تھی جو خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں درج ہے۔ جس کو ہم تاریخ روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں کہ ایسے مصیبتناک وقت میں عابس نے اپنے غلام شوذب کو جو اُن کے باپ کا خریدا ہوا غلام تھا اور اس وقت تک اپنی وفاداری پر قائم تھا۔ بلا کر کہا کہ اے شوذب اس مصیبت عظیم اور اس بلائے شدید میں تیری کیا رائے ہے اور تو نے کیا قصد کیا ہے۔ شوذب نے کہا میں نے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کا دل میں عزم مصمم کر چکا ہوں اور میں اپنے لیئے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب میں

مارا جانا بہتر سمجھتا ہوں۔ عابس نے جواب دیا کہ تیری نسبت میرا خیال پہلے ہی سے ایسا تھا
چلو ہم تم دونوں امام عالی مقام کی خدمت میں چلیں کہ وہ حضرت ہم لوگوں کو بھی اور
شہیدوں کی طرح شمار کریں اور یہ بھی یقین کر لو کہ آج کے بعد پھر کوئی ایسا دن آنے والا
نہیں ہے کیونکہ آج ہی کا وہ دن ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو تحت الثرےٰ سے
فرق عرش تک عروج پا سکتا ہے اور اپنی محبوبیت کی گذری ہوئی حالتوں سے عز و جلالت
کے مدارج تک پہونچ سکتا ہے پس مصلحت وقت یہی ہے کہ اس موقع کو بھی ہاتھ سے
نہ دینا چاہیئے۔

پس شوذب کو لیے ہوئے عابس ابن شبیب رضی اللہ عنہما جناب امام حسین علیہ السلام کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ یا اباعبداللہ ما واللہ ما امسی علی وجہ
الارض قریب ولا بعید اعز علی ولا احب الی منک ولو قدرت علی ان
ادفع عنک الضیم او القتل بشیء اعز علی من نفسی ودمی لفعلت السلام علیک
یا اباعبداللہ اشہد انی علی ہداک وہدی ابیک یا اباعبداللہ علیہ السلام کوئی
مخلوق عام اس سے کہ وہ نزدیک ہو یا دور اپنا ہو یا بیگانہ۔ اس وقت دنیا میں
ایسی نہیں ہے جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب ہو اور اگر اس وقت
مجھ کو یہ قدرت حاصل ہوتی کہ اس ظلم و ستم اور اس جور و بیداد کو آپ سے دور کر دیں
تو قسم خدا کی ہم اپنے خون اور اپنی جان کو آپ پر سے فدا کر دیتے پس آپ پر میرا سلام ہو
آپ گواہ رہیں کہ میں آپ کی اور آپ کے والد ماجد کی شریعت پر دنیا سے انتقال
کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اور اجازت حرب لیکر داخل جنگگاہ ہوئے اور الارجل الارجل کے نعرے بلند
کرنے لگے۔ ربیع ابن تمیم جو فوج مخالف کے آزمودہ کار دلیروں میں تھا اپنی فوج کے
لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں اور اس کی شجاعت و دلیری کو
بھی جانتا ہوں اور آج سے پہلے بھی اکثر معرکوں میں دیکھ چکا ہوں۔ ایھا الناس ھذا
اسد الاسود ھذا ابن شبیب۔ اے گروہ مردم۔ یہ شیروں کا شیر ہے اور شبیب کا پسر
قسم خدا کی جو شخص اس کے مقابلے کو نکلیگا وہ ضرور اس کی تیغ سے مارا جائیگا۔ یہ بات سنکر
لشکر فوج شام میں ہر شخص عابس کی شجاعت و دلیری سے خوف زدہ ہو کر اپنے مقام

پر خموش ہو بیٹھا اور کسی شخص میں اتنا حوصلہ باقی نہ رہا جو عابس سے رودررو مقابلہ کرتا جب عابس
نے دیکھ لیا کہ فوج مخالف سے میرا مقابل نہیں آتا تو انھوں نے پھر ویسی ہی الا رجل الا رجل
کے نعرے بلند کرنے شروع کردیے۔ عمر سعد تو اسکی بڑھتی ہوئی شجاعت اور اپنی فوج
کی گھٹتی ہوئی ہمت کو دیکھکر کٹ کٹ گیا۔ آخر کار اُس نے یہ صلاح دی عابس پر دور سے پتھر پھینکے
جائیں۔ اس باغیرت سپہ سالار فوج کے حکم سے اُس کے بے غیرت ہمراہیوں نے عابس پر
سنگ باراں شروع کردی۔ جب اُس پُر ہمت کو اصلی بہادر کو اپنے بزدل مقابل
کی کارروائیوں کی خبر معلوم ہوئی تو اُس نے اُن کی بُزدلی کے ثبوت اور اپنی دلیری
کے اظہار میں اپنے بدن سے سلاح جنگ اُتار ڈالے اور ہتھیار کھول ڈالے اور سینہ
تان کر اُن کی پتھروں کی بوچھاڑ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ ایک عرصہ تک اُس پر پتھر
برستے رہے اور وہ بے گناہ سنگسار ہوتا رہا۔ مگر اُس کے استقلال اور اُس کی جگرداری
میں سرمو فرق نہیں آیا۔ جہاں کھڑا تھا کھڑا رہا۔ اور میدان جنگ سے ایک قدم بھی جنبش
نہیں کی۔ پھر زخمی ہو کر اُس نے تلوار سے مخالف کے میمنہ و میسرہ پر متواتر حملات کیے
ربیع ابن تمیم کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تھا کہ عابس جدھر جاتا تھا صفوں کی صفیں پروں
کے پرے اپنے سروں پر پاؤں رکھکر بھاگتے نظر آتے تھے۔ اُن کے انتشار و اضطرار
کی بجنسہٖ وہی حالت ہوگئی تھی جیسی ایک بھیڑوں کے ریوڑ میں شیر کے یکایک آجانے
سے ہلچل اور بے چینی پڑجاتی ہے۔ اس شیر بیشہ شجاعت نے دیر تک اُن گرفتاران
دام قضا کا شکار کھیلا۔ اور قریب قریب پچاس نامردوں کو تہہ تیغ بیدریغ کیا بعدہ
خود بھی جام شہادت نوش فرماکر درجہ علیہ شہادت پر فائز ہوئے اور انہی کے ساتھ
وہ باوفا غلام بھی جاں بحق تسلیم ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

عبد اللہ و عبد الرحمن کی شہادت

یہ دونوں حضرات عروہ ابن حراق انصاری کے صاحبزادے تھے اور قبیلۂ غفار کے ممتاز
لوگوں میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رونے لگے۔ امام
عالی مقام علیہ السلام نے ان کی یہ حالت دیکھکر استفسار فرمایا یا ابنی اخی ما
یبکیکما فواللہ انی لارجوان تکونا بعد ساعتی قریری العین اے میرے بھتیجو

تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے۔ خدا کی قسم۔ ایک ساعت میں تمہاری آنکھیں روشن ہوتی ہیں اور تم ہمیشہ کے لیئے کامیاب ہوتے ہو۔ ان دونوں سعادتمندوں نے جواب دیا کہ یا مولا ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ ہم اپنے لیے نہیں روتے۔ لیکن خاصکر اس لیئے روتے ہیں کہ اپنی آنکھوں سے آپ کو ان مصائب عظیمہ میں گرفتار دیکھتے ہیں اور ہم مدافعت کے لیئے کچھ نہیں کر سکتے۔ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ ان مصائب پر تمہارے صبر و ضبط اختیار کرنے سے خداوند تعالےٰ تم کو گروہ پرہیزگاران میں شمار فرمائے گا اتنی تقریر کے بعد وہ دونوں بہادر میدانِ کارزار میں آئے اور شہید ہو گئے۔

غلام امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت

ان کے بعد۔ امام حسین علیہ السلام کے ایک غلام نے جس کو صاحب بحر اللیالی کی تحقیق میں خود جناب امام حسین علیہ السلام نے خرید فرمایا تھا میدان جنگ کی اجازت چاہی لیکن حافظ جمال الدین محدث۔ جو اکابرین علمائے اہلسنت سے ہیں تاریخ روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ غلام امام زین العابدین علیہ السلام کی ملکیت میں تھا اور امام حسین علیہ السلام نے اسے خرید فرما کر اپنے صاحبزادے کو ہبہ کر دیا تھا چنانچہ اسکی اذن طلبی پر امام عالیمقام نے اس سے یہی کہہ دیا تھا کہ میں تیری اجازت دینے کے لیئے مجاز نہیں ہو سکتا۔ مناسب ہے کہ تو اپنے مالک سے اجازت حاصل کر۔ وہ مطیع اور باوفا غلام امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت لیکر داخل جنگاہ ہوا اور یہ رجز پڑھنے لگا ؎

البحر من طعنی و ضربی یصطلی	والجو من سھمی و نبلی یمتلی
اذا حسامی فی یمینی ینجلی	ینشق قلب الحاسد المبخل

رجز کے بعد فوج مخالف پر حملہ آور ہوا اور ایک تعداد کو قتل کر کے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ میری خدمت سے راضی [illegible] شرف زیارت سے مشرف ہو کر پھر مخالف کی فوج سے مقاتل [illegible] کارزار رہا اور انتہائے حرب و ضرب میں شہید ہوا جناب امام حسین [illegible]

لاش پر تشریف لائے۔ اُس باوفا کے جسم میں رمقِ جان باقی تھی۔ امام عالی مقام نے
اُس کا سر اپنی گود میں لے لیا اور رومال سے اُس کے چہرہ سے خاک و خون پونچھنے
لگے اُس باوفا نے آنکھ کھولکر اور اپنے سر کو امام علیہ السلام کی آغوش میں دیکھکر
ایک تبسم زیر لب کیا اور راہی جنت ہوا۔

یزید ابن زیاد کی شہادت

اس مقدس مجاہد کے ترکش میں کُل آٹھ تیر تھے۔ جن کو اُنھوں نے یکے بعد دیگرے فوج
مخالف پر پھینکا جس میں سے چار تو خالی گئے اور بقیہ چار تیر سے چار شریروں کا خاتمہ
کیا گیا۔ اس کے بعد مخالفین نے گھیر کر ان کو شہید کر ڈالا۔

ابو عمرؓ کی شہادت

ابو عمر نہشلی۔ جن کو بعض مورخین نے خثعمی بھی لکھا ہے۔ مخالفین سے مقابل ہوئے اور
اپنے پے درپے حملات کر کے اشرار سے فوج مخالف کو منتشر کر دیا۔ مہران۔ غلام بنی کاہل
جو معرکہ کارزار میں حاضر تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی شجاعت
و دلیری کے اظہار میں فوج عمر پر مثل شیر خشم خوردہ کے ٹوٹ پڑا ہے اور ایک جماعت
کثیر کو اپنی تلوار کے نیچے رکھ لیا ہے۔ جدھر جاتا ہے پرے کے پرے اور صفوں کی صفیں
صاف ہوتی چلی جاتی ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ابو عمر نہشلی رضؓ ہیں۔ اس طرح داد
شجاعت دیکر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے ؎

الشہد بیت الرشد تلقی احمدا — فی جنة الفردوس تعلوا صعدا

امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور قبیلہ ثعلبیہ کے
ایک شخص کے ہاتھ سے جس کا نام عامر بن نہشل تھا۔ شہید ہوئے۔

یزید ابن مہاجرؓ کی شہادت

ان کے بعد یزید ابن مہاجر میدان جنگ میں تشریف لائے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا ابن یزید وابی المہاجر	کانّنی لیث بغیل خادر
یارب انّی للحسینؑ ناصر	ولابن سعد تارک وھاجر

رجز کے بعد تیغ زنی میں مصروف ہوئے اور پانچ دشمنوں کو مار کر مقتول ہوئے۔

سیف ابن ابی الحارث ابن سریع کی شہادت

سیف ابن ابی الحارث رضؓ میدان میں تشریف لائے۔ یہ قبیلۂ بنی ہمدان کی ممتاز شاخ بنی جابر سے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت مبارزت حاصل کر کے فوج مقابل سے مقابل ہوئے اور یہ بزرگوار اپنی متفقہ قوت سے جماعت منافقین پر حملہ آور ہوئے اور ان میں سے اکثر کو مار کر خود بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

یہاں تک تو ہم نے ان بزرگواروں کے حالات قلمبند کیے ہیں جو تجار الانوار، ناسخ التواریخ کتاب اللہوف۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا اور مقتل ابو مخنف وغیرہم کتب فریقین میں مندرج ہیں۔ مگر دوسری مستند اور معتبر کتابوں میں اور حضرات کو بھی شہدائے کربلا کے طبقے میں شمار کیا ہے جس شخص نے فریقین کے مقتل اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے پڑھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں کی تعداد میں اختلاف ضرور رہے۔ ہم شیوع جنگ کے حالات میں دکھلا آئے ہیں اگر ان کی تحریر پر کوئی اعتنا نہ کی جاوے تو زیارت امام منتظر عجل اللہ ظہورہ کی عبارت سے کیسے تغافل کیا جا سکتا ہے جس میں سب کتابوں سے زیادہ تعداد مندرج ہے۔ لہٰذا ہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ شہدائے کربلا کی تعداد بہتر سے کم اور ایک سو بیس ۱۲۰ سے کبھی زائد نہیں تھی۔

بہر حال ہم اب ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں جن کو ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں نہیں لکھا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) علی ابن حسر ابن یزید الریاحی (۲) منصور ابن یزید الریاحی (۳) مسلم ابن عوسجہ کے صاحبزادے (۴) یحییٰ ابن کثیر (۵) عبد الرحمٰن ابن عروہ۔ اصحاب میں تو یہ حضرات ہیں۔ بنی فاطمہؑ میں صاحب جلاء العیون نے ابراہیم ابن الحسین کی شہادت بھی تحریر کی ہے ان کے احوال میں یہ لکھا ہے۔

کہ ابراہیم حضرت امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے اپنے پدر عالی مقدار سے رخصت ہو کر میدان قتال میں یہ رجز پڑھتے ہوئے تشریف لائے۔

اقدم حسین الیوم تلقی احمد	ثم اباك الطاهر المؤید
والحسن المسموم ذاك الاسعد	و ذی الجناحین حلیف المشهدا
وحمزة اللیث الکمی السیدا	فی الجنة الفردوس فازوا سعدا

رجز کے بعد مصروف کارزار ہوئے۔ ایک روایت کے اعتبار پر پچاس اور دوسری روایت کے مطابق چوراسی منافقین کو مار کر خود بھی مدارج علیا شہادت پر ممتاز ہوئے۔ ابومخنف نے علی ابن مظاہر الاسدی کی شہادت تحریر کی ہے اور شرح شافیہ میں بھی ان کے حالات مندرج ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کارزار میں داخل ہوئے۔

اقسمت لو کنا لکم اعدادا	او شطرکم ولیتم امکادا
یا شر قوم حسبا و زادا	لا حفظ اللہ لکم اولادا

پھر فوج اشقیا پر حملہ آور ہوئے اور ستر دشمنوں کو مار کر شہید ہوئے۔ شرح شافیہ میں آپ کے بعد معلی ابن معلی رض کی شہادت تحریر ہے۔ ابومخنف کا بیان ہے کہ معلا کی شجاعت اس زمانہ میں ایسی زبان زد خاص و عام تھی کہ مشکل سے کوئی شخص ان کے مقابلہ کی جرأت کرتا تھا۔ میدان کارزار میں آ کر یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا المعلی حافظا لا اجلی	دینی علی دین محمد و دین علی
اذ جتی ینقضی اجلی	ضرب غلام لا یخاف الرجل
ارجوا ثواب الخالق الازلی	لیختم اللہ بخیر عملی

سخت معرکہ پڑا۔ بڑی لڑائی ہوئی معلی نے چونسٹھ منافقین کو مار گرایا۔ مشہور ہے کہ ان کی بے نظیر شجاعت دیکھ کر عمر سعد کو ایسی حیرت ہوئی کہ اس نے حکم دیا کہ مجروح ہونیکے بعد یہ فوراً قتل نہ کیے جاویں۔ بلکہ زندہ گرفتار کر کے حاضر کیے جاویں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یہ حد سے زیادہ مجروح ہو گئے تو بیچارے ذبین ان کو اٹھا کر عمر سعد کے پاس لے آئے اس ناقدر نے ان کی شجاعت کی بڑی تعریف کر کے پوچھا کہ تم نے تو اطاعت و نصرت امام حسین علیہ السلام کے تمام حقوق ادا کیے۔ اب تمہارا قتل ضرور ہے یہ کہکر انکے قتل کا حکم

دیا اور فوراً تعمیل کی گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
ان کے بعد طرمّاح ابن عدی رضؓ شیر درندہ کی صورت فوج منافقین پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے اظہار میں یہ رجز پڑھنے لگے ؎

وقد وثقت باِلاله الرّب	اذا نضیت فی الهیاج غضبی
انی طرّماح شدید الضراب	یخشی قرینتی فی القتال غلبی

علی الطغاۃ لو بذالک صلبی

رجز خوانی کے بعد ان کی تیغ شرربار کی شعلہ افشانی شروع ہوئی۔ سخت لڑائی ہوئی۔ ستّر منافقین کو درک اسفل میں پہنچا کر طرماح بھی درجۂ عظیمہ شہادت پر فائز ہوئے۔
ان کے بعد محمد ابن مطاع رضؓ لڑائی پر آمادہ ہو کر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور تیس نامردوں کو مار کر خود بھی مقتول ہوئے۔ ابومخنف اور شرح شافیہ میں تحریر ہے کہ محمد کے بعد جابر ابن عروہ انصاری میدان کارزار میں تشریف لائے یہ مقدس بزرگوار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدیم اصحاب اخیار میں شمار ہوتے تھے اور ابتدا سے لیکر انتہا تک تمام غزواۃ النبیؐ میں شریک رہ چکے تھے۔ کہن سالی کی وجہ سے اس وقت ان کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ بھوؤں کے اوپر کی جلد لٹک کر آنکھوں پر پردے کی طرح گر پڑی تھی اسی وجہ سے یہ ہمیشہ اپنی پیشانی پر ایک قصابہ باندھے رہتے تھے۔
المختصر یہ کہن سال مگر جواں ہمت جاں نثار آمادۂ پیکار ہو کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا شکر اللہ سعیک یا شیخ جابر رضؓ مخالفین سے مقابل ہو کر ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

قد علمت حقاً بنو غفار	وخندف ثم بنو نزار
بنصرنا لاحمد المختار	یا قوم حاموا عن بنی الاطهار
الطیبین السادۃ الاخیار	صلی علیهم خالق الابرار

لڑائی آغاز ہوئی اور اس ستّر مجاہد فی سبیل اللہ نے اسّی منافقین کو مار گرایا اور اس کے بعد خود بھی شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

جابر رضؓ کے بعد مالک ابن داودؓ داخل جنگاہ ہو کر یوں رجز خواں ہوئے

الیکم من مالک الضرغام	ضرب فتی یحمی عن الکرام
یرجو ثواب اللہ ذی الانعام	سبحانہ من ملک العلام

اس جان نثار حسینی نے اپنی تیغ آبدار سے ساٹھ دشمنوں کو مار گرایا اور پھر خود بھی مقتول ہوئے مالک کے بعد عبدالرحمن ابن الکدریؓ اور ان کے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت لیکر فوج اعدا پر حملہ آور ہوئے اور اکثر بے دینوں کو مار کر خود بھی مارے گئے۔ خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان کے بعد مالک ابن اوس المالکیؓ اجازت لیکر داخل جنگاہ ہوئے۔ اور اکثر دشمنوں کو مار کر خود بھی مارے گئے۔
مالکؓ کے بعد انیس ابن معقل الاصبحیؓ نے اجازت لیکر عرصۂ قتال کا رخ کیا۔ اور رجز پڑھا

انا انیس و انا ابن معقل	و فی یمینی نصل سیف مصقل
اعلو بہا الہامات وسط القسطل	عن الحسین الماجد المفضل

ابن رسول اللہ خیر مرسل

بیس آدمیوں کو مار کر یہ خود شہید ہوئے۔
یہاں تک تو اُن شہدائے کربلا علیہم السلام کے نام لکھے گئے ہیں جو مقتل، تاریخ، تفسیر کی مختلف کتابوں میں مندرج ہیں۔ اب ذیل میں اُن بزرگواروں کے نام لکھے جاتے ہیں جن کو سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے کتاب لہوف میں حضرت صاحب الامر عجل اللہ ظہورہ کے ارشاد ہدایت بنیاد کے مطابق زیارت ناحیہ مقدسہ کی اسناد سے نقل کیا ہے
(۱) سلیمان غلام امام حسین علیہ السلام (۲) قارب غلام حضرت امام حسین علیہ السلام (۳) منجح غلام حضرت امام حسین علیہ السلام (۴) سعد ابن بشر ابن عمر الحضرمی (۵) یزید ابن الحصین الہمدانی المشرقی القاری۔ (۶) عمر ابن کعب الانصاری (۷) عبداللہ ابن عمیر الکلبی (۸) انس ابن کاہل الاسدی (۹) شبیب ابن عبداللہ النہشلی (۱۰) حجاج ابن

زید السعدی (۱۱) جوی ابن مالک الضبعی (۱۲) یزید ابن ثبیت القیسی (۱۳) قعنب ابن عمر التمیمی (۱۴) سالم غلام عامر ابن مسلم (۱۵) زید ابن معقل الجعفی (۱۶) جندب ابن حجیر الخولانی (۱۷) سعید غلام عمر ابن خالد الصیداوی (۱۸) سالم غلام بنی المدینۃ الکلبی (۱۹) قاسم ابن حبیب الازدی (۲۰) عمر ابن جندب الحضرمی (۲۱) سبیب بن حارث ابن سریع رضی اللہ عنہم وعن جمیع اشیاعہ وموالیہ اجمعین -

شہدائے بنی فاطمہؑ و بنی ہاشم علیہم السلام

ان حضرات علیہم السّلام کی تعیین تعداد میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے۔ مگر تمام اختلافات کو جمع کر کے ان بزرگواروں کی تعداد باستثنائے جناب علی اصغر وعبد اللہ رضیع وعبد اللہ ابن حسن علیہم السّلام جو فوج مخالف سے مقابل ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں اٹھارہ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ تمام تاریخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلے عبد اللہ ابن مسلم درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ مگر مقاتل الطالبین میں علامہ ابو الفرج اصفہانی جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی اسناد سے لکھتے ہیں۔ کہ شہید اوّل جناب علی اوسط المشہور بہ علی اکبر علیہ السّلام ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ عن الباقر علیہ السلام ان اول قتیل من ولد ابی طالب مع الحسین علیہ السلام علی ابنہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلد عاشر بحار الانوار میں اس روایت کو لکھا ہے اور زیارت ناحیہ مقدسہ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی اسی بنا پر اس روایت کو درج فرمایا ہے۔

اکثر علمائے اعلام نے جناب علی اکبر علیہ السلام کے شہید اوّل ہونے کے سبب کو امام عالی مقام کے محاسن اخلاق کے اعظم ترین ثبوت میں لکھا ہے حقیقت میں تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد یہ قیاس صحیح اور قرین واقع بھی معلوم ہوتا ہے۔ صاحب تاریخ التواریخ نے اپنی رائے جو قائم کی ہے وہ بھی قابل ذکر ضرور ہے اور اس سے بھی امام عالی مقام کے محاسن اخلاق اور ہمدردی کے سچے ثبوت ملتے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ جوانان بنی ہاشم اپنی شجاعت و دلیری کے غیر متحمل تقاضوں سے اس امر کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ اصحاب و انصار اپنی نصرت و رفاقت کے اظہار میں آپ پر سبقت

لیجائیں ۔ اِس طرح امام حسین علیہ السّلام کو بھی بالنفس النفیس اپنی جان کی حفاظت میں اپنے عزیز واقارب اور اولاد و اعوان کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمانا کسی طرح گوارا نہیں تھی ۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ تاخیر امام عالیمقام کی آسانی اور استمالت پر معاذاللہ مبنی نہیں تھی ۔ بلکہ اُس میں دو مصلحتیں تھیں ۔ اوّل تو یہ کہ جب امام حسین علیہ السلام اپنی آنکھوں سے اپنے عزیز واقارب اور اعوان وانصار پر یہ جور وستم ہوتے ہوئے اور اپنی آنکھوں سے ان کو اس مصیبت اور شدّت میں جان دیتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں ۔ تو آپکے اِس صبر اور استقلال کا درجہ آپ کو عین الکمال تک پہنچا دیتا ہے اور آپ کے لیے افزونی ثواب شہادت کا ذریعہ اور حصول قربت جناب احدیت کا بہت بڑا وسیلہ ثابت ہوتا ہے اور یہ مصیبت تن تنہا اپنی جان دینے سے بہت بڑھکر ہے ۔

دوسری مصلحت یہ ہے کہ سائر انبیا اور خاصانِ خدا کے امتحان سے تمام عالم کی ہدایت مقصود ہے اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ اِن برگزیدانِ بارگاہ الٰہی کو فرقۂ امت کے ساتھ اپنے عزیز واقارب اور خویش و فرزند سے بھی زیادہ شفقت ہر وقت مدِّ نظر رہتی ہے جیسا کہ حضرت آدم صفی اللہؑ سے لیکر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے واقعات تبلا رہے ہیں ۔ انہی مصالح پر نظر کرکے جناب امام حسین علیہ السّلام نے اپنے مقابل اور مخالف اُمّت کے مقابلہ میں اس ترتیب سے پہلے اپنے اصحاب کو بھیجا اور یہ سمجھ لیا کہ اگر ان ہی تک اُن کی شقاوت و عداوت کا خاتمہ ہوگیا اور وہ راہِ راست پر آگئے ۔ تو وہ ہمارے عزیز واقارب کے خونِ ناحق کے گناہوں سے ضرور بچ جائینگے ۔ جو اپنی ذاتی فضیلتوں کے اعتبار سے ۔ اِن بزرگواروں سے ضرور افضل تھے ۔ اصحاب وانصار کے تمام ہو جانے کے بعد اپنے عزیز واقارب کو اُن کے مقابل کیا یہ سوچکر کہ اِن کے بے گناہ خون ہمارے خونِ ناحق کے برابر نہیں ہو سکتے ۔ اگر ان بیدینوں نے اُنہی کے قتل تک بس کردی تو یہ فرقۂ گمراہ کم سے کم معصوم کے خونِ ناحق کے عذاب سے جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا ۔ بچ جائیگا ۔

بہرحال ۔ ہمارے لائق مورخ کی یہ ایک خاص رائے تھی جو ہم نے قلمبند کردی ہم کیا اولی الامر شہدا کی تقدیم و تاخیر کا اصلی سبب تبلا سکتا ہے ؟ مگر ۔ ہاں ۔ چونکہ روزِ عاشورا فریقین کے نزدیک ایک ایسا امتحان کا دن ثابت ہے جس کی نظیر نہ دنیا کے اخبار قدیمہ

میں ملتی ہے نہ آثار جدیدہ میں اس لیئے ضرور تھا کہ امتحان دینے والا (روحی لہ الفدا) اپنے موجودہ امتحان کے تمام مدارج و منازل کو جو ممتحن حقیقی کی درگاہ سے اُس کے لیے مقدر اور مقرر ہو چکے تھے طے کر لے اور اُن تمام اعظم ترین مصائب کو ایک ایک کرکے شروع سے لیکر آخر تک اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور اُن پر بکمال استقلال صبر کرے۔ جب یہ امر تسلیم شدہ ہے تو ترتیب شہادت میں کسی شبہہ کی مطلق گنجائش نہیں ہو سکتی بہر حال۔ اتنا لکھکر اب ہم حضرات بنی ہاشمؑ اور بنی فاطمہؑ کی شہادت اپنے سلسلہ میں اُسی ترتیب سے مندرج کرتے ہیں جس ترتیب سے تاریخ اور مقاتل میں مندرج ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسلم کی شہادت

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلا شخص جو معرکۂ کارزار میں آیا وہ حضرت عبداللہ ابن مسلمؑ تھے۔ امام ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ اِن کی والدہ مقدسہ کا نام رقیہؑ بنت جناب امیر المومنین علیہ السّلام تھا۔ یہ معظمہ حضرت اُم البنین کے بطن سے تھیں اور جناب عباس علیہ السّلام کی حقیقی بہن تھیں اِن کی شہادت کی تفصیل میں لکھا ہے کہ یہ مبارزت کے قصد سے جناب امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں تشریف لائے اور اجازت کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے باپ کی شہادت کو کتنا عرصہ گزرا ہے۔ اُن کا ماتم ابھی میرے دل سے بھولا بھی نہیں ہے۔ بہتر ہی کہ تم لوٹ جاؤ اور اپنی ماں کا ہاتھ تھامو کہ اس ستم رسیدہ کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ اپنی غم دیدہ ماں کو ہمراہ لیکر بہت جلد اس پر آشوب مکان سے کہیں اور نکل جاؤ۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ہماری جان آپ پر فدا ہو ہم ایسے دل کے بودے نہیں ہیں کہ اس دار فانی کی زندگانی کو حیات جاودانی پر ترجیح دیں۔ ہم کو کامل امید ہے کہ آپ ہماری ناچیز جان کا ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ امام حسین علیہ السّلام نے آبدیدہ ہو کر سر جھکا لیا اور وہ شیر بیشۂ شجاعت فوج مخالف کی طرف یہ رجز پڑھتا ہوا روانہ ہوا۔

الیوم القی مسلما وھو ابی	وفتیۃ بادوا علی دین النبی
لیسوا بقوم عرفوا بالکذب	لکن خیار وکرام النسب

من هاشم السادات اهل الحسب

یہ رجز پڑھ کر عبد اللہ مسلم نے فوج مخالف پر حملہ کیا اور اُن کی گھنی صفوں میں سخت انتشار پیدا کیا آخر کار عمرو ابن صبیح الصیداوی اور اسد ابن مالک نے اپنی متفقہ قوتوں سے ان کو شہید کیا کہا جاتا ہے کہ عبد اللہ نے عین مصروفیت حرب و ضرب میں اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا۔ اتفاقاً ایک تیر انداز کا نشانہ ایسا کامل بیٹھا کہ اُس تیر کے ذریعہ سے ان کا ہاتھ ان کی پیشانی سے وصل ہو گیا اور یہی سبب اوّل ان کے مجروح ہونے اور آخر میں ان کی شہادت کا باعث ہوا۔ زیارت ناحیۂ مقدسہ سے بھی یہی مستفید ہوتا ہے

محمد ابن مسلم کی شہادت

عبد اللہ کے بعد محمد ابن مسلم تشریف لائے اور مبارزت اشقیا میں تھوڑی دیر تک مشغول رہکر ابو جرہم الازدی اور لقیط ابن ایاس الجہنی کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔

جعفر ابن عقیلؑ کی شہادت

ان کے بعد جعفر ابن عقیلؑ فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور وہاں کے اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

انا الغلام الابطحی الطالبی		من معشر فی ہاشم و غالب	
و نحن حقا سادۃ الذوائب		ھذا حسین اطیب الاطائب	

رجز کے بعد مصروف کارزار ہوئے اور پندرہ اشقیا کو مار کر بشر ابن حوطہ الہمدانی کے ہاتھ سے مقتول ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور امام محمد باقر علیہ السّلام اور حمید ابن مسلم کی اسنادو سے گروہ ابن عبد اللہ خثعمی ان کا قاتل ہے۔

عبد الرحمٰن ابن عقیل کی شہادت

جعفر کے بعد عبد الرحمٰن داخل رزمگاہ ہوئے اور یہ اشعار رجز پڑھے ؎

ابی عقیل فاعرفوا مکانی		من ہاشم و ہاشم اخوانی	
کہول صدق سادۃ الاقران		ھذا الحسین شامخ البنیان	

پھر فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور ستّرہ بے دینوں کو مار کر عثمان ابن خالد الجہنی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔

عبداللہ ابن عقیل کی شہادت

عبدالرحمٰن کے بعد عبداللہؓ داخل جنگاہ ہوئے اور سخت تیغ زنی کے بعد عثمان ابن اسیم الجہنی اور بشر ابن خوط القابضی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ اور بروایت حمید ابن مسلم اور سلیمان ابن راشد۔ ان کے بعد عبداللہ الاکبر فوج مخالف سے مقابل ہو کر دیر تک داد شجاعت دیتے رہے۔ ان کو بھی بروایت مدائنی عثمان ابن خالد الجہنی نے شہید کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شہادت ایک مرد ہمدانی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

موسیٰ ابن عقیل کی شہادت

ان کے بعد بروایت ابومخنف موسیٰ ابن عقیل متوجہ ضرب و حرب ہوئے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

یا معشر الکھول والشبان	امرکم بالسیف والسنان
احمی عن الفتیہ والنسوان	وعن امام الانس والجان
ارضی بذا الخالق الانسان	ثم رسول الملک المنان

اس کے بعد اپنی تیغ شعلہ بار سے اس فوج دریا موج پر حملہ کیا اور ستّر آدمیوں کو مار گرایا اور ان بعد خود بھی شہید ہوئے۔

علامہ ابوالفرج اصفہانی نے حضرت عقیلؑ کے ایک صاحبزادے کا نام عون ابن عقیلؑ بھی لکھا ہے اور ان کو بھی شہدائے کربلا میں داخل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مسلم کے علاوہ جناب عقیلؑ کی نو اولادیں کربلا میں شہید کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) جعفر ابن عقیلؑ (۲) عبدالرحمٰن ابن عقیلؑ (۳) عبداللہ ابن عقیلؑ (۴) موسیٰ ابن عقیلؑ (۵) عون ابن عقیلؑ (۶) علی ابن عقیلؑ (۷) محمد ابن سعید ابن عقیلؑ (۸) جعفر ابن محمد ابن عقیلؑ (۹) احمد ابن محمد ابن عقیل علیہ السلام۔

چنانچہ اس تعداد کی تصدیق اُس مرثیہ سے ہوتی ہے جس کو سراقہ باہلی نے مصائب کربلا

کے متعلق لکھا ہے۔

فدا بید وا و تسعۃ لعقیل	تسعہ منھم لصلب علیؑ

تاریخ مسعودی میں یہ شعر مسلم ابن قتیبہ غلام بنی ہاشم کی طرف منسوب ہے۔

حضرت جعفر ابن ابیطالبؑ کی اولاد کی شہادت محمد ابن عبداللہ ابن جعفر طیّار کا قتل

ان بزرگواروں میں سب سے پہلے محمد ابن عبداللہ ابن جعفرؑ نے قصد مبارزت کیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے فوجِ مخالف سے مقابل ہوئے ؎

تتال قوم فی الردی عیان	یشکو الی اللہ من العدوان
و محکم التنزیل و البنیان	قد ترکوا معالم القران

و اظھر والکفر مع الطغیان

سخت معرکہ پڑا اور اس شیر بیشۂ شجاعت نے دم کے دم میں دس بیدینوں کو مار گرایا اور بعد اس کے عامر ابن نہشل التیمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

عونؑ ابن عبداللہ ابن جعفر کی شہادت

ان کے بعد عون ابن عبداللہ ابن جعفر میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

شہید صدق فی الجنان الازھر	ان تنکر وانی فانا بن جعفرؑ
کفی بھذا شرفا فی المحشر	یطیر فیھا بجناح اخضر

ان سے بھی سخت معرکہ پیش آیا اور اس بہادر نے تین سوار اور آٹھ پیادوں کو مار گرا پھر عبداللہ ابن لطبہ الطائی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اکثر مورخین نے حضرت جعفر طیار

اولاد میں عبید اللہ کو بھی شہدا میں شمار کیا ہے۔ مگر ان کے حالات مفصل معلوم نہیں ہوتے

اولاد امام حسن علیہ السّلام کی شہادت۔ حضرت قاسم ابن حسن علیہ السّلام کی شہادت

حضرت جعفر ابن ابیطالب علیہ السّلام کی اولاد کے بعد فرزندان امام حسن علیہ السلام کی باری آئی۔ آپ کے بیس بیٹوں میں سے پانچ بیٹے معرکۂ کربلا میں شریک تھے اور وہ سب کے سب درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اُن میں سب سے پہلے حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ علیہ السّلام نے میدان حرب کا قصد کیا اور رخصت طلبی کی غرض سے اپنے عم بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام حسین علیہ السّلام نے اُن کی طرف نگاہِ یاس سے دیکھا اور بے اختیار ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اُن کی گردن میں ڈال دیے اور یہ دونوں حضرات ایسا روئے کہ دیکھنے والے اِن کی بیتابیوں کو دیکھکر بے اختیار رونے لگے۔ جناب قاسمؑ کو جب رونے سے فراغت ہوئی تو پھر اجازت حرب کے لیئے استدعا فرمائی امام عالی مقام نے پھر انکار کر دیا۔ تاریخیں بیان کرتی ہیں کہ وہ جوان نورس آپ کا انکاری جواب سنکر اسقدر رویا اور پائے اقدس امام علیہ السّلام کے اتنے بوسے لیے اور اتنی لجاجت و سماجت کی کہ آخر امام حسینؑ کو رخصت کرنا ہی ہوا۔
المختصر۔ وہ بہادر جوان یہ رجز پڑھتا ہوا جنگاہ میں داخل ہوے

ان تنکرونی فانا ابن الحسنؑ	سبط النبیؐ المصطفی والمؤتمن
ھذا حسینؑ کالاسیر المرتھن	بین اناس لا سقوا صواب المزن

جناب قاسم ابن حسن علیہما السّلام کی شجاعت و دلیری کو دیکھکر فوج مخالف پر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ کسی کو مقابلے پر جرأت نہو سکی۔ شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ عمر ابن سعد جس کو ہزار آدمی کی برابر سمجھتا تھا اُس کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجتا تھا اور وہ اِن کی تیغ شرربار سے مقتول ہو کر زمین پر آ رہتا تھا۔ غرض اِسی طرح تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت قاسم ابن حسن علیہ السّلام نے ستر آدمیوں کو اپنی تیغ بیدریغ سے مار گرایا۔ انہی لوگوں میں ازرق شامی

اور اُس کے چاروں بیٹوں کی لڑائی نہایت مشہور ہے حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ میں عمر سعد
کی فوج میں تھا کہ سعد ابن عروہ ابن نفیل نے مجھ سے کہا کہ تم دیکھتے رہو کہ میں اس جوانِ
رعنا پر حملہ کرکے اِسکو مار گراتا ہوں۔ میں نے کہا تو یہ کیا کہتا ہے۔ اگر یہ جوان نوخاستہ اپنی
تلوار کا وار بھی کرے تاہم اِس کے لیے اور اِس کے حسن وجمال کے لحاظ سے کبھی اِس پہ
ہاتھ نہ اُٹھاؤں۔ تجھکو اِس سے ایسی کیا عداوت ہے کہ اِس جوانِ رعنا کے قتل میں تو
تنہا کوشش کرنے کو آمادہ ہے۔ اُس نے میری یہ سفارشانہ تقریر سنکر کہا کہ میں تو
ہرگز تیری بات نہیں مانوں گا۔ یہ کہکر وہ شقی ازلی حضرت قاسمؑ کی کمین گاہ میں لگا اور
موقع پاکر اپنی تلوار کی ضرب سے جناب قاسمؑ کے فرقِ مبارک کو دوپارہ کردیا۔ وہ اِس
زخم کاری سے تیورا کر زمین پر گر پڑے اور اپنے عم نامدار کو یوں پکارے کہ یا عماہ ادرکنی
جناب امام حسین علیہ السّلام اپنے پیارے بھتیجے کی صدائے استغاثہ سنکر غایت
درجہ کی بیتابانہ حالت میں دوڑے اور اُس کے قریب پہنچے اور فوج اشقیا کے اُس
گروہ پر حملہ آور ہوئے جو لاش قاسمؑ کو گھیرے کھڑے تھے۔ عمر ازدی جوان کا قاتل تھا
اُس پر امام عالیمقام نے لپک کر ایسا وار کیا کہ اُس کا سیدھا ہاتھ شانہ سے علیحدہ ہوگیا
اُس کے ہمراہی اُس کو لیکر اپنی فوج میں چلے گئے اور جب وہ میدان دشمنوں سے خالی ہوگیا
تو آپ نے حضرت قاسم ابن حسن علیہما السّلام کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے بالکل چور
چور پایا۔ پیارا بھتیجا اِس حالت میں نظر آیا کہ اُس کے دونوں پاؤں زمین پہ کھنچ رہے تھے
یہ قیامت کا عالم آپ کی آنکھوں سے نہ دیکھا گیا۔ بے اختیار ہو کر فرمایا یعز واللہ علی عمک
ان تدعوہ فلا یجیبک او یجیبک فلا یغنیک او یغنیک فلا یغنی عنک قسم خدا
کی میں اس کو کبھی گوارا نہ کروں گا کہ تو اپنے چچا کو پکارے مدد کے لیے اور میں تیری مدد نہ کرسکوں
اور اگر آؤں بھی تو تیری کوئی اعانت نہ کرسکوں اور اگر اعانت بھی کروں تو وہ مفید اور کارگر ہو
بعدا لقوم قتلوک کیسی بُری وہ قوم ہے جس نے تجھکو قتل کیا۔
اِس کے بعد آپ جوان اور پر ارمان بھتیجے کی لاش خیمۂ اقدس میں اُٹھا لائے اور فرمانے لگے
یا اھل بیتی صبرا یا بنی عمومتی صبرا لا رایتم ھوانا بعد ذالک الیوم ابدا
اے اہلبیت ہمارے اور اے بنی اعمام ہمارے صبر کرو کیونکہ آج کے بعد سے پھر ہمیشہ
تک ہم کو کوئی رسوائی اِس سے زیادہ پیش آنے والی نہیں ہے۔ پھر اُس لاش کو صفِ ماتم

میں رکھکر جناب امام حسین علیہ السّلام نے یہ دعا فرمائی اللّھم ان کنت حبست عنا النّصر فی دار الدنیا فاجعل ذالک ذخرا لنا فی الاخرۃ وانتقم لنا من القوم الظّلمین اے پروردگار عالم اگر دنیا میں میری اعانت اور نصرت موقوف کردی گئی ہے تو آخرت میں تو میرے لیے اِن اعانتوں کا ذخیرہ فرما اور ان ظالموں سے بدلا لے۔

حضرت عبداللہ الاکبر ابن حسن کی شہادت

حضرت قاسم کے بعد جناب عبداللہ میدان کارزار میں تشریف لا کر یہ رجز پڑھنے لگے ؎

ان تنکرونی فانا ابن حیدرہ	ضرغام آجام ولیث قسورہ
علی الاعادی مثل ریح صرصرہ	اکیلکم بالسّیف کیل السندرہ

رجز خوانی کے بعد جانبین سے گرانبار حملے ہوئے اس شیر میدان وغا نے چودہ سواروں کو ٹکڑے ٹکڑے میدان جنگ میں اپنی نوک شمشیر سے چن لیا اور پھر خود بھی ہانی ثبیت حضرمی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ علامہ ابو الفرج اصفہانی نے امام محمد باقر علیہ السلام کی اسناد سے حرملہ ابن کاہل اسدی کو اِن کا قاتل تبلایا ہے۔ امام حسن علیہ السّلام کے یہی صاحبزادے عبداللہ اکبر مشہور تھے اور انہی کی کنیت ابو بکر تھی اور یہ جناب قاسم سے سن میں بڑے تھے۔ مگر زیارت ناحیہ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اِن کی کنیت ابو بکر نہیں تھی بلکہ وہ ایک علیحدہ بزرگ تھے۔ اور اُن کو عبداللہ ابن عقبہ الغنوی نے تیر سے شہید کیا۔ ان کی مادر گرامی قدر کا نام بعض محدثین نے اُم ولد لکھا ہے اور بعض نے نفیلہ ملّا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اسی بیان کی تصدیق فرمائی ہے اور ابو مخنف نے بھی مقتل میں اسی کی تائید کی ہے۔

حضرت احمد ابن حسن کی شہادت

ابو مخنف نے مقتل میں لکھا ہے کہ جناب عبداللہ کے بعد حضرت احمد ابن حسن علیہ السّلام میدان کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے تشریف لائے ؎

انی انا نجل الامام بن علیؑ	اضربکم بالسیف حتی یفلل
نحن وبیت اللہ اولی بالنبیؐ	اطعنکم بالرمح وسط القسطل

رجز خوانی کے بعد معرکہ آرائی شروع ہوئی اور اس شہسوار میدان شجاعت نے اپنے حملات گرانبار سے مخالف کے میمنہ و میسرہ میں سخت انتشار پیدا کر دیا اور بہتوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر پیاس کی سخت بیتابی میں اپنے عمّ نامدار کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کرنے لگے یا عماہ ھل شربہ من الماء ابرد بھا کبدی واتقوی بھا علی اعداء اللہ ورسولہ اے چچا۔ کیا آپ تھوڑا سا پانی مجھے پلا نہیں سکتے کہ میرے کلیجہ میں ٹھنڈک پہنچے اور جس کی وجہ سے مجھکو ان دشمنان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقویت حاصل ہو۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے عجیب یاس سے جواب دیا یا ابن الاخ اصبر قلیلا حتی تلقی جدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیسقیک شربة من الماء لا تظلماء بعدھا ابدا اے بھتیجے تھوڑی دیر اور صبر کرو اس کے بعد تمہارے جدّ بزرگوار ایسا سیراب کرینگے کہ پھر تمکو اس کے بعد کبھی پانی کی خواہش نہیں ہوگی۔
پسر ساقی کوثر کی یہ تقریر سنکر احمد ابن حسنؑ کو کافی اطمینان ہوگیا۔ اور وہ پھر ذیل کا رجز پڑھتے ہوئے فوج مخالف کی طرف واپس آئے ؎

اصبر قلیلا فالمنی بعد العطش	فان روحی فی الجھاد و تنکمش
لا ارھب الموت اذا الموت وحش	و لم اکن عند لقاذات رعش

یہ ارشاد فرما کر پھر قوم اشقیا پر حملہ آور ہوئے اور اپنی تیغ شرربار سے پچاس سواروں کو مار گرایا اور اپنی شجاعت و دلیری کی مفاخرت میں یہ اشعار پڑھے ؎

الیکم من بنی المختار ضربا	یشمب لھو راس الرضیع
بید معاشر الکفار جمعا	بکل مھند عضب قطیع

پھر فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اب کی بار بھی ساٹھ سواروں کو تہ تیغ بے دریغ کیا جملہ ایک سو دس بے دینوں کو مار کر خود بھی درجہ عُلیہ شہادت پر فائز ہوئے۔

فرزندانِ امیر المؤمنین علیہ السّلام کی شہادت

پسران جناب امام حسن علیہ السّلام کے شہید ہو جانے کے بعد جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالبؑ

علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اولاد کے خاتمہ ہونے کی نوبت آئی اور ان میں سب سے پہلے عبداللہ ابن علی علیہما السّلام تشریف لائے۔

حضرت عبداللہ ابن علی علیہ السّلام کی شہادت

سب سے پہلے عبداللہ ابن علی علیہما السّلام تشریف لائے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام اُمّ البنینؑ تھا۔ اور یہ بزرگوار جناب عباس علیہ السّلام کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی جناب عباسؑ نے پہلے حضرت امام حسین علیہ السّلام کی خدمت سے انہی کو میدان جنگ کی رخصت دلوائی۔ اور یہ اشعار رجز پڑھتے ہوئے فوج مخالف کی طرف متوجہ ہوئے ؎

انا ابن ذی النجدۃ والافضال	ذالک علی الخیر ذو الفعال
سیف رسول اللہ ذو النکال	فی کل یوم ظاھر لاھوال

دیر تک اپنے حملات گرانبار سے فوج اعدا کو منتشر کرتے رہے اور آخرکار ہانی ابن ثبیت الحضرمی نے فرصت پاکر ان کو قتل کیا۔

حضرت جعفر الاکبر ابن علی علیہ السّلام کی شہادت

اب کی بار یہ فوج اشقیا پر حملہ آور ہوئے اور یہ اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

انی انا جعفر ذو المعالی	ابن علی الخیر ذی النوال
حسبی لعمی شرفاً و خالی	احمی حسیناً ذا الذی المفضال

رجز خوانی کے بعد تیغ آبدار کی شعلہ افشانی ہوئی۔ ہانی ابن ثبیت الحضرمی نے انکو بھی شہید کر ڈالا

حضرت عثمان ابن علی علیہ السّلام کی شہادت

ان کے بعد حضرت عثمان ابن علی علیہما السلام تشریف لائے اور یہ رجز پڑھنے لگے ؎

انی انا عثمان ذو المفاخر	شیخی علی ذو الفعال الظاھر
وابن عم النبیؐ طاھر	اخی حسینؑ خیرۃ الاخائر

ان کو خولی اصبحی نے شہید کیا۔

حضرت محمد الاصغر کی شہادت

عثمانؑ کے بعد محمدؑ الاصغر میدانِ جنگ میں تشریف لائے یہ بزرگوار حضرت امِ ولد کے بطن سے تھے انہوں نے اپنی شجاعت ذاتی سے ایک معتد بہ دشمنوں کی جماعت کا خاتمہ کر دیا اسکے بعد قبیلۂ بنی تمیم کے ایک ظالم نے ان کو شہید کر دیا۔

حضرت عونؑ ابن علی کی شہادت

محمدؑ اصغر کے ایسا حضرت عون ابن علیؑ کا بھی حال ہے۔ فریقین سے کسی نے ان کو شہدائے کربلا میں سے شمار نہیں کیا ہے اور نہ ان کی شہادت کے حالات کو قلمبند کیا ہے مگر حافظ جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب نے جو اعظم ترین علمائے اہل سنت سے ہیں ان کی شہادت کو بہت بڑی تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ چونکہ صاحب ناسخ التواریخ نے ان کی اسناد پر اعتبار کر کے یہ واقعات اپنی تاریخ میں درج کیے ہیں۔ اس لیے ہم ان دونوں جلیل القدر مورخین کی اقتدا کو اپنے لیے مناسب سمجھکر ان کی شہادت کے تفصیلی حالات کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

جناب عون ابن علی علیہ السلام۔ اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھے اور حضرت محمد حنفیہؓ کے بعد اور بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اور شجاعت و دلاوری کے خاص اوصاف میں اپنے والد بزرگوار کے سچے یادگار تھے۔ معرکۂ کربلا میں شریک تھے اپنے جوش شجاعت کے غیر متحمل تقاضوں سے بیتاب ہو کر اپنے برادر بزرگوار کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ اجازت دیں تو میں تنہا اس فوج کثیر میں گھس جاؤں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو بلکہ بہتر ہے کہ مثل اور دلیران سرفروش کے اپنا مبارز اور مقابل طلب کرو اور اپنی شجاعت و دلیری کے جوہر دکھلاؤ۔ امام حسین علیہ السلام کے جواب میں اس شیر دل بہادر نے عرض کی کہ جس کے سر میں ہوائے سرفروشی و جانبازی سمائی ہوئی ہے وہ فوج کی کمی و بیشی کی طرف کوئی اعتنا نہیں کرتا۔ یہ فرما کر متوجہ قتال ہوا اور اپنی تیغ شرربار سے میمنہ و میسرہ فوج کو منتشر کر دیا۔ اور بہت سے بیدینوں کو دم کے دم میں بیدم کر دیا۔ دو ہزار آدمیوں نے ملکر انکا

محاصرہ کر لیا مگر وہ شیر بیشۂ شجاعت اُن آہنی دیواروں کو توڑتا ہوا باہر نکل آیا اور امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہو کر رکاب مبارک پر بوسے دیے اور پائے اقدس کو آنکھوں سے لگایا۔ آپ نے اُن کی اِس دلیری و ہمت کی بہت بڑی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا کہ بھائی تم مجروح بھی ہو گئے ہو مناسب ہے کہ تھوڑی دیر تک پھر آرام لے لو اُس جانباز بھائی اور سرفروش ازلی نے عرض کی کہ میری دلی خواہش تو یہی تھی کہ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر ایکبار اور زیارت کی سعادت سے مشرف ہو لوں مناسب نہیں ہے کہ اب لڑائی سے مُنہ موڑوں اور سرفروشی و جانبازی کے خیالوں کو چھوڑ دوں اب پھر پیاس کا سخت صدمہ بڑھا جاتا ہے۔ مجھکو جلد رخصت فرمائیے کہ میں آپ کے حقوق سے جلد ادا ہو جاؤں امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اچھا تمہاری سواری کا گھوڑا بہت خستہ ہو گیا ہے دوسرا گھوڑا بدل لو۔ المختصر دوسرا گھوڑا بدلکر حضرت عون ابن علی علیہ السّلام پھر عرصۂ کارزار میں تشریف لائے اور پھر ویسے ہی گرانبار حملات فوج اشقیا پر کرنے لگے۔ اور اب کی بار بھی بہت سے کوفیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اِن میں سب سے زیادہ صالح بن سیّار کا مقابلہ ذکر کے قابل ہے صالح ابن سیار نے امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب کے زمانۂ خلافت میں شراب پینے کے جرم میں۔ حد خمر کی سزا پائی تھی۔ اور اتفاق سے امیر المؤمنین علیہ السّلام نے عونؑ ہی کو اِس کی سزا دہی پر معین فرمایا تھا۔ صالح کو آج تک وہ دن یاد تھا۔ جناب عونؑ سے مقابل ہو کر معاوضہ طلبی کرنے لگا۔ اور آتے ہی عونؑ کے مُنہ پر بیہودہ گوئی شروع کر دی۔ جس کو سُنکر آپ اپنے آپ میں نہ رہے۔ اور ایسی تیز دستی سے کام لیا کہ پھر وہ مُنہ سے ایک بات بھی باہر نکال نہ سکا اور گھوڑے سے زمین پر گر کر اپنے خون میں آپ لوٹنے لگا صالح کے بھائی بدر ابن سیّار بھائی کا بہتا ہوا خون نہ دیکھ سکا اپنے بھائی کے قصاص میں جناب عونؑ پر حملہ کرنے لگا۔ مگر اُس بہادر نے اُس کو بھی اُس کے بھائی کے پاس پہنچا دیا۔ اِسی اثنا میں خالد ابن طلحہ کو موقع مل گیا اُس نے حضرت عون علیہ السّلام کے فرق مبارک پر اپنی تلوار سے ایسی گہری ضرب لگائی کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ تیوراتا ہوا گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ اور بسم اللہ و باللہ و علیٰ ملت رسول اللہ فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین جنت کی طرف متوجہ ہو

حضرت عباس علمبردار کی شہادت

حضرت عون کے مارے جانے کے بعد جناب عباس علیہ السّلام میدان کارزار میں تشریف لائے

ہم ان کے حالات کسی قدر تفصیل سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ کمال الدین علی ابن طلحۃ الشافعی کتاب عمدۃ المطالب فی نسب آل ابیطالب میں تحریر کرتے ہیں۔

العباس ابن علی ابن ابیطالب علیہما السلام یکنیٰ ابا الفضل و یلقب السقاء لانہ استسقی الماء لاخیہ الحسینؑ یوم الطف وقتل دون ان یبلغہ ایاہ وقبرہ قریب من الشریعۃ حیث استشہد وکان صاحب رایۃ الحسین علیہ السلام اخیہ فی ذالک الیوم الی ان قال وقتل ولہ اربع وثلثون سنۃ و امہ و ام اخوۃ عثمان وجعفر و عبداللہ ام البنین بنت حزام بن خالد بن ربیعہ وان امیرالمومنین علیاً قال لاخیہ عقیل وکان نسابہ عالما بانساب العرب واخبارھم انظر الی امراۃ قد ولدتھا الفحولۃ من العرب لاتزوجھا فتلد لی غلاما فارسا فقال لہ تزوج ام البنین الکلابیۃ فانہ لیس اشجع من ابائھا فتزوجھا۔

کتاب عمدۃ المطالب میں جو نسب اولاد ابیطالبؑ میں لکھی گئی ہے تحریر ہے کہ انکا نام عباس تھا اور کنیت ابا الفضل تھی اور لقب السقاء تھا۔ اس لیے کہ یہ اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے واسطے بروز عاشورا پانی لائے تھے۔ اور شہید ہو گئے۔ بدون اس کے کہ وہ پانی اپنے بھائی کی خدمت میں پہنچا سکے۔ قبر ان کی دریائے فرات کے اس گھاٹ سے قریب ہے جہاں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے علم بردار تھے اور اس دن تک ان کا سن چونتیس ۳۴ برس کا تھا۔ اور ان کی مادر گرامی اور ان کے بھائی عثمانؑ جعفرؑ اور عبداللہ علیہ السلام کی ماں ام البنینؑ بنت حزام ابن خالد ابن ربیعہ کی بیٹی تھیں۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ایک دن اپنے بھائی عقیلؑ سے فرمایا جو بڑے نساب تھے اور اہل عرب کے انساب کو خوب جانتے تھے اور انساب کے اخبار کو خوب جانتے تھے۔ کہ اے بھائی عقیل ایک ایسی عورت تلاش کرو کہ جس کے باپ دادا اور سب لوگ بہادران عرب سے ہوں کہ میں اس سے نکاح کر دوں تاکہ اس عورت سے میرا ایک ایسا لڑکا پیدا ہو جو اپنے زمانہ کا بہت بڑا بہادر ہو حضرت عقیلؑ نے فرمایا کہ آپ ام البنین کلابیہ سے نکاح کریں ان کے آباؤ اجداد سے زیادہ تر عرب میں کوئی شجاع نہیں ہے۔

پھر ذیقدر مصنف اپنی معتبر تالیف میں تحریر فرماتے ہیں۔ روی الشیخ ابو نصر البخاری عن المفضل ابن عمیر انہ قال قال الصادق جعفر بن محمد کان عمنا العباس ابن علی علیہما السلام نافذ البصیرۃ صلب الایمان جاھد مع ابی عبداللہ وابلی بلاء حسنا ومضی شھیدا۔ شیخ ابو نصر بخاری نے مفضل ابن عمیر سے روایت کی ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہمارے چچا عباس ابن علی علیہما السلام معرفت الٰہی میں کامل تھے اور حق و باطل کی پوری تمیز رکھتے تھے اور امتحان میں پورے درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ اُنہوں نے جہاد کیا اور امتحان الٰہی میں پورے اُترے اور درجۂ شہادت پر فائز ہو کر شہید ہوئے امام حسین علیہ السلام اور جناب عباس کے فیمابین ابتدا سے لیکر اس وقت تک جو سلوک اور محبت کے اصول قائم تھے وہ ایسے عدیم النظیر ہیں جنکو ہم موجودہ زمانہ کی مثالوں میں نہیں دکھلا سکتے۔ اگر امام حسین علیہ السلام کی چھوٹے بھائی پر شفقت وعنایت لاجواب تھی تو حضرت عباس علیہ السلام کی اطاعت و رفاقت بھی اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی اگر امام عالیمقام کی دلجوئی اور دلداری قابل تعریف ہے تو اس مطیع اور فرمانبردار بھائی کی جان نثاری اور فرمانبرداری بھی لائق یادگار ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام نے بی عمرہ امام عالی مقام کو کبھی بھائی کہکر نہ پکارا جب کہا تو سید۔ آقا اور مولے کے تعظیمی اور تخصیصی القاب سے۔ حضرت عباس علیہ السلام کا یہ خلوص اپنے پدر بزرگوار امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کی اُس عقیدت سے بالکل مطابق ہے جو اُن کو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاصل تھی اور وہ یہی فرمایا کرتے تھے انی عبد من عبید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امام حسین علیہ السلام بھی اُن کو اُسی نظر سے دیکھتے تھے۔ جس نگاہ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی مرتضٰے علیہ التحیۃ والثنا کو دیکھتے تھے۔ جس طرح جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنار عافیت میں پرورش پائی تھی اُسی طرح حضرت عباسؑ جناب امام حسین علیہ السلام کی آغوش شفقت میں پلے تھے۔ جن لوگوں نے اسلامی سیرتوں کے مخزن دیکھے ہیں وہ کثرت سے ایسے واقعات حضرت عباس کے حالات میں سے پاتے ہیں۔ اُن میں سے چند واقعات ہم بھی لکھدیتے تو بیجا نہیں ہوتا۔ مگر افسوس ہے

کہ خوف طوالت مانع ہے۔
بہرحال۔ جناب عباس علیہ السّلام کی شجاعت ایک مانا ہوا مسئلہ ہے جسکو تمام اہل عرب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ ذاتی وجاہت کی یہ صورت تھی کہ عرب کے تمام لوگ ان کو قمر بنی ہاشم کے ممتاز خطابات یاد کرتے تھے۔ آپ اِس قدر جسیم اور کشیدہ قامت تھے کہ سواری کے وقت اگر رکابیں نکال دی جاتیں تو پائے اقدس زمین سے ملتے ہوئے جاتے۔ آپ کی شادی حضرت عباس ابن عبد مطلب کے صاحبزادے عبید اللہ کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ بعضوں نے آپ کی زوجۂ محترمہ کا اسمِ گرامی ذکیہ لکھا ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں صاحبزادوں میں ایک کا نام **فضل** اور دوسرے کا نام عبید اللہ تھا۔
اتنا لکھکر ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ اِس وقت امیر المؤمنین علیہ السّلام کی اولاد میں سوائے حضرت عباس اور امام حسین علیہ السّلام کے کوئی دوسرا فرزند باقی نہیں تھا۔ حضرت عباس علیہ السلام اپنے برادر عالیمقدار کی یہ بیکسی اور مجبوری دیکھکر زیادہ صبر کی برداشت نہ لاسکے۔ امام عالیمقام علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوکر رخصت طلب ہوئے۔ امام حسین علیہ السّلام نے عجیب حسرت کی نگاہوں سے اِن کی طرف دیکھکر ارشاد فرمایا۔ بھائی تم تو میرے علمدار لشکر ہو۔ یاد رکھو۔ جب تم نہیں تو ہم بھی نہیں۔ جناب عباس علیہ السّلام اصرار پر اصرار کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ میں لڑنے کے لیے تم کو نہیں بھیجتا۔ مگر ہاں اِس فوج ستم پیشہ کو وعظ و پند کرکے تھوڑا سا پانی طلب کرتے تو پیاس سے مرتے ہوئے بچّے ہلاکت سے یقینی بچ جاتے۔
المختصر وہ جان نثار اور وفادار فدائی یہ سُنکر رخصت ہوا اور سپاہ شام کے مقابل آکر پانی کا طلبگار ہوا اور اُن کے سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لیے جیسا کہ تمام تاریخیں پکار رہی ہیں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ مگر وہ ناخدا ترس مطلق شنوا نہوئے اور مجبور رہو کر امام عالی مقام کی خدمت میں واپس آئے اور صورت حال ظاہر کردی جب بچّوں کو اِن کے ناکامیاب واپس آنے کی خبر ہوئی تو وہ اور بھی مایوس ہوگئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اب حضرت عباس علیہ السّلام سے اِن معصوموں کا اضطراب اور اِن کی بیتابیاں نہ دیکھی گئیں۔ ایک چھوٹی سی مشک اُٹھاکر

اس قصد سے نکلے کہ پانی لانے کی کوئی سبیل کریں اور ان کی پھڑکتی ہوئی جانوں کو بچا لیں۔
بہر حال۔ اس قصد سے حضرت عباس علیہ السلام فوج مخالف سے مقابل ہو کر ذیل کے اشعار
رجز کے طور پر پڑھتے رہے ؎

لا ارھب الموت اذا الموت دفا	حتی اذار افی المطلب اللقا
نفسی لنفس المصطفیٰ الطہر وقا	ولا اخاف طارقا ان طرقا
بل اضرب الھام وافری المصرفا	انی انا العباس اعد و بالسقا

رجز کے بعد جانبین سے حملات گرانبار شروع ہو گئے اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی۔ اسوقت مقتل اور تاریخوں کی مختلف کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں۔ مگر ان سب میں جیسی تفصیل اور تشریح سے امام الحرمین ملا ابو اسحاق اسفرائنی نے اپنی کتاب **نور العین فی مقتل الحسین** میں حضرت عباس علیہ السلام کی لڑائی کے تفصیلی حالات قلمبند کیے ہیں ویسا کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ اس لیئے ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں اس کے ترجمہ سے کام لیتے ہیں۔ وہو ہذا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اے بھائی فرات کی طرف جاؤ شاید کچھ پانی ملے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے عرض کی کہ سمعاً وطاعتاً۔ یعنی جو ارشاد ہو بجا لاتا ہوں۔ جناب عباس روانہ ہوئے یہانتک کہ فرات کے قریب پہونچے۔ لشکر عمر سعد کے لوگ چلائے اور آپ کو منع کیا اور آپ پر بڑے بڑے شجاعوں نے حملہ کیا۔ عباسؑ نے اس وقت صبر کو کام فرمایا اور ان پر حملہ کیا یہانتک کہ بڑے بڑے شجاعوں اور بڑے بڑے دلیروں کو مغلوب کیا کہ وہ سب متفرق ہو کر بھاگ گئے۔ تب حضرت عباس علیہ السلام نہر میں اترے اور اپنی ہمراہی مشک بھر لی پھر فوج امنڈ آئی اور آپ پر حملہ کیا آپ نے ان کا تلوار سے مقابلہ کیا۔ تمام فوج شقاوت موج نے دریا کے گھاٹ کو روک لیا اور حضرت عباس علیہ السلام اور جناب امام حسین علیہ السلام کے درمیان میں حائل ہو گئی۔ عباس علیہ السلام نے بھی ان پر سخت حملہ کیا اور اپنی زبان پر یہ اشعار جاری فرمائے۔

نحن الفتی افضل نسل الھاشمیات	لسفک دمائکم لحد المشرفیات

یاآل اللیام و ابناء الر اعیات	یاجدّ نا لو تری ھذی الزیارات
یاخیر عصبة قد جادت بانفسھا	حتی بارض الغاضریات
الموت تحت ذباب السّیف مکرمة	اذا کان من بعدہ اسکان جنات
لا تاسفن علی الدّنیا و لذّتھا	فعند جدی تغفر کل زلات

ہم نسل ہاشمی کی تلواریں ہیں۔ باڑھوں سے تیز تمہارے خون بہانے کے واسطے۔ اے اولاد لایموں اور زناکاروں کی کاش کہ ہمارے جد ہماری اس مصیبت کو دیکھتے کہ جو اُن کی ذریت پر اسوقت پڑی ہے۔ اور اے بہترین برادران کہ جنہوں نے اپنے نفسوں کو قربان کیا زمین غاضریات میں۔ تلواروں کی باڑھوں کے نیچے مرجانا ایک جلیل عظمت ہے جبکہ اس کے بعد بہشت میں ٹھہرنا ہو۔ دنیا پر افسوس کرو اور اُس کی لذت پر۔ ہمارے جد کی وجہہ سے سب گناہ بخشدیے جاویں گے۔

اس رجز کو سُنکر لشکر ابن زیاد نے چاروں طرف سے حضرت عباس علیہ السلام پر حملہ کیا۔ عباس علیہ السلام نے اُن کو زور سے للکارا اور سخت حملہ کیا اور بڑے بڑے دلیروں کو تہہ تیغ کیا جب مارد ابن صدلیف نے حضرت عباس علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی اور اُن کی ایسی شجاعت و دلیری کو مشاہدہ کیا اور معلوم کیا کہ بڑے بڑے شجاعوں کو تہ تیغ کر چکا ہے تو اُسنے اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا اور اپنی فوج کی طرف مخاطب ہوکر کہا وائے ہو تم پر باوجود یکہ تم اتقدر ہو کہ اگر تم ایک ایک مٹھی خاک ہی اس پر پھینکدو تو یہ مرجائے اور پھر بآواز بلند کہا کہ ایہا الناس جس کے گلے میں یزید کی بیعت ہے اور اُس کا مطیع ہے وہ اس صف جنگ سے علیحدہ ہو جائے میں اس لڑکے کو جس نے بڑے بڑے شجاعوں کو قتل کیا ہے کافی ہوں۔ شمر ذی الجوشن نے کہا اچھا ہم ہٹے جاتے ہیں اور لڑائی چھوڑے دیتے ہیں اور یزید کے پاس خط بھیجے دیتے ہیں کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں سے لڑے اور اپنے لشکر سے اُس نے اشارہ کیا کہ سب ایک طرف ہو جائیں پس سب ایکطرف ہوگئے اور یہ حضرت عباسؑ کی طرف تنہا چلا۔ اس کے بدن پر زرہ تھی اور اُس پر خود تھا اور اسپ اشقر پر سوار تھا۔ اور اُسکے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا۔

حضرت عباس علیہ السلام نے جب اُس کو اپنی طرف آتے دیکھا کہ وہ تنہا آتا ہے۔ تو آپ اُس کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ گئے۔ تو وہ چلایا کہ اے لڑکے اپنی تلوار کو

پھینکدے اور اپنے علوم کو ظاہر کر۔ کیونکہ جو لوگ تجھ سے لڑے وہ سست تھے۔ اور تیرے ساتھ نرمی کرتے تھے اور میں ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے میری خلقت میں سے رحم کو نکال دیا ہے اور بعوض اُس کے انتقام اور عداوت رکھدی ہے اور میری حقیقت ہے کہ جب اپنے بڑے پر حملہ کرتا ہوں تو اُس کو حقیر کر دیتا ہوں۔ اب تیری نوجوانی کو جو دیکھتا ہوں اور ملاحت کو تو میرا دل نرم ہوتا ہے تو واپس جا اور اپنے نفس کو ضایع نہ کر اور عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ اگرچہ میں نے سوائے تیرے آج تک اور کسی پر کرم و رحم نہیں کیا ہے اور یہ اشعار پڑھے ؎

نصحتک ان قبلت نصیحتی	خو فاعلیک من الحسام القاطع
مارق قلبی فی الزّمان علی فتیً	الا علیک فکن لقولی سامع
واعط القیاد تعیش ارغد عیش	والا ندوتلک من عذاب واقع

نصیحت کی ہے میں نے تجھ کو اگر تو اس کو قبول کرے۔ سبب یہ ہے کہ مجھکو تیرے باب میں تلواروں سے بہت خوف ہے۔ میرا دل تو کسی پر سوائے تیرے نرم نہیں ہوا ہے پس تو میرے اس کلام کو مان لے۔ تو فرمانبرداری کر۔ اگر اچھے آرام سے دُنیا میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہے ورنہ سخت مصیبت آئے گی۔
حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا اے دشمن خدا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو نے اچھی بات کہی بجز اس کے کہ تیری محبت کسی شے پر جاری نہیں ہوئی۔ اسی واسطے زمین تیری ویران ہو گئی ہے اور یہ امر بعید ہے کہ تیری احتیاط آفتاب پر حاوی ہو جائے۔ یا تو دریا کو اپنی سختی اور چلانے سے پھاڑ دیوے اور یہ بات کہ میں تیری فرمانبرداری کروں اور تیرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالدوں بہت بعید ہے اور نہایت صعب اور شدید ہے اور یہ جو تو نے کہا کہ میں بلیغ الشکل ہوں اور حداثت سن کا بھی ذکر کیا مجھکو کچھ بھی ضرر دینے والی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ میں اپنی شرافت نسل اور اپنی ذکاوت عقل کو جانتا ہوں اور جو کچھ تو نے میرے دین اور میری ریاضت نفس کا اور معرفت دشمن اور صبر کا تذکرہ کیا ہے سو مردوں کا امتحان بہادروں اور شجاعوں سے مقابلہ کرنے اور تلوار نیزے بازی میں اور سواروں کے بھگانے میں اور قتل کرنے میں اور بلا کے وقت صبر کرنے میں اور نعمت خدا پر شکر کرنے میں اور اللہ پر توکل

کرنے پر ہوتا ہے پس جس میں یہ اوصاف ہوں وہ ہرگز کسی امر سے نہیں ڈرتا اور اے دشمن خدا
تو فضائل وخصائل و آداب سے بالکل خالی ہے اور اے دشمن خدا تو میری قرابت کو جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے جان گیا ہے کہ میں گویا اُس درخت کی شاخوں میں
سے ایک شاخ ہوں اور جو شخص کہ اُس درخت کی ایک شاخ ہو اُس کا توکل اللہ کے اوپر
ہے وہ کیونکر بُرائیوں میں داخل ہو سکتا ہے اور تلواروں کے ڈر سے کیونکر اطاعت
کر سکتا ہے۔ اور جبکہ میرے پدر بزرگوار علی ابن ابیطالب علیہما السلام ہیں تو میں اپنے مقام سے کبھی
نہیں ہٹ سکتا اور کسی لڑنے والے سے نہیں ڈر سکتا ہوں اور میں کسی کا فر اور غادر سے
خوف نہیں کھاتا ہوں اور نہ میں پس پشت دکھا سکتا ہوں اور میں کبھی اللہ کے کام سے ناراض
نہیں ہو سکتا ہوں۔ اور میں اُسی شجرہ سے ایک ورق ہوں۔ اگر تجھ کو یہ خیال ہے کہ میں تیری
اطاعت کروں گا تو تیرا یہ گمان فضول ہے اور تیری کوشش ضایع ہے میں ایسا شخص نہیں
ہوں جو اس زندگی کا افسوس کرے اور اپنے مرنے سے بھاگے اور میں خوب جانتا ہوں کہ
جنت اس دنیا سے بہتر ہے اور بہت سے چھوٹی عمر کے لڑکے خدا کے نزدیک شیخ کبیر
سے افضل ہیں۔

جب مارد نے اِس کلام کو سُنا تو وہ مثل عقاب شکستہ بازو کے حضرت عباس علیہ السلام
کی طرف جھپٹا اور اُس نے گمان کیا کہ عباس علیہ السلام کا قتل کر دینا بہت آسان امر ہے
حضرت عباس ؑ نے اُس کو نہ روکا بلکہ اپنی طرف آنے دیا یہاں تک کہ مارد حضرت عباس
علیہ السلام کی لمبی سنان کے قریب ہو گیا۔ حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے
نیزے کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ اُس کے جھٹکے سے قریب تھا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے۔ مارد نے
نیزہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور جناب عباس علیہ السلام نے اُس کے نیزے کو چھین لیا۔ مارد
اس سے بہت شرمندہ ہوا۔ پھر حضرت عباس علیہ السلام نے وہی نیزہ اُس کے مارا۔ اور
فرمایا کہ اے دشمن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امید کرتا ہوں کہ میں تیرے ہی نیزے سے
تجھے ہلاک کروں گا مارد پر خوف غالب ہو گیا۔ عباس علیہ السلام نے بھی اُسکے انتشار کو تاڑ لیا
اور وہی نیزہ پھر اُس کے گھوڑے کے ساق پر لگایا۔ گھوڑا تلف ہو گیا اور وہ زمین پر گرا اب
مارد کو طاقت نہ رہی کہ عباس علیہ السلام سے پیدل لڑے۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا۔
اُس کے پیر بھاری ہو گئے اور صفوف لشکر میں اس واقعہ کو دیکھ کر کھلبلی پڑ گئی اور وہ درہم و

برہم ہوگئیں۔ شمر لعین نے فوراً مارد کے رسالے کو پکارا کہ اپنے سردار کے پاس دوسرا گھوڑا لیجاؤ
اُس کا ایک حبشی غلام اس کی طرف فوراً ایک گھوڑا لیکر چلا کہ اُس کا نام صادق تھا اور
گھوڑے کا نام طاویہ تھا اور وہ ایک چالاک گھوڑا تھا کہ ہوا کی برابر جاتا تھا۔ جب مارد
کی نگاہ اُس گھوڑے پر پڑی تو بہت زور سے ایسا چلایا جیسا کہ اونٹ غل مچاتے ہیں۔ کہ
اے غلام بہت جلد طاویہ کو لا۔ قبل اس کے کہ میری موت آوے۔ غلام گھوڑا لیکر اُس کی
طرف دوڑا حضرت عباس علیہ السلام اُس سے تیز تر ہو کر گھوڑے کی طرف چلے اور
شیر کی طرح جھپٹتے ہوئے اُس کے پاس جا پہنچے اور اُس غلام کے پاس پہنچکر اُس کی گردن
پر نیزہ مارا اور اُس کو زمین پر پھینک دیا کہ وہ اپنے خون میں لوٹتا تھا۔ اور اپنے گھوڑے
کو چھوڑ کر طاویہ پر سوار ہو گئے اور تمام صفوف لشکر کو چیر کر اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام
کی خدمت میں پہنچے۔ جب مارد نے حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت و دلیری کا یہ حال
دیکھا کہ وہ اسپ طاویہ کو چھینکر اور سوار ہو کر گئے تو اُس کی عقل مختل ہو گئی۔ اب اپنی جہالت
اِس کو ثابت ہو گئی۔ رنگ زرد ہو گیا اور ہاتھ پاؤں کانپنے لگے اور پکارا کہ ہائے میرے ہی
گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اب میرے ہی نیزہ سے مجھے مارے گا۔ افسوس ہے میری اس
ننگ و عار پر۔ جب شمر نے اُس کا یہ کلام سُنا تو اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور اُسکے
عقب میں سنان ابن انس نخعی و رخولی ابن یزید اصبحی اور جمیل ابن مالک حجازی چلے۔ اور
پھر اُن کے پیچھے سب لشکر چلا۔ سب نے باگیں اپنے گھوڑوں کی چھوڑ دیں اور تلواریں برہنہ
کر لیں۔ حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے بھائی کو آواز دی کہ اے بھائی۔ کیا آپ ان
دشمنان خدا کو دیکھتے ہیں کہ ان لعینوں نے آپ پر حملہ کا ارادہ کیا ہے اور آپ کے
پاس آ پہونچے ہیں حضرت عباس علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ فوج کسی قدر تیزی سے حضرت
امام حسین علیہ السلام کے پاس پہونچا چاہتی ہے۔ اِس لیئے آپ اُن سے زیادہ تیز مارد کے
پاس پہنچے اور آپ نے فرمایا کہ اُس چیز کا مزا چکھ لے جو تجھکو جہنم میں لیجاویگی۔ اور اُسکو ایک ایسی
تلوار ماری کہ اُس کا ہاتھ کٹ گیا اور اُس کے نیزے کو چھین لیا۔ مارد نے کہا یا عباس علیہ
السلام مجھکو چھوڑ دو میں آپکا غلام ہوں حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیرے
ایسے غلام کو لیکر کیا کروں گا پھر اُس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ اُس کان سے اُس کان
تک پار ہو گیا۔

پھر اور لشکر اشقیا پر حملہ کیا اور صفوں کے درمیان میں اسپ طاویہ کو کاوا کیا جس پر وہ سوار تھے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اس حملے میں ڈھائی سو سواروں کو مارا اور اس سے پہلے پانچسو بیس کو قتل کرچکے تھے۔ پس وہ صفیں اور فوجیں درہم و برہم ہوگئیں اور سب بھاگ گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ اے بھائی ذرا ٹھہر جاؤ کہ اب میں تمہارے عوض لڑوں اور تم آرام لے لو۔ حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا کہ حکم الٰہی سے مفر اور گریز نہیں ہے یہ کہکر پھر لڑنے لگے تا اینکہ فوج یزید کچھ ان سے دور ہوگئی۔ پھر اپنے بھائی حسین علیہ السلام کی تلاش میں واپس ہوئے اور شمر پکارا کہ یا ابن علیؑ مارد کے طاویہ کو تم نے واپس لے لیا۔ اے عباس علیہ السلام یہ وہی گھوڑا ہے جو تمہارے بھائی امام حسن علیہ السلام سے مدائن میں چھین لیا گیا تھا۔ یہ سُنکر حضرت عباس علیہ السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے پاس اُسی گھوڑے پر سوار ہوکر پہنچے تو شمر لعین کے کلام کو نقل کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ وہ طاویہ ہے کہ جو ملک رے کے حاکم کا گھوڑا تھا جس کو تمہارے پدر بزرگوار نے تمہارے بڑے بھائی کو دیا تھا۔ اور یہی گھوڑا اُن کے زمانے میں مخالفین نے قیام مدائن کے وقت چُرا لیا تھا۔ جب وہ گھوڑا امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا تو وہ اپنے سر کو حضرت امام حسینؑ کے کپڑوں سے ملتا تھا اور ایسی محبت کرتا تھا جیسا کہ وہ گھوڑا ایک دن کے لیئے بھی حضرت سے جدا نہ ہوا تھا۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا کہ اب خیمہ میں آخری بار وداع کے لیئے ہونے جاؤ اور عورتوں کو یوں وداع کرلو کہ گویا پھر نہ واپس آؤگے۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السلام کی زوجۂ مطہرہ اور آپ کے دو صغیر السن بچے آپ سے لپٹ گئے۔ اور انھوں نے عرض کی کہ ہم پیاس کے مارے بیتاب ہیں۔ عباس علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو ابھی عرصہ میں حضرت عباس علیہ السلام کو اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کی آواز آئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ اے بھائی میری خبر لو۔ حضرت عباس علیہ السلام خیمہ سے نکلے تو دیکھا کہ اُن کے برادر عالی مقدار بالنفس النفیس مخالفین سے لڑ رہے ہیں اور فوج ابن زیاد نے اُن کو گھیر لیا ہے اور آپ اُن کو اپنے پاس سے دفع کر رہے ہیں اُس وقت بھی آپ نے دو سو اسی آدمیوں کو گھیر کر قتل کیا۔ پس حضرت عباس علیہ السلام نے اُن پر حملہ کیا اور فوج کو اپنے بھائی کے گرد سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ

اے دشمنان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اگر ہمارے ساتھ تم میں سے آدھے آدمی ہوتے تو ہم تم سب کو قتل کر ڈالتے۔ جب عباس علیہ السلام لڑ رہے تھے کہ ناگاہ ایک شخص زرارہ ابن محارب کمینگاہ میں آبیٹھا۔ جب جناب عباس علمبردار علیہ السلام اُس کی طرف ہو کر گزرے تو وہ نکلا اور اُس نے آپ کے سیدھے ہاتھ پر تلوار ماری اور آپ کے ہاتھ کو مثل قلم کے اُڑا دیا اور اُس حملے میں حضرت عباس علیہ السلام چار سو پچاس شخصوں کو قتل کر چکے تھے۔ آپ نے دست چپ میں تلوار لے لی اور اپنے منہ کو اپنے برادر امام حسین علیہ السلام کی طرف پھیرا اور یہ اشعار آبدار زیر لب فرمائے وہو ہذا۔

واللہ لو قطعتم یمینی	لاحملن مجاھدا عن دینی
وعن امام صادق امین	سبط النبی الطاھر الامین

قسم خدا کی اگرچہ تم نے میرا سیدھا ہاتھ قطع کیا ہے لیکن میں اپنے دین کی حمایت میں ضرور جہاد کروں گا اور اپنے امام صادق اور امین کی حمایت کرونگا جو سبط نبی طاہر اور امین ہیں یہ اشعار پڑھکر آپ نے پھر فوج پر حملہ کیا اور پچاس سواروں کو اُسی دست چپ سے قتل کیا۔ اُس وقت جناب عباس علیہ السلام اُلٹے ہی ہاتھ سے لڑ رہے تھے کہ عبداللہ ابن شہاب کلینی نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے دست چپ کو بھی قطع کر ڈالا۔ اُس وقت جناب عباس علیہ السلام نے مایوس ہو کر اپنے کٹے ہاتھ سے اپنی تلوار کو سہارا دیکر دابا اور پھر سینۂ مبارک سے اُسے لگا کر یہ اشعار پڑھتے ہے

یانفس لاتخشی من الکفار	وابشری رحمت الغفار
مع النبی سید الاطہار	قد قطعوا ببغیہم یسار
وقد طغوا اھل البغی الکفار	فاصلھم یارب جزبار

یعنی اے نفس خوف نہ کر کفار سے۔ تجھکو رحمت غفار کی بشارت ہو۔ تو اپنے سید اطہار کے ہمراہ ہے باغیان خدا اور رسولؐ نے میرے دست چپ کو بھی قلم کیا کیا ان اہل بغاوت وکفر نے دین وایمان کو چھوڑ دیا۔ خداوندا تو ان کو آتش جہنم میں داخل کر۔
اسی حالت میں حضرت عباس علیہ السلام نے کفار پر پھر حملہ کیا آپ کے دونوں کٹے ہوئے

ہاتھوں سے خون جاری تھا بہ سبب تمام لہو بہجانے کے عاجز ہوئے اور ضعف طاری ہوا
اور فرماتے تھے کہ میں اسی طرح اپنے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے
پدر عالیقدر جناب علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ملاقات کروں گا۔ ایسی حالت میں بھی
حضرت عباس علیہ السلام نے پینتیس ۳۵ شخصوں کو قتل کیا۔ ناگاہ ایک ملعون نے اُن کے سر پر
لوہے کا گرز چلایا۔ اُسی کی ضرب سے وہ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور آواز دی۔
اے بھائی۔ اے حسین علیہ السلام۔ آپ پر میرا آخری سلام ہو۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السلام
نے کفار پر حملہ کیا اور سخت جنگ کی یہاں تک کہ آٹھ سو سواروں کو قتل کیا اور لڑتے لڑتے
اپنے بھائی عباس علیہ السلام کے پاس پہونچے اور سب شہدا کی لاشوں کے پاس اُن کا لاشہ
رکھدیا اور شدت سے گریہ آپ پر طاری ہوا۔ یہ حال دیکھکر خیمہ سے بیبیاں نکل آئیں اور
رونے لگیں با آواز بلند نوحہ کرتی تھیں۔ وہ بیبیاں اس بین سے روتی تھیں کہ اُن کے رونے
پر ملائکہ آسمان روتے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے سب کو خیمہ میں داخل کیا
یہانتک تو وہ کیفیت تھی جو امام ابو اسحٰق اسفرائنی نے لکھی ہے۔ اب ہم ان کی شہادت
کے متعلق ترجمہ ناسخ التواریخ سے ذیل کے واقعات نوٹ کرتے ہیں۔

مورخ ممدوح آپ کی حرب وضرب کی کیفیت میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام
کو اس ہمت وشجاعت سے دریا کے گھاٹ پر آتا دیکھکر عمر ابن سعد نے فوج کو ایک بار
حکم دیا کہ سب ملکر گھاٹ کا رستہ روک لو۔ عمر کا یہ حکم سنتے ہی چاروں طرف تمام فوج موج
دریا کی طرح نہر فرات کے کنارے پر پھیل گئی اور سخت خونریزی واقع ہوئی۔ لوہا لوہے سے
بجنے لگا اور لاش پر لاش گرنے لگی۔ اس شیر بیشۂ شجاعت نے دم کے دم میں اسّی سواروں کو
مار گرایا۔ گھاٹ والوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اُن کی امدادی فوج میں بھی سخت انتشار پیدا
ہو گیا۔ اور ہر شخص مقابلے سے جی چرانے لگا۔ اور علیحدہ ہونے لگا۔ اُن کے اضطراب کی
یہ موجودہ حالت دیکھ کر جناب عباس علیہ السلام نے ذیل کے اشعار پڑھے ؎

اقاتل القوم بقلب مہتد	اذب سبط النبی احمد
اضرب بکم بالصارم المہند	حتی تحیدوا عن قتال سیدی
انی انا العباس ذو التودد	نجل علی المرتضیٰ المؤید

بہر حال فوج تو بھاگ گئی اور دریا کے کنارے صاف نظر آنے لگا جناب عباس علیہ السلام

نے اپنا گھوڑا بڑھا کر دریائے فرات میں ڈال دیا چونکہ بیس پہر کی پیاس تھی۔ چلو میں پانی لیکر چاہتے تھے کہ منہ سے لگائیں۔ مگر اپنے برادر عالی مقدار کی پیاس یاد کرکے فوراً چلو کا پانی دریا میں ڈال دیا اور پیاسوں کی امانت جس کا تسمہ گلے میں پڑا تھا اُتاری اور مشک میں پانی بھر لیا اور گھاٹ سے نکل آئے اور چاہا کہ یہ پانی لیکر فوراً خیمۂ مطہر میں پہونچا دیں تاکہ پیاس سے دم توڑتے ہوئے بچے۔ پیاس کی تکلیفوں سے چھوٹ جائیں اور پھر یہ رجز پڑھنے لگے ؎

یا نفس من بعد الحسین هونی	فبعده لا کنت ان تکونی
هذا حسینٌ شارب المنون	وتشربین بارد المعین
هیهات ماهذا افعال دینی	ولا فعال صادق الیقین

اسی اثنا میں کمانداران فوج نے حضرت عباس علیہ السلام کو اپنے حلقہ میں لے لیا مگر اُس بہادر نے اس محاصرہ کی کوئی پرواہ نہیں کی اور مخالفین کے گروہ پر چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کر دیا اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی۔ لاش پر لاش گرنے لگی اتنے میں نوفل ابن الازرق۔ اور بروایتے زید ابن ورقاء۔ ایک درخت کی کمین گاہ سے نکلا اور حکیم ابن طفیل سنبسی الطائی نے اُس کی تائید کی۔ ان دونوں نے متفق ہو کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ شانہ سے سیدھا ہاتھ قلم ہو گیا حضرت عباس علیہ السلام نے اُلٹے ہاتھ میں تلوار سنبھالی۔ اور ویسے ہی متواتر حملے کرتے رہے اور یہ شعر پڑھنے لگے (وہی اشعار جو مقتل اسفرائنی سے اوپر لکھے گئے) اسی اثنا میں حکیم ابن طفیل نے اور باسناد دیگر نوفل الازرق نے پھر اُسی درخت کی آڑ سے نکلکر آپ کے بائیں ہاتھ پر بھی وار کیا اور اُلٹا ہاتھ بھی قلم ہو گیا۔ جناب عباس علیہ السلام نے مشک سقو کو دانتوں میں داب لیا اور یہ اشعار پڑھے جو (ابھی ابھی مقتل اسفرائنی سے اوپر لکھے گئے) اور نہایت تیزی سے خیمۂ مطہر کی طرف بڑھے۔ صرف اس حسرت میں کہ اتنا پانی کسی طرح معصوم بچوں تک پہونچ جائے۔ اسی اثنا میں پھر حکیم ابن طفیل نے موقع پا کر آکے فرق مبارک پر اپنے عمود آہنی کی ایسی ضرب لگائی کہ آپ گھوڑے سے تیورا کر زمین پر آ رہے اور گرتے ہی فرمایا "یا سیّدی ادرکنی"

جناب امام حسین علیہ السلام یہ صدا سنتے ہی کنار دریا تشریف لا کر اپنے جاں نثار بھائی کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور اپنے مجروح بھائی کو ایسی افسوسناک حالت میں دیکھکر

زار و قطار رونے لگے اور فرمانے لگے الآن انکسر ظہری وقلت حیلتی اب میری کمر ٹوٹ گئی اور تمام امیدیں منقطع ہوگئیں۔ پھر یہ اشعار زیرِ لب فرمائے ؎

لقد یتم باشر قوم ببغیکم	وخالفتم دین النبی محمدؐ
اما کان خیر الرسل اوصاکم بنا	اما نحن من نجل النبی المسدد
اما کانت الزہراء امی دونکم	اما کان من خیر البریۃ احمد
لعنتم واخزیتم بما قد جنیتم	فسوف تلاقوا حر نار توقد

اور کتاب جلاء العیون کے مطابق آپ نے اُسوقت یہ اشعار پڑھے ؎

احق الناس ان یبکی علیہ	فتی ابکی الحسین بکربلاء
اخوہ وابن والدہ علیؑ	ابو الفضل المضرج بالدماء
ومن واساہ لا یثنیہ خوف	وجاد لہ علی عطش بماء

جناب عباس علمبردار علیہ السلام کے مرتے ہی امام حسین علیہ السلام کے تمام آسرے ٹوٹ گئے اور حقیقت تو یوں ہے کہ معرکہ کربلا کا خاتمہ انھیں کے دم تک تھا۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے عم نامدار کے محامد و اوصاف میں بیان فرماتے ہیں۔

رحم اللہ العباس علیہ السلام فقد اثر وابلی وفد اخاہ بنفسہ حتی قطعت یداہ فابدلہ اللہ بھما جناحین یطیر بھما مع الملائکۃ فی الجنۃ کما جعفر ابن ابیطالبؑ ان العباس عند اللہ عز وجل منزلہ یغبطہ بھا جمیع الشہداء یوم القیامۃ

کہ جناب عباس علیہ السلام کو خدائے سبحانہ وتعالیٰ وتبارک نے دو پر عنایت فرمائے ہیں۔ اُن ہاتھوں کے صلے میں جو کنارِ فرات قطع کیے گئے اور وہ مثل حضرت جعفر طیار ابن ابیطالب علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں اور درگاہ رب العزت میں ان کے لئے وہ درجہ حاصل ہے جس کو دیکھ کر تمام شہدا سخت غبطہ میں ہیں۔ حضرت عباس علیہ السلام کا سن مبارک شہادت کے وقت چونتیس برس کا تھا۔

تمام تاریخوں میں درج ہے کہ جناب ام البنین علیہا السلام اپنے ایسے عدیم المثال نونہال کے ماتم میں بقیع غرقد میں معتکف ہوئیں اور اُن کے اور اُن کے بھائیوں کو یاد کرکے

ایسا پھوٹ پھوٹ کر رو تی تھیں کہ سننے والوں کے ایک ایک دل کے سو سو ٹکڑے ہوتے تھے آپ کی گریہ وزاری کی یہ نوبت پہونچی تھی کہ مروان الحکم جو بنی ہاشم کی عداوت کے لیے مخصوص مشہور ہے ان کی آواز سنکر ایک بار جنت البقیع کی طرف گذرا اور اُن کے نالہ و شیون کی جگر خراش آوازیں سُنکر بے اختیار ہوگیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت

جناب عباس علیہ السلام کے قتل ہو جانے کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے پہلو میں سوائے ایک فرزند دلبند کے جو علی اکبر کے نام سے مشہور ہیں اور کوئی متنفس باقی نہیں رہا۔ اور وہ عازم جنگاہ ہو کر قریب تھا کہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے احوال میں علامہ کنتوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

المشہور من القابہ علیّ الاکبر وھو الاوسط من ابناء الحسین علیہ السلام ویکنی بابی الحسن وامہ تسمّی بام لیلا بنت میمونہ بنت ابوسفیان وعمرہ فی ذالک الیوم علی ما رواہ محمد ابن ابی طالب ثمانیہ عشر سنین وھو المشہور وفی نور العین سماھا سھیرانہ ولھانہ وکیف ما کان فامہ لست شعر یا نوکما علیہ الاتفاق واتفقوا علی انہ علیہ السلام کان اشبہ الناس خلقا وخلقا منطقا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما یاتی فی دعاء الحسین علیہ السلام حین ابد تدالی سید ان الحرب وکان قد ربتہ زینب بنت علی علیہ السلام کما ھو المشہور ولعل السبب فی تربیتہ لزینب علیہا السلام اعظاما لہ لشاکلۃ جدّھا۔

مشہور لقب اُن کا جناب علی اکبر علیہ السلام ہے اور وہ منجھلے بیٹے تھے جناب امام حسینؑ کے کنیت اُن کی ابوالحسن تھی مادر گرامی ان کی اُمّ لیلے تھیں اور وہ میمونہ بنت ابوسفیان کی بیٹی تھیں اس راہ سے آپ یزید کے بھانجے تھے یعنی پھوپی زاد بہن کے بیٹے تھے اور سن شریف آپ کا اُس روز تک بنا بر روایت محمد ابن ابیطالب اٹھارہ برس کا تھا۔ اور مادر گرامی آپ کی اُمّ لیلے تھیں اور یہی مشہور بھی ہے۔ ملا ابواسحاق نے کتاب نور العین میں آپ کی مادر گرامی کا نام سہیرانہ اور لہانہ بھی لکھا ہے۔ شاید یہ نام اصلی ہوں۔ اور

اُمِّ لیلیٰ کنیت ہو۔ بہرکیف آپ کی مادرِ گرامی کا کوئی نام کیوں نہ ہو۔ مگر جنابِ شہربانو علیہا السلام آپ کی ماں نہیں تھیں۔ چنانچہ اسی پر علمائے انساب کا اتفاق ہے اور اس پر بھی مورخین کا اتفاق ہے کہ جنابِ علی اکبر علیہ السلام ۔ خلقت ۔ اخلاق اور گویائی میں جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت مشابہ تھے چنانچہ وہ دعا جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بروقت روانگی حضرت علی اکبر علیہ السلام کے واسطے بغرض جہاد درگاہِ خدا میں کی ہے اس میں یہی الفاظ ارشاد فرمائے ہیں اور جنابِ زینب بنت امیر المومنین علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام نے ان کی پرورش فرمائی تھی جیسا کہ مشہور ہے اور شاید ان کے مخصوص فرمانے کا سبب یہ ہو کہ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا اپنے نانا کی شبیہ کی تعظیم کی رعایت سے آپ کی کفیل ہوئی ہوں علامہ ابن شہر آشوب ذیل ذکر جنابِ علی اکبر علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

وکان مطیعا لابیہ دینا عارفا بالاحکام والسنۃ بطلاضی عاما واتقا علی سجانہ کیسا وجیہا نیہا لانظیر لہ فی الحسن والبہاء۔

جنابِ علی اکبر علیہ السلام اپنے پدرِ بزرگوار کے بہت بڑے فرمانبردار تھے۔ بڑے دیندار تھے احکامِ قرآن وحدیث کو خوب جانتے تھے بہادر تھے۔ اپنے جملہ اُمور میں خدائے سبحانہ وتعالیٰ پر تکیہ کرتے تھے۔ علامہ کنتوری مدظلہ جنابِ میرن صاحب اعلی اللہ مقامہ کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔

قال فی مختصر الانساب علی ما نقلہ الاستاذ فی المجالس المفجعہ ان اہل الشام عطوہ اماناً من القتل لانہ کان ابن بنت البنت لابی سفیان فلم یقبلہ وقال وجاہۃ جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعظم من وجاہۃ آل مروان۔

مختصر الانساب کے اسناد سے میرے اُستاد علیین مکان جنابِ میرن صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے مجالس مفجعہ میں نقل کیا ہے کہ اہلِ شام جنابِ علی اکبر علیہ السلام کے واسطے امان لائے تھے اس لیئے کہ وہ ابوسفیان کے نواسی کے بیٹے تھے لیکن آپ نے اس کو منظور نہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے جدِ بزرگوار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت آل مروان کی وجاہت سے کہیں زیادہ ہے۔

حقیقت میں یہ امان ویسی ہی تھی جس طرح جنابِ عباس علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کو شمر ملعون

اپنی قرابت کی وجہ سے امان دیا تھا اور اُنھوں نے بھی منظور نہیں فرمایا۔ جیسا کہ اوپر بالتفصیل بیان کیا گیا۔ کتاب ماتئین علامہ کنتوری صفحہ ۴۱۳
اسی قرابت کا خیال کرکے معاویہ نے ان کو اپنے زمانِ سلطنت میں بلا کر ان کے مستحق خلافت ہونے کا اپنی زبان سے اقرار کیا ہے اور اُس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک روز معاویہ نے خلوت کی صحبت میں تذکرۃً اپنے خاص غلام سے پوچھا کہ من احق الناس بھذا الامر فی زماننا امر خلافت کے لیئے کون سب سے زیادہ مستحق ہے۔ حاضرین صحبت نے یکزبان ہو کر کہا کہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ معاویہ نے سر انکار ہلایا اور کہا۔ لا۔ اولی الناس بھذا الامر علیؑ ابن الحسینؑ جدہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفیہ شجاعۃ بنی ھاشم و سخاء بنی امیہ و رھو ثقیف کوئی شخص جناب علی اکبر علیہ السلام سے زیادہ مستحق خلافت نہیں ہے کہ اُن کے جد بزرگوار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اُن میں بنی ہاشم کی شجاعت۔ بنی امیہ کی سخاوت اور بنی ثقیف کی حسن سیرت ہے۔ معاویہ کے اقوال پر غور کرو تو بنی ہاشم کی شجاعت کی نسبت تو فکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ جناب علی اکبر علیہ السلام اپنے ذاتی اوصاف میں بنی ہاشم کے سرمایہ نازش و تسلیم کیئے جاویں گے۔ باقی بنی اُمیہ اور بنی ثقیف سے جو مخصوص تعلق کی طرف اشارہ کیا ہے اُس کی اصلی غرض یہ تھی کہ میمونہ ان کی بہن کی نواسی تھی اس لیئے بنی اُمیہ کی جھوٹی سخاوت سے بھی متصف بتلائے گئے۔ چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ اس واقعہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں۔ مادر او (علی اکبر سلام اللہ علیہ) لیلی۔ دختر ابی مرہ ابن عروہ ابن مسعود ابن موسی القطان الثقفی است۔ ناسخ التواریخ جلد ششم ۲۹۱۔
اب ان کی شہادت کے تفصیلی حالات یہ ہیں کہ جناب عباس علیہ السلام کے شہید ہو جانے کے بعد جب اعوان و انصار میں سے کوئی متنفس بھی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں نہ رہا تو اپنے پدر بزرگوار کی یہ ناقابل برداشت حالت دیکھکر یہ بھی عازم جنگاہ ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کا مُنہ دیکھکر رو دیا اور اپنی اُسی بے انتہا درجہ کی مضطربانہ کیفیتوں میں بھی کمال صبر و استقلال سے اپنے پارۂ جگر کو رخصت فرمایا۔
تمام تاریخیں پکار رہی ہیں کہ جناب علی اکبر علیہ السلام کی آخری رخصت قیامت کا نمونہ تھی خصوصاً اُس وقت جس وقت وہ اٹھارہ برس کا نوجوان عصمت سرا میں مخدرات اہلبیت

علیہ السلام سے رخصت ہونے کے لیے آیا۔ حرم سرا میں تمام کہرام مچا ہوا تھا اور صدائے واحمداہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاروں طرف سے بلند تھی۔ حافظ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے حضرت علی اکبر علیہ السلام کو سلاح جنگ پہنائی اور ایک زرہ پر دوسری زرہ زیب تن فرمائی اور خود اپنے پیارے فرزند کے سر پر رکھا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا چرمی کمر بند آپ کی کمر میں نہایت مضبوطی سے باندھ دیا اور عقاب نامی گھوڑے پر سوار کرکے اپنے مجاہد بیٹے کی شان کو دیکھکر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور آسمان کی طرف دیکھکر فرمانے لگے۔

اللّٰھم اشھد علی ھولآء القوم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خلقا و خلقا ومنطقا برسولک وکنّا انا اشتقنا الی نبیّک نظرنا الی وجھہ اے پروردگار تو گواہ رہیو کہ میں اب ایسے جوان کو فوج مخالف سے جہاد کے لیئے بھیجتا ہوں جو مکارم خلقت اور حسن وصورت اور طلاقت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ پروردگارا مجھکو جس وقت تیرے نبیؐ کی زیارت کا شوق ہوتا تھا تو میں اس کی صورت کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ یہ فرماکر آپ نے اپنے نوجوان بیٹے کو رخصت کیا اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہوکر باآواز بلند ارشاد فرمایا۔

قطع اللہ رحمک ولابارک فی امرک وسلط علیک من یذبحک بعدی علی فراشک کما قطعت رحمی ولم یحفظ قرابتی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اے عمر۔ یہ تونے کیا کیا۔ خدا تیرے رحم کو قطع کرے۔ اور دنیا میں کوئی امر و ارمان تیرے لیئے مبارک نہ فرمائے اور تجھ پر ایک ایسے شخص کو مسلّط فرمائے جو تجھکو تیرے خاص فرش پر قتل کرڈالے جیسا کہ تونے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور اُس قرابت کا جو مجھ کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی کوئی خیال نہیں کیا۔ اتنا فرماکر آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی

انّ اللہ اصطفیٰ آدمؑ ونوحاؑ وآل ابراھیمؑ وآل عمرانؑ علی العلمین وذریۃ بعضھا من بعض واللہ واسع علیم۔

امام حسین علیہ السلام تو یہ آیہ تلاوت فرماکر اپنے مقام پر خموش ہو بیٹھے اور حضرت علی اکبر علیہ السلام ذیل کے اشعار رجز پڑھکر فوج مخالف سے مقابل ہوئے۔

انا علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ	من عصبۃ جد ابیھم النبیؐ

واللہ لا یحکم فینا ابن الدعی	اطعنکم بالرمح حتی ینثنی
اضربکم بالسیف احمی عن ابی	ضرب غلام هاشمی علوی

میں علیؑ فرزند حسینؑ ابن علیؑ ہوں۔ قسم خدا کی ہم اولاد نبی ہیں۔ میں تم لوگوں پر تلوار و نیزہ چلاؤنگا اور اپنے والد بزرگوار کی طرف سے ایسی تیغ زنی کروں گا جو جوانان ہاشمی اور دلیران علوی کے شایاں ہے"۔

رجز خوانی کے بعد جانبین سے حملات کا سلسلہ شروع ہوئے۔ جناب علی اکبر علیہ السلام کی تیز دستیوں نے پیاس بھوک اور فرقت اعزا و احباب کی موجودہ حالتوں میں بھی فوج مخالف پر ایسے شیرانہ حملے کیے کہ بڑے بڑے شجاعان عرب کے چھکے چھوٹ گئے۔ جس پرے پر جھپٹے صاف۔ اور جس غول پر پھرے غائب۔

صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں ایک سو بیس سواروں کو اور ابو اسحاق اسفرائنی کی روایت میں پانچسو سواروں کو اور ابو مخنف کی چشم دید بیان کے مطابق بیاسی آدمیوں کو اسی ایک حملہ میں مار گرایا۔ اتنی جد و جہد کے بعد پیاس کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں واپس آئے اور فرمانے لگے یا ابتاہ العطش قد قتلنی وثقل الحدید اجھدنی فھل الی شربۃ من ماء سبیل اتقوی بھا الاعداء۔ اے والد بزرگوار پیاس نے مجھے مار ڈالا آہنی ہتھیاروں کی گرانی نے مجھ پر مصیبت عظیم ڈالی۔ آیا آپ تھوڑا سا پانی دے سکتے ہیں کہ میں اور قوی ہو کر اپنے دشمنوں سے مقابلہ کروں۔ مورخین کا بیان ہے کہ اسی حملہ میں جناب علی اکبر علیہ السلام شدت سے مجروح بھی ہو چکے تھے۔ خون آپ کے جسم سے بہہ رہا تھا اور بدن کے کپڑے سرخ ہو رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے پیارے فرزند کو اس حالت میں دیکھکر اور اس حسرت سے پانی کی التجا کرتے ہوئے سنکر جواب میں فرمایا۔

یا بنی یعز علی محمد وعلی ابن ابی طالب علیہما السلام وعلی ان تدعوھم فلا یجیبوک وتستغیث بھم فلا یغیثوک یا بنی ھات لسانک فمصہ اے بیٹا مجھ پر اور میرے جد بزرگوار جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پدر عالیمقدار جناب علی مرتضی علیہ السلام پر نہایت شاق گزرتا ہے کہ تو استدعا کرے اور ہم کچھ نہ ہو سکے تو مدد طلب کر رہا ہو اور کوئی تیری مدد کو نہ پہنچے بیٹا اپنی زبان میرے منہ میں

جناب علی اکبر علیہ السلام فرمانے لگے اے پدر بزرگوار میری زبان سے تو آپ کی زبان زیادہ خشک ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے پھر ایک انگوٹھی ان کے منہ میں دی اور فرمایا کہ اسے اپنے منہ میں رکھے رہو کہ تشنگی میں کسی قدر سکون ہوگا وقال مسکہ نی فیك وارجع الی قتال عدوك فانی ارجوانك لاتمسی حتی یسقیك جدك بكاسہ الاوفی شربۃ لاتظما بعدھا ابدا اس (انگوٹھی) کو منہ میں لیئے رہو اور پھر جہاد کی طرف مصروف ہو جاؤ اور یقین کامل رکھو کہ تمہارے جد بزرگوار بہت جلد تمہیں ایک ایسا ساغر سرشار پلائیں گے جس کے بعد پھر تم کبھی پانی کی خواہش نہ کروگے۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام میدان جنگ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے تشریف لائے۔

الحرب قد بانت لنا حقائق		وظہرت من بعدھا مصادق
واللہ رب العرش لانفارق		جموعکم او تغمد البوارق

اس رجز کے بعد جانبین سے تلوار چلنے لگی اور لاش پر لاش گرنے لگی۔ ناسخ التواریخ و نور العین کے مؤلفین لکھتے ہیں کہ اب کی بار بھی جناب علی اکبر علیہ السلام نے اکیاسی آدمیوں کو تن تنہا قتل کیا یہ حالت دیکھ کر فوج شام و کوفہ ہجوم کر کے چاروں طرف سے اُس تنہا پر ٹوٹ پڑی اور اُس مظلوم کو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔

چنانچہ معصوم علیہ السلام زیارت میں فرماتے ہیں فقطعوہ بسیوفھم اربًا اربًا اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ جب زخموں سے بالکل چور ہو گئے اور جسمانی قوتوں نے پورا جواب دے دیا اور گھوڑے سے گرنے لگے تو بآواز بلند فرمایا یا ابتاہ ھذا جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد سقانی بکاسہ الاوفی شربۃ لااظماء بعدھا ابدا وھو یقول العجل العجل فان لك کاسا مذخورا حتی تشربہا الساعۃ اے والد بزرگوار میرے جد بزرگوار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لا کر مجھے ایک ایسے ساغر سے سیراب فرمایا جس کے بعد مجھے اب پھر پانی پینے کی خواہش نہیں ہوگی۔ اور آپ فرمارہے ہیں کہ اے حسین علیہ السلام جلد آؤ جلد آؤ کہ یہ دوسرا جام تمہارے لیے تیار ہے جونہی یہ آواز جناب امام حسین علیہ السلام نے سنی بے اختیار ہو کر فرمایا وا ولداہ وا ثمرۃ فؤادی وا قرۃ عینی یا بنی علی الدنیا بعدك العفا اے میرے بیٹے اے میری پارۂ جگر

اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تیرے بعد اے بیٹا دنیا پر حیف ہے قتل اللہ قوما قتلوك ما اجراھم علی الرحمٰن وعلی رسول اللہ وعلی انتھاك حرمۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے سبحانہ تعالےٰ اس قوم جفا کار کو قتل کرے جنہوں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جرأت کی اپنے رسول کی ہتک حرمت کی۔

اتنا فرما کر عجیب مضطربانہ حالتوں میں آپ نے فوج مخالف کی طرف رُخ کیا اور نہایت عجلت سے رزمگاہ میں تشریف لائے۔ اُن بیدینوں کو اپنے فرزند کی لاش سے ہٹایا جو سر کاٹ لینے کی غرض سے آپ کی لاش کے چوگرد ہجوم کیے ہوئے تھے۔

مصائب کی اکثر معتبر کتابوں میں جناب امام حسین علیہ السلام کے اس انتشار واضطراب کا یہ عالم لکھا ہے کہ آپ اس صدمۂ جانکاہ سے ایسے مضطرب الحال ہوئے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام کی لاش پر پہنچکر آپ کو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ پاؤں سے رکاب اُتار کر اُتریں ایکبار گھوڑے سے جست کرکے رکاب سمیت اپنے جوان بیٹے کی لاش پر گر پڑے اور اُس کے جسم پارہ پارہ کو اپنے آغوش میں لیکر خون وغبار کو پاک کرنے لگے اور بار بار اپنے سینہ سے لگانے لگے۔ جناب علی اکبر علیہ السلام میں رمقِ جان باقی تھی۔ آنکھ کھولکر پدر بزرگوار کے روئے منور پر نظر کی اور بیان فرمایا کہ رحمت الٰہی اور نعمت لا متناہی کے دروازے میرے لیے کھول دیے گئے ہیں اور جام سرشار میرے لیے تیار ہیں اور حورانِ جناں محو انتظار ہیں۔ میں آپ کی خدمت سے رخصت ہوتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے مرجانے کے بعد پردگیانِ عصمت سرا پر اتنی تاکید کردی جائے کہ وہ میرے ماتم میں اپنے چہروں کو طمانچوں سے نیلگوں نہ کریں۔ اتنا کہکر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ صابر باپ نے باوجود اس کے کہ اس واقعہ سے اتنا متاثر ہو چکا تھا کہ اُس کی محاسن مقدس کے بال صبح تک سیاہ تھے کہ ایکبارگی بیٹے کے مرتے ہی سفید ہو گئے۔ کلیجہ پانی ہو گیا۔ آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ کمر خمیدہ اور دل داغدار ہو گیا۔ تاہم کمال استقلال اور صبر وضبط کو اختیار کرکے اُس نوجوان کا لاشہ اُٹھایا اور شکر کرتا ہوا سراپردۂ مطہرہ میں لے گیا۔

حضرت کے جواں بیٹے کو مرتے ہوئے دیکھا
اور شکر کا سجدہ اُنہیں کرتے ہوئے دیکھا

ایک صغیر السّن بچہ کی شہادت

اسی ہولناک منظر میں جیسا کہ بعض معتبر کتابوں سے مستفاد ہوتا ہے۔ ایک کم سن بچہ خیمۂ مطہر سے گھبرا کر باہر نکل آیا اس کے کانوں میں دو گوشوارے تھے وہ بچہ اس ہولناک عالم سے اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اس کا تمام بدن بید کی طرح لرزاں تھا۔ وہ کمال وحشت زدہ اور حواس باختہ ہو کر قریب کی قنات سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ ہانی ابن ثبیت نے جھپٹ کر اس کو ایک حملہ میں قتل کر ڈالا۔
محدثین نے اس لڑکے کا نام نہیں لکھا ہے۔ بعضوں نے اس کا نام عبداللہ ابن الحسین علیہ السّلام لکھا ہے۔ اور اکثر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کے ایک صغیر السّن بچہ کا نام عبداللہ تھا بعض کا یہ قیاس ہے کہ حضرت علی اصغر ہی کا نام عبداللہ تھا۔ یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔
بعض روایات سے یہ مستفید ہوتا ہے کہ جس وقت یہ صغیر السّن بچہ شہید ہوا تو جناب شہربانو علیہا السّلام بے اختیار ہو کر خیمہ سے نکل پڑیں اور بچہ پر ایوسانہ اس کی طرف دیکھنے لگیں اور پھر دریا میں غرق ہو گئیں۔ یہ قول بھی صحت سے خالی ہے کیونکہ جناب شہربانو علیہا السّلام حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی ولادت کے وقت ہی راہی ملک بقا ہو گئی تھیں وہ واقعۂ کربلا میں شریک نہیں تھیں۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی تنہائی اور بیکسی کے حالات

اب جناب امام حسین علیہ السّلام کے پاس کوئی ایسا باقی نہیں بچا تھا جو آمادۂ کارزار ہو کر فوج مخالف سے مقابل ہوتا صاحب ناسخ التواریخ نے ان واقعات کی تمہید میں جو عبارت لکھی ہے وہ ایسی دلچسپ اور مناسب حال ہے کہ ہم اس کی اصلی عبارت کو بلفظہٖ ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔
بالآخر جناب امام حسین علیہ السّلام فریداً وحیداً بمیدان آمد وچوں طور شامخ وطود باذخ عنان بکشید وبایستاد وبہیچ گونہ آلائش تزلزل درساحت وجودش راہ نداشت چہ اگر تزلزل درحقیقت اوراہ کردے ارکان عالم امکان متزلزل شدے اگرچہ

عالم لاہوت را ننگ مساحرت بر داشت بر بہشت عالم ناسوت راعمل و معطل نمیگذاشت
اِن مصائب و آلام واسقام کہ بر وے فرود آمدے اگر بر سایہ جبل بو قبیس دکوہ حرے
افگندے پراگندے وحضرتش بہ نیروے حلم حمل ان بارِ گران رانمودے ومقام خویش را
خالی نہ فرمودے چہ خداوند قوم آفرینش را بمقام او معلق و مربوط داشتہ وسوائے ہستی
عالم اتحاد بدست بقائے او وا گذاشتہ تبارک اللہ احسن الخالقین۔
المختصر ایسے عدیم المثال استقلال۔ صبر اور شکیبائی کے ساتھ۔ امام عالی مقام علیہ السّلام
بیکسی اور تنہائی کی حالتوں میں فوج مخالف کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ امام تھے
منصب امامت کے لحاظ سے اتمام حجت کے طور پر یوں مستغیث ہوئے۔
ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ھل من موحد
یخاف اللہ فینا ھل من مغیث یرجوا اللہ فی اعانتنا۔ آیا کوئی ہمارا معین و ناصر ہے
جو دشمنوں کے ضرر کو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دفع کرے۔ آیا کوئی ایسا
دیندار ہے کہ ہمارے استغاثہ کو قبول کرے اور خدائے سبحانہ تعالےٰ سے
ہماری اعانت کے لیے ماجور ہو؟
آپ کی صدائے استغاثہ سنکر جناب امام زین العابدین علیہ السّلام بھی باوجود اس
ضعف۔ اضمحلال اور عارضۂ اسہال کے اپنی تیغ آبدار لیکر خیمۂ مقدس سے نکل کھڑے ہوئے
جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے پیچھے سے آکر تھام لیا۔ آپ نے دیکھکر فرمایا عمتاہ
ذرونی اقاتل بین یدی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اے پھوپی
مجھے چھوڑ دیجیے کہ میں فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے درجۂ شہادت
پر فائز ہوں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے خیمۂ مطہر کی طرف نظر کی اور یہ سامان ملاحظہ
فرما کر حضرت اُمِّ کلثوم سلام اللہ علیہا کو آواز دی یا ام کلثوم خذ بہ لئلا یبقی الارض
خالیۃ من نسل آل محمد اے اُمِّ کلثوم اِن کو روک لو۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا نسلِ آلِ محمدؐ
سے خالی ہو جائے۔ پھر آپ نے چلّا کر کہا۔ یا سکینۃ یا فاطمۃ یا زینب یا ام کلثومؑ
علیکن منی السّلام اے سکینہؑ اے فاطمہؑ۔ اے زینبؑ۔ اے اُمِّ کلثوم ہمارا
سلام لو۔ اِس صدا کا آنا تھا کہ اہلبیتؑ میں کہرام پڑ گیا۔ چاروں طرف سے صدائے الوداع
الوداع اور ندائے الفراق الفراق بلند ہوئی۔ امام حسین علیہ السّلام اِن مصیبت رسیدوں کی

بیقراریوں کو نہ دیکھ سکے فوراً میدانِ جنگ سے آخر خیمۂ مطہر میں داخل ہوئے۔ جناب سکینہؑ نے عرض کی یا ابۃ استسلمت للموت فالی من اتکلنا اے پدرِ بزرگوار آپ تو مرنے جاتے ہیں ہمیں کس کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ یہ سُنکر امام عالی مقام بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ فرمایا یا نور عینی کیف لا یستسلم للموت من لا ناصر له ولا معین له ورحمة الله ونصرته لا تفارقکم فی الدنیا ولا فی الآخرة فاصبری علی قضاء الله ولا تشکی فان الدنیا فانیة والآخرة باقیة۔

اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک میں کس لیے اپنی موت پر آمادہ نہوں کیونکہ نہ کوئی میرا معین باقی رہا ہے نہ مددگار یقین رکھو کہ خدائے سبحانہٗ تعالےٰ کی رحمت دنیا و آخرت میں کبھی تمسے جُدا نہیں ہوگی پس خدا کے احکام پر صبر کرو شکیبائی اختیار کرو اور زبان پر شکوے نہ لاؤ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے یہ فرما کر آپ نے اپنی پیاری بیٹی کو چھاتی سے لگا لیا اور کمال مایوسی سے یہ اشعار پڑھے۔ ؎

سیطول بعدی یا سکینۃ فاعلمی — منک البکاء اذا الحمام دھانی
لا تحرقی قلبی بدمعک حسرۃ — مادام منی الروح فی جسمانی
واذا قتلت فانت اولی بالذی — تاتینه یا خیرۃ النسوان

قریب ہے کہ بعد میرے اے سکینہ تیرا رونا طول کھینچے۔ تجھکو ابھی آیندہ اور زیادہ رونا ہے اس واسطے کہ موت مجھے بہت قریب آ لگی ہے۔ تو اپنے قلب کو میرے رونے سے نہ جلا۔ تا وقتیکہ میرے جسم میں روح ہے اور جس وقت کہ میں مقتول ہوں پس تو سب سے زیادہ رو لینا اے شیریں زبان۔

صاحب ناسخ التواریخ نے کل تین شعر ہی لکھے ہیں۔ مگر ملا ابو اسحاق اسفرائنی نے آٹھ اشعار زیادہ لکھے ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں ؎

ابکی وقولی انھد رکنی بعد ما — کانت تزعزع رکنه الارکان
فلقد کنت اومل ان اعیش بظله — ابدا امدی الایام بی عانی
ادنی انی یا سکینۃ عاجلا — حتی اودعک وداع الفانی
اوصیک بالولد الصغیر وبعدہ — بالآل والایتام والجیران

فاذا قتلت فلا تشقی معجزا — ایضا و لا ندعی ثبور ھوانی
لکن صبرا سکینۃ فی القضاء — ھا نحن اھل الصبر والاحسان
لی اسوۃ بابی وجدی اخوتی — قصد واحقوقہم بنو الطغیان

جب تم روؤ تو اپنے نوحہ میں یہ بیان کرنا کہ اے قتل ہونے والے تو پیاسا شط فرات پر ذبح ہوا اور اپنے بین میں یہ کہنا کہ میرا رکن امید منہدم ہو گیا بعد اس کے کہ اسکے رکن گین کو ہنوز نزل ہو چکا تھا اور اگر تو یہ امید کرتی ہے کہ تو ہمیشہ میرے سایہ میں زندہ رہے تو یہ امر ناممکن ہے۔ اے سکینہ تو بہت جلد میرے پاس آ۔ تاکہ میں تجھکو اس طرح وداع کرلوں جیسے مرنے والا کرتا ہے میں تجھکو وصیت کرتا ہوں اس فرزند صغیر کے بارے میں اور بعد اس کے عیال یتیموں اور ہمسایوں کے باب میں سب کے ساتھ سلوک کرنا اور جبکہ میں قتل ہو جاؤں تو تم اپنی چادر اور گریبان کو مت پھاڑنا اور نالہ و فریاد کرکے نہ رونا۔ بلکہ اے سکینہؑ حکم الہی پر صبر کرنا کیونکہ ہم لوگ صاحبان صبر اور اہل احسان ہیں۔ مجھے اپنے باپ۔ دادا اور بھائی کی اقتدا کرنی چاہیے۔ جبکہ اُن حقوق کو اہل طغیان اور غضب نے غارت کیا۔ ابو اسحاق اسفرائنی صفحہ ۱۱۷

یہ ارشاد سنکر جناب سکینہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی کہ ہم سب کو ہمارے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر پہنچا دیجیے۔ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد کیا ؎

لقد کان القطاء بارض نجد — قریر العین لم یحجل اغراما
نو لتہ لتراۃ فنہمیۃ — ولو ترک القطا لغفا و ناما

اگر طائر قطا کو ارض نجد میں اطمینان ہوتا اور لوگ اس سے دست بردار ہوتے تو وہ اپنے آشیانہ میں ضرور عافیت سے بسر کرتا اور سو جاتا۔

اہلبیت علیہم السلام سے حضرت امام حسینؑ کی رخصت

چونکہ جناب امام حسین علیہ السلام شہادت کے لیے بالکل آمادہ ہو چکے تھے اس لیے آپ وہاں سے اٹھکر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ میں تشریف لائے

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میرے جدِّ بزرگوار نے میرے پدرِ عالیقدار کو شدّتِ مرض میں بیہوش پاکر میری پھوپی جناب فاطمہ کبریٰ علیہا السّلام کو اپنے پاس بلایا وداع عندھا صحیفة ملفوفة وصیة ظاھرة لان علی ابن الحسینؑ کان فیه مرض الاسهال وکان الناس لا یظنون بالصحة فی مرضه فلمّا شوا فی من مرضه اسلمته اخته الوصیة والصحیفة وھی الان عندنا۔
یعنی آپ نے اُن کو ایک لپٹی ہوئی تحریر عطا فرمائی اور کہہ دیا کہ میرے پدر بزرگوار کو دیدیں کیونکہ علی ابن الحسین علیہما السّلام اُس وقت ایسے مریض تھے۔ کہ کسی شخص کو آپ کی صحت کی امید نہیں تھی۔ جب آپ نے شفا پائی تو جناب فاطمہ کبریٰ نے وہ وصیت نامہ پدر بزرگوار کو حوالہ فرمایا۔ امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ وہ صحیفۂ ملفوفہ اس وقت تک ہمارے پاس ہے۔
اس کے علاوہ۔ ودائع انبیاؑ اوصیاء۔ جو منصب امامت سے مخصوص تعلق رکھتے تھے امام حسین علیہ السلام مدینہ سے چلتے وقت اُن کو حضرت امّ سلمہؓ کو سپرد کر گئے تھے اور کہہ گئے تھے کہ جب امام زین العابدینؑ واپس آئیں تو اُن کے حوالے کر دیے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
بہرحال۔ اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السّلام نے حضرت زینبؑ سے جامۂ کہنہ طلب فرمایا اور پھر تاکید کر دی کہ یہ کپڑے ایسے پھٹے ہونے چاہییں جن کو مفت لینے کی بھی کوئی خواہش نہ کرسکے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے ایک پرانا ملبوس حاضر کیا آپ نے اُسے یہ کہکر واپس کیا کہ یہ چھوٹا ہے۔ غرض ایک دوسرا جوڑا کپڑے کا جو طول و عرض میں پہلے سے وسیع تھا۔ لایا گیا۔ آپ نے اُس کو اپنے دستِ مبارک سے پارہ پارہ کیا تاکہ وہ پہلے سے زیادہ بیکار ہو جائے۔ اسی پیراہن کو پہنکر آپ نے اوپر سے سلاح جنگ زیب تن فرمائے۔ اہلبیت کرام علیہم السّلام میں جو کہرام مچا وہ کس کی زبان ہے جو بیان کرسکے۔

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت

اسی اثنا میں جناب علی اصغر علیہ السّلام کی حالت پہلے سے بھی زیادہ مخدوش پائی گئی کیونکہ یہ بھوک اور پیاس کی مصیبت سے قریب بہ ہلاکت ہو رہے تھے پانی نہ ملنے کی وجہ سے آپ کی مادرِ گرامی کا دودھ بھی بالکل خشک ہو گیا تھا اور یہ چھ مہینے کا بچہ بے حس

وحرکت پڑا ہوا تھا۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ علیؑ اصغر کو لاؤ کہ میں اُس کو بھی وداع کرلوں۔ یہ فرما کر آپ نے ارشاد کیا۔ ویل لھولاء القوم اذا کان جدک محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خصمھم یعنی اِس قوم شقاوت اثر کا بُرا ہو کہ اُنہوں نے تمہارے جدّ بزرگوار محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی پس اُس بچّہ کو ہاتھوں پر اُٹھا کر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فوج مخالف کے مقابل کھڑے ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ اے پروردگار میرے خزانہ میں اِس لعل کے سوا کوئی دوسرا موتی نہیں ہے میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں اس کو بھی تیری راہ میں تصدّق کروں۔

یہ کہکر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اُس قوم جفاکار کو مخاطب کرکے کہا اے کوفیانِ بے حیا اور اے دوستدارانِ آلِ معاویہ تم نے مجھکو تو گنہگار اور قصوروار یقین کرلیا ہے اب اِس نادان بچہ کی نسبت تم کیا تہمت لگاتے ہو۔ اِسکو تو پانی دو کہ شدّت عطش سے اِس کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا ہے۔ اور اِس وجہ سے اِسکی زندگی کی امید نہیں کی جاسکتی کسی نے جواب نہیں دیا۔ حرملہ ابن کاہل اسدی نے ایک تیر مارا جو حلق علیؑ اصغر پہ آ لگا اور وہ نادان بچّہ پھڑک کر مر گیا۔ خون کا دڑیڑا جاری ہوا۔ امام عالی مقام علیہ السّلام نے چُلّو میں اُس خونِ ناحق کو لیکر آسمان کی طرف پھینکا اور کمال صبر اور استقلال سے فرمایا ھون علی ما نزل بی انه بعین اللہ لا یکون اھون علیک من فصیل اللھم ان حبست عنا النصر فاجعل ذلک لما ھو خیر لنا۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ ہمارے اِن مصائب کو دیکھ رہا ہے یہ تو تمام شدائد میرے آسان ہیں۔ اے پروردگار میرے نزدیک میرے بچّہ کا خونِ ناحق ناقۂ صالح علیہ السلام کے قتل سے سہل نہیں ہے اگر آج کے روز تو نے ہماری فتح و نصرت سے چشم پوشی فرمائی ہے تو اُس کا نعم البدل اِس سے بہتر عنایت فرما۔ علامہ سبط ابن جوزی جو سوادِ اعظم اہلسنت میں اکابر علماء سے شمار ہوتے ہیں اپنی کتاب تذکرۂ خواص الائمہ میں لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کے دعا فرمانے کے بعد۔ ہاتف نے ندا دی دعه یا حسینؑ فان له مرضعه فی الجنه یا حسینؑ اِس بچّہ کو رخصت کرو اِس کے لیے ایک دایہ بہشت عنبر سرشت میں مقرر کردی گئی ہے۔ شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ پھر اِس کے بعد امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے اُترے اُس بچّہ پر نماز پڑھی اور ذوالفقار سے اُس کی قبر کھود کر اُس کو مدفون کردیا۔

مکالمہ با فوج شام

علامہ طبرسی کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السّلام اِس کے بعد اُٹھ کھڑے ہوئے اور فوج مخالف کے سامنے عمر ابن سعد کو بلایا۔ وہ آگیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ میں نے تجھسے جس طرح ابتدائے جنگ کے وقت تین باتوں میں سے ایک بات کے قبول کرنے کے لیے کہا تھا اُسی طرح انتہائے جنگ کے خاص موقع پر بھی۔ وہی تین باتوں کے ماننے کے لیے پھر بھی کہتا ہوں۔ میں اُنہیں گناتا جاتا ہوں تو ہر ایک کی نسبت ہاں نہیں کا قطعی جواب دیتا جا۔ اُس نے کہا فرمائیے۔ فرمایا۔ پہلے تو یہ کہ مجھکو مدینہ واپس جانے دے کہ میں پھر اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر جا بیٹھوں۔ اُس نے کہا نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ تھوڑا سا پانی دیدے کہ میں اپنے کلیجہ کی آگ کو بجھالوں۔ اُس نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر تمہارے نزدیک میرا قتل ہی مناسب ہے تو تم کو یہ معلوم ہے کہ سوائے میرے اب اور کوئی باقی نہیں۔ تم میں سے ایک ایک آدمی نکلکر میرا مقابلہ کرے عمر سعد نے کہا ہاں۔ یہ امر مجھے قبول ہے۔

امام علیہ السلام کا فوج شام سے مقابلہ

مقتل ابو مخنف میں ہے کہ حضرت علی اصغر علیہ السّلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام نے یہ دعا فرمائی کہ اللھم انت شاھد علی ھؤلاء القوم الملاعین انھم قد عمدوا ان لا یبقون من ذریۃ رسولک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پروردگار تو گواہ رہیو اُس پر جو کچھ کہ اس قوم ملعون نے کیا ہے۔ انکا قصد ہی کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذرّیت میں سے کوئی متنفس بھی باقی نہ رہے۔ اِس دعا کے بعد آپ آمادۂ قتال ہو کر صفوف دشمن کے برابر آ کھڑے ہوگئے۔ اور ذیل کے اشعار رجز ارشاد فرمائے ؎

انا ابن علیؑ المطھر من اٰل ہاشم	کفانی بھذا مفخراً حین افخر
وجدی رسول اللہ اکرم من مشی	ونحن سراج اللہ فی الارض نزھر

وفاطمۃ امی من سلالۃ احمد ۔۔۔ وابی یدعی ذوالجناحین جعفرا

وفینا کتاب اللہ انزل صادقا ۔۔۔ وفینا الھدی والوحی بالخیر یذکر

ونحن امان اللہ للناس کلہم ۔۔۔ نسر بھذا فی الانام و نجبھر

ونحن ولاۃ الحوض نسقی محبنا ۔۔۔ بکاس رسول اللہ من لیس ینکر

اذا ما اتی یوم القیمۃ ظامئاً ۔۔۔ الی الحوض یسقیہ بکفیہ حیدر

امام مطاع اوجب اللہ حقہ ۔۔۔ علی الناس جمیعا والذی کان ینظر

وشیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ ۔۔۔ ومبغضنا یوم القیمۃ یخسر

فطوبی لعبد ذرانا بعد موتنا ۔۔۔ لجنۃ عدن صفوھا لا یکدر

میں ابن علی مطہر ہوں جو آل ہاشم ہیں اور جب میں فخر کرنے لگوں تو مجھکو یہی فخر کافی ہے۔ اور ہمارے جدِ بزرگوار جناب رسولِ اکرم ہیں اور ہم خدا کے چراغ روشن ہیں دنیا میں اور حضرت فاطمۃؑ بنت احمدؐ ہماری مادر گرامی ہیں اور جناب جعفرؑ جنکا لقب ذوالجناحین ہے ہمارے چچا ہیں۔ اور کتاب خدا ہمارے ہی گھر میں نازل ہوئی ہے جس میں احکام الٰہی اور فرمان ارشاد وہدایت کے تمام ذکر ہیں اور ہم ظاہری اور باطنی طور پر جمیع خلائق کے لیے امان الٰہی ہیں اور ہم ہی مالکان حوض کوثر ہیں اور ہماری ہی محبت کی وجہ سے لوگوں کو ساغر کوثر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے نصیب ہوگا جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر کوئی ایسا پیاسا نہیں آئیگا۔ جو جناب حیدر کرار علیہ السلام کے ہاتھ سے کوثر کا سرشار ساغر نہ پاوے۔ ہم ایسے مفترض الطاعت امام ہیں جسکی محبت کو خدائے سبحانہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات پر واجب گردانی ہے اور ہمارے دوست تمام لوگوں سے فاضل ترین ہیں اور ہمارے دشمن قیامت کے دن سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔ پس قیامت میں سایۂ طوبےٰ صرف اُن لوگوں کے واسطے مخصوص ہے جو ہمارے مرنے کے بعد ہمارے مزار کی زیارت کرینگے۔ اور جنات عدن میں وہ ایسے نورانی جگر ہوں گے جو کبھی سیاہ نہیں ہونے والے ہیں۔

جناب امام حسین علیہ السلام اِس وقت اپنے اُس گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام مرتجز تھا محدثین و مورخین نے اِس گھوڑے کے نام میں بھی اختلاف کیا ہے۔ اکثر نے ذوالجناح بتلایا ہے اور بعض نے دُلدُل۔ امام اسفرائنی اِس گھوڑے کا نام میمون لکھتے ہیں اور جناب زینب سلام اللہ

علیہا کے اشعار بھی اِس نام کے شاہد ہیں جنکو ہم اُن کے مقام پر لکھینگے۔ مگر صاحب ناسخ التواریخ کی خاص تحقیق یہ ہے کہ ذوالجناح نامی گھوڑا امام حسین علیہ السلام کی سواری میں اُس وقت نہ تھا اور یہ خلاف مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

اسقدر مصائب اُٹھا کر بھی اُن اشقیا کی ہدایت کی طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے عدم توجہی نہیں فرمائی۔ بلکہ جس طرح آغاز جنگ کے وقت اُن کے ارشاد و ہدایت اور تنبیہ کے متعلق ایک فصیح و بلیغ اور معنی خیز خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُسی طرح اختتام جنگ کے موقع پر بھی ایسا ہی موثر خطبہ ارشاد فرمایا گیا۔ جو گمراہان ضلالت کے لیے خضرِ ہدایت کا کام دیتا تھا۔ اگر اُس ناشنوا قوم کو سعادت و رشادت سے کچھ حصہ ملا ہوتا تو وہ ضرور اِس کے مضامین سے متنبہ ہوتے۔ ہم اِس خطبہ کو تاریخ طبری جلد ۴ مطبوعہ لکھنؤ۔ روضۃ الصفا اور تاریخ اعثم کوفی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ایہا الناس تم میں جو کوئی مجھے نہ جانتا ہو وہ جان لے اور جو جانتا ہو وہ بھی پہچان لے کہ میں تمہارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نواسہ ہوں۔ وصی رسولؐ۔ زوج بتولؑ امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا فرزند اور جناب سیدۃ النساء العلمین بضعۃ حضرت سید المرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین کا پارۂ جگر ہوں اور پہلے پہل جو دائرۂ اسلام میں آیا وہ میرے باپ علی مرتضےٰ ہیں اور میرے چچا جعفر طیار نہیں۔ اتنے لوگوں میں کسی کو اپنے باپ پر اتنا فخر نہیں ہے جتنا مجھکو اور تم لوگوں کو بھی یہ امر اچھی طرح معلوم ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہم ہی دونوں بھائیوں کے حق میں ارشاد فرمایا ہے۔ الحسن والحسین علیہما السلام سیدی شباب اھل الجنۃ حضرت حسن و حسین علیہما السلام سرداران جوانان اہل بہشت ہیں۔ مجھپر اور میرے مرحوم برادر پر سب نے گواہی دی اور اگر تم اس وقت میرے کہنے کو سچ سمجھو تو جان لو کہ میں بیسیر یقین کامل رکھتا ہوں کہ خدائے عزوجل کے نزدیک جھوٹ کہنا حرام ہے۔ میں آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا اور کسی سے وعدہ خلافی نہیں کی۔ کسی مومن کو آج تک ناراض نہیں کیا کوئی نماز قضا نہیں کی۔ اگر تم میرے کہنے پر اعتبار نہ کرو تو بہت سے صحابی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمہاری جماعت میں موجود ہیں۔ تم اُن سے پوچھ لو کہ اُنہوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایسا سنا ہے کہ نہیں۔ قسم خدا کی اگر عیسائیوں کو حضرت عیسےٰ علی نبینا و علیہ السلام کا گدھا مل جاتا تو وہ اُس گدھے کو قیامت تک پالتے اور اُسکی کامل حفاظت

قدر کرتے اور کبھی اُس کی تعظیم سے اختلاف نہ کرتے۔ ایسا ہی اگر یہودیوں کو کوئی چیز جناب موسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی یادگار مل جاتی تو وہ بھی اُسکی ویسی ہی وقعت اور قدر کرتے مگر میں تمہاری حالتوں پر افسوس کرتا ہوں کہ تم کیسی قوم ہو اور کیسی اُمت ہو کہ اپنے رسولؐ اپنے نبیؐ اور اپنے پیغمبرؐ کی ذریات اور اُن کے نواسے کو گھیرے ہوئے ہو۔ اُس کے خون ناحق پر آمادہ ہو نہ تم کو خدائے عزوجل سے خوف ہے نہ اپنے پیغمبر سے شرم۔ میں نے اپنی تمام عمر میں کسی شخص کا خون نہیں کیا اور نہ کسی شخص کی کوئی چیز لی۔ تم کو مجھ سے کسی کا قصاص بھی لینا نہیں ہے پس تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو اور میرے خون کو کیوں حلال سمجھتے ہو؟ دیکھو میں وہ آدمی تھا جو دنیا کی تمام خواہشوں سے منھ موڑ کر اپنے بابا کے مقدس مزار پر بیٹھا ہوا تھا۔ تم نے مجھکو وہاں بھی ٹھہرنے نہ دیا اور وہاں سے بھی اُٹھا دیا۔ اب میں وہاں سے اُٹھکر خانۂ خدا میں (مکہ) آ بیٹھا۔ اور خدا کی عبادت میں مشغول ہوا۔ وہاں بھی تم لوگوں نے مجھکو خط لکھے اور یہ دکھلایا کہ تمام اہل اسلام میں اس وقت آپ سے زیادہ کسی کو استحقاقِ امامت نہیں ہے اور مجھکو لکھا کہ میں آؤں تو تم میری بیعت کروگے جب میں آیا تو تم نے مجھ سے غدر کیا اور اختلاف اختیار کیا میں تمہاری اِس خطا اور بے وفائی کے لیے اور کچھ نہیں کہوں گا مگر وہی جو حضرت موسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے قوم بدکار کے خطاب میں خدائے پاک سے فرمایا۔ آپ نے یہ آیۂ وافی ہدایہ تلاوت فرمایا۔ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون اگر تم لوگ میری اعانت کرو اور مجھے نہ مارو اور مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ اور مجھکو چھوڑ دو کہ میں پھر خانۂ کعبہ کی طرف نکل جاؤں یا پھر اپنے نانا کی قبرِ مطہر پر جا بیٹھوں یہانتک کہ میں اپنی زندگی کو تمام کر دوں اور دوسری دنیا کا میرے لیے آغاز ہو جاوے۔

مورخین کا بیان ہے کہ یہاں تک پہنچکر امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ کو تمام فرمایا اور خاموش ہو کر اُن کے جواب کے لیے منتظر رہے۔ مگر اہل شام کی چالیس ہزار جمعیت میں سے کسی شخص نے آپ کے ارشاد کا کچھ جواب نہ دیا۔ انتظار کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ الحمد للہ جو میرا منصب تھا وہ میں ادا کر چکا اور جو کچھ خدا کی حجت تھی وہ تم لوگوں پر تمام کر چکا اور خدا کا ہزار شکر کہ تمہاری کوئی حجت ہم پر نہیں ہے یہ فرما کر آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر یہ دعا فرمائی۔ اللھم کنت ثقتی فی کل کرب ورجائی

شدتہ وقوتی فی شانہ رجائی فی کل حالۃ انت ولی ما نعمتنی ومنتھی کل غایۃ اکفنی یا ارحم الراحمین پروردگار۔ میرا نفس مصیبت میں ہے۔ تو میری شدت کا مددگار ہے۔ میری قوت میں کمی آگئی ہے تو سب حالتوں میں میرا معین ہے۔ تو میرا اور میری ان تمام نعمتوں کا جو تو نے عنایت فرمائی ہیں مالک ہے۔ تو میری تمام آرزوؤں کا منتھی ہے۔ میری مدد کر۔ اے سب سے بڑھکر رحم کرنے والے۔

دعا سے فراغت پاکر حضرت امام حسین علیہ السّلام بالنفس النفیس مشغول قتال ہوئے۔ سب سے پہلا شخص جو حضرتؑ سے مقابل ہوا وہ تمیم ابن قحطبہ تھا۔ وہ نہایت پھرتی سے آکر امام پر حملہ آور ہوا۔ مگر آپ کی تیز دستیوں نے اُس کی پھرتی کا پورا جواب دیا اور وہ دم کے دم میں مقتول ہوکر زمین پر لوٹنے لگا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص مقابلہ کو نکلا۔ وہ بھی قتل کیا گیا۔ پھر دوسرے کے بعد تیسرا نکلا وہ بھی مارا گیا۔ اسی طرح ایک کے بعد دوسرا آتا گیا اور قتل ہوتا گیا یہاں تک کہ فوج تمام کی ایک معتدبہ جمعیت اپنی کوششوں میں ناکامیاب ہوکر میدان جنگ میں کام آئی اب تو عمر ابن سعد نے رنگ بیرنگ دیکھکر اپنی فوج کو امام حسین علیہ السّلام کے مقابلہ سے روک لیا اور چلّا کر کہا۔ ویلکم اتدرون لمن تقاتلون ھذا ابن الانزع البطین ھذا بن قتال العرب فاحملوا علیہ من کل جانب۔ تم لوگوں پر سخت افسوس ہے۔ ارے یہ شخص انزع البطین غالب کل غالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا بیٹا ہے جس نے قوم عرب کے شجاعوں میں سے ایک کو نہ چھوڑا اور سب کو اپنی تلوار کے گھاٹ اُتار دیا یہ کہکر اُس نے امام حسین علیہ السلام کے نفس واحد پر چاروں طرف سے ایکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ پھر کیا تھا۔ حکم پاتے ہی رسالوں کے رسالے۔ فوجوں کی فوجیں۔ پرؔوں کے پرے اُس مظلوم کی ایک جان پر۔ تلواریں نکالے۔ نیزے سنبھالے۔ تیر جوڑے۔ چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ مگر امام حسین علیہ السّلام کا استقلال بھی دنیا کی تاریخ میں اپنی آپ مثال تھا۔ ایسے انتشار و اضطرار کی حالتوں میں بھی آپ نے اپنی پاداری اور ہمت و دلاوری میں سر موفرق نہ آنے دیا۔ اس ہجوم کثیر کو دیکھکر گھوڑے پر اور جمکر بیٹھ گئے۔ اور تمام بیدینوں کو مخاطب کرکے ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

کفر القوم وقدما رغبوا	عن ثواب اللہ رب الثقلین
قتل القوم علیا وابنہ	حسن الخیر کریم الطرفین

حنقا منهم وقالوا اجمعوا — حشروا الناس الی حرب الحسین
بالقوم من اناس رذل — جمعوا الجمع لاهل الحرمین
ثم ساروا وتواصوا کلهم — باحتیاجی لرضاء الملحدین
لم یخافوا الله فی سفک دمی — لعبید الله نسل الکافرین
وابن سعد قد رمانی عنوة — بجنود کوکوف الهاطلین
لا لشیء کان منی قبل ذا — غیر فخری بضیاء الفرقدین
بعلیؑ الخیر من بعد النبیؐ — والنبی القرشی الوالدین
خیرة الله من الخلق ابی — ثم امی فانا ابن الخیرتین
فضة قد خلصت من ذهب — فانا الفضة وابن الذهبین
من له جد کجدی فی الوری — او کشیخی فانا ابن العلمین
فاطمة الزهراء امی وابی — قاطع الکفر ببدر وحنین
عبد الله غلاما یافعا وقریش — یعبدون الوثنین
یعبدون اللات والعزی معا — وعلیؑ کان صلی القبلتین
فابی شمس وامی قمر — وانا الکوکب وابن القمرین
وله فی یوم احد وقعة — شفت الغل بفض العسکرین
ثم فی الاحزاب والفتح معا — کان فیها حتف اهل القبلتین
فی سبیل الله ماذا صنعت — امة السوء معا بالعترتین
عترة البر النبی المصطفیؐ — وعلی الورد یوم الجحفلین

یعنی ہماری قوم نے کفر اختیار کیا اور رب دوجہاں کی راہِ ثواب سے کنارے ہو گئے۔ اس قوم نے جناب علی مرتضٰے علیہ السلام اور اُن کے صاحبزادے حضرت حسن مجتبٰے علیہ التحیۃ والثناکو جو جانبین سے نیک اور کریم تھے قتل کیا۔ اپنے کینوں کی وجہ سے۔ اب تم لوگوں نے تمام آدمیوں کو حسینؑ سے لڑنے کے لیے جمع کیا۔ اور تم نے رذیل ترین آدمیوں کو اہل حرمین پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھا کیا۔ پس تم لوگ گئے۔ اور تم سے ایک نے دوسرے کو میرے ہلاک کرنے کی وصیت کی صرف دو ملحد شخصوں کی خوشنودی کے لیے تم کافر النسل عبیداللہ ابن زیاد کی رضاجوئی کے لیے ہمارے خون گرانے میں خدا کا ذرا خوف بھی نہیں کرتے۔

اور عمر ابن سعد کی رضاجوئی کے لیے تم نے سخت تیروں کی بارش سے مجھ پر غلبہ کیا ہے کوئی شے نہیں ہے جو میرے فخر و مباہات کے مقابلے میں اپنے شرف زیادہ بیان کر سکے۔ میں علی علیہ السلام کی نیک نسل سے ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین قرشی ہیں۔ میرے ماں باپ دونوں خدا کے نزدیک برگزیدگانِ خلق سے ہیں۔ اس رو سے میں ابن خیرتین ہوں میں ایسی چاندی ہوں جو سونے سے زیادہ کھری ہے اور سونے سے ملکر بنی ہے۔ کسی کا جد دنیا میں میرے جد کی برابر ہے؟ اور میرے ایسا کون بزرگ ہے۔ کیونکہ ہم تو دنیا میں دو افضل ترین دنیا کے یادگار ہیں۔ فاطمۃ الزہرا تو میری مادر گرامی ہیں اور پدر عالی مقدار میرے وہ بزرگ ہیں جنھوں نے کافروں کو بدر و حنین کے معرکوں میں سخت شکست پہنچائی ہے جنھوں نے قبل از طلوع خدائے سبحانہ تعالےٰ کی عبادت کی اور تمام قریش اس وقت بتوں کو پوج رہے تھے قریش تو لات و عزیٰ کی پرستش کرتے تھے اور علی علیہ السلام دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ میرے پدر بزرگوار کے حملات گراں کی وجہ سے احد کی لڑائی والے دن لشکروں میں پراگندگی اور شکستگی پڑ گئی تھی۔ اسی طرح فتح خندق اور فتح مکہ کے دن بھی آپ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں موجود تھے قریش اس وقت تک آنحضرت سے اختلاف کر رہے تھے۔ اب اس امت بدافعال نے خدا کی راہ میں ان دونوں بزرگواروں کی ذریت سے کیا کیا۔ وہ ذریت جو جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ہے۔ وہ ذریت جو حضرت علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی عزت ہے۔

ملا ابو اسحاق اسفرائنی نے ضیاء العین فی مقتل الحسین میں۔ اور علامہ طبرسی اور ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ اور ابو مخنف نے اِن اشعار میں اکثر اشعار کا اضافہ کیا ہے جو طوالت کی وجہ سے نہیں لکھا جاتا۔ فمن شاء فلیرجع الیھا۔

المختصر۔ ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ رجز کے اشعار بکمال بلاغت و فصاحت پڑھکر جن کی نسبت تاریخوں نے یہ قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ آج تک کسی دوسرے نے پھر ایسا پر اثر رجز نہیں پڑھا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے تیغ آبدار سے قوم اشرار کے اُس بڑھتے ہوئے ہجوم کی تنبیہہ فرمائی جو نہایت گستاخانہ دلیریوں سے قدم بڑھاتے ہوئے آپ کے منہ پر چڑھ آئے تھے۔ اور یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا جو آپکی شجاعت اور ہمت

کے ثبوت کے لیے کافی ووافی ہے ؎

القتل اولی من رکوب العار	والعار اولی من دخول النار

رسوا ہوجانے سے قتل ہونا بدرجہا بہتر ہے اور ایسے ہی دوزخ میں جانے سے رسوا ہونا اچھا ہے۔

بہرحال۔ آپ کی تیغ صاعقہ کردار نے میمنہ سے میسرہ اور میسرہ سے میمنہ تک فوج مخالف میں وہ ہل چل ڈال دی کہ ہر شخص اپنی شجاعت و دلیری کے دعووں کو بھول گیا اور باوجودیکہ حضرت امام حسین علیہ السّلام تشنگی کی عین شدت۔ احباب و اصحاب کے غم۔ عزیز و اقارب کے ماتم میں مبتلا تھے۔ مگر تاہم آپ کے استقلال۔ ثبات اور کمال شجاعت میں سر مو فرق نہیں آیا تھا۔ ان تمام حالتوں کے ساتھ آپ کی تیغ شرربار فوج کفار کے ساتھ وہی کام کر رہی تھی جو برق خرمن کے ساتھ کرتی تھی۔ یا باد صرصر چمن کے ساتھ۔ تلوار پر تلوار اور پیادہ و سوار گر رہے تھے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام اپنے جوش شجاعت میں یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

انا الحسینؑ ابن علی	البیت ان لا انثنی	احمی عیالات ابی	امضی علی دین النبی

میں حسینؑ ابن علی علیہ السّلام ہوں۔ کیا تم اب بھی میری تعریف نہ کروگے۔ میں اپنے والد بزرگوار کے طریقہ پر قائم ہوں۔ اور شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اٹھونگا۔

عبداللہ ابن عمار جو عمر سعد کے لشکر میں شامل تھا بیان کرتا ہے واللہ ما رائت منکشرا قط قد قتل ولدہ واھل بیتہ اربط جاشا منہ ہم نے کسی ایسے شخص کو جس کے تمامی فرزند و اعوان و انصار مقتول اور اہلبیت محصور ہوچکے ہوں۔ ایسی قوت داری اور پاداری سے قائم رہتے۔ نہیں دیکھا۔

تاریخ طبری کبیر میں آپ کے کارزار کے متعلق لکھا ہے فشد رجالات ممن یمینہ وشمال فحمل علی من عن یمینہ حتی ابذ عروا وعلی من عن شمالہ حتی ابذ عروا وعلیہ قمیص لہ خز وھم وھو معتم قال فواللہ ما رائت مکثورا قط قتل ولدہ واھل بیتہ واصحابہ اربط جاشا ولا امضی جنانا منہ ولا اجرا مقدما واللہ ما رائت

قبله ولا بعده مثله ان كانت الرجالة لتنكشف من عن يمينه وشماله انكشاف المعزى اذا شد فيها الذئب..... وهو يقاتل على رجليه قتال الفارس الشجاع يتقي الرمية ويفترص العورة ويشد على الخيل۔

فوجوں نے راس وجہ سے جناب امام حسین علیہ السلام پر ایکبار گی حملہ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے پہلے اُن صفوں کو پراگندہ کیا۔ جو داہنی طرف سے حملہ آور ہوئی تھیں۔ پھر اُن پلٹنوں کو درہم و برہم کیا جنہوں نے بائیں طرف سے یورش کی تھی۔ راوی جو اس معرکۂ جنگ کے حاضرین میں سے تھا کہتا ہے کہ میں نے کبھی ایسے مجروح و مغموم تنہا شخص کو جس کے بیٹے اور عزیز اور اصحاب قتل ہو چکے ہیں حسینؑ سے پہلے یا حسین علیہ السّلام کے بعد مثل حسینؑ کے دل کو سنبھالنے والا بیدھڑک شجاعانہ پیش قدمی کرنے والا نہیں دیکھا۔ پیادوں کی صفیں جب اُن پر ٹوٹ پڑتی تھیں تو حسینؑ پیادہ یا سواروں سے بھی اس انداز سے لڑتے تھے کہ تیروں کی زد سے اپنے کو بچاتے تھے۔ جہاں سواروں کے پروں میں ذرا بھی گنجائش پاتے تھے فوراً اُدھر حملہ کر دیتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ آیا تم میرے قتل پر مجتمع ہوئے ہو؟ خدا کی قسم مجھے قتل کرو گے اور تم لوگ بندگان خدا میں کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو گے کہ اُس کی باداش میں میرے قتل سے زیادہ مستوجب عذاب ہو میں خدا سے امید وار ہوں کہ وہ تمہیں خوار کر کے میرے اکرام کو ظاہر فرمائیگا وہ اُسی طرح تم سے میرا انتقام لیگا کہ تم ہکا بکا ہو کر رہجاؤ گے اگر تم نے مجھے قتل کیا تو خدا تمہاری قوتوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا کر دیگا۔ تم میں سخت خونریزیاں ہونگی اور اس تعزیر کے سوا خدائے سبحانہٗ تعالےٰ تمہیں عذاب دردناک میں مبتلا کریگا۔ صلاح النشاتین باسناد طبری صفحہ ۳۹۔

امام ابو اسحاق اسفرائنی امام حسین علیہ السلام کے اظہار شجاعت میں بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اُس قوم پر حملہ کیا اور اُسکے قلب میں پہنچکر صدا دی اور نعرہ لگایا اور گھوڑے کو کاوے پر لگایا۔ اور حضرتؑ اپنی تلوار سے اُن کے بدن کو اس طرح کاٹتے تھے جس طرح گھاس کاٹتے ہیں۔ حضرتؑ ہر طرف جاتے تھے۔ تلواریں لگاتے تھے۔ کبھی چپ کبھی راست کبھی طولاً کبھی عرضاً۔ اور گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے دشمنوں کے جسم پسے جاتے تھے اور خون کی ندیاں جاری تھیں۔ پس حضرت امام حسین علیہ السّلام اپنے خیمۂ مطہر میں واپس آئے اور حضرتؑ کے زخموں سے خون جاری تھا لشکر یزید نے اپنے مقتولین کا حساب کیا تو معلوم ہوا

کہ حضرت نے ایک ہزار پانچسو بیس سواروں کو قتل کیا۔ اور اُن کے دل میں رعب و خوف سما گیا۔

علامہ ابن شہر آشوب اور محمد ابن ابیطالب نے فوج شام کے مقتولین کی تعداد ایک ہزار نوسو اکاون لکھی ہے۔ بہر حال امام حسین علیہ السلام کی شجاعت ایسی اظہر من الشمس ہے جس کے لیئے نہ کسی تشریح کی احتیاج ہے نہ کسی تصریح کی ضرورت۔ لڑائی کا رنگ بیرنگ دیکھکر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام ان مقابلوں سے کبھی زیر ہونے والے نہیں ہیں۔ تاوقتیکہ کسی خاص حیلہ سے نہ کام لیا جاوے۔ امام عالیمقام علیہ السلام اُس وقت قابو میں آئیں گے جب چاروں طرف سے اُن پر حملہ کرکے وہ پورے محاصرہ میں لیلیے جاویں گے اس لیے شمر ذی الجوشن نے چار ہزار تیر اندازوں کو جمع کرکے امام حسین علیہ السلام اور خیمہ مطہرہ کے درمیان حائل کردیا اور باقیماندہ فوجیں تین طرف سے سیاہ بادل کی طرح جھوم جھوم کر امام حسین علیہ السلام پر ٹوٹ پڑیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی مجبوری کی موجودہ حالتوں سے قطع نظر کرکے۔ اپنے ناموس کی محصوری ایک منٹ کے لیئے بھی گوارا نہ کی۔ اور فوراً اُن بے دینوں کو مخاطب کرکے کہنے لگے۔

یاشیعۃ آل ابو سفیان لم یکن لکم دین ولا تخافون المعاد فکونوا احرارا فی دنیاکم وارجعوا الی حسابکم اذ کنتم اعرابا۔

اے دوستداران آل ابوسفیان۔ تم اپنے دین و ملّت کو بھی کھو بیٹھے اور خدا و حساب روز جزا سے کچھ خوف نہیں کرتے پس اب تم لوگ اپنے لیئے آزاد ہونے کا دعوے نہ کرو اور اگر اس وقت تم اپنے کو اہل عرب کی نسلوں میں شمار کرتے ہو تو اپنے حسب و نسب کے مفضائل و شمائل کی طرف متوجہ ہو۔

ان کا یہ کلام سُنکر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ آپ کا مطلب کیا ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اقول انا الذی اقاتلکم وتقاتلونی والنساء لیس علیھن جناح فامنعوا عتاتکم عن التعرض لحرمی مادمت حیا میں تمہارے ساتھ لڑتا ہوں اور تم میرے ساتھ لڑتے ہو اس میں عورتوں کا کیا قصور ہے کہ تم نے اُن سے معترض ہونیکا پورا قصد کرلیا ہے اور تاوقتیکہ میں زندہ ہوں تم میرے ساتھ لڑتے رہو۔ امام حسین علیہ السلام کا یہ کلام سُنکر شمر کے ایسے بیحیا کو بھی حیا آگئی۔ اُس نے تمامی فوج کو واپسی کا حکم دیا۔

اکثر تاریخیں یہ بتلاتی ہیں کہ یہ ترکیب ابن سعد کی تجویز تھی اور شمر نے اُسے شرم دلاکر باز رکھا
طبری اور روضۃ الصفا کا یہی بیان ہے اور بعض اس کے خلاف بتلاتے ہیں۔

بہرحال۔ وہ بیدین پردگیان عصمت سرا کی مزاحمت اور ایذا رسانی سے باز رہے۔ اور
امام حسین علیہ السلام بھی فی الجملہ مطمئن ہو کر پھر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور فرمانے لگے
علی ام تقاتلونی علی حق ترکتہ ام علی سنۃ غیرتہا ام علی شریعۃ بدلتہا
افسوس ہے تم لوگوں پر کس بنا پر تم لوگ مجھکو قتل کرتے ہو اور میرے ساتھ لڑائی کرتے
ہو۔ کیا میں نے تمہارا کوئی حق مار لیا ہے یا میں نے کسی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کو ترک کردیا ہے یا کسی امر شریعت کو متغیر کردیا ہے۔ اُن تمام بے دینوں نے
یکزبان ہو کر کہا بل نقاتلک بغضا منا لابیک وما فعل باشیاخنا یوم بدر وحنین
آپ کے پدر عالی مقدار علیہ السلام نے بدر و حنین کی لڑائی کے دن ہمارے بزرگوں اور سرداران
قبائل کو قتل کیا ہے اور آج ہم اُسی کی خصومت اور عداوت میں آپ کو قتل کرتے ہیں۔

اُس وقت امام حسین علیہ السلام نگاہ حسرت سے چاروں طرف نگراں ہو کر اپنی تنہائی او بیکسی پر
یاد کر کے فرمایا۔ یا مسلم ابن عقیل یا ھانی ابن عروۃ وحبیب ابن مظاہر و زہیر
ابن القین و یزید ابن مظاہر ویحیی ابن کثیر وھلال ابن نافع و ابراھیم ابن
الحصین و عمیر ابن المطاع واسد الکلبی یا عبد اللہ ابن عقیل و مسلم عوسجۃ
یا داؤد ابن طرماح یا حر الریاحی یا علی ابن الحسین و یا ابطال الصفا و یا
فرسان الھیجاء مالی انادیکم فلا تجیبونی و ادعوکم فلا تسمعونی انتم
نیام ارجوکم تنتبھون ام حالت مودتکم عن امامکم فلا تنصرونہ
فھذہ نساء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفقدکم قد علاھن النحول
فقوموا من نومتکم ایھا الکرام وادفعوا عن حرم الرسول الطغاۃ
اللئام ولکن صرعکم واللہ ریب المنون وغدر بکم الدھر الخئون و
الا لما کنتم عن دعوتی تقصرون ولا عن نصرتی تحتجبون فھا
نحن علیکم مفتجعون و بکم لاحقون۔ و
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے مسلم ابن عقیل علیہ السلام۔ اے ہانی ابن عروہؓ۔ اے حبیب ابن مظاہرؓ۔ اے زہیر ابن القینؓ

یزید ابن مظاہرؓ۔ یحییٰ ابن کثیرؓ اے ہلال ابن نافعؓ۔ اے ابراہیم بن الحصین رضؓ۔ اے عمیر ابن
المطاع رضؓ۔ اے اسد الکلبیؓ۔ اے عبداللہ ابن عقیلؓ۔ اے مسلم ابن عوسجہؓ۔ اے داؤد ابن
طرماحؓ۔ اے حر الریاحی رضؓ۔ اے علی ابن الحسین علیہما السلام۔ اے میرے دلاور شجاعو ن لے
میرے تیز رفتار سوارو۔ یہ کیا ہو گیا کہ میں تمہیں پکارتا ہوں اور تم مجھے جواب تک نہیں دیتے
میں تم سے استدعا کرتا ہوں اور تم منظور نہیں کرتے۔ اب امید ہے کہ تم میرے جواب دینے
کے لیے اٹھو گے۔ کیا تم اپنے امام کی مودّت اور محبت سے منہ پھراتے ہو جب اُسکی مدد
سے ہاتھ اٹھاتے ہو۔ دیکھو یہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ناموس ہیں کہ
تمہاری نصرت و اعانت نہ ملنے کی وجہہ سے بلاؤ مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اب بھی تم اُٹھ
کھڑے ہو کہ یہ سرکش بیدین تمہارے رسولؐ کے حرم پاک سے علیحدہ ہو جائیں۔ افسوس
تم لوگوں کو موت آگئی اور اسوجہہ سے تم میں سے ہر شخص مجبور ہو گیا۔ اگر تم لوگوں کو یہ واقعات
پیش آئے ہوتے اور قسمت نے تم سے بگاڑ نہ کی ہوتی۔ تو تم لوگ میری استدعا کے
قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے اور ہماری نصرت و اعانت سے ہاتھ نہ اُٹھاتے۔
میں خود تمہارے فراق میں آزردہ دل ہو رہا ہوں اور میں بھی تم سے پیچھے آنے والا ہوں
پھر یہ اشعار پڑھے ؎

قوم اذا نودوا لدفع ملمة	والقوم بین مدعس ومکردس
لبس القلوب علی الدروع	واقبلوا یتہافتون علی ذہاب الانفس
نصروا الحسینؑ فیا لہا من فتیہ	غافوا الحیوٰة والبسوا من سندس

ملا ابو اسحاق اسفرائنی نے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

یا رب لا تترکنی وحیدا	فقد نری الکفار والجحودا
قد صیرونا بینہم عبیدا	یرضون فی فعالہم یزیدا
اما اخی فقد مضی شہیدا	مغفرا بدمہ وحیدا

خداوندا تو مجھکو اُن لوگوں میں تنہا نہ چھوڑنا جن لوگوں نے دیدۂ و دانستہ میرا انکار کیا ہے
مجھکو اپنا مجبور اور پابند کر دیا اُن کا ہر کام یزید کی خوشنودی کے واسطے ہوتا ہے کوئی میرا

بھائی نہیں ہے۔ سب شہید ہو گئے۔ اور وہ اپنے خون میں آغشتہ پڑے ہوئے ہیں۔
امام حسین علیہ السلام۔ یہ اشعار پڑھتے تھے۔ عمر سعد کی فوج نے چاروں طرف سے آپ پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور اس یکہ و تنہا فرزند رسول اور جگر بند بتول علیہم السلام پر تیروں کی بوچھاڑ نیزوں اور تلواروں کی بھرمار ہونے لگی جو بے رحم پلے پڑتے تھے۔ اور اُن کو وار کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا اُنھوں نے اپنے سردار کی رضامندی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایذا دہی کے لیئے پتھر پھینکنے شروع کر دیے۔ مگر ایسی مجبوری اور محصوری کی حالتوں میں بھی امام حسین علیہ السلام کے استقلال اور پا مردی میں سر مو فرق نہیں آیا۔ آپ نے اُن کے اس ہجوم اور چاروں طرف کی یورش پر کچھ خیال نہ کیا اور اپنے گھوڑے کو مہمیز کرکے دریا کی راہ لی اسوقت دریا کی متعینہ فوجیں بھی ان ہی فوجوں سے اکٹھا ہو گئی تھیں اسلیئے دریا کی راہ کسی قدر کشادہ ہو گئی تھی۔ امام حسین علیہ السلام کو دریا کی طرف جاتا ہوا دیکھکر اعور اسلمی اور عمر ابن حجاج نے اپنے چار ہزار کمانداروں کو جو دریا کی طرف نگہبانی کے لیئے مقرر تھے آواز دی کہ حسین علیہ السلام کو دریا کی طرف نہ جانے دو۔ حکم پاتے ہی اُن لوگوں نے بیچ میں حائل ہو جانے کی بہت کوشش کی۔ مگر امام عالی مقام علیہ السلام نے اُنکی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور دریا کے قریب پہونچکر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال ہی دیا۔
اب اس مقام پر ہم امام حسین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے متعلق ایک نہایت مؤثر اور معتبر واقعہ مندرج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ انسانوں کے علاوہ۔ حیوانوں کے ساتھ بھی لطف و مدارا اور ہمدردی سے کس طرح پیش آتے تھے۔ تمام تاریخوں کا اتفاق ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے گھوڑے کو دریا میں ڈالکر اپنے وفادار رہوار کو مخاطب کرکے فرمایا انت عطشان وانا عطشان واللہ لا ذقت الماء حتے تشرب کہ تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ قسم خدا کی جب تک تو پانی نہ پی لیگا میں کبھی پانی نہ پیونگا۔ اُس وفادار نے فوراً اپنا منہ پانی سے اُٹھا لیا۔ امام حسین علیہ السلام اُس کے وفادارانہ انکار کو سمجھ گئے۔ جھکے اور چلّو میں پانی لیکر ارشاد فرمایا کہ میں بھی پانی پیتا ہوں اب تو بھی پانی پی لے۔ یہ دیکھکر حصین ابن نمیر نے ایک تیر مارا جو آکر ٹھیک آپ کے ہونٹھوں پر بیٹھا اور وہ چلّو پانی کا گر گیا۔ اتنے میں ایک بے دین نے زور سے چلا کر کہا کہ دیکھو حسینؑ تم اس طرف مصروف ہو اُس طرف سپاہ شام تمہارے ناموس کی غارت میں مشغول ہے۔ یہ سُنتے ہی آپ خیمہ کی طرف مُڑے تو دیکھا کہ

یہ صرف اس کا حیلہ تھا اور کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ابومخنف لکھتے ہیں واقبل الی الخیمة فوجدھا سالمة فعلم انھا مکیدة من القوم آپ نے مڑ کر خیمۂ اقدس کی طرف دیکھا کہ سب صحیح و سالم ہیں۔ سمجھ گئے کہ یہ ان لوگوں کی صرف حیلہ سازی ہے۔ آپ خیمۂ اقدس پر ٹھہر گئے اور پردگیان عصمت سرا کو پھر آخر بار وداع فرمانے لگے تمام اہل بیت علیہم السلام روتے پیٹتے حضرت کو چاروں طرف سے گھیر کر بیٹھ گئے۔ کس کے قلم میں اتنی قدرت اور کس کی زبان میں اتنی قوت جو گرفتاران مصیبت کی بیقراری اور آہ و زاری کی کچھ بھی کیفیت لکھ سکے۔ بہرحال۔ آپ نے پردگیان عصمت کو شدائد و بلا پر صبر و ضبط اختیار کرنیکے لیے وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ استعدّوا للبلآء واعلموا ان اللہ حافظکم وحامیکم وسینجیکم من شر الاعداء ویجعل عاقبة امرکم الی خیر ویعذّب اعادیکم بانواع البلآء ویعوضکم اللہ عن ھٰذہ البلیّة بانواع النّعم ولکن امة فلا تشکں اولا تقولوا بالسنتکم ماینقص قدرکم نزول بلا کے واسطے مستعد ہو خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیگا اور وہی ہرحال میں تمہارا معین ہوگا اور تم کو دشمنوں کے آزار سے بچائے گا اور عاقبت تمہاری بخیر کریگا اور تمہارے دشمنوں کو انواع و اقسام کی مصیبت میں مبتلا کرے گا اور تم کو اپنی ہر قسم کی نعمتوں سے محظوظ فرمائے گا پس تم لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی زبان شکایت میں نہ کھولو اور ایسا نہ کرو کہ تمہاری قدر و منزلت میں کوئی فرق آئے یہ فرما کر آپ خیمۂ مطہرہ سے باہر نکل آئے۔ اہل بیت کرام میں کہرام مچ گیا اُن مصیبت زدوں کی انتہا درجہ کی مجبوری۔ بچوں کی بیقراری و آہ و زاری ایک ایک کی مایوسی اور حسرت ایک قیامت کا عالم تھا اور محشر کا ہنگامہ۔ آپ کے انتہا درجہ کے مایوس اہل حرم دامان مبارک سے لپٹے تھے۔ خوش عقیدہ بیبیاں۔ پاؤں پر ایک دوسرے کے بعد سر دے دے پٹکتی تھیں۔ غریب بچے۔ اپنی بھوک اور پیاس کی حالتوں کو بالکل بھولے ہوئے ایک عجیب اضطراب کی مایوسانہ نگاہوں سے امام عالی مقام کو کھڑے دیکھ رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام مشکل سے اپنی غمزدہ اور آفت رسیدہ اہل و عیال سے دامن چھڑا کر ایسے قیامت خیز عالم میں باہر نکل آئے جس کی سچی تصویر میر انیس مرحوم نے اس شعر میں کھینچی ہے ؎

شبیر بر آمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے ۔۔۔ جس طرح نکلتا ہے جنازہ کسی گھر سے

امام حسین علیہ السلام کا باہر آنا تھا کہ فوج شام کا پھر وہی ہجوم ہونے لگا اور چاروں طرف سے
آپ کے جسم ناتوان پر ہتھیار پڑنے لگے۔ آپ نے باآواز بلند فرمایا۔
یا امۃ السوء بئس ماخلفتم محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما انکم
لن تقتلوا بعدی ابدا من عباد اللہ فتھابوا من قتلہ بل یھون علیکم عند
قتلکم ایای وایم اللہ انی لارجون یکرمنی وبی (یھون علیکم) یھوانکم
ینتقم لی علنکم من حیث لا تشعرون اے قوم بدکار تم اپنے اسلاف گذشتہ کیلئے
کیسے اخلاف ناخلف ہو۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عترت کی حرمت حفاظت
کے لیئے تم لوگوں کو وصیت فرمائی تھی۔ پس تم ہی لوگ مجھے قتل کرتے ہو اور میرا
خون گراتے ہو۔ پس بزرگان خدا کے خون کرنے سے تمہیں خوف کرنا چاہیئے اور خدا سے
ڈرنا چاہیئے۔ مگر مجھ کو تو انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے گناہ مسلمان کا قتل تمہارے
نزدیک آسان بات ہے۔ خدا کی قسم مجھے تمہارے ان امور کی نسبت یقین ہے کہ حضرت
رب العزت ان مصائب میں مجھے کرامت عطا فرمائے گا اور تم لوگوں سے میرے قتل اور
رسوائی کی پاداش میں ایسے انتقام لے گا جس کی طرف کبھی تمہارا خیال بھی نہیں ہوگا۔
یہ فرماکر آپ اُن کی مدافعت میں پھر مصروف ہوئے اور حتے الامکان اُن خونخواروں کو
اپنے پاس سے ہٹاتے رہے مگر وہاں تو اُن بے رحموں کی وہ کثرت تھی کہ ایک ہٹاتا تھا
تو اُس کی جگہ پر دس گر پڑتے تھے اور دو الگ ہوتے تھے تو بیس ٹوٹ پڑتے تھے۔ اسی
کشمکش میں امام حسین علیہ السلام اور بھی کثرت سے زخمی ہوگئے۔ تیروں کی بوچھار سے سینۂ مطہر
تمام مشبک ہوگیا بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تیر کے زخم میں متعدد تیروں کی
نوکیں چھپی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ مناقب شہر آشوب علیہ الرحمہ کے مطابق جسم اقدس پر صرف
تلواروں کے ستر گہرے زخم لگے تھے جو اوچھے تھے اُن کا شمار نہیں۔ ابو مخنف اپنے مقتل
میں نیزوں کے تینتیس ۳۳ اور تلواروں کے چونتیس ۳۴ زخم بتلاتے ہیں۔ امام محمد باقر
علیہ السلام جو اپنے جد بزرگوار علیہ السلام کے ساتھ واقعات کربلا میں شریک تھے بیان
فرماتے ہیں کہ آپ کے جسم مبارک پر کل ۳۲۰ گہرے زخم لگے تھے اور ایک دوسری روایت
سے تین سو ساٹھ زخم معلوم ہوتے ہیں۔ اور تیسری روایت سے ۱۹۰۰ سب چھوٹے
بڑے زخم لگے تھے بعض روایتوں سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ مشہور تیسری ہی روایت ہے

بہرحال امام حسین علیہ السلام زخموں سے چور ہو کر ابھی تک پشت رہوار سے جُدا نہیں ہوئے تھے کہ یکایک ابوالحتوف جعفی نے آ ٹپکا کر آپ کی پیشانی مبارک پر ایسا تیر لگا یا کہ آپ کا تمام روئے مبارک خون سے رنگین ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے خون بھرے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے ارشاد فرمایا اللّٰھم انک تری ما انا فیہ من عبادک ھولاء العصاۃ پروردگار تو دیکھتا ہے جو اس قوم گمراہ کے ہاتھوں سے مجھ پر گزرتا ہے یہ دعا فرما کر امام عالی مقام نے دامن زرہ اُٹھا کر اپنے روئے مبارک سے خون پونچھا۔ ابھی روئے مبارک صاف بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک تازہ تیر سہ پہلو سینۂ اطہر کے عین وسط میں آ کر پیوست ہوا۔ بعض مورخین نے اس تیر مارنے والے کا نام خولی الاصبحی اور بعضوں نے ابو قدام العامری لکھا ہے۔ اس تیر جفا کے لگتے ہی امام عالی مقام علیہ السلام کو پشت توسن پر زیادہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔ تیر کھاتے ہی آپ نے فرمایا بسم اللہ و باللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہکر آپ نے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا الٰھی تعلم یقتلون رجلاً لیس علی وجہ الارض ابن نبی غیرہٖ پروردگار تو گواہ رہ۔ یہ لوگ ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں۔ جس کے سوا کوئی دوسرا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ نہیں ہے یہ فرما کر آپ نے اُس تیر کو سینۂ اقدس سے کھینچا۔ خون کا دڑیڑا چھاتی سے بہہ گیا۔ آپ نے اپنا خون چلّو میں لیکر اپنے مُنہ پر مل لیا۔ اور فرمایا ھکذا اکون حتیٰ القیٰ جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا مخضوب بدمی واقول یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتلنی فلان وفلان اپنے چہرہ پر خون اس وجہ سے ملتا ہوں کہ میں اس صورت میں اپنے جد بزرگوار حضرت احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا اور عرض کروں گا۔ اے نانا مجھکو فلاں فلاں نے قتل کیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام میں اب کوئی حالت باقی نہیں تھی۔

نہ خود حسین علیہ السلام طاقت داشت		نہ ذوالجناح دگر تاب استقامت داشت

ضعف کی شدت سے آپ بیہوش ہو گئے۔ صالح ابن وہب مزنی نے جو تاک میں لگا ہوا تھا آپ کے قریب آکر پہلوئے مبارک پر اس زور سے تلوار لگائی کہ وہ رسول اللہ

کے کاندھے کا سوار فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی آغوش کا پالا تھا فرش زین سے فرش زمین پر آرہا ہے

بلند مرتبہ شاہے زصدر زیں افتاد	اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

ہندوستان کے فردوسی میرانیس مرحوم نے اس مضمون کو اپنے شعر میں اور اونچا کر دکھایا ہے

قرآن رحل زیں سے سوئے فرش گر پڑا	دیوار کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

حضرت زینب علیہا السلام جو بکمال بیتابی اپنے برادر عالی مقدار کی اخیر حالتوں کو در خیمہ سے بہزار حسرت دیکھ رہی تھیں اس خونی منظر کو دیکھکر صحن خیمہ کی طرف یہ کہکر روتی ہوئی فرمانے لگیں واخاہ واسیداہ واھل بیتاہ الیت السماء طبقت علی الارض ولیت الجبال قد کدکت علی السھل۔ ہائے بھائی۔ ہائے سید۔ ہائے اہلبیت اب آسمان کیوں زمین پر گرتا نہیں۔ اور کیوں پہاڑ پھٹ پڑتا نہیں۔ یہ فرما کر اس معصومہ نے ابن سعد کو مخاطب کرکے عجیب مایوسانہ لہجہ میں فرمایا عمر ابن سعد یقتل ابو عبداللہ وانت تنظر الیہ اے عمر ابن سعد ابو عبداللہ حسین علیہ السلام قتل ہورہے ہیں۔ اور تو دیکھ رہا ہے۔ یہ کلام کچھ ایسے ہی حسرت سے بھرے تھے۔ جن کو سنکر عمر سعد کے ایسے سنگدل نے بھی آخر رو دیا۔

حضرت عبداللہ ابن حسن علیہ السلام کی شہادت

عبداللہ ابن حضرت امام حسن علیہ السلام جو اسوقت تک سن بلوغ پر نہیں پہنچے تھے در خیمہ پر مضطرب و سراسیمہ کھڑے تھے یکایک وہ اپنے عم بزرگوار کو ایسی قیامت کے عالم میں دیکھکر برداشت نہ کرسکے اور خیمۂ مقدس سے فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت زینبؑ نے پردہ در سے ہاتھ نکال کر ان کو پکڑ لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی اس کیفیت کو ملاحظہ فرمایا تو اپنی مصیبت زدہ بہن کو آواز دی اور فرمایا یا اختاہ احبسہ اے بہن اس کو پکڑ لو اور میدان بلا میں نہ آنے دو حضرت زینبؑ نے

اُسکے روکنے کے لیئے ہر چند کوشش کی۔ مگر وہ صاحبزادہ یہ کہتا ہوا قتل گاہ کی طرف دوڑ گیا کہ لا واللہ لا افارق عمی نہیں نہیں قسم خدا کی میں اپنے عم نامدار سے کبھی جدا نہ ہوں گا۔ وہ صاحبزادہ قتل کے میدان میں آکر کیا دیکھتا ہے کہ ابجر ابن کعب اپنی تلوار کا وار آپ کے فرق مبارک پر لگایا ہی چاہتا ہے۔ یہ دیکھکر عبد اللہ ابن حسنؑ نے کہا ویلک یا بن الخبیثہ تقتل عمی اے پسر زانیہ کیا تو میرے چچا کو مار ہی ڈالیگا۔ یہ کہکر اُس معصوم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُس کی تلوار کا وار اپنے ہاتھ پر روک لیا۔ ابجر نے تلوار کا اس زور سے وار لگایا کہ اُس معصوم کا داہنا ہاتھ شانہ سے جدا ہو گیا امام حسین علیہ السلام نے اُس بچہ کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا یا بن اخی اصبر ما نزل بک واحتسب فی ذالک الخیر فان اللہ تعالیٰ یلحقک باباءک الصلحین جو کچھ تجھ پر گذری تو صبر و شکیبائی اختیار کر اور اُن مصائب کو اپنے لیئے خیر و برکت کا باعث سمجھ لے۔ اب خدائے سبحانہ تعالیٰ بہت جلد تجھکو تیرے آبائے صالحین سے ملائے دیتا ہے۔ امام علیہ السلام کے یہ کلام ابھی تمام بھی نہیں ہوئے تھے کہ حرملہ ابن کاہل الاسدی نے ایک تیر مار کر امام حسین علیہ السلام کی گود میں اُس معصوم کو شہید کر ڈالا۔

امام حسین علیہ السلام یہ قیامت دیکھکر بیہوش ہو گئے عمر ابن سعد نے امام عالی مقام کو زمین پر بیہوش پا کر حکم دیا کہ شمع امامت فوراً گل کر دی جائے اور معاذ اللہ جو اس خون ناحق کا مرتکب ہو گا وہ بہت بڑے انعام کا مستحق سمجھا جائے گا یہ سنتے ہی فوجوں پر فوجیں رسالوں پر رسالے اُس بیکس و تنہا پر ٹوٹ پڑے جو کمال ناطاقتی سے نیم دم ہو کے نماز عصر کے تہیہ میں رو بقبلہ سجدہ میں ختم ہو چکا تھا۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

باوجود اس حالت کے اتنی کثیر فوج میں کسی کی بھی اتنی جراٗت نہیں ہوئی کہ وہ آپ کے قریب جا کر عمر سعد کے حکم کی تعمیل کرے۔ مگر ان میں سب سے پہلے مالک ابن بشر الکندی آپ کے قریب آیا اور معاذ اللہ کلمات ناسزا وہ آپ کی شان میں کہے اور اپنی شمشیر سے ایک تازہ زخم لگایا حضرت امام حسین علیہ السلام نے آنکھیں کھول کر اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا لا اکلت بہا ولا شربت وحشر اللہ مع الظلمین خدا وند تعالیٰ تجھکو ... کرے اور ... تو

ظالموں کے گروہ میں محشور کیا جاوے مالک ابن بشر الکندی کی جو حالت ہوئی وہ اس سلسلہ کے چوتھے منبر میں ملے گی۔
اُسوقت شمر ذی الجوشن نے آواز دی کہ اب ایسے مجبور شخص کے قتل میں کیا دیر ہے یہ سُنکر ذرعہ ابن شریک سب سے پہلے آگے بڑھا اور امام حسین علیہ السلام پر اپنی تلوار کا وار کیا۔ امام عالیمقام نے بایں حالت مجبوری و ناتوانی اُسپر اپنی تلوار کا ایک ہاتھ لگایا اور اُس کو مار گرایا پھر اپنے دست مبارک آسمان کی طرف اُٹھاکر ارشاد فرمایا یا رب صبرٌ علےٰ قضائک لا الٰہ الاّ سواک پروردگار میں تیرے فرمان پر صبر کرتا ہوں۔ کیونکہ سوائے تیرے میرا کوئی دوسرا مالک نہیں ہے۔ اے مدد کرنے والوں کے مدد کرنے والے۔
ذرعہ ابن شریک کے مارے جانے سے۔ ظالموں کا وہ قریب آنے والا گروہ بہت کچھ خوف زدہ ہوکر جدا ہوگیا۔ شمر ذی الجوشن نے یہ حال دیکھکر اپنے ایک دوسرے حیلہ سے کام لیا۔ اُسنے جناب امام حسین علیہ السلام کو سُناکر اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اس سراپا مجروح شخص سے کیا ہوسکتا ہے۔ تھوڑی سی آگ لیکر چلو اور اس کے تمام خیموں کو معہ اہلبیتؑ کے جلاکر خاک سیاہ کرڈالو۔ یہ سنکر حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر کو جواب دیا۔ یا ابن ذی الجوشن انت الداعی بالنّار لتحرق علی اھلی احرقک باللنّار اے ذی الجوشن کے بیٹے۔ تو اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلانے کے لیئے آگ منگاتا ہے۔ خدائے سبحانہ تعالیٰ تجھکو جلد آتش دوزخ سے جلائے۔
اُس وقت شمر کی ترغیب سے چالیس سواروں نے آکر امام عالی مقام کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور آپ کے اوپر پیچ بازیگرے حملہ کرنے لگے۔ سب سے پہلے حصین ابن نمیر نے آپ کے دہان مبارک پر تیر لگایا اور ابو ایوب غنوی نے دوسرے تیر سے آپکے حلقوم کو مجروح کیا۔ نصر ابن خرشہ نے تلوار لگائی۔ عمر ابن الخلیفہ الجعفی نے شانے پر دوسری تلوار لگائی۔ صالح ابن وہب مزنی نے نیزہ سے زخم لگایا۔ سنان ابن انس نے نیزہ کا دوسرا زخم لگایا اور نیزہ کے بعد اُس شقی ترین ازلی نے آپ کے حلقوم مبارک پر اپنے تیر بیداد کا ایک ایسا گھاؤ لگایا کہ پھر آپ کو بیٹھنے کی مطلق تاب نہیں رہی۔
یہ کیفیت دیکھکر عمر ابن سعد نے تمام فوج کو حکم دیا کہ بہت جلد امام علیہ السلام کا خاتمہ کردیا جاوے۔ یہ حکم سُنکر ابو مخنف اپنے مقتل میں ذیل کی عبارت لکھتے ہیں۔

فدنی منه شیث ابن ربعی فرمقه الحسین علیه السلام بعینه فرمے السیف
من یده وولی هاربا و یقول ان القی الله بدملک یاحسین ع فاقبل الی شیث
سنان ابن انس النخعی وکان کوسج اللحیہ قصیر ابرص اشبه الخلق بالشمر
اللعین فقال له اقتلته ثکلتک امک قال شیث یاسنان انه قد فتح عینه
فی وجهی فشبهتها بعینی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ثم دنی منه
سنان ففتح عینیه فی وجهه فارتعدت یده وسقط السیف منها وولی هاربا
فاقبل الی سنان الشمر اللعین وقال له ثکلتک امک مالک رجعت عن قتله
فقال یا شمر انه فتح عینه فی وجهی فذکرت هیبة ابیه علی ابن ابی طالب ع
علیه السلام ففزعت فلم اقدر علی قتله فقال له الشمر الملعون انک جبان
فی الجواب فوالله ما کان احد غیری احق منی بقتل الحسین علیه السلام ثم انه
رکب علی صدره الشریف ووضع السیف فی نحری وهمران ین بحر ففتح عینه
فی وجهه وقال له الحسین وارصناه یاو بالک من انت فقد ارتقیت مرتقا عظیما
فقال له الشمر الذی رکبلک هو الشمر ابن ذی الجوشن الضبابی فقال له
الحسین الغرفیٔ یا شمر قال نعم انت الحسین ابن علی علیهما السلام وجدک
رسول الله صلی الله علیه واله وسلم وامک فاطمة الزهراء واخوک الحسن
علیه السلام فقال ویلک فاذا علمت ذالک فلم تقتلنی قال ارید بذلک الجائزة
من یزید فقال له یا ویلک انما احب الیک الجائزة من یزید ام شفاعة جدی
رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فقال الشمر الملعون دانق من جائزه
یزید احب الی الثمر من شفاعة جدک فقال له الحسین وبلغه الله الی عنایه
برکاته ومنتهے رضوانه سئلتک بالله ان تکشف بی بطنک فکشف بطنه
فاذا بطنه ابرص کبطن بالاکلاب وشعره کشعر الخنازیر فقال الحسین ع الله اکبر
لقد صدق جدی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فی قوله لابی یا علی
ان ولدک الحسین یقتل بارض یقال لہ کربلاء یقتله رجل ابرص اشبه
بکلاب والخنازیر فقال الشمر اللعین تشبهی الکلاب والخنازیر فوالله لاذبحک
من القفاء ثم ان الملعون قطع راسه الشریف المبارک وکلما قطع منه عضوا

یقول یا جداہ یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابا القاسماہ ویا ابتاہ و یا علیاہ ویا اماہ و یا فاطماہ اقتل مظلوما واذبح عطشانا واموت غریبا فلما اجزہ وعلاہ علی القناۃ کبر وکبر العسکر ثلاث تکبیرات وتزلزلت الارض واظلمت الدنیا وامطرت السماء دما عبیطا ونادی فی السماء قتل واللہ الحسین بن علی بن ابی طالب علیہما السلام قتل واللہ الامام ابن الامام قتل الاسد الباسل وکھف الارامل وکان یوم قتلہ یوم الجمعۃ عاشر المحرم الحرام سنہ احدی وستین۔

ان لوگوں میں سب سے پہلے شیث ابن ربعی امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کی نظر اُس کی نظر سے ملی تو اُس کی تلوار ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور کہنے لگا۔ معاذ اللہ خدا حسین علیہ السلام کے خون سے بچائے۔ اتنے میں سنان ابن انس نخعی شیث کی طرف بڑھا۔ اس شخص کی چھوٹی ڈاڑھی تھی اور اس کے بدن پر سفید داغ بھی تھے اور یہ شخص شمر سے بہت مشابہ تھا۔ سنان نے کہا کہ شیث تیری ماں تیرے سوگ میں روئے تو نے امام حسین علیہ السلام کو کیوں قتل نہیں کیا۔ شیث نے کہا اے سنان جو ہیں میں نے حضرت کی طرف دیکھا تو میں نے اُن کی آنکھوں کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے بالکل مشابہ پایا۔ یہ سنکر سنان امام عالی مقام کی طرف بڑھا تو حضرت نے اُس کی طرف بھی آنکھیں کھولکر دیکھا۔ سنان کا ہاتھ کانپنے لگا اور اُس کے ہاتھ سے بھی تلوار چھوٹ پڑی اور وہ بھی آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا یہ حال دیکھکر شمر سنان کی طرف بڑھا اور پوچھنے لگا کہ تو نے اُن کو کیوں قتل نہیں کیا اور کیوں واپس آیا سنان نے کہا جب ہماری آنکھ کھلی اور اُن کی آنکھ سے برابر ہوئی تو مجھکو امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کی ہیئت یاد آگئی۔ پس میں نے چھوڑ دیا اور پھر مجھ کو اُن کے قتل پر جرأت نہ ہو سکی یہ سنکر شمر ملعون نے کہا کہ تم سب معاملات جنگ میں بزدل ہو قسم خدا کی۔ میرے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو امام حسین علیہ السلام کو قتل کرے۔ بہرکیف وہ لعین آیا اور آپ کے سینۂ مطہر پر چڑھ بیٹھا اور تلوار کھینچکر آپ کے گلوئے مبارک سے ملا دی وہ قتل کرنا چاہتا ہی تھا کہ امام مظلوم نے آنکھیں کھولکر اُس کی طرف دیکھا اور پوچھا تو کون ہے جو ایسے امر عظیم پر اقدام کرتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں ہوں شمر ابن ذی الجوشن الضبابی

یہ سُنکر آپ نے پوچھا تو مجھ کو بھی پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں
آپ حسین ابن علی علیہما السّلام ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہیں اور آپ کی مادر گرامی جناب سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں آپکے بھائی
حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس ہے جب تو ان باتوں کو جانتا ہے تو
پھر مجھکو کیوں قتل کرتا ہے اُس نے کہا کہ مجھکو اس کے لیئے یزید سے انعام ملنے والا ہے
آپ نے فرمایا کہ تجھ کو میرے جد بزرگوار حضرت احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت
زیادہ پسند ہے یا یزید کا انعام؟ اُس نے بکمال بے حیائی کہا کہ یزید کا انعام مجھکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے زیادہ تر پسند ہے۔ پھر اُس سے
حضرت امام حسین علیہ السلام نے (خدائے تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور اپنی انتہا درجہ کی رضامندی
اور برکات اُن پر نازل فرمائے) پوچھا تجھکو قسم خدا کی ذرا اپنا سینہ تو کھول دے پس
اُس نے اپنا پیٹ کھول دیا۔ آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ اُس کے پیٹ پر کتے کے پیٹ
کی طرح تمام سپید داغ ہیں اور اُس کے بال سور کے بال کے ایسے ہیں۔ یہ مشاہدہ
فرماکر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا۔ اللہ اکبر میرے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ کہ یا علی تیرا فرزند حسین اُس سرزمین پر قتل کیا جائیگا جسکو کربلا کہتے
ہیں اُس کو ایک ایسا شخص قتل کرے گا جو مثل کتے کے مبروص ہوگا اور اُسکے بال سور کے بال
کے ایسے ہوں گے۔ یہ سُنکر شمر لعین نے کہا آپ مجھ کو کتے اور سور سے تشبیہ
دیتے ہیں اور اس کے عوض میں قسم خدا کی میں تم کو پس پشت سے قتل کروں گا۔ یہ
کہکر اُس ملعون نے فرق مبارک جدا کیا ایسی حالت میں آپکے حلقوم سے برابر یہ آواز
آتی جاتی تھی۔ کہ اے جد بزرگوار۔ محمد مصطفےٰ۔ اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اے
علی علیہ السلام۔ اے مادر گرامی۔ اے فاطمہ زہرا علیہا السلام۔ میں مظلوم قتل کیا جاتا ہوں
میں پیاسا ذبح کیا جاتا ہوں اور میں غریب مارا جاتا ہوں پس جب قتل سے اُس نے
فراغت پائی تو اُس نے بلند آواز سے تکبیر کہی جس کو سُنکر تین تکبیریں تمام لشکر والوں نے
کہیں۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی زمین میں زلزلۂ عظیم محسوس ہوا اور تمام دنیا میں تیرگی
چھا گئی اور آسمان سے خون برسنے لگا۔ اور آسمان سے یہ آواز آنے لگی۔ قسم خدا کی امام ابن
امام مارے گئے۔ شیر خدا ہر دو مارا گیا اور پشت و پناہ بیوگان قتل کیا گیا۔ آپ جمعہ کے دن

دسویں محرم سنہ ۶۱ھ ہجری کو قتل کیے گئے۔
بقول مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم۔ ایسی نالایق حرکت مسلمانوں سے ہوئی کہ اگر سچ
پوچھو تو دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ وانّا للہ وانّا الیہ راجعون
وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون ؏

چوں خوں ز حلق تشنۂ او بر زمیں رسید — جوش از زمیں بذروۂ عرش بریں رسید
نخل بلند او چو خساں بر زمیں زدند — طوفاں بر آسماں ز غبار زمیں رسید
باد آں غبار چوں بمزار نبی رساند — گرد از مدینہ بر فلک ہفتمیں رسید
یکبارہ جامہ در خم گردوں بنیل زد — چوں ایں خبر بہ عیسی گردوں نشیں رسید
پر شد فلک ز غلغلہ چوں نوبت خروش — از انبیا بحضرت روح الامیں رسید
کرد ایں خیال وہم غلط کار کاں غبار — تا دامن جلال جہاں آفریں رسید

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال
او در دل است و ہیچ دلے نیست بے ملال

امام ابو اسحاق اسفرائنی نے اپنے مقتل میں بھی بالکل یہی واقعات درج کیے ہیں جو ابھی
ابھی ابومخنف کی عبارت سے اوپر لکھے گئے مگر اتنا اضافہ ضرور ہے کہ شمر لعین سے
جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میرا قتل کرنا ہی تجھ کو ضرور ہے تو مجھکو ایک گھونٹ
پانی تو پلا دے۔ اُس شقی نے کہا کہ یہ بہت بعید ہے کہ آپ کو پانی دوں اب تو آپ چار و ناچار
شربت مرگ پییں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ خیر تو اپنے کپڑے کو تو اُٹھا کر اور اپنا سینہ
کھول کر مجھے دکھا دے پس معلوم ہوا کہ وہ مبروص ہے اور مثل کُتّے کے داغدار ہے اور
بال اُس کے خنزیر کے ایسے ہیں یہ دیکھکر امام عالی مقام نے کہا۔ اللہ اکبر سچ ہے۔ ہمارے
جدّ بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحیح فرمایا ہے۔ شمر نے پوچھا کیا کہا ہے ؟ آپ نے
فرمایا کہ اُنھوں نے ارشاد کیا کہ اے حسین تجھے ایک ایسا شخص قتل کرے گا جس کے اوصاف
کُتّے کی طرح ہوں گے۔ شمر نے کہا کہ آپ مجھے سگ و خوک سے تشبیہ دیتے ہیں۔
قسم خدا کی اے حسینؑ میں تمہیں اب بُری طرح قتل کروں گا حالانکہ میں جانتا ہوں کہ کوئی مسلمان

ایسا نہیں کہ اللہ اُس کی شفاعت بروز قیامت نہ کرے۔ سوائے میرے بعد اس کے اس ملعون نے آپ کے گلوئے مبارک پر چند بار (بنا بر بعض روایات ۱۲ ضرب و بعض ۷۰ بار) اپنی تلوار کے رگڑے دیئے مگر گلوئے مبارک نہ کٹا نہ کٹا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قسم خدا کی تیری تلوار اُس جگہ کو قطع نہیں کر سکتی کہ جس پر تسبیح خدا کی جاری ہے پس اُس ملعون نے آپ کو اُلٹ دیا۔ اور جب وہ شقی حضرت کے سر مبارک کو جدا کرتا تھا تو یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

اقتلک الیوم و نفسی تعلم   علما یقینا ما بہ توھما
ان اباک خیر من تکلما   وھو صھر للنبی المکرما
اقتلک الیوم و سوف ندما   و سوف اصلی بھم جھنم

آج میں آپ کو قتل کرتا ہوں حالانکہ نفس میرا یقین کے ساتھ خوب آگاہ ہے آپ کے والد بزرگوار سب انسانوں سے افضل تھے اور وہ نبی مکرم کے داماد ہیں تاہم میں آج آپ کو قتل کرتا ہوں۔ اگرچہ فوراً اس کے بعد میں نادم ہوں گا اور بیشک جہنم میں جاؤں گا۔ مقتل ابواسحاق صفحہ ۱۲۷۔

امام اسفرائنی آگے لکھتے ہیں کہ اُس شقی نے آپ کے فرق مبارک کو جدا کر کے نیزے پر چڑھا کر خولی ابن یزید الاصبحی کو دیا اُس شقی نے اور تمام لشکر شام نے تین بار تکبیر کہی۔ اُس وقت زمین میں زلزلہ ہو گیا اور مشرق و مغرب میں بدلی چھا گئی اور آدمیوں کے روبرو بجلیاں کوندنے لگیں اور منادی آسمان سے ندا کرتا تھا کہ امام ابن امام اور ابو الائمہ قتل ہوا۔

حافظ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں یہ تمام واقعات لکھ کر اپنے سلسلۂ بیان کو ذیل کے اشعار پر ختم کرتے ہیں ؎

اندریں غم نہ ہمیں ارض و سما بگریستند   کاہل عالم از ثریا تا ثری بگریستند
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم   در غم شاہ شہید کربلا بگریستند
در ہوائے آں لب محروم از آب فرات   ماہی اندر آب و مرغ اندر ہوا بگریستند
اولیا گشتہ بہر مرتضےٰ زاری کناں   انبیا بر اتفاق مصطفےٰ بگریستند

در قصور جنت الفردوس حوراں سر بسر
از برائے خاطر خیر النساء بگریستند

لاشِ مطہّر کیساتھ بے ادبی اور ظلم

امام اسفرائنی کا بیان ہے کہ ان بے غیرت ظالموں نے ان مظالم پر بھی بس نہیں کی ۔ لاشِ مطہّر کے ساتھ جو بے ادبیاں کیں اُن کی تفصیل یہ ہے کہ جب تاریکی کچھ دفع ہوئی تو ان لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کی لاش کو لوٹا ۔ عمر ابن یزید آپ کا عمامہ لے گیا ۔ یزید ابن سہل نے آپ کی ردا لے لی ۔ سنان ابن انس نخعی نے آپ کی انگوٹھی اور زرہ اُتار لی ۔ محمد ابن اشعث نے جو کچھ کپڑے بچے تھے اُتار لیئے اور جسم مقدس کو یوں ہی چھوڑ دیا ۔

صاحب ناسخ التواریخ نے ان حریص ظالموں کے دوسرے نام لکھے ہیں ۔ اُن کا بیان ہے کہ آپ کا عمامہ مالک ابن خنس ابن مرید ابن علقمہ نے اور کلاہ مبارک ابجر ابن کعب نے اُتار لی ۔ ردائے مطہر کو محمد ابن اشعث نے لے لیا اور آپ کی قمیص کو اسحاق ابن خویہ الحضرمی نے لے لیا ۔ پیراہن کو جعونہ ابن خوبد الجعفی نے لے لیا ۔ اسود ابن خالد الازدی نے نعلین اُتار لیں ۔ ان تمام چیزوں میں فقط ایک انگوٹھی باقی تھی اُس کو بجدل ابن مسلم کلبی نے ان بے رحمیوں سے اُتارا کہ جب وہ کسی طرح نہ اُتری تو اُنگلی کاٹ لی ۔ العیاذ باللہ ۔ آپ کی تلوار کو جمیع ابن الخلق الازدی نے لے لیا ۔ بعض اسود ابن حنظلہ اور بعض قلافس نہشلی کو بتلاتے ہیں ۔ محمد ابن ذکریا کا بیان ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کی اُس تلوار کو حبیب ابن بدیل کے پاس دیکھا تھا ۔ مگر یہ تلوار دوسری تھی ذوالفقار نہیں تھی کیونکہ ذوالفقار اثاثۂ مقدسہ و مخصوصہ میں داخل ہے ۔

علامہ ابن شہر آشوب قمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان لوگوں کے علاوہ خیل ابن خشمہ الجعفی ہانی ابن ثبیت الحضرمی ۔ جریر ابن مسعود الحضرمی اور ثعلبیہ الاسود الازدی کو بھی ان ہی لوٹنے والوں میں شمار کیا ہے اور اُن کی کتاب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اُس دن دو زرہیں پہنے تھے اُن میں سے ایک کا نام بتا تھا ۔ اور وہ نہایت مستحکم اور بیش قیمت زرہ تھی عمر ابن سعد نے اُس کو اپنے لیے پسند کیا تھا ۔ اور لے بھی لیا تھا اور مختار کی لڑائی کے دن تک وہ اُس کے پاس تھی ۔ جب وہ مارا گیا تو مختار نے اُس کو عمر ابن سعد کے قاتل ابو عمرہ کو بخشدی اور دوسری جو امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر تھی اُس کو مالک ابن بشیر الکندی نے لے لیا ۔

ان مظالم پر بھی بس نہیں کی گئی۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک عمر سعدؒ کے پاس لایا گیا۔ ہلال ابن نافع بیان کرتا ہے کہ میں اُس وقت عمر ابن سعد کے پاس کھڑا تھا کہ ناگاہ ایک شخص پکارا۔ بشارت ہو تجھ کو اے امیر کہ حسین علیہ السلام قتل ہوئے پس قسم خدا کی نہیں دیکھا میں نے کوئی قتیل آغشتہ بخون مثل حسین علیہ السلام کے اس صورت اور ہیئت میں کہ اُن کے منہ سے ایسا نور ساطع تھا اور اُن کا جمال اور ہیبت ایسی طاری تھی کہ اُن کے قتل کا بھی خیال مجھ کو نہ رہا اور میں آپ کے رُخ و جمال کی طرف دیکھکر حیران ہو گیا۔ پھر میں نے اُن کے زخموں کو شمار کیا تو ایک سو بیس زخم تھے۔ نور العین صفحہ ۱۳۰۔

اس کے بعد عمر نے اپنے لشکر میں بآواز بلند پکار کر کہا من ینتدب للحسینؑ فیوطی الخیل ظہرہ یعنی ایسا کون شخص ہے جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے امام حسین علیہ السلام کی لاش کو پامال کر ڈالے تاریخ طبری فارسی میں یہ لکھا ہے۔ دہ سوار بفرستادند تا اسپاں را بر تن امام حسینؑ براندند تا اندامہائے او را ایکدیگر جدا شد و پہلو ہاش بریکدیگر شکست و مغز بروں آمد از یں دہ سوار یکے اسحاق ابن جونہ الحضرمی بود۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۳۲۔

طبری نے تو ایک ہی کا نام لکھا ہے۔ مگر ناسخ التواریخ نے ایک ایک کر کے سب کا نام بتلا دیا ہے۔ اُن اشقیا کے نام یہ ہیں۔

(۱) اسحاق ابن جونہ (۲) اخنس ابن مرید (۳) حکیم ابن الطفیل النبسی (۴) عمر ابن صبیح الصیداوی (۵) رجاج ابن منقذ العبدی (۶) سالم ابن خثیمہ الجعفی (۷) صالح ابن وہب الجعفی (۸) واعظ ابن ناعم (۹) ہانی ابن ثبیت الحضرمی (۱۰) اسید ابن مالک

ان بے رحموں کی جماعت امام مظلوم کی لاش مطہر کو اس بے دردی سے پامال کر کے عمر ابن سعد کے پاس واپس آئی۔ ان میں اسید ابن مالک آگے بڑھا اور اُس نے یہ شعر پڑھا۔

نحن رضضنا الصدر بعد الظہر	بکل یعسوب شدید الاسر

ہم لوگوں نے پشت و سینہ کو اُس کے مثل مکھیوں کی چھاتی کے چھلنی کر دیا۔ ہمارے معتبر مورخ کا بیان ہے کہ یہ لوگ جب ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو ان لوگوں نے ایسا ہی اس کے سامنے بھی بتفاخر بیان کیا کہ ہم لوگ وہ ہیں جنہوں نے لاش حسینؑ

علیہ السلام پر اپنے گھوڑے دوڑائے اور اُن کے جسم مجروح کو ایسا چور چور کر دیا جیسے سنگ آسیا دانہ کو پیس ڈالتی ہے۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۳۰۹

غارت خیام واہلبیت علیہم السلام

لاش حسین علیہ السلام کی پامالی کے بعد اُن اشقیائے بے دین نے غارت اہلبیت علیہم السلام شروع کی۔ افسوسناک وہ افسوسناک عالم وہ مصیبتناک اور عبرت خیز منظر کس کی زبان میں اتنی قوت۔ کس کی دل میں اتنا تحمّل۔ جو ان آفت رسیدہ پاشکستہ اور مجبور مخدرات عصمت کے موجودہ اضطراب و بیقراری کی حالت لکھ سکے۔ غریب عورتوں کی۔ بچّوں کی آہ وزاری۔ اُن کی انتہا درجہ کی حسرت۔ غربت میں باپ بھائی اور تمام عزیز واقارب کی مفارقت اُس پر ان مصیبتوں کی کثرت اور ان ظالموں کے ظلم و ایذا کی شدّت۔ انسان کا دل نہیں جو سنبھالے۔ اور آدمی کا کلیجہ نہیں جو برداشت کرے سمجھ لینے کو اتنا ہی کافی ہے کہ جن مخدرات علیا نے اور جن پردگیان عصمت سرائے آجتک اپنے گھروں کے دروازوں سے باہر قدم نہ نکالا جن کی پاک و پاکیزہ نگاہیں نامحرم کی نگاہوں سے اس وقت تک بالکل محفوظ رہیں آج وہ ہیں اور دربدری۔ وہ ہیں اور برہنہ سری۔ ان کے عصمت سراہیں۔ عمر سعد کی فوج بھر گئی ہے اور چاروں طرف سے لوٹ مچ گئی ہے۔ ہم ان تمام واقعات کی تحریر سے قطع نظر کرکے جس کو لکھتے ہوئے قابو سے دل نکلا جاتا ہے۔ صرف ایک واقعہ کو ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو ان مصائب کی تفصیل کے لیئے کافی ہے۔

ملّا ابو اسحاق اسفرائنی حضرت زینب علیہا السلام کی زبانی لکھتے ہیں کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے کہ ناگاہ بہت سے مرد خیموں کے اندر چلے آئے ازانجملہ ایک شخص ازرق چشم تھا اُس نے کل خیمہ کا اسباب لے لیا اور پھر اُس نے جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کو دیکھا کہ وہ ایک چمڑے پر پڑے ہیں۔ وہ چمڑا بھی اُس نے اُن کے نیچے سے نکالکر اُن کو زمین پر ڈالدیا۔ بعد اُس کے میرے سر سے اُس نے مقنع لے لیا اور پھر اُس نے میرے گوشواروں کی طرف دیکھا وہ بھی اُتارے اور اپنے دانت سے کاٹ لیا کہ میرا کان بھی کسی قدر پھٹ گیا اُس نے ان کو کھینچ لیا۔ خون میرے کانوں سے بہنے لگا۔ وہ باوجود اس ظلم کے روتا بھی تھا۔ پھر اُس نے اُس خلخال کی طرف نظر کی کہ جو فاطمہ صغرا کے دونوں پیروں میں تھیں

اُس کو بھی اُتارنے لگا۔ جب نہ اُتریں تو اُس نے اُن دونوں خلخالوں کو توڑ ڈالا۔ اور توڑ کر پیروں سے نکالا۔ پس میں نے اُس سے پوچھا کہ تو ہم کو لوٹتا بھی ہے تو روتا کیوں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اس مصیبت پر روتا ہوں کہ جو تم اہلِ بیت علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ کہ کان کے درد سے اور حضرت فاطمہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے سے میں زیادہ رونے لگی۔ اور میں نے کہا کہ خدا قطع کرے تیرے ہاتھ کو صفحہ ۱۳۸۔

بعض کتابوں میں اتنا اضافہ اور ہے کہ جناب زینب علیہا السلام نے اُس کا جواب سُنکر اُس سے کہا کہ جب تجھ کو ہماری ان مصیبتوں پر اتنا رحم آتا ہے تو پھر یہ زیور کیوں لیتا ہے؟ اُس نے کہا کہ اس وجہ سے یہ زیور لیئے لیتا ہوں کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا تو کوئی دوسرا اسے ضرور لے گا۔ اس لیے اس سے بہتر یہی ہے کہ میں ہی لے لوں۔

بہر حال۔ ہمارے معزز مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص جسکا ذکر اوپر ہوا وہ خولی ابن یزید الاصبحی تھا۔ پھر وہ قوم جناب علی ابن الحسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ حالانکہ وہ ضعیف اور سخت بیمار تھے اُس جماعت اشقیا نے ان کے قتل کا بھی ارادہ کیا۔ جب یہ حال جناب اُمِّ کلثوم سلام اللہ علیہا نے دیکھا تو وہ سر پیٹتی ہوئی دوڑیں اور اپنے آپ کو اُس مریض پر گرا دیا اور چلا کر پکاریں واقلّۃ ناصراہ اگر اس کا قتل ضروری ہے تو اوّل تم ہم سب کو قتل کر ڈالو۔ پس اُن میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ لڑکا بیمار ہے اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

بعد اس کے حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے ابن سعد کیوں تو ہم کو قید کرتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ اب میں تم لوگوں کو عبداللہ ابن زیاد کے پاس بھیجدوں گا۔ زینبؑ نے کہا۔ تجھ کو خدا کی قسم ہے تو اگر ہم کو لے چلتا ہے تو اُس طرف سے لے چل کہ جہاں میرے بھائی کی لاش پڑی ہے تاکہ میں اُن کو وداع کر لوں۔ عمر ابن سعد نے اسے قبول کیا اور ان لوگوں کو مقتل حسین علیہ السلام کے رستے سے لے گیا جب ان مخدرات نے اُس جسد شریف کو بغیر سر کے دیکھا تو چیخیں مار کر روتی اور چلاتی تھیں اور یہ اشعار فرماتی تھیں۔

لقد حط فینا الزمان بوائبه	وفرقنا انیابه ومخالبه

واهجم علینا الدّهر فی غربة — ودت علینا بما یجنیه عقاربه
ارادوا اخی وقتلوه عمدا — ولم یخلفوا الا خی ونوائبه
وجاء الحسنا البین مع الرّدی — وطمت رزایا وجلت مصائبه
حسینا قد امسی مجندلا — واظلم فی دین الله مذاهبه
فلم یبق لی رکن الوذ بظله — واذا تغالب الدّهر منه تغالبه
وفرقنا الزمان بعد جمعنا — وارخی علینا الدهر منا نکائبه

یعنی زمانہ نے ہم پر مصیبتیں نازل کی ہیں اور اُس کے مکر و حیلوں نے ہم کو متفرق کر دیا زمانہ نے ہم پر غربت میں ہجوم کیا اور اُس کے بچھوؤں نے آہستہ آہستہ چلکر کاٹا۔ میرے بھائی کو اُن لوگوں نے عمداً قتل کیا۔ غم اور مصائب ان کے بعد باقی ہیں۔ جدائی نے بلا کے ساتھ ہم پر ظلم کیا اور ہمارے اوپر مصائب نازل ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام سر بریدہ زمین پر پڑے ہیں۔ ان لوگوں کے خیال اور طریقہ نے دین خدا میں ظلم کیا۔ اب کوئی رکن میرے لیے ایسا باقی نہیں رہا جس کے سایہ میں پناہ لوں اور جس وقت زمانہ ظلم کرے تو میں اُس ظلم کو روکوں۔ ہم سب جمع تھے مگر زمانہ نے ہم کو متفرق کر دیا اور کیسی مصیبت اور نکبت اس زمانہ نے ڈال دی۔

جناب اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کی زبانی یہ اشعار مندرج ہیں ؎

الا یا اخی قد سبتنا الاعادی — مثل سبی الهند بین النوادی
قد سبوا مهجتی بقتل حسین — وهو سولی ومعنی ومرادی
یا وحید الزمان وقرة عینی — قد مضی امنك ما لهم من مراد
ابن بنت الرّسول وابن علی — هو هادی الوری بطریق الرشاد
ثم علوا راسه فوق رمح — ولها نور کقدح الزّناد
ونبی احمد یقادون جهرا — بطعن الاعادی علی الاجساد
وکذا نحن بعد کم هتکونا — ورمونا بمقتهم والعناد
ما رعوا حرمة المحمد احمد — سیّدا فاق بالهدی والرشاد
ظلموا فاطمة البتول وقواعا — وجدنا منهم بکل عناد
وعلی المرتضی لقد فجعوه — بحسین ورهطه فی الجلاد

یا ابن سعد قد ارتکبت ذلا	و نار من اللہ یوم المعاد
یحکم اللہ بیننا و بینکم لدی	الحشر بین جمیع العباد

اے بھائی آپ کو معلوم ہو کہ دشمنوں نے قید کرلیا ہے جس طرح کہ قیدیوں کو جنگ میں
قید کرتے ہیں ان لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کرکے میری جان کو قید کرلیا ہے حالانکہ
جناب امام حسین علیہ السلام میری پناہ اور میری مراد۔ اے وحید الزمان۔ اے میری تشنگی چشم
جو اُن کی مراد تھی وہ تیرے قتل سے حاصل ہوگئی۔ امام حسین علیہ السلام فرزند علی علیہ السلام و دختر فرزند
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس نے طریق ہدایت کی تعلیم کی۔ مگر اُس کے سر کو نیزے پر
چڑھا کر بلند کیا اور اُس سر سے ایسا نور ساطع ہوتا ہے جیسے کہ چقماق سے روشنی نکلتی ہے اور
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مثل قیدیوں کے کھینچی جاتی ہے اور دشمن اُسکے اجسام کو نیزے
لگاتے ہیں۔ بعد تمہارے ان لوگوں نے ہماری ایسی ہتک کی اور انھوں نے اپنی دشمنی اور
کینہ کے سبب ہم کو نیزے لگائے بزرگی احمد علیہ السلام اور اپنے پیغمبر کی رعایت کو ہمارے
باب میں ملحوظ نہیں رکھا کہ وہ سید آفاق ہے۔ ہدایت اور رشاد میں اُنھوں نے فاطمہ
بتول سلام اللہ علیہا پر ظلم کیا۔ اور اُن کو اپنے سے بیزار کیا۔ ہم نے اُن لوگوں سے ہر قسم کی
دشمنی پائی۔ علی مرتضےٰ علیہ السلام کو دردناک کیا۔ حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب کو قتل
کر ڈالا ہے۔ اے ابن سعد تو بڑی ذلت کا مرتکب ہوا۔ اور اللہ کی جانب سے بروز قیامت
جہنم کا مستحق ہوا۔ اور تیرا انصاف خدائے تعالےٰ بروز محشر کرے گا۔ جب سب بندے
جمع ہو جائیں گے۔

مرکب امام علیہ السلام کا حال

امام حسین علیہ السلام کی مصیبت زدہ اہل وعیال اسی رنج وملال میں تھی کہ امام حسین علیہ السلام
کا گھوڑا آپ کی لاش پر پہنچا۔ دیکھا کہ آپ کا جسم بغیر سر کے ہے تو حضرتؑ کے لاشہ کے گرد
پھرنے لگا اور اپنی پیشانی کو حضرت کے خون میں بھرتا تھا۔ جب عمر ابن سعد نے گھوڑے کو دیکھا
حکم دیا وائے ہو تم پر اس گھوڑے کو میرے پاس لاؤ پس وہ لوگ اُسکے پیچھے دوڑے
کہ وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں میں سب سے اچھا تھا اور صحیح تر
یہ ہے کہ اس گھوڑے کا نام میمون تھا۔ جب گھوڑے کو یہ خبر ہوئی کہ لوگ میرے پکڑنے کو

آڑے ہیں تو وہ اپنے پاس کسی کو نہ آنے دیتا تھا۔ اپنے دانتوں سے کاٹتا تھا۔ ٹاپوں سے اُن کو مارتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۶ سولہ سوار ۹ نو پیادے اُس نے ہلاک کیئے۔ عمر سعد چلایا کہ افسوس ہے تم پر اس کو چھوڑ دو کہ میں دیکھوں یہ کیا کرتا ہے پس لوگ دور ہوگئے تو پھر حضرتؑ کی لاش پر گیا اور اپنے منہ کو ملتا تھا۔ آنکھوں سے چومتا تھا اور چلاتا تھا کہ تمام جنگل اُس کی آواز سے پُر تھا۔ پھر اُس گھوڑے نے خیمہ کی طرف رُخ کیا اور حرم محترم کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جب اُس کی آواز کو عورتوں نے سُنا تو جناب زینب سلام اللہ علیہا حضرت سکینہ علیہا السلام کے پاس گئیں اور کہا دیکھو پانی آیا وہ باہر نکلیں اس غرض سے کہ پانی پیئیں۔ دیکھا کہ زین سوار سے خالی ہے اور گھوڑا ہنہناتا ہے اور اپنے سوار کے مرنے کی خبر دیتا ہے یہ دیکھکر وہ پکار پکار کر کہنے لگیں واقتیلاہ واغربتاہ واحسیناہ ہائے اے حسین علیہ السلام۔ یہی حسین علیہ السلام ہیں جو دشمنوں کے درمیان پڑے ہیں کہ جن کے سر پر نہ عمامہ ہے اور نہ ردا۔ سر اُن کا علیحدہ ہے۔ آج اُن کا مال اور عیال دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ افسوس ہے شورش بلا سے اے حسین علیہ السلام غریب تم ایسے مسافر ہو جس کے پھر آنے کی مطلق امید نہیں اور اے مجروح ایسے زخمی ہو جس کی کچھ دوا نہیں ہو سکتی یہ کہتی تھیں اور گھوڑے کی طرف نگاہ کرکے روتی تھیں اور گھوڑا بھی ہنہناتا تھا۔ اور یہ اشعار دردناک پڑھتی تھیں۔

ویلک یا میمون ارجع ولا تصل — واخبرنا فی القضاء کیف انزلا
واین ترکت السبط میمون قل لنا — واین الذی قد کان للخطب یحملا
امیمون تغدر بالحسین وهو لنا — کفیل وللحمل الثقیل یحملا
امیمون صعب الحسین وجعلنا — تحمم فی خیماتنا ثم تصهلا
امیمون اسقیت الحسین حمامنا — بین الاعادی فی دماء مجدلا
امیمون کنت قد افدیت نفسک دونہ — وافدیت صاحبک الحسین منزولا
امیمون اشفیت العدی من ولینا — والفتیہ بین الاعادی مجندلا
امیمون ارجع ولا تطیل خطابنا — فمن عدت ترجوا عندنا و نوملا
اخی من یکون لی بعد فقدک یا اخی محامی — وینصرنا الی بین ذا الملا
اخی من یکن لی حامیا وناصرا — لقد هذا الیوم عزمی وعطلا

افسوس ہے تجھپر اے میمون واپس جا اور ہمارے پاس نہ آ ہم کو خبر دے کہ قضائے الٰہی کیسے نازل ہوئی اے میمون بیان کر تو نے سبط نبی علیہما السلام کو کہاں چھوڑا اور وہ بزرگوار کہاں ہیں جو مصیبت پر صابر و شاکر تھا۔ اے میمون تو نے حسین علیہ السلام سے بیوفائی کی۔ حالانکہ وہ ہمارا کفیل اور ہمارے بار کا اُٹھانے والا تھا۔ اے میمون تو نے حسین علیہ السلام کو کہاں چھوڑا۔ اور اب تو ہمارے پاس کیوں آیا ہے۔ اور ہمارے خیمہ میں پھر کر صدا دیتا ہے۔ اے میمون تو نے امام حسین علیہ السلام کو ساغر موت پینے دیا۔ دشمنوں کے درمیان کہ وہ بے سر اپنے خون میں غلطاں ہے اے میمون تو نے دشمن کے قلب کو اپنے دوست سے شفا دی اور تو نے اُن کو دشمنوں میں بے سر چھوڑ دیا۔ اے میمون واپس جا اور ہم سے زیادہ باتیں نہ کر ہم کو تجھ سے کیا اُمید ہے۔ اے بھائی میں آپ کے قتل ہونے سے ذلیل ہوگئی۔ اے پروردگار بعد عزت و وقار کے یہ ذلت و خواری کیسی نصیب ہوئی۔ اے بھائی تیرے قتل ہونے کے بعد کون میرا حامی و مددگار ہوگا اور تمام دنیا میں کون میری حمایت کرے گا۔ اے بھائی میرا کون حامی اور ناصر ہے۔ اس روز سیاہ نے مجکو بالکل ذلیل و معطل کر دیا ہے۔

یہ شعر تمام ہونے پائے تھے کہ سب بیبیاں خیمہ سے نکل پڑیں اور سخت نوحہ و بکا کرتی تھیں اور فاطمہ کبریٰ علیہا السلام بنت جناب امام حسینؑ یہ اشعار درد انگیز پڑھتی تھیں۔

مات الفخار و مات الجود والکرم	واغبرت الارض والآفاق والحرم
و اغلق اللہ ابواب السماء فلا	ترقی لنا دعوة لجلی المغتم
غاب الحسین فھو الھفی لغیبتہ	وصار یغلوانی من بعدہ الظلم
یا قوم ھل من فدا یا قوم ھل من عوض	ھل یقبل الموت منی قد نبی الامم

آج فخر جود و کرم مرگیا۔ تمام زمین و آفاق و حرم گرد آلود ہوگئے۔ اللہ تعالےٰ نے دروازے آسمان کے بند کر دیے۔ اس واسطے کہ ہماری دعائیں آسمان تک نہ پہنچیں تاکہ ان پر کوئی عذاب نازل ہو۔ امام حسینؑ ہم سے غائب ہوگئے۔ افسوس ہے اُن کی غیبت پر اور بعد اُن کے بہت سے ظلم ہوں گے۔ اے قوم آیا کوئی فدیہ کوئی عوض اس کا ہے اور آیا موت مجھ سے ان لوگوں کا فدیہ قبول کر سکتی ہے۔

عبداللہ ابن قیس کا بیان ہے کہ میں نے اُس گھوڑے کو دیکھا کہ حرم محترم کے خیموں سے لشکر یزید کی طرف پھر واپس آیا اور حملہ کرتا ہوا لاش مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام پر پہنچا اور اس طرح کی حرکت کرتا تھا کہ گویا وداع ہوتا ہے یعنی حضرت کے قدموں سے اپنی پیشانی کو رگڑتا تھا اور ہنہناتا تھا اور بولتا تھا۔ پھر وہ فرات کی طرف دوڑ گیا اور اُسی میں ڈوب گیا اور پھر کسی کو نہ معلوم ہوا کہ وہ گھوڑا کہاں گیا۔ نور العین ۱۳۶

یہی حالات بجنسہٖ مقتل ابو مخنف۔ ناسخ التواریخ جلد ششم میں بھی درج ہیں اور تاریخ اعثم کوفی میں بھی اس باوفا جانور کے حالات لکھے ہیں۔ صفحہ ۳۸۱ اور روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۹ جلد ۳ میں بھی لکھا ہے۔

اس کے بعد۔ اس شقی ترین قوم نے خیام اہلبیت کرام علیہم السلام میں آگ لگا دی۔ آگ لگتے ہی اس غم رسیدہ اور مصیبت زدہ قافلہ میں ایک کہرام مچ گیا اور صدائے وا ذلاہ وا محمداہ وا علیاہ وا حسناہ وا حسیناہ بلند ہوئی۔ حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ بکر ابن وائل کی بی بی۔ جو اپنے شوہر کے ساتھ لشکر ابن سعد میں تھی۔ یہ قیامت خیز منظر دیکھتے ہی تلوار کھینچ کر اپنے خیمہ سے نکل پڑی اور چلا چلا کر کہنے لگے یا آل بکر بن وائل اتسلب بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لاحکم الا للہ یا ثارات رسول اللہؐ اے قبیلہ بکر ابن وائل اے انتقام گیرندگان آل محمد علیہ السلام۔ دیکھو یہ قوم تمہارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صاحبزادیوں کو برہنہ سر کرکے دکھلا رہی ہے اور ان کے مال و متاع بتمام و کمال غارت کر چکی ہے۔ سوائے خدا کے اور کسی کا حکم نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ خواہان انتقام کیوں نہیں ہوتے۔ یہ سنتے ہی اُس کے شوہر نے اُس کا ہاتھ تھاما اور اپنے خیمہ میں لیجا کر اُس کو بند کر دیا۔

بہرحال۔ خیمۂ مقدس میں آگ لگتے ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مصیبت زدہ اہلبیت علیہم السلام پریشان۔ مضطرب اور سراسیمہ ہو کر وہاں سے نکلے اور قتل گاہ میں آئے۔

لاش امام علیہ السلام پر اہلبیتؑ کی گریہ وزاری

اُن آفت رسیدوں کی نظر جو ہیں اپنے فرزندوں اقارب کی لاشوں پر پڑی تو اُن کے ایک دل کے ہزار ہزار ٹکڑے ہوگئے اور وہ تمام عزیز مردہ۔ اپنے عزیزوں کی لاشوں سے

دوڑ دوڑ کر چمٹ گئے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے ایک جگر خراش آہ کی اور سخت مضطرب الحال ہو کر فرمانے لگیں۔

وا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلّی علیک ملیکۃ السماء ھذا حسین مرمل بالدماء مقطع الاعضاء وبناتک سبایا الی اللہ المشتکی والی محمد المصطفیٰ والی علی المرتضیٰ والی حمزۃ سید الشہداء وا محمداہ ھذا حسین بالعراء یسفی علیہ الصبا قتیل اولاد البغایا یا حزناہ یا کرباہ الیوم مات جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اھولاء ذریۃ المصطفیٰ یساقون سوق السبایا یا محمداہ بناتک السبایا وذریتک مقتلہ تسفی علیہم ریح الصبا وھذا حسین علیہ السلام محزوز الراس من القفا مسلوب العمامہ والردا بابی من عسکرہ فی یوم الاثنین نھبا بابی من فسطاطہ مقطع العری بابی من لا ھو غائب فیرتجی ولا جریح فیداوی بابی من نفسی لہ الفداء بابی من لہ الھموم حتی قضی بابی من ھو العطشان حتی مضی بابی من شیبہ تقطر بالدماء بابی من جدہ رسول الہ السماء بابی من ھو سبط نبی الھدیٰ بابی محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی خدیجۃ الکبریٰ بابی علیا المرتضیٰ بابی فاطمۃ الزہراء سیدۃ نساء العالمین بابی من ردت لہ الشمس حتی صلی۔

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے آفرینندہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ حسین علیہ السلام ہیں جن کے اعضاء پارہ پارہ کر دیے گئے ہیں۔ وہ جو اپنے خون میں آغشتہ ہیں۔ یہ تمہاری صاحبزادیاں ہیں کہ جو مثل اسیروں کے مقید کی گئیں۔ ہم اپنی شکایت خدائے سبحانہ تعالیٰ کی جناب اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام۔ حضرت حمزہ سید الشہداء علیہ السلام کی جناب میں کرتے ہیں۔ یہ حسین علیہ السلام ہیں جنکو زنا زادگان امت نے قتل کیا ہے۔ ای قوم مکروہ۔ ان تمام مصائب کو دیکھو گویا کہ ہمارے جد بزرگوار جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات آج ہی واقع ہوئی۔ اے اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں جن کو یہ قوم شقاوت شعار مثل اسیروں کے